مکاشفۃ القلوب

مصنف

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ

ناشر

[illegible]

۴۰۔ اردو بازار ★ لاہور


لاهور



مکتبہ اسلامیہ
لاہور





مکاشفۃ القلوب

مصنف

حجۃ الاسلام **امام غزالی** رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

عبدالمصطفیٰ محمد اشرف نقشبندی

ناشر

مکتبہ اسلامیہ

40- اردو بازار- لاہور

نام کتاب	------------	مکاشفۃ القلوب' مترجم
مصنف	------------	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	------------	مولانا محمد اشرف نقشبندی
صفحات	------------	722
طابع	------------	پیر بھائی پرنٹرز
ناشر	------------	مکتبہ اسلامیہ' 40- اردو بازار' لاہور



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم





فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات	1
مسافرت دہ سالہ 488ھ تا 498ھ	5
امام غزالی دمشق میں	7
امام غزالی بیت المقدس میں۔	7
مہد عیسیٰ السلام اور امام غزالی	9
امام صاحب کا مسلک اور عقیدہ	13
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف	14
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف	15
احیاء العلوم	17
کیمیائے سعادت	18
مکاشفۃ القلوب	19
طرز نگارش۔	19
باب اول- خوف وخشیت	22
باب نمبر2' خوف ایہ	26
باب نمبر3' صبر اور بیماری	29
باب نمبر4' ریاضت اور نفس کی شہوتیں	37
باب نمبر5' غلبہ نفس اور عداوت شیطان	42
باب نمبر6' غفلت	46
باب نمبر7' یاد الٰہی سے غافل رہنا اور فسق ونفاق	51

مضمون	صفحہ
نکتہ	51
باب نمبر8' توبہ کرنا	57
باب نمبر9' محبت	63
باب نمبر10' عشق	67
باب نمبر11' اللہ تعالیٰ اور اس کی اطاعت ومحبت	75
باب نمبر12' ابلیس اور اس کی سزا	84
باب نمبر13' امانت	90
باب نمبر14' خشوع وخضوع اور نماز کو پورا کرنا	95
باب نمبر15' امر بالمعروف ونہی عن المنکر	100
باب نمبر16' عداوت شیطان	107
باب نمبر17' امانت اور توبہ کا بیان	124
باب نمبر18' فضائل رحم	135
باب نمبر19' خشوع وخضوع کا ہونا نماز میں	141
باب نمبر20' چغلی اور غیبت	148
باب نمبر21' زکوۃ	154
ایک واقعہ'	155
باب نمر22' زنا	158
باب نمر23' صلہ رحمی	163
باب نمر24' ماں باپ سے احسان	172

مضمون	صفحہ
باب نمبر25' زکوۃ کی ادائیگی اور بخل	180
باب نمبر26' طول امل یعنی لمبی امید رکھنا	186
باب نمبر28' تذکرہ موت	212
باب نمبر29' آسمان اور دیگر اجناس	212
باب نمبر30' عرش و کرسی' فرشتے	
مقرب' روزی اور توکل	214
باب نمبر31' مذمت دنیا کرنا	220
حقیقت دنیا	222
باب نمبر33' قناعت کے فضائل	257
باب نمبر34' فقراء کے فضائل	267
باب نمبر35' صرف اللہ ہی کارساز ہے	283
باب نمبر36' محشر کا میدان	287
باب نمبر37' مخلوق کا فیصلہ کیونکر ہو گا	293
باب نمبر38' مال کی مذمت	300
باب نمبر39' اعمال و میزان	
و عذاب و ثواب	306
باب نمبر40' فضائل عبادت	323
باب نمبر42' شکر کی ادائیگی	333
باب نمبر43' اللہ کی نشانیوں میں تدبر کرنا	351
باب نمبر44' موت کی تلخی	358
باب نمبر45' قبر اور قبر میں سوال و جواب	
کا بیان	364
باب نمبر46' علم الیقین اور عین الیقین	372

مضمون	صفحہ
باب نمبر47' اللہ تعالیٰ کا ذکر	'376
باب نمبر48' فضائل نماز	384
باب نمبر49' نماز چھوڑنے والوں	
کے لئے سزا	389
باب نمبر50' دوزخ اور عذاب دوزخ	406
باب نمبر51' عذاب کی مختلف قسمیں	410
باب نمبر52' فضیلت خوف و معصیت	418
باب نمبر53' فضائل توبہ	425
باب نمبر54' ظلم و زیادتی منع ہے	435
باب نمبر55' یتیم پر زیادتی منع ہے	434
باب نمبر56' تکبر مذموم ہے	445
باب نمبر57' تواضع و قناعت	451
باب نمبر58' دنیا کا فریب	458
باب نمبر59' مذموم دنیا سے بچاؤ'	463
باب نمبر60' فضائل صدقہ	471
باب نمبر61' برادر مسلمان سے تعاون	477
باب نمبر62' فضائل وضو	481
باب نمبر63' فضائل نماز	491
باب نمبر64' انعقاد قیامت	491
باب نمبر65' میزان و دوزخ	495
باب نمبر66' عجب و تکبر مذموم ہے	499
باب نمبر67' -یتیموں پر احسان	503
باب نمبر68' حرام کھانے سے بچنا	507

مضمون	صفحہ
باب نمبر69' سود ممنوع ہونا	513
باب نمبر70' حقوق العباد	518
باب نمبر71' خواہشوں کی پیروی	523
باب نمبر72' جنتیوں کے درجے	532
باب نمبر73' صبر و رضا اور قناعت	539
باب نمبر74' فضائل توکل	545
باب نمبر75' فضائل مسجد	549
باب نمبر76' عبادت و مراقبہ	552
باب نمبر77' ایمان اور منافقت	561
باب نمبر78' غیبت	567
باب نمبر79' شیطان کی دشمنی	567
باب نمبر80' محبت کرنا اور نفس کا محاسبہ	579
باب نمبر81' حق کے ساتھ باطل ملانا	586
باب نمبر82' جماعت کے ساتھ نماز	523
باب نمبر83' نماز تہجد کے فضائل	592
باب نمبر84' علماء دنیا سزا پائیں گے	598
باب نمبر85' اخلاق اچھے ہونے کے فضائل	603
باب نمبر86' ہنسی' گریہ اور لباس	608
باب نمبر87' فضائل قرآن' علم و علماء	612
باب نمبر88' فضائل صلوۃ و زکوۃ	615
باب نمبر89' ماں باپ سے سلوک	619
باب نمبر90' پڑوسی کے حقوق	624
باب نمبر91' شراب پینا اور اس کی سزا	629

مضمون	صفحہ
باب نمبر92' معراج النبی	634
باب نمبر93' جمعۃ المبارک (فضائل)	634
باب نمبر94' شوہر پر زوجہ کے حقوق	634
باب نمبر95' بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق	638
باب نمبر96' فضائل جہاد	641
باب نمبر97' شیطان فریب کار ہے	647
باب نمبر98' سماع	662
باب نمبر99' خواہش و بدعت کی پیروی	667
باب نمبر100' رجب کے مہینے کی فضیلت	671
باب نمبر101' فضیلت ماہ شعبان	674
باب نمبر102' رمضان کا مہینہ اور فضائل	678
باب نمبر103' فضیلت شب قدر	682
باب نمبر104' عید الفطر سے متعلقہ مسائل	685
باب نمبر105' ماہ ذوالحج کے فضائل	688
باب نمبر106' فضائل عاشوراء	692
باب نمبر107' فقیروں کی ضیافت	695
باب نمبر108' جنازے اور قبر کے پاس کلام کرنا	699
باب نمبر109' جہنم کے عذاب سے ڈرنا	704
باب نمبر110' میزان اور پل صراط	708
باب نمبر112' وصال رسول اللہ ﷺ	711



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نابغہ دوراں مفکر اسلام حجتہ الاسلام علامہ امام محمد الغزالی قدس سرہ کے مختصر سوانح حیات

چوتھی صدی ہجری میں خلافت عباسیہ اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ ایران کی وسیع سلطنت پر اس کی گرفت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ایران کی وسیع سلطنت طوائف الملوکی کا شکار ہو کر رہ گئی۔ صوبے خود مختار ہو گئے اور ہر ایک ایران میں اپنی جگہ بادشاہ بن کر بیٹھ گیا۔

سلطان غزنوی نے ۳۸۷ھ تا ۴۲۱ھ تک ایران پر اجتماعی حیثیت سے حکومت کے لیے بہت کوشش کی تھی۔ لیکن ایک طرف تو ہندوستان پر لشکر کشی کے مخصوص اور دوسری طرف ترکان ماوراء النہر نے اور خوارزم شاہی سے جنگ و جدال کے باعث اس کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ وہ تمام ایران پر ایک حکومت کے تار و پود کو مضبوط کر کے اس سلطنت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لیتا تاہم یہ ضرور ہوا کہ طوائف الملوکی کا وہ رنگ بہت پھیکا پڑ گیا جو سلطان غزنوی کے عہد سے قبل تہ بہ تہ ایران کے منطقوں پر چڑھا ہوا تھا۔

یہ شرف قدرت نے سلاطین سلاجقہ کے لیے مخصوص کر دیا تھا کہ انہوں نے غزنویوں کے بعد بہت جلد تمام ایران کو طوائف الملوکی کی لعنت سے نجات دلا دی۔ اس سلسلہ میں طغرل رکن الدین ابو طالب ۴۲۹ھ تا ۴۵۹ھ کی مساعی قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ ایران کے خود مختار صوبوں کے علاوہ خوارزم شاہی سلاطین نے بہت سا ملک و اگزار کرا دیا۔ ادھر ماوراالنہری سلاطین نے بھی ایران کا ایک وسیع حصہ چھین کر ایک وسیع سلطنت سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی صرف یہی نہیں بلکہ اپنے خلوص کے ثبوت کے لیے

اپنے خاندان کی ایک بیٹی دولت عباسیہ میں بیاہ دی اور خلیفہ قائم بامر اللہ نے خود عقد کر کے بغداد کی گری ہوئی عظمت اور سلطنت کو بچا لیا طغرل کے بعد الپ ارسلان نے اس کمی کو پورا کر دیا جو طغرل کی عین آرزو تھی۔ یعنی تما ماورا النہر پر قبضہ کر لیا۔ والی گرجستان کو اپنا مطیع و منقاد بنالیا اور انتہائی جوانمردی اور شجاعت سے کام لیتے ہوئے سلطنت روما پر حملہ کر کے والئ روما کو بھی گرفتار کر لیا۔

یہ تھا وہ دور اور سیاسی ماحول جس میں امام حجتہ الاسلام محمد غزالی نے طوس کے قصبہ غزال میں۔ (۴۵۰ھ تا ۱۰۵۸ء) اپنی آنکھ کھولی یہ طغرل سلجوقی کا آخری دور تھا۔ آپ کے والد امام محمد بن محمد ایک درویش صفت انسان تھے۔ اور ان کو تنگدستی کے باعث خود نوشت و خواند سے کچھ نہیں ملا تھا۔ لیکن دورویشی اور عبادت گزاری نے ان کے دل میں علم کی مشعل فروزاں کر رکھی تھی۔ وہ چاہتے کہ اگر پدر نتواند بسر تمام کند" ان کے دو بیٹے محمد غزالی اور احمد غزالی علم دینی و دنیوی سے اپنی جھولیاں بھر چکے تھے۔ ان کو کیا خبر تھی کہ ان کی اس آرزو کو اللہ نے ایسا شرف بخشا ہے کہ ان کے دونوں فرزند علم و معرفت کے آفتاب و مہتاب بن کر دنیا میں چمکیں گے۔ ایک کے قدموں سے دنیاوی جاہ و جلال پامال ہوں گے۔ اور علم دین و دنیا کا آفتاب بن کر درخشاں ہو گا۔ اور مسند فقر و ارشاد پر متمکن ہو کر طریقت و ھدایت کی وہ شمع روشن کریں گے جو دنیا کی ظلمتوں میں معرفت کا اجالا پھیلائے گی۔

امام صاحب کے والد محمد بن محمد کا ۴۶۵ھ میں انتقال ہو گیا اس وقت امام صاحب کی عمر پندرہ سال تھی اور شیخ احمد غزالی ۱۲، ۱۳ سال کے تھے۔ امام صاحب کے والد نے اپنے ایک صوفی مشرب دوست ابو حامد احمد بن محمد زاذ کانی کے ہاتھ میں ان دونوں کے ہاتھ دے کر وصیت کی تھی کہ میرا جو کچھ اثاثہ ہے اس کو ان دونوں کی تعلیم اور پرورش پر خرچ کر دیں چنانچہ امام صاحب کے والد کا معمولی سرمایہ اور خود حضرت احمد نے اپنا سرمایہ ان دونوں بھائیوں کی پرورش اور تعلیم پر صرف کر دیا۔ جب تمام سرمایہ صرف ہو گیا اور امام صاحب علوم متداولہ کی ابتدائی منزل سے گذر گئے۔ تو جناب زاذ کانی نے ان کو طوس کے مدرسے میں داخل کروا دیا تاکہ وہاں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کریں اور وہاں

کے وظیفہ سے بھی بہرہ یاب ہوں۔ لیکن امام غزالی طوس کے مدرسہ میں داخل ہونے کے بجائے جرجان چلے گئے جو طوس سے مسافت پر تبہ واقع تھا اور یہاں مشہور زمانہ استاد امام ابو نصر اسمعیلی کی خدمت میں رہ کر تشنگی علم کو دور کیا۔ اس وقت امام صاحب علوم متداولہ کی تحصیل کے بہت سے مدارج طے کر چکے تھے۔ چنانچہ امام ابو نصر اسمعیلی کی خدمت میں رہ کر آپ جو کچھ علمی مباحث سنتے ان کو ضبط تحریر میں لے آتے۔ امام غزالی کچھ مدت امام ابو نصر کی خدمت میں رہے۔ اور پھر واپس طوس آ گئے لیکن علم کی پیاس ابھی نہیں بجھی تھی۔

اس تشنگی علم کو دور کرنے کے لیے آپ طوس سے نیشا پور روانہ ہو گئے۔ اس وقت امام الحرمین ابو المعالی جوینی سے بڑھ کر اور کوئی عالم نہیں تھا۔ اور اس وقت وہ مدرسہ نظامیہ نیشا پور کے مدرس اعلیٰ تھے۔ جو اس وقت دنیا علم و ادب میں منصب اعلیٰ تھا۔ علامہ جوینی کی خدمت میں پہنچ کر امام صاحب نے دوسرے علوم کے علاوہ جدل و خلاف (علم مناظرہ) علم الکلام اور مبادیات فلسفہ کی تکمیل کی اور ان علوم میں ایسا کمال حاصل کیا کہ امام الحرمین کے تین سو تلامذہ میں سب سے سبقت لے گئے۔ آپ کی قابلیت اور فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ امام الحرمین علامہ جوینی آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ امام صاحب کی عمر ابھی اٹھائیس سال کی ہوتی تھی کہ تمام علوم متداولہ یعنی ادبیات فارسی۔ عربی۔ فقہ و حدیث۔ تفسیر۔ درایت، کلام اور جدل و خلاف وغیرہ میں کمال کی منزل پر پہنچ گئے اور ان علوم میں حقیقی تبحر آپ کو حاصل ہو گیا۔ ۴۷۸ھ میں امام الحرمین انتقال کر گئے۔ علم دوست وزیر خواجہ نظام الملک (متوفی ۴۸۵ھ) کو امام الحرمین کے مدرسہ نظامیہ بغداد کی مسند صدارت کے لیے ایک جوہر قابل درکار تھا۔ چنانچہ نظام الملک نے بڑی عزت و اکرام کے ساتھ امام غزالی کی دربار میں پزیرائی کرائی لیکن اپنے تبحر علمی کے ثبوت کے لیے امام صاحب کو ایک کٹھن امتحان سے گزرنا پڑا یعنی دربار سلجوقی سے وابستہ علمائے کرام کے ساتھ مناظرہ کرنا ضروری قرار پایا۔ بغیر اس مناظرہ کے دربار میں جگہ پانا ناممکن تھا۔ چونکہ امام ہمام علم و فضل کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ جدل و خلافت پر بہت کچھ لکھ چکے تھے۔ چنانچہ دربار سلجوقی کے علمائے کرام

سے مناظرہ شروع ہوا اور امام صاحب سب پر غالب آئے اور سب نے امام صاحب کے تبحر علمی کا اعتراف کیا نظام الملک کی دلی مراد بر آئی اور خواجہ طوسی نے تمام علماء و فقہاء پر تقدم و فضیلت کے اظہار کے لیے زین الدین شرف الائمہ کا لقب دیا۔ اب دربار میں امام صاحب کی پذیرائی بھی اسی طرح ہوتی تھی جس طرح علامہ ابو اسحق شیرازی اور امام الحرمین جوینی قدس اللہ سرہما کی ہوتی رہی۔ امام صاحب اب خواجہ نظام الملک کی مرحمتوں اور نوازشوں سے کامیاب زندگی بسر فرما رہے تھے۔ ۴۷۸ھ سے ۴۸۴ھ تک پوری دل جمعی کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ ۴۸۴ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس اعلیٰ علامہ حسین بن علی طبری (تلمیذ علامہ ابو اسحاق شیرازی) ان کے انتقال کے بعد منصب جلیلہ کے لیے خواجہ نظام الملک طوسی نے امام صاحب کو منتخب کیا۔ چنانچہ نظام الملک کی استدعا پر اور اپنی دیرینہ خواہش بر آنے پر آپ نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں اس منصب اعلیٰ کو قبول کر لیا۔ اور ۴۸۴ھ ماہ ذیقعدہ میں اس درس گاہ میں تدریس کا آغاز کیا۔

۴۸۴ھ میں امیر المسلمین المقتدی بامر اللہ کا انتقال ہو گیا۔ امام صاحب کو مسند تدریس پر متمکن ہوتے ابھی تین سال گزرے تھے۔ المقتدی بامر اللہ کے بعد المستظہر بامر اللہ تخت نشین ہوئے۔ انہی کی فرمائش پر امام صاحب نے "رد باطنیہ" میں جو اس وقت تمام اصفہان پر قابض تھے۔ اور مصر و عراق میں بھی ان کا پورا زور تھا۔ کتاب المستظہری لکھی تاکہ "باطنیہ" تحریک کو جو عمل طریقہ سے قابو میں نہ آ سکتی تھی، علمی طریقہ سے دبایا جائے یہ وہ دور تھا کہ علماء کی باہمی چپقلش (حنابلہ و شوافع کے اختلافات اور فتنہ و فساد) ان کے مناظرے اور مجادلے۔ خانہ جنگیاں۔ یورشیں۔ اور سازشیں برپا تھیں۔ ماحول کی اس تلخی اور پریشان حالی نے امام صاحب کی زندگی پر برا اثر ڈالا اس سے پیشتر نیشاپور میں انکی زندگی پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ بسر ہو رہی تھی۔ بہرحال کسی نہ کسی صورت ۴۸۴ھ سے وسط ۴۸۸ھ تک آپ نے منصب تدریس کی ذمہ داریاں پوری کیں۔ اس اثنا میں امام حجۃ الاسلام قدس اللہ سرہ فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مشغول رہے اور فلسفہ یونان کا گہری نظر سے مطالعہ

کرتے رہے اور حکماء فلاسفہ کے عقائد کی چھان بین کرتے رہے۔ حقائق مذاہب کی دریافت آگہی میں آپ اکثر مشغول رہتے لیکن جیسے جیسے آپ کا یہ مطالعہ بڑھتا گیا۔ طبعیت میں انتشار واضطراب پروان چڑھتا گیا۔

مسافرت دہ سالہ ۴۸۸ھ تا ۴۹۸ھ

۴۸۸ھ میں حضرت حجتہ الاسلام امام غزالی کی زندگی ایک عظیم انقلاب سے دوچار ہوتی ہے گویا اسی سال سے ان کی روحانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ شان و شوکت سے دستبردار ہو کر روحانیت کی تسکین کیلیے بغداد سے نکلتے ہیں۔ اور ایک بے سروسامان زندگی کو اپناتے ہیں۔ امام صاحب کی زندی کا یہ انقلاب اپنی نوعیت کا ایک عجیب و غریب انقلاب ہے اور ایسا عجیب کہ علمائے اسلام میں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

امام صاحب جس روحانی اور عقلی سکون کے خواہاں تھے۔ وہ ان کو مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعلیٰ پر فائز رہ کر بھی حاصل نہ ہو سکا۔ ہر چند کہ سلاطین سلجوقیہ اور امراء المسلمین عباسیہ (خلفائے عباسیہ) ان کے لیبدیدہ و دل فرش راہ کیے رہتے تھے، نظام الملک ان کا حاشیہ برادر تھا بڑے بڑے اصحاب فکر و دانش اور علمائے وقت آپ کے درس میں شریک ہو کر استفادہ کر رہے تھے۔ لیکن روحانی اضطراب نے نگاہوں میں اس اقتدار اعلیٰ کو ہیچ بنا دیا۔ چنانچہ اس جاہ و جلال سے کنارہ کش ہو کر امام صاحب نے ہجرت کا پختہ ارادہ کر لیا بغداد سے ہجرت کرنے کے سلسلہ میں آپ نے اپنی تصنیف جس کے بعض حصے ان کی خود نوشت سوانح پر مشتمل ہیں یعنی المنقذ من الضلال " میں اپنی روحانی تشویش، اضطراب و انتشار طبع اور طویل علالت کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ " میں بغداد میں جو دنیا بھر کے عقائد اور خیالات کا دنگل تھا۔ شیعہ۔ سنی معتزلی۔ زندیقی ملحد۔ مجوسی اور عیسائی بغداد میں ایک دوسرے سے مناظرے کرتے اور دست بگریباں رہتے۔ میں ہر ایک باطنی، ظاہری، فلسفی، متکلم اور زندیق سے ملتا تھا۔ اور ہر ایک کے خیالات معلوم کرتا تھا۔ میری طبیعت ابتداء ہی سے چونکہ مائل بہ تحقیق تھی۔

ان ملاقاتوں سے رفتہ رفتہ میری تقلید کی بندش ٹوٹ گئی ہے۔ اور جن عقائد پر پہلے گامزن تھا۔ ان کی وقعت میرے دل سے جاتی رہی۔ میں نے غور کرنا شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے حسیات اور بدیہیات کا علم یقینی حاصل ہے اور بس۔ مختلف مذاھب کے بارے میں میرے شکوک جوں کے توں رہے۔ اس وقت چار فرقے موجود تھے۔ متکلمین۔ باطنیہ۔ فلاسفہ۔ اور صوفیہ۔ میں نے ان چاروں فرقوں کے علوم و عقائد کی تحقیق شروع کی۔ اس تحقیق سے اضطراب اور بڑھا۔ فرقہ۔ تصوف پر جو کتب موجود تھیں ان کا مطالعہ کیا۔ مجھے پتا چلا کہ اس کے لیے صرف علم کافی نہیں ہے۔ بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔

ان واقعات سے تحریک پیدا ہوئی کہ تمام تعلقات کو ترک کر کے بغداد سے نکل جاؤں نفس کسی طرح بھی ترک تعلقات پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ کہ اس کو شہرت عامہ اور شان و شوکت حاصل تھی۔ رجب ۴۸۸ھ میں یہ خیال پیدا ہوا تھا لیکن نفس کے لیت و لعل کے باعث اس پر عمل نہ کر سکا اس ذھنی اور نفسانی کشمکش نے مجھے بیمار کر دیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زبان کو یارائے گویائی نہ رہا۔ قوت ہضم بالکل ختم ہو گئی طبیبوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ اور کہا کہ ایسی حالت میں علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔

آخر کار میں نے سفر کا قطعی ارادہ کر لیا۔ امرائے وقت۔ ارکان سلطنت اور علمائے عصر کو جب میرے اس ارادے کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے نہایت خوشامد اور اکرام کے ساتھ مجھے روکنا چاہا۔ لیکن میں اصل حقیقت سے خوب واقف ہو چکا تھا۔ اس لیے سب کو چھوڑ چھاڑ سفر کے لیے تیار ہو گیا۔ (تلخیص از منقذ)

حجتہ الاسلام نے ۴۸۸ھ سے ۴۹۸ھ تک دس سال کی مدت مملکت شام و جزیرہ بیت المقدس اور حجاز میں بسر کی جس کی صراحت آئندہ کی جائے گی۔ اس سیاحت میں امام حجتہ الاسلام کے جسم پر درویشوں کا لباس تھا۔ ان ملکوں میں سکون کو تلاش کرتے رہے۔ ان کے جسم پر صرف ایک گدڑی تھی۔ اب ان کا ہر وقت کا مشغلہ زہد و فکر عبادت فکر و خلوت اور تصنیف و تالیف رہ گیا۔

امام غزالی دمشق میں:۔

بغداد سے ہجرت کر کے امام غزالی سب سے پہلے ۴۸۸ھ میں دمشق پہنچے اور دمشق میں جامع اموی کے مغربی کنارہ کو اپنی خلوت گاہ کے طور پر منتخب کیا اور یہاں آپ روحانی اور باطنی ریاضتوں میں مشغول ہو گئے۔

ریاضت اور عبادت کے علاوہ آپ کا معمول تھا کہ آپ مسجد اموی میں جاروب کشی رکھتے اور شکست نفس کیلیے غسلخانوں کی صفائی کرتے اور وہاں کی غلاظت فوراً اٹھا کر باہر پھینکتے۔ صاحب طبقات الشافعیہ (جلد چہارم، ص ۱۰۴) رقمطراز ہیں۔ آپ خانقاہ میساطیہ کے غسل خانوں کی زباکشی کیا کرتے تھے۔ بہر حال نفس کشی کیلیے آپ ادنی سے ادنی کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ جامع دمشق کی اقامت کے زمانہ میں آپ کا زیادہ تر وقت شیخ نصر مقدی کے زاویہ میں گزرتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ کے علم و فضل کا اور آپ کے تبحر علمی سے آگاہی ہو گئی اور علمائے وقت نے آپ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ اور آپ کے سکون و ریاضت میں خلل پڑنے لگا اور اس ہنگامے سے بچنے کے لیے ایک رات خاموشی سے دمشق سے روانہ ہو گئے۔ دمشق میں امام صاحب کی مدت اقامت دو سال ہے۔

حجتہ الاسلام امام غزالی بیت المقدس میں

اپنے سفر بیت المقدس کے سلسلہ میں علامہ غزالی نے "المنقذ من الضلال میں صراحت کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی اس مسافرت کا بیشتر حصہ بیت المقدس میں بسر ہوا اور اس سفر کا بہترین علمی سرمایہ اور آپ کی تصانیف میں سب سے بلند پایہ تصنیف "احیا العلوم" اس دور کی تصنیف ہے۔ جس کی مثال دنیا کی اخلاقی کتابوں میں ملنا مشکل ہے۔ اخلاقیات کے موضوع پر یہ ایک بے نظیر و بے مثال کتاب

ہے۔ بعد کے مصنفین نے اخلاقیات پر جو لکھا ہے اس کا ماخذ احیاء العلوم ہے۔ احیاء العلوم کے علاوہ کتاب اربعین اور بعض دوسرے رسائل بھی اسی قیام دمشق میں تصنیف کیے گئے۔ یہ بات بہت مشہور ہے کہ حجتہ الاسلام نے احیاء العلوم کی تصنیف کے لیے بیت المقدس میں جو جگہ انتخاب کی تھی وہ قبتہ الصخرہ کا مشرقی گوشہ تھا اور امام صاحب اس گوشہ میں معتکف تھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ احیاء العلوم جیسی بلند پایہ اور ضخیم کتاب کی تصنیف اس بے سروسامانی اور پریشان حالی میں ناممکن ہے۔ لیکن مورخین کے اقوال اور دوسرے شواہد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ احیاء العلوم کا زمانہ تصنیف یہی دہ سالہ بے سروسامانی اور زمانہ مسافرت ہے۔ اس تصنیف سے امام صاحب کے تبحر علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ کے پاس اس بے سروسامانی میں کوئی ذخیرہ کتب موجود نہ تھا۔ جو آپ کے لیے اس تصنیف میں ماخذ کا کام دیتا۔

شبلی نعمانی نے اپنی مختصر کتاب الغزالی میں احیاء العلوم کا شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ کی کتاب قوت القلوب استاد اعظم و مفسر عظیم شیخ طریقت ابو القاسم قشیری کے رسالہ قشیریہ اور علامہ راغب اصفہانی کی کتاب ذریعہ۔ العلوم الشریفہ کے مضامین کی یکرنگی بعض عنوانات کی مطابقت و مماثلت کو ظاہر کیا ہے۔

اور ان کتب کو احیاء العلوم کا ماخذ ہی نہیں بلکہ اصل قرار دیا۔ اس میں شبلی نعمانی کی تحقیق کو کوئی دخل نہیں ہے اور انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کہی ہے بلکہ علامہ ابن جوزی جو عقائد کے اعتبار سے حجتہ الاسلام سے مختلف تھے اور صوفیاء کرام کے دشمن انہوں نے احیاء العلوم پر کڑی تنقید کی ہے اور اس تنقید کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے قوت القلوب رسالہ قشیریہ اور راغب اصفہانی کی کتاب سامنے رکھ کر یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ لیکن تاریخ یہ ہرگز نہیں بتاتی کہ امام صاحب اس سفر میں جو ان کے روحانی انقلاب کا باعث تھا یا اس بے سروسامانی کتابوں کا پشتہ ساتھ لے کر نکلے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام صاحب نے ان بلند پایہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کیا تھا۔ ان کے مضامین آپ کو مستحضر تھے۔ بہر حال ابن جوزی اور شبلی نعمانی کا خیال بالکل غلط ہے۔ یہ

ایک طویل تنقیدی بحث ہے میں اس کو اس مختصر مقدمہ میں نہیں چھیڑنا چاہتا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دس سالہ مسافرت کا عظیم الشان تحفہ اپنے اخلاف کیلیے امام صاحب نے احیاء العلوم کی صورت میں یادگار چھوڑا ہے۔

مہد عیسیٰ علیہ السلام اور حجتہ الاسلام امام غزالی

علامہ تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں کہ امام غزالی کے ساتھ شیخ اسماعیل ماتلی، ابوالحسن بصری، شیخ ابراہیم شباک جرجانی اور چند دوسرے درویش مہد عیسیٰ علیہ السلام میں جمع رہتے تھے۔ اور تصوف کے حقائق و دقائق زیر بحث رہتے تھے اور اس طرح امام صاحب روحانی سکون سے بہرہ ور ہوتے رہتے۔ مہد عیسیٰ علیہ السلام اور بیت المقدس میں کچھ مدت تک مجاہدہ و ریاضت میں مصروف رہنے کے بعد امام حجتہ الاسلام حج کے ارادے سے وہاں سے روانہ ہوئے اور ۴۸۸ھ میں مناسک حج ادا کرنے کے بعد زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے مدینہ منورہ آئے۔ یہاں روضتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دوسرے مقامات مقدسہ سے فراغت کے بعد مصر و اسکندریہ ہوتے ہوئے اپنے وطن مالوف طوس واپس آئے۔ اگرچہ ابتداء امام صاحب کی یہ نیت تھی کہ وطن واپس نہ ہوں گے۔ اور تمام عمر ہجرت کی نیت کر کے نکلے تھے۔ جیسا کہ خود آپ نے ایک مکتوب میں اظہار کیا ہے۔ اہل و عیال کی محبت نے پھر وطن کی جانب کھینچ لیا۔ چنانچہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں۔

فسرت الی الحجاز ثمہ جذبتنی الھم و دعوات الاطفال الی الوطن فعاودتہ بعد ان کنت ابعد الخلق عن الرجوع الیہ و اثرت العزلة و تصفیة القلب لذکرہ۔

چنانچہ امام صاحب وطن واپس پہنچ گئے۔ اور اہل و عیال کے ساتھ رہنے لگے۔ مگر اس طرح کہ لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ اور خلوت و عزلت میں زیادہ وقت صرف کرنے لگے۔ اس طرح عزلت نشینی میں ایک سال گزار دیا۔ لیکن ۴۹۹ھ میں حکومت

وقت اور امرائے سلطنت کے بعد اصرار سے مجبور ہو کر ذیقعد ۴۹۹ھ میں طوس سے نیشاپور آ گئے۔ اور مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں خدمات تدریس کو قبول کر لیا۔ اس وقت سلطان سنجر پسر ملک شاہ سلجوقی سلطنت سلجوق پر متمکن تھا۔ اور خواجہ نظام الملک کا فرزند فخر الملک اس کا وزیر اعلیٰ تھا۔ مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں ایک سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ اور اس اثناء میں اپنی مشہور کتاب المنقذ من الضلال تصنیف کی جو ایک گونہ امام صاحب کی خود نوشت سوانح حیات ہے۔ اس خود نوشت سوانح حیات میں امام صاحب نے اپنی زندگی کے اہم واقعات ذکر کیے ہیں اور علماء و فقہاء پر کڑی تنقید کی ہے اور بعض علوم متداولہ پر بھی تنقیدی نظر ڈالی ہے اس وقت امام صاحب کی عمر پچاس سال سے گذر چکی تھی۔ اس بار نیشاپور میں قیام کی مدت صرف ایک سال ہے یعنی ذیقعد ۴۹۹ھ سے ۵۰۰ھ تک۔ ابن جوزی جو امام صاحب پر تنقید کرنے میں مشہور ہیں، لکھتے ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب اپنے وطن واپس طوس آ گئے۔ اور مکان کے قریب ایک مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کروائی۔ اور ایک عظیم الشان دار القیامہ (ہوسٹل) اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت پائین باغ بنوایا۔ اور وہ خود قرآن مجید اور احادیث کے درس میں مشغول رہنے لگے۔

اس دور میں امام صاحب ایک زاہد اور صوفی پاکباز کی صورت میں مسند تدریس پر متمکن تھے۔ اس وقت ان کے حقیقی ارادت مندوں کا جم غفیر ان کے ارد گرد رہتا تھا۔ یہ تعداد پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔ عام و خاص کے دل آپ نے اپنے صدق و صفا سے موہ لیے تھے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی خدا ترسی۔ زہد و اتقاء کا ہر طرف چرچا تھا۔ اس قبول عام کا یہ نتیجہ نکلا کہ دستور زمانہ کے مطابق آپ کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے۔ خواجہ نظام الملک طوسی اور ملک شاہ تو اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ ان کی زندگی میں حاسدوں کو یہ جرات نہ ہو سکتی تھی کہ وہ امام ہمام کے خلاف لب کشائی کر سکیں۔ امام صاحب کے سامنے ان کے علم و فضل کے چراغ ٹمٹمانے لگے تھے۔ اور انکی گرمئ بازار سرد پڑ چکی تھی۔ اس سرد بازاری نے رقابت کی آگ کو اور بھڑکایا حجۃ الاسلام امام غزالی کی تصانیف کا ہر طرف چرچا تھا۔ ان تمام محرکات نے امام صاحب کے خلاف حسد و عداوت کا ایک

محاذ قائم کر دیا ان کی تحریروں میں تحریف کی گئی۔ ان کے پاس گوناگوں سوالات تحریر کر کے بھیجے گئے۔ چونکہ امام صاحب شافعی مسلک پر گامزن تھے۔ اور مشر با اشعری تھے۔ لہذا عوام میں امام صاحب کے عقائد و آراء پر خوب نکتہ چینی کی گئی جو ان علماء کے عقائد سے ہم آہنگ نہ تھے۔ رفتہ رفتہ مخالفین کا یہ حربہ بڑھتا گیا۔ امام صاحب نے اپنے مکتوبات میں خصوصاً ان خطوط میں جو سلطان سنجر سلجوقی کے نام لکھے ہیں۔ اپنی بہت کچھ صفائی پیش کی۔ وہ بے وجہ حکومت وقت اور والی سلطنت سے ٹکراؤ نہیں چاہتے تھے۔

اس موقعہ پر دشمنوں نے یہ قصہ چھیڑ دیا اور امام صاحب کے خلاف اس کو دستاویز بنایا کہ امام غزالی نے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر طعن کیا ہے اسی طرح کیمیائے سعادت کی بعض تقاریر کو انہوں نے اپنے اقوال کی تائید میں پیش کیا۔ حضرت ابو حنیفہ اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں طعن کا جواب آپ نے سلطان سنجر سلجوقی کو اس طرح دیا۔

"اما آنچہ حکایت کردہ اند کہ در امام ابو حنیفہ طعن کردہ ام واللہ الطالب الغالب المدرک الحق الذی لا الہ الا ھو۔

کہ اعتقاد من آنست کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ غواص ترین امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بود در حقائق فقہ ہر کہ جزاین از عقیدت من یا از خط و لفظ من حکایت کند دروغ می گوید" (مقتبس از مکاتیب غزالی)

(ترجمہ)۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر طعن کیا ہے تو میں خداوند طالب غالب اور مدرک کو جس کا کوئی شریک نہیں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فقہ کے حقائق میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غواص ترین شخص ہیں۔ پس جو کوئی میرے اس اعتقاد کے سوا میرے کسی خط یا لفظ سے کچھ بیان کر رہا ہے تو وہ دروغ محض ہے۔

اس طویل مکتوب میں امام صاحب نے سلطان سنجر سے مدرسہ نظامیہ نیشا پور کی خدمات سے بھی دستبرداری کا اظہار کر دیا تھا۔ وحاجت دیگر آنست کہ مرا از تدریس نیشا

پور و طوس معاف داری۔ باوجود کہ یہ کہ ارادت مندوں، عقیدت کیشوں اور امرائے سلطنت نے بہت کچھ اصرار کیا۔ لیکن امام صاحب نے صاف کہہ دیا۔ کہ اب مجھ میں کار تدریس انجام دینے کی سکت باقی نہیں رہی۔ اس طرح تدریس مدرسہ نظامیہ اور دوسرے رسمی مشاغل سے الگ ہو کر اپنی خانقاہ میں خلوت گزیں ہو گئے۔ اس وقت امام صاحب کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اس زاویہ میں تادم آخر امام صاحب قیام پذیر رہے۔ امام صاحب طلباء اور درویشوں کے لیے اپنا کچھ وقت صرف کر دیا کرتے تھے۔ طلباء سے زیادہ اب طالبین حقیقت آپ کی طرف زیادہ رجوع کرتے تھے۔

جب حجتہ الاسلام امام غزالی کی عمر ۵۵ سال کی ہوئی تو ان کی پیش گوئی پوری ہونے کا وقت آ گیا اور آپ دوشنبہ ۱۴ جمادی الاخریٰ ۵۰۵ھ کی صبح کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور طوس ہی میں شاعر ایران فردوسی کے مزار کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب الثبات عند الممات میں امام صاحب کی وفات کے سلسلہ میں شیخ احمد غزالی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "برادرم ابو حامد محمد غزالی نے دوشنبہ کے دن صبح کے وقت وضو کر کے نماز فجر ادا کی پھر انہوں نے اپنا کفن منگایا اور اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور کہا۔ سمعا و طاعتہ"۔ یہ کہہ کر قبلہ رخ ہو کر پاؤں پھیلا دیے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ابن جوزی کے مطابق امام صاحب نے جو آخری بات کہی وہ اپنے دوستوں اور اعزہ کو اخلاص عمل کی دعوت تھی اور یہی ان کی آخری وصیت تھی۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔

ابن جوزی نے امام صاحب کی تاریخ وفات بجائے ما جمادی الاخریٰ کے ۱۴ جمادی الاولیٰ بیان کی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

توفی ابو حامد یوم الاثنین رابع عشر جمادی الاولی من ھذا السنة یعنی سنتہ خمس و حمسمائة بطوس و دفن بھا۔

حضرت امام غزالی کی عمر اور سال وفات کے سلسلہ میں یہ شعر بہت مشہور ہے۔

نصیب حجتہ الاسلام زیں سرائے سپنج
حیات پنجہ و پنج و وفات پانصد و پنج

ساتویں صدی ہجری تک امام صاحب کا مزار زیارت گاہ عوام و خواص رہا لیکن فتنہ تاتار میں آپ کا مزار بھی تباہی کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہا اور اب اس کے صرف کچھ آثار باقی ہیں۔

امام صاحب کا مسلک اور عقیدہ!

امام غزالی اپنے خاندان ماحول اور علمائے نیشاپور و طوس اور بلاد خراسان کے دوسرے مشاہیر مثلاً امام قشیری، شیخ ابو اسحاق شیرازی شیخ ابن سباغ اور اپنے استاد امام الحرمین علامہ جوینی رحمتہ اللہ علیہم کے عقائد سے متاثر تھے۔ اور اہلسنت و جماعت، اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی مسلک کے تابع تھے اور اسی طریقہ پر گامزن رہتے ہوئے شافعی مسلک کی فقہ و اصول کی کتابوں کا درس بھی حاصل کیا تھا۔ اور مطالعہ بھی۔ جب خود صاحب تصنیف بنے تو شافعی عقیدے کی پختگی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ فقہ اور اصول فقہ شافعیہ پر ایسی مدلل جامع اور مبسوط کتابیں تصنیف کیں جن کو فقہ شافعی کا گراں قدر سرمایہ کہا جاسکتا ہے۔ یعنی۔ بسیط، وسیط اور وجیز وغیرہ۔

امام شافعی کے اس قول سے بھی امام صاحب کے مسلک اور عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

فمن کان فی الفروع علی مذھب الشافعی و فی الاصول علی اعتقاد الاشعریۃ۔

وہ فروع میں شافعی مذہب اور اصول میں اشعری تھے معتقدات میں مبہم ترین مسائل یا عقائد یعنی رویت باری تعالیٰ، علم واجب الوجود کلام الٰہی کا ازلی ہونا صفات الٰہیہ کا قوم۔ خلق الافعال میں امام حجتہ الاسلام غزالی اشاعرہ کے معتقد تھے بایں ہمہ ان کی قوت اجتہادی نے ان میں یہ قوت اور بے باکی پیدا کر دی تھی کہ اگر مذہب شافعیہ یا حنیفہ میں وہ کوئی ایسا مسئلہ پائے جو عقل صریح کے خلاف ہوتا تو یا تو وہ اس کی تاویل کرتے یا صریحاً اس کو رد کرتے اس اعتبار سے مقلد ہونے کے باوجود ان میں حقیقی

اجتہادی قوت موجود تھی اور اس کے اظہار میں ان کو جب موقعہ ملتا کسی قسم کا تذبذب نہیں ہوتا تھا امام صاحب کی یہ اجتہادی قوت اور اس کے اظہار کا رنگ دس سالہ مسافرت کے بعد اور نکھر آیا تھا چنانچہ مشہور ایک عالم نے جب ایک موقع پر امام صاحب سے سوال کیا کہ آپ مذہب ابو حنیفہ کے پیرو ہیں یا مذہب شافعی کے تو امام صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ عقلیات میں میرا مذہب برہان اور دلیل ہے اور شریعت میں میرا مذہب قرآن ہے۔ اس صورت میں نہ میں ابو حنیفہ کا مقلد ہوں اور نہ شافعی کا پابند۔

فی الجملہ امام غزالی عالم ظاہر میں ایک پابند شرع شافعی تھے۔ اور باطن میں ایک صوفی متورع ہر حال میں اسلام پر ان کا حقیقی ایمان تھا۔ گویا انہوں نے شریعت قرآنی اور دلائل کو کشف و شہود کے ساتھ شامل کر کے اپنا آئین قرار دیا تھا۔ جس طرح شریعت اور اس کے دلائل و براھین کشف و شہود سے خالی نہ تھے۔ اسی طرح ان کا تصوف زہد و ورع اور اتباع شریعت سے سر مو جدا نہ تھا۔ ایک ان کے عقائد ظاہری تھے تو دوسرے کو ان کے معتقدات معنویہ کہا جاتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ چند صفحات اس سلسلہ میں مزید تفصیل کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لیے مجبور ہو کر مختصراً اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی اور تصوف

امام صاحب کی سوانح حیات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ نے عنفوان شباب میں مختلف مذاھب کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن ان کے دل کو کسی طرح تسکین حاصل نہیں ہوتی تھی۔ اس روحانی کشمکش کے نتیجہ میں وہ سخت بیمار پڑ گئے۔ اطباء نے جواب دے دیا۔ کھانا پینا چھوٹ گیا اور اس قدر لکنت پیدا ہو گئی کہ بولنا بھی دشوار تھا اور ایک دن وہ تمام طمطراق اور شان و شوکت کو خیرباد کہہ کر بالکل بے سرو سامانی کے ساتھ مرقع بر دوش بغداد سے نکل کھڑے ہوئے اور دمشق کی جامع اموریہ کے ایک زاویہ کو اپنا مستقر اور خلوت کدہ بنایا۔ لیکن یہاں بھی ان کا علم و فضل پوشیدہ نہ رہ سکا اور مجبوراً ان کو یہ جگہ بھی چھوڑنا

پڑی اور بیت المقدس کا رخ کیا۔ یہاں مہد عیسیٰ علیہ السلام ان کی خلوت گاہ اور ان کا زاویہ تھا اس زاویے میں مشائخ وقت کے ساتھ انکی صحبت رہی اور یہاں رفتہ وہ صحت یاب ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف امام غزالی کی آخری منزل ہے اس چشمہ کے سوتوں سے تو وہ اس وقت بہرہ یاب ہوئے تھے جب ان کے والد نے جو ایک درویش صفت انسان تھے نے ایام طفلی میں آپ کی تربیت کی تھی۔ پھر ان کے انتقال کے بعد شیخ احمد ز از کانی قدس سرہ کی نگرانی میں انہوں نے تعلیم پائی اور تصوف کی حقیقی چاشنی دیکھی۔ آپ کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی نے تو آغاز جوانی ہی سے اس دل میں قدم رکھا تھا اور تصوف کے رشتہ میں منسلک ہو گئے تھے اور امام غزالی کی طرح ان کو علوم متداولہ کی پر پیچ و خمدار راہوں سے گزرنا نہیں پڑا۔ ان کے بر عکس امام غزالی جوانی میں فقہ و اصول کلام و فن خلاف و مناظرہ میں مستغرق تھے۔ اور مدتوں اس میں سرگردان رہے۔ پچاس برس کی عمر میں آخر کاران کو بھی اسی منزل پر آ کر آسودگی نصیب ہوئی۔ تصوف کی دنیا میں ان کی رہنمائی کرنے والی دو ہستیاں تھیں۔ ایک ابو بکر نساج اور دوسرے ابو علی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ۔ چنانچہ اپنی تصانیف میں امام صاحب نے اپنا پیر طریقت شیخ ابو علی فارمدی کو بیان کیا ہے چنانچہ ایک جگہ وہ کہتے ہیں۔

انی اخذت الطریقتہ من ابی علی الفارمدی وانتصلت ما کان یشیر الیہ من وظائف العبادات واستدامة الذکر الی ان جزت العقبات و تکاف تلک المشاق و حصلت ما کنت اطلبہ "میں نے یہ طریقہ تصوف شیخ ابو علی فارمدی سے اخذ کیا اور عبادات اور ذکر میں ان کے دستور کو اپنایا۔ اس طرح مجھے تکالیف سے نجات ملی اور مشقتوں سے نجات حاصل ہوئی اور جو کچھ میں نے پانا تھا وہ میں نے پالیا۔

حجتہ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العزیز کی تصانیف

امام حجتہ الاسلام غزالی نے جب تصنیف و تالیف کیلیے قلم اٹھایا تو اس وقت وہ

استفادہ علوم میں مصروف تھے اور آپ کا عنفوان شباب تھا۔ اس وقت وہ شیخ ابو نصر اسمٰعیلی کی خدمت میں تحصیل علم کر رہے تھے۔ اپنے استاد سے بعض توضیحات و توجیہات کو سن کر لکھ لیا کرتے تھے۔ انہی توجیہات اور اشارات کی مدد سے کم عمری ہی میں آپ نے فقہ پر ایک رسالہ مرتب کیا۔ اور اُس کا نام تعلیقہ رکھا۔ یہی امام صاحب کی پہلی تصنیف ہے۔ اس کے بعد سفر ہو یا حضر۔ خلوت نشینی ہو یا جلوت، مدرسہ نظامیہ نیشاپور ہو کہ بغداد فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ آپ تصنیف و تالیف کی طرف ہمہ تن متوجہ رہے۔

عربی زبان میں امام صاحب نے اتنی کم مدت میں جو تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اسی کثرت تصانیف کے باعث اکثر علمائے اسلام نے آپ کو سید المصنفین کا لقب دیا تھا (مراۃ الجنان یافعی) کہا جاتا ہے کہ امام غزالی قدس سرہ کی تصانیف کے تمام اوراق کو اگر ان کی عمر پر تقسیم کیا جائے تو ہر روز چار دستوں کی تسوید حساب میں آتی ہے۔ جو ایک حیرت انگیز بات ہے۔ امام حجتہ الاسلام کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام صاحب نے خود اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے ۵۳ سال کی عمر میں لکھا تھا۔ اس سلسلہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ میں نے علوم دین میں تقریباً ۷۰ کتابیں لکھی ہیں۔ اس حوالہ میں صرف علوم دین پر لکھی گئی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جدل و خلاف اور رد فلاسفہ پر جو امام صاحب کا پسندیدہ موضوع تھا، لکھی جانے والی کتابوں کا امام صاحب نے شمار نہیں کیا۔ امام صاحب کے بعض سوانح نگار حضرات آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد تقریباً ۲۰۰ بتاتے ہیں۔ آپ اس کو مبالغہ نہ سمجھیں کہ امام صاحب کی تصانیف میں احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت جیسی ضخیم کتابیں بہت کم ہیں۔ بلکہ بہت سی ایسی کتابیں اور رسائل کتابچے بھی اس تعداد میں شامل ہیں جو چند صفحات پر مشتمل ہیں۔ لیکن ایک مستقل نام سے موسوم ہیں۔ ان رسائل اور کتابوں سے بعض شائع ہو چکے ہیں۔

احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کے بعد فقہ شافعیہ پر ان کی تصانیف البسیط، الوجیز، اور الوسیط۔ درمیانی درجہ کی ضخامت والی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ ضخامت کے

اعتبار سے المنقذ من الضلال اور تہافتہ الفلاسفتہ قابل ذکر ہیں۔ پیش نظر کتاب مکاشفتہ القلوب بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی۔ لیکن وہ نایاب ہے اس کا کوئی مخطوطہ بھی اب محفوظ نہیں ہے۔ اسی طرح امام صاحب کی اکثر بیشتر تصانیف نایاب ہیں۔ صرف ان کے مخطوطے برطانیہ جرمنی اور ایران کے قومی کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اور ان کے صرف نام امام صاحب کی تصانیف میں لیے جاتے ہیں۔ امام صاحب کی ان مشہور کتابوں میں جو آج بھی ہماری دسترس سے باہر نہیں ہیں ان کتابوں کو کہا جاسکتا ہے۔

احیاء علوم الدین (احیاء العلوم) کیمیائے سعادت۔ البسیط۔ الوجیز۔ الوسیط۔ المنقذ من الضلال۔ المرشد الامین۔ منہاج العابدین۔ مکاشفتہ القلوب۔ المستظہری۔ القسطاس المستقیم تہافتہ الفلاسفتہ اور نصیحتہ الملوک۔ مذکورہ بالا کتابوں میں سے بعض کتابیں بار بار شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان میں سے۔ بہت سی کتابوں کے اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں مذکورہ بالا کتابوں میں سے ہر ایک کا مختصر سا تعارف بھی مقدمہ کے ان چند صفحات میں نہیں کرا سکتا کہ ناشر کی طرف سے قدغن ہے کہ مقدمہ پندرہ سولہ صفحات سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو۔ اس لیے میں صرف احیاء العلوم، کیمیائے سعادت۔ اور مکاشفتہ القلوب۔ کا بہت ہی مختصر تعارف آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اور اسکے بعد حضرت حجتہ الاسلام قدس سرہ کی انشاء پردازی اور شاعری پر کچھ مختصر عرض کروں گا۔ امام صاحب کی تصانیف میں جیسا کہ اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں۔ احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت شہرت اور جامعیت کے اعتبار سے سرفہرست ہیں۔ ان کے بعد منہاج العابدین۔ اور مکاشفتہ القلوب اور تہافتہ الفلاسفتہ ہیں۔ اور فقہ میں بسیط، وجیز، اور وسیط کو بڑا اعتبار حاصل ہے۔

احیاء العلوم

آپ کے تصانیف میں۔ بہت ہی ضخیم اور مبسوط کتاب ہے۔ یہ چار بڑی جلدوں پر

مشتمل ہے۔ اور اس کا موضوع تصوف ہے۔ تصوف کی دنیا میں اسے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، ایک بلند مقام حاصل ہے۔ امام صاحب نے احیاء العلوم میں شریعت اور عرفان و تصوف کی تطبیق کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ تصوف کے تمام مسائل، احوال اور مقامات کو شرعی استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ہر چند کہ اس تصنیف کے بعض مقامات پر ناقدین نے نکتہ چینی بھی کی ہے۔ جیسے علامہ ابن جوزی وغیرہ۔ لیکن دنیا نے ان کی تنقید کو کوئی اہمیت نہیں دی اور احیاء العلوم کو جو مقبولیت حاصل تھی وہ کسی صورت کم نہ ہو سکی۔ احیاء العلوم چار ارکان پر مشتمل ہے۔ اور ہر رکن ایک جلد پر محیط ہے یعنی رکن اول عبادات رکن دوم عادات۔ رکن سوم مہلکات اور رکن چہارم مستحبات پر مشتمل ہے۔ ہر رکن دس ابواب پر منقسم ہے۔ ان چار جلدوں میں، حضرت حجتہ الاسلام نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ نصوص قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ عبادات واخلاق مہلکات و مستحبات پر جو کچھ لکھا ہے۔ حق ادا کر دیا ہے۔ کتب اخلاق و تصوف میں احیاء العلوم کو جو شہرت حاصل ہوئی ہے۔ آج تک کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی۔

کیمیائے سعادت

فارسی زبان میں بالکل احیاء العلوم کے ارکان و ابواب و فصول کے عنوانات کی تقسیم و ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ یعنی یہ بھی چار ارکان مقدسہ پر منقسم ہے۔ اور ہر رکن دس ابواب پر مشتمل ہے۔ احیاء العلوم میں اور کیمیائے سعادت میں فرق صرف اتنا ہے کہ احیاء العلوم عربی زبان میں ہے اور اس کے مباحث بہت مفصل ہیں۔ کیمیائے سعادت چونکہ ایک ضخیم جلد میں ہے۔ اس لیے اس کے مباحث احیاء العلوم سے قدرے مختصر ہیں کیمیائے سعادت ان چار ارکان پر مشتمل ہے۔ رکن اول عبادات رکن دوم معاملات رکن سوم مہلکات رکن چہارم۔ مستحبات۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ کیمیائے سعادت فارسی زبان میں احیاء العلوم کی تلخیص ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

امام صاحب نے اپنی تصانیف میں ایک مستقل تصنیف کی حیثیت سے اسے پیش کیا ہے۔ صرف عنوانات کی ترتیب وارکان کی تبویب میں یکرنگی ہے ورنہ احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت دو الگ کتابیں ہیں۔

مکاشفۃ القلوب

جس کا اردو ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ یہ بھی امام صاحب کی مشہور اور بلند پایہ تصانیف میں شمار ہوتی ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کے مباحث اور مضامین واقعی کشف القلوب کا کام کرتے ہیں۔ اس کا موضوع بھی اخلاق و تصوف ہے۔ اوامر ونواہی اور مسائل اخلاق اس کے چند موضوعات ہیں۔ اور ہر موضوع پر نص حدیث سے استدلال کیا ہے۔ مناسب موقع پر حکایات و واقعات کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے واقعات کے ایراد سے بیان میں اثر پیدا کیا گیا ہے۔ انداز بیاں اور طرز موعظت میں دلکشی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

طرز نگارش

امام حجۃ الاسلام قدس سرہ اگرچہ فارسی نژاد تھے۔ لیکن اللہ نے آپ کو عربی زبان پر بھی جو تبحر اور علوم دینی میں بصیرت عطا کی تھی اس کا نتیجہ تھا کہ آپ کی سو سے زیادہ تصانیف میں گنتی کی چند کتابیں فارسی میں ہیں اور باقی تمام عربی زبان میں ہیں۔ آپ کی انشاء پردازی کا کمال یہ ہے کہ آپ کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور دلکش ہے۔ اور تصنع سے بالکل عاری ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد والی بات ہے جو کچھ کہتے ہیں نہایت خلوص سے کہتے ہیں۔ اس لیے اثر آفرینی بدرجہ کمال موجود ہے۔ جو بات کہتے ہیں دل نشیں اور دل پذیر انداز میں کہتے ہیں۔ خواہ وہ عربی زبان میں ہو یا فارسی میں۔ امام صاحب نے اپنی نگارش میں کسی اسلوب خاص کی پیروی نہیں کی بلکہ ہر جگہ سادگی کو اپنا

یا ہے۔ آپ کو موضوعات پر اس قدر عبور حاصل تھا۔ کہ جو کچھ کہتے ہیں۔ اس میں بڑی بے ساختگی اور آمد ہے۔ اس لیے آپ کو شکوہ الفاظ۔ جدت۔ تراکیب۔ صنائع۔ بدائع کا سہارا نہیں لینا پڑا کہ یہ تمام سہارے آورد میں در کار ہوتے ہیں۔ آمد میں ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انہی خصوصیات کے باعث امام صاحب کا طرز نگارش ہر دور میں مقبول رہا اور خود امام صاحب کے موضوعات کی طرفگی اور ان کی بلندی اس بات کی متقاضی رہی کہ امام صاحب کو جو مقبولیت ان کی زندگی میں حاصل تھی وہ ان کی تصانیف کی بدولت آج بھی باقی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ فقط۔

(شمس بریلوی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی احسن تدبیر الکائنات وخلق الارضین والسموات وانزل الماء من المعصرات وانشاء الحب والنبات وقدر الارزاق والاقوات واثاب علی الاعمال الصالحات والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد ذی المعجزات الظاہرات الذی حصل من نورہ وجود الکائنات۔ (وعلی آلہ واصحابہ اجمعین)

(تمامتر حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جس نے کائنات کی بہترین تدبیر فرمائی زمینوں اور آسمانوں کی تخلیق فرمائی اور بادلوں سے پانی برسایا، غلہ اور نباتات کو پیدا فرمایا، رزق اور خوراک مقرر فرمائی اور صالح اعمال پر اجر عطا کیا اور صلوۃ اور سلام ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ظاہر معجزات والے ہیں اور جن کے نور سے وجود کائنات ہوا (اور ان کی آل پر اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر)

باب اول

خوف و خشیت

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا فرمایا جس کا ایک بازو مشرق میں اور دوسرا بازو مغرب میں ہے سر زیر عرش ہے اور اسکے دونوں پاؤں زیر زمین ہفتم ہیں اسکے پر اتنے ہیں جتنی مخلوق ہے زمین پر جب وقت میری امت میں سے کوئی مرد یا عورت مجھ پر صلوۃ بھیجتا ہے تو اس فرشتہ کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ زیر عرش موجود بحر نور میں غوطہ زن ہو پس وہ غوطہ لگاتا ہے پھر باہر آتا ہے اور پروں کو جھاڑتا ہے پروں سے قطرے گرتے ہیں۔ ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے وہ فرشتہ اس (مرد یا عورت) کے حق میں تا قیامت معفرت کی دعا کرتا رہتا ہے۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ بدن کم کھانے سے سلامت رہتا ہے اور گناہوں کی کمی میں روح کی سلامتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صلوۃ و سلام بھیجنے میں دین کی سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ

(اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو)

یہاں مراد ہے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری۔ نیز فرمایا ہے۔

ولتنظر نفس ما قدمت لغد

(اور دیکھے کہ آگے کیا بھیجا ہے آئندہ کے واسطے)

مراد یہ ہے کہ آخرت کے واسطے کیا عمل نیک کیا ہے یعنی صدقہ کریں صالح عمل کریں جن کا ثواب روز قیامت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو تمہارا ہر

نیک اور برا عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ فرشتے زمین آسمان دن اور رات تمام شہادت دیں گے کہ ابن آدم نے یہ نیک و بد عمل کیے تھے اطاعت گذار تھا یا کہ نافرمان تھا حتیٰ کہ انسانی اعضاء بھی اسکے خلاف گواہی دے رہے ہونگے جو ایماندار اور زاہد شخص ہو گا اسکے حق میں زمین بھی شہادت دے گی جو یوں کہے گی۔ کہ "اس نے مجھ پر نماز پڑھی تھی روزہ رکھا تھا حج ادا کیا اور جہاد کیا تھا" اس پر وہ زاہد شخص خوش ہو گا۔ اور کافر و نافرمان شخص کے خلاف یہ زمین یوں کہتے ہوئے گواہی دے گی۔ "میری پشت پر یہ شرک کا مرتکب ہوا زنا کیا اور شراب نوشی کرتا رہا اور حرام کھاتا رہا اسکے واسطے اب خرابی ہے"۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر محاسبہ سخت کیا۔

ایماندار شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے تمام اعضاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ رہے۔ جیسے کہ فقیہہ ابو اللیث کا قول ہے کہ سات چیزوں میں خوف الٰہی کا پتا چل جاتا ہے۔

(1) آدمی کی زبان جھوٹ، غیبت، بہتان اور بیہودہ گفتار سے بچی رہے اور ذکر الٰہی تلاوت قرآن اور دین کے علوم حاصل کرنے میں لگی رہے۔

(2) دل میں سے دشمنی بہتان طرازی اور مسلمان بھائیوں کا حسد کرنا وغیرہ خارج ہو جائیں کیونکہ حسد نیکیوں کو کھا جایا کرتا ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب

(حسد یوں نیکیوں کو کھا جاتا ہے جس طرح کہ لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے)۔

اور واضح رہے کہ دل کی بدترین بیماریوں میں سے ایک بیماری حسد ہے اور دل کے امراض صرف علم اور عمل سے ہی علاج پذیر ہو سکتے ہیں۔

(3) آدمی کی نظر حرام کھانے پینے اور حرام لباس وغیرہ سے محفوظ رہے اور لالچ کی نظر سے دنیا کو مت دیکھے اسکی جانب صرف برائے حصولِ عبرت ہی دیکھے اور حرام پر ہرگز نظر نہ ڈالے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

من ملاء عینہ من الحرام ملاء اللہ تعالی یوم القیامتہ عینہ من النار

(جس نے اپنی آنکھ کو حرام سے بھرا روز قیامت اللہ تعالیٰ اس کو آگ سے بھرے گا)۔

(4) آدمی کے پیٹ میں حرام غذا داخل نہ ہو یہ بڑا گناہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اذا وقعت لقمة من الحرام فی بطن ابن ادم لعنه کل ملک فی الارض والسماء ما دامت تلک اللقمة فی بطنه وان مات علی تلک الحالة فماوائه جهنم۔

(انسان کے پیٹ میں جب لقمہ حرام کا داخل ہوگیا تو اس پر زمین اور آسمان کے جملہ ملائکہ لعنت کریں گے جس وقت تک کہ وہ نوالہ اسکے پیٹ میں ہو گا اور اگر اسی حال میں اسکی موت واقع ہو گئی تو اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہو گا)۔

(5) آدمی کا ہاتھ بجانب حرام ہرگز نہ بڑھنے پائے بلکہ حتی الوسع اپنا ہاتھ اطاعت الہیہ کی طرف ہی بڑھائے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبز موتی زبرجد کا محل پیدا کیا جس میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کمرے بنے ہوئے ہیں اس میں صرف وہ شخص داخل ہو گا جس کے آگے حرام پیش کیا گیا ہو مگر اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث وہ اس کو چھوڑ دے۔

(6) اس کا پاؤں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حرکت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی اطاعت میں ہی چلتا ہو وہ صرف عالموں اور صالحین کی جانب ہی چلتا ہو۔

(7) ساتویں چیز عبادت اور ریاضت ہے۔ آدمی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہو۔ پر خلوص ہو نفاق اور ریا کاری سے محفوظ رہے اگر وہ یوں ہی عمل کرے گا تو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:۔

والاخرة عند ربک للمتقین

(تیرے رب کے پاس آخرت متقیوں کے لیے ہے)

دیگر ایک آیت میں ارشاد الٰہی یوں وارد ہوا ہے:۔

ان المتقین فی مقام امین۔

(تحقیق متقی لوگ امن کے مقام میں ہونگے)۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روز قیامت آگ سے نجات یہ لوگ ہی پائیں گے اور چاہیے کہ ایماندار شخص خوف اور امید کے بین بین ہی رہے وہ رحمت خداوندی کی امید

رکھے گا اس سے ناامید نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **لا تقنطوا من رحمۃ اللہ** یعنی تم مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ پس انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے برے اعمال سے اعراض کرے صرف اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ رکھے۔

حکایت: حضرت داؤد علیہ السلام اپنے حجرہ میں بیٹھے تلاوت زبور کرتے تھے تو آپ کو ایک کیڑا سرخ مٹی سے باہر نکلتا دکھائی دیا آپ نے دل میں خیال کیا اللہ تعالیٰ نے کس مقصد کے لیے یہ کیڑا پیدا فرمایا ہے۔ کیڑے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم فرمایا گیا اور وہ بولا کہ "اے خدا تعالیٰ کے پیغمبر! میرا دن بسر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ میں روزانہ ایک ہزار مرتبہ پڑھا کروں **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر**۔ اور میری ہر رات یوں بسر ہوتی ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال رکھی ہے کہ میں ہر رات میں ایک مرتبہ یوں پڑھوں۔

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ واصحابہ وسلم۔

(یاالٰہی رحمت بھیج حضرت محمد نبیٔ امی پر اور انکی آل اور اصحاب پر سلامتی فرما)۔

اب آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ سے میں مستفید ہو سکوں حضرت داؤد علیہ السلام نے شرم محسوس کی کہ آپ نے کیڑے کو حقیر تصور کیا تھا آپ نے اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہو کر توبہ کی اور اسی پر ہی بھروسہ کیا۔

اس طرح جب ابراھیم علیہ السلام کی لغزش کا تذکرہ ہوتا تھا تو آپ غش کھا جاتے تھے اور انکے دل کی دھڑکن کی آواز میل دو میل کے فاصلہ تک سنائی دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو آپکی خدمت میں بھیجا انہوں نے آکر کہا کہ جبار تعالیٰ آپکو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا آپ نے کبھی کوئی ایسا خلیل دیکھا ہے جو اپنے خلیل سے خوف کھاتا ہو تو ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل مجھے جب اپنی لغزش کی یاد آتی ہے تو اسکے انجام کو سوچتا ہوں اسوقت اپنی خلت بھی بھول جاتی ہے۔ (اب قارئین غور کریں جب انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیائے صالحین اور زاہدین کا حال یوں ہے تو اس سے عبرت پذیر ہوں)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد وعلی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم۔

باب نمبر 2

خوف الٰہیہ

حضرت ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان پر ایسے فرشتے موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت سے انکی تخلیق فرمائی ہے وہ سجدہ میں پڑے ہیں اور تا قیامت سجدہ میں ہی رہیں گے انکے پہلو بوجہ خوف الٰہی کانپتے ہیں وہ روز قیامت اپنے سر سجدے سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے اللہ تو پاک ہے ہم ایسی عبادت نہیں کر سکے جیسا تیرا حق تھا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:-

یخافون ربھم من فوقھم ومایئومرون۔

(وہ خوفزدہ ہیں اپنے رب سے اوپر سے اور وہی کرتے ہیں جو انکو حکم کیا جاتا ہے)۔

یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بے خوف نہیں ہیں (بلکہ ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اذا اقشعر جسد العبد من خشیتہ اللہ تعالی تحانت عنہ ذنوبہ کما یتحانت عندالشجرۃ ورقھا۔

(جب بوجہ خوف الٰہی بندے کا بدن کانپ اٹھتا ہے تو اسکے معاصی یوں جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں)۔

حکایت:-

ایک عورت تھی جس پر ایک شخص دل ہار بیٹھا کسی کام کی غرض سے وہ عورت باہر نکلی تو یہ آدمی اس کے ساتھ ساتھ چل دیا حتیٰ کہ جنگل میں وہ اکیلے رہ گئے اور تمام

لوگ سو گئے پس اس آدمی نے عورت پر اپنی بات ظاہر کر دی عورت نے دریافت کیا کہ کیا تمام لوگ سو گئے ہیں۔ آدمی کو خوشی ہوئی کہ شاید عورت میرا مطالبہ تسلیم کر چکی ہے وہ اٹھ کر قافلے کے گرد گھوما اور دیکھا کہ تمام لوگ سو گئے ہیں پس آیا اور عورت کو بتایا کہ تمام لوگ سوتے ہوتے ہیں۔ تو عورت نے کہا اللہ تعالیٰ کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ بھی سو گیا ہے اس شخص نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سویا نہیں کرتا نہ ہی اسکے لیے نیند ہے اور نہ اسکے لیے اونگھ ہے۔ عورت کہنے لگی جو نہ سویا ہے اور نہ ہی سوئے گا وہ ہم کو دیکھ رہا ہے خواہ اسکو ہم نہ ہی دیکھیں پھر تو ہمیں چاہیے کہ اس سے زیادہ خوف کریں پس اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس عورت کو چھوڑ دیا توبہ کر کے گناہ سے باز رہا۔

حکایت:۔

ایک عیالدار عابد شخص بنی اسرائیل میں سے تھا اس پر فاقے کا وقت آیا نہایت بے قراری کی حالت میں اپنی بیوی کو کہا کہ جائے اور بچوں کے واسطے کچھ کھانے کے لیے لائے پس ایک تاجر کے دروازے پر اسکی بیوی آئی اور اس سے کچھ طلب کیا تاکہ اپنے بچوں کو کچھ کھلا سکے۔ تاجر مان گیا اور کہا کہ میں تم کو کچھ دے دوں گا اگر تو خود کو میرے حوالے کر دے۔ وہ عورت خاموش ہو گئی اور گھر لوٹ آئی تو دیکھا کہ بچے بوجہ بھوک چلاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں اے امی ہم بھوک سے مرتے ہیں کھانے کے لیے کچھ ہمیں دے۔ وہ عورت پھر اسی تاجر کے پاس گئی اور بچوں کے متعلق اس سے عرض کیا اس نے پوچھا کیا تجھے میری شرط قبول ہے عورت نے ہاں کہہ دی۔ وہ خلوت میں گئے عورت کا بدن شدت سے کانپنے لگا جیسے کہ ابھی اسکے تمام جوڑ ہی اکھڑ جائیں گے مرد نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے عورت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہوں۔ اس شخص نے کہا باوجود اس قدر افلاس اور فاقہ کے تو اس سے ڈرتی ہے مجھے تو اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈر ہونا چاہیے پس وہ برائی سے باز رہا اور عورت کی حاجت بھی پوری کر دی۔ پس وہ عورت بہت سے مال کے ساتھ بچوں کے پاس آگئی اور اسکے بچے خوش ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ فلاں بن فلاں کے پاس جا کر اسے

آگاہ فرمائیں۔ کہ میں نے اسکے سب معاصی بخش دیے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس تشریف لے گئے فرمایا کہ تو نے شاید کوئی نیک عمل کیا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ اور تیرے درمیان ہی معاملہ ہے۔ اس آدمی نے وہ تمام واقعہ بیان کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے سب گناہ معاف فرمادیے ہیں۔ (مجمع اللطائف)

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ:۔

لا اجمع علی عبدی خوفین و لا امنین من خافنی فی الدنیا امنتہ فی الاخرۃ و من امننی فی الدنیا اخفتہ یوم القیامۃ۔

(میں اپنے بندہ پر دو خوف جمع نہیں فرماتا اور نہ ہی دو امن۔ جو شخص مجھ سے دنیا میں خوف کرے گا میں اسکو آخرت میں مامون کرونگا اور جو دنیا میں مجھ سے امن میں رہا قیامت میں اسکو خوفزدہ کرونگا)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فلا تخشوا الناس و اخشونی۔ (پس تم لوگوں سے مت خوف کرو مجھ سے خوف کھاؤ) دیگر ایک آیت میں یوں فرمایا ہے: فلا تخافوھم و خافون ان کنتم مئومنین۔ (پس مت ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو)۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے گر پڑتے تھے۔ اور قرآن پاک کی کوئی آیت جب سن لیتے تو غش آجاتا تھا ایک دن جب انہوں نے ایک تنکا اٹھایا تو فرمایا کہ کاش میں صرف ایک تنکا ہی ہوتا اور کوئی چیز نہ ہوتا جو ذکر کے قابل ہوتی۔ کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا اور آپ اتنا روتے تھے کہ آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے ان آنسوؤں کے باعث چہرے پر سیاہ لکیریں دو عدد نمایاں تھیں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ و اھل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 3

صبر اور بیماری

جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور اس سے ثواب اور رحمت حاصل ہو اور جنت میں جانے کا خواہاں ہو تو اسکو دنیاوی خواہشات سے خود کو باز رکھنا چاہیے اور مصائب و آفات پر صبر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واللہ یحب الصبرین۔ (اور اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے)۔ اور صبر کی چار قسمیں ہیں:

(1) عبادت الہیہ پر صبر کرنا
(2) حرام افعال سے رکتے ہوئے صبر کرنا
(3) آفت و مصیبت کے وقت صبر کرنا
(4) پہلے صدمہ پر صبر کرنا

اللہ تعالیٰ کی عبادت پر صبر کرنے والے کو روز قیامت اللہ تعالیٰ تین مراتب عطا فرمائے گا کہ ہر درجہ کے درمیان فرق ہو گا آسمان و زمین میں فرق کے برابر۔ اور جو حرام افعال سے خود کو بچاتے ہوئے صبر کرے روز قیامت اس کو اللہ تعالیٰ چھ صد درجات عطا کرے گا ہر درجہ میں اتنا فرق ہو گا جتنا ساتویں آسمان اور زمین میں فرق ہے۔ اور جو مصیبت پر صابر رہا اسے جنت میں اللہ تعالیٰ سات سو درجات عطا فرمائے گا۔ اور ہر درجہ میں اتنا فرق ہو گا جتنا عرش اور تحت الثریٰ کے درمیان فرق ہے۔

حکایت:-

یہود سے بچنے کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام بھاگ گئے۔ یہود ان کا تعاقب کرنے لگے۔ یہود جب قریب آ گئے تو زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک درخت ہے اسکو فرمایا اے درخت مجھے اپنے اندر پوشیدہ کر لو۔ وہ درخت پھٹ گیا آپ اسکے اندر داخل

ہو گئے۔ درخت اوپر سے پھر مل گیا۔ یہود کو ابلیس نے خبر کر دی اور کہا کہ تم آرا لاؤ اور اس کو چیرو اور ٹکڑے کر دو تاکہ اسکی موت واقع ہو جائے پس۔ یہود اس پر عمل پیرا ہوئے وجہ یہ ہوئی تھی کہ زکریا علیہ السلام نے درخت سے پناہ طلب فرمائی تھی اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ مانگی پس ہلاکت ہوئی۔ لوگوں نے آرے کے ساتھ چیرا اور دو ٹکڑے کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس بندہ پر کوئی آفت وارد ہو جائے اور وہ بجائے میرے کسی مخلوق سے پناہ طلب کرے اس کے لیے میں آسمان کے دروازوں کو بند کر دیتا ہوں۔

بالآخر زکریا علیہ السلام کے دماغ تک آرا جس وقت پہنچا تو بھیخنے چلانے تو ان کو کہا گیا اے زکریا آپکو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آفت کے ورود پر تم نے صبر کیوں نہیں کیا تم نے آہ بلند کی ہے اگر دوبارہ آہ بلند کی تو انبیاء میں سے تمہارا نام خارج کر دیا جائیگا۔ پس زکریا علیہ السلام نے اپنے ہونٹ اپنے دانتوں میں دبا لیے اور برداشت کیا لوگوں نے ان کے بدن کو چیرا اور دو ٹکڑے کر دیا۔ پس صاحب عقل شخص کو آفت پر صبر کرنا چاہیے شکایت نہ کرے تو دنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ ہو گا کیونکہ سب سے بڑھ کر انبیاء و اولیاء پر ہی آفتیں وارد ہوتی ہیں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عارفوں کا چراغ اور سالکوں کی بیداری اور اہل ایمان کی اصلاح اور اہل غفلت کی ہلاکت آفت سے ہوتی ہے۔ ایمان کی حلاوت آفت وارد ہونے سے ہی حاصل ہوتی ہے جب اس پر راضی ہو اور صبر کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایک رات بیمار رہا اور اس نے اس پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ راضی رہے وہ گناہوں سے یوں پاک ہو گیا جیسے اسکی والدہ نے اسکو آج ہی جنم دیا ہو۔ جب تم کو مرض ہو جائے تو عافیت کی تمنا کیا کرو اور حضرت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی ہر چالیس رات کے دوران ایک مرتبہ بھی آفت میں نہیں پڑتا یا کسی پریشانی میں نہ پڑے اسکے واسطے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھلائی نہیں ہے۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے تھے، جس وقت کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بائیں جانب والے فرشتہ کو اپنا قلم روک لینے کا حکم فرما دیتا ہے اور دائیں جانب والے فرشتہ کو حکم فرما دیتا ہے کہ میرے بندہ کے حق میں وہ عمل درج کرو جو وہ

سب سے بہتر عمل کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ایک بندہ بیمار پڑتا ہے تو اسکی طرف اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیج دیتا ہے اور انہیں فرماتا ہے کہ تم دیکھتے رہو کہ میرا بندہ کیا کہتا ہے وہ بندہ اگر رب تعالیٰ کی حمد کرتا ہے تو فرشتے وہ حمد اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتے ہیں اگرچہ خود اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم ہی ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ پر میرے بندے کا حق ہے کہ اگر اسے وفات دی جائے تو اسے جنت میں داخل کیا جائے اور اگر میں اسے تندرستی عطا کروں تو اسکے گوشت سے بہتر گوشت اور اسکے خون سے بہتر خون میں اس کو عطا کروں اور اسکے معاصی کو محو کر دوں۔

حکایت:۔ ایک آوارہ قسم کا شخص بنی اسرائیل میں سے تھا وہ برائی سے نہیں رکتا تھا یہاں تک کہ شہر کے تمام لوگ اس سے بڑے بیزار ہو چکے تھے۔ اور وہ اس کو برائی کے ارتکاب سے نہ روک سکے تھے پس سب لوگ اللہ تعالیٰ سے زاری و درخواست کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی گئی کہ بنی اسرائیل میں موجود فلاں نوجوان آوارہ کو شہر سے خارج کر دیا جائے تاکہ اسکے باعث اس شہر پر عذاب نازل نہ ہو۔ پس موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور اس نوجوان کو شہر سے باہر نکال دیا اور وہ قریب کی دوسری بستی میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اسے اس بستی سے بھی نکال دو پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے اس بستی سے بھی نکال دیا پھر وہ ایک ویران سی جگہ میں چلا گیا۔ اس ویرانے میں کوئی جاندار موجود نہ تھا نہ ہی وہاں کوئی سبز پودا تھا اور نہ ہی جنگلی جانور اور کوئی پرندہ ہی تھا۔ وہ اس ویران سی بستی میں بیمار ہو گیا جبکہ پاس کوئی مدد کرنے والا بھی نہ تھا پس وہ مٹی پر گرا اور اپنا سر مٹی پر رکھ دیا اور منہ سے کہنے لگا کاش اس وقت یہاں میرے پاس میری والدہ ہوتی اسے مجھ پر رحم آتا اور میری اس ذلت پر وہ آنسو بہاتی۔ کاش یہاں میرا باپ موجود ہوتا وہ میری مدد فرماتا اور مجھے معاونت حاصل ہوتی۔ کاش کہ میری بیوی ہی میرے پاس موجود ہوتی وہ میری جدائی و فراق میں یہاں روتی کاش کہ میری اولاد ہی یہاں موجود ہوتی جو میرا جنازہ اٹھنے پر گریہ کرتی اور زبان سے کہتی اے اللہ تعالیٰ

ہمارے اس پردیسی والد کو معاف فرمادے جو بڑا کمزور ہے اور آوارہ ہے اور تیرا نافرمان ہے جسے شہر سے نکال باہر کیا گیا ہے۔ وہ بستی میں چلا گیا پھر وہ بستی سے نکالے جانے پر ویرانے میں آگیا اور آج اس ویرانے سے بھی یعنی اس دنیا سے ہی خارج ہو کر اور ہر چیز سے بالکل ناامید ہو کر آخرت کو جارہا ہے۔

یاالٰہی مجھے تو نے اپنے باپ سے اور اولاد اور زوجہ سے دور کر دیا ہے مگر اب اپنی رحمت سے دور مت کر۔ میرے دل کو انکی جدائی میں تو نے جلایا ہے۔ اب تو میری نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں نہ ڈال۔ پس اسکی والدہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک حور کو بھیج دیا اور ایک حور اسکی زوجہ کی صورت میں بھیجی اور ایک فرشتے کو اسکے والد کی شکل میں بھیجا وہ سب اسکے قریب آکر بیٹھ گئے اور اس پر گریہ کرنے لگے۔ اس نے کہا کہ یہ میرے ماں باپ ہیں اور یہ میری زوجہ اور اولاد ہیں اور میرے پاس آگئے ہیں۔ وہ خوش ہو گیا اور آخرت کو سدھارا۔ اب وہ گناہوں سے پاک تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر چکا تھا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ویرانے میں فلاں مقام پر جاکر میرے ایک دوست کی تکفین و تدفین کرو جو وہاں پر وفات پا چکا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے اور اس جوان شخص کو دیکھا جسے آپ نے بحکم الٰہی پہلے شہر سے اور پھر بستی سے نکال دیا تھا آپ نے دیکھا کہ اسکے پاس حوریں بیٹھیں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ تعالیٰ یہ تو وہی جوان ہے جو تیرے ہی حکم پر شہر اور بستی سے نکال دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اس پر میں نے رحم فرمایا ہے اسکے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ کیونکہ یہاں پر وہ وطن اپنے ماں باپ اور اپنے اہل و عیال سے جدائی میں رویا تھا میں نے ایک حور کو اسکی والدہ کی شکل میں ایک فرشتہ اسکے والد کی شکل میں اور ایک حور کو اسکی بیوی کی صورت میں اسکے پاس بھیج دیا ہے تو انہوں نے اسکی مسافر جیسی حالت میں اسکے واسطے رحم کی درخواست کی کیونکہ کوئی غریب الوطن جب وفات پا جاتا ہے تو اس پر زمین و آسمان والے روتے ہیں تو میں کیوں نہ اب اس پر رحم فرماؤں میں تو سب سے بڑھ کر رحیم ہوں۔

کوئی غریب الوطن جب حالت نزع میں ہو تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اپنے فرشتوں سے۔ اے فرشتو! یہ مسافر ہے اپنے ماں باپ اہل و عیال اور اپنی اولاد سے بھی

دور ہے اسکے مرنے پر کسی نے نہ رونا ہے نہ غمزدہ ہونا ہے پھر اسکے والد کی صورت میں ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ بھیج دیتا ہے اور ایک اسکی والدہ کی صورت میں ایک کو اسکے بیٹے کی شکل میں اور ایک فرشتے کو اسکے رشتہ داروں میں سے کسی ایک کی شکل و صورت میں اسکے پاس بھیج دیتا ہے۔ جب وہ اسکے پاس پہنچ جاتے ہیں تو وہ شخص آنکھیں کھولتا ہے اور وہ اسکو دکھائی دیتے ہیں وہ ان تمام کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے اسی خوشی کی حالت میں وہ وفات پا جاتا ہے۔ اس کا جنازہ اٹھنے پر وہ بھی اسکے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور تا قیامت اس کی قبر پر اسکے حق میں دعا مانگتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اللہ لطیف بعبادہ۔ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے)۔

اور ابن عطار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ فراخی کے حال میں اور تنگی کی حالت میں بندے کا جھوٹ عیاں ہو جاتا ہے۔ ایک شخص میں اگر تمام جنوں اور انسانوں کا علم بھی جمع ہو جائے اور پھر اس پر آفات کے طوفان آجائیں اور اس کو شکایت ہو کہ مجھ پر کیوں وارد ہوئے ہیں تو وہ تمام علم اسکے لیے بے فائدہ ہی ہے اور اس کا عمل بھی بے فائدہ ہی ہوا۔

حدیث قدسی میں آیا ہے۔

من لم یرض بقضائی ولم یشکر لعطائی فلیطلب ربا سوائی۔

(میری قضا پر جو شخص راضی نہیں ہوتا اور میری عطا پر خوش نہیں ہوتا وہ میرے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کرے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر پچاس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اللہ تعالیٰ سے اسے وحی فرمائی گئی کہ میں نے تجھے بخش دیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی تو مجھے کیوں نہ بخشے گا میں نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انکی ایک رگ پر حکم فرمایا اور اس میں درد ہونے لگا پیغمبر ساری رات سو نہ سکے فجر کو ایک فرشتہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے اس سے اپنا درد بیان کیا تو فرشتہ نے کہا کہ آپکے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپکی پچاس برس کی عبادت اس رگ کے درد کے برابر نہیں ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لا یلج النار من بکی من خشیتہ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع۔

(اللہ تعالیٰ کے خوف سے جو رویا وہ جہنم میں نہیں جائے گا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں لوٹے (واپس ہو جائے)۔

روز قیامت ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آئے گا چونکہ اسکے بد اعمال زیادہ ہوں گے لہذا اسکو دوزخ میں جانے کا حکم فرمایا جائے گا لیکن اسکی آنکھوں کا ایک بال بات کرے گا اور کہے گا یا الہی تیرے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

من بکی من خشیتہ اللہ حرم اللہ تلک العین علی النار۔

(جو شخص خوف خدا کے باعث رو پڑا اس آنکھ پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو حرام فرما دیا)۔

اور میں تیرے خوف سے رویا ہوں۔ اسکو اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور وہ شخص ایک بال کی برکت سے ہی نجات حاصل کر لے گا جو دنیا میں خوف الہی سے رویا تھا۔ جبریل علیہ السلام آواز بلند کریں گے کہ فلاں ابن فلاں ایک بال کی وجہ سے ہی نجات پا گیا ہے اور بدایتہ الہدایہ میں ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو وہ خفیف ہو کر دوزخ پر لایا جاتے گا ہر قوم شدت خوف سے گھٹنوں کے بل گر جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وتری کل امتہ جاثیتہ۔ (ہر قوم گھٹنوں پر گری ہوگی)۔ ہر وہ امت جو اعمالنامہ کی جانب طلب کی جائے گی وہ گھٹنوں کے بل گر پڑے گی۔ جس وقت آگ کے نزدیک جائے گی تو دوزخ کی گرج کو سنے گی۔ اسکی گرج کی آواز پانچ صد سال کی مسافت کی راہ پر سنائی دے گی ہر شخص ہی نہیں انبیاء علیہم السلام بھی نفسی نفسی کہتے ہونگے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امتی امتی پکار رہے ہونگے دوزخ میں شعلے مانند پہاڑوں کے بلند ہو رہے ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت اس کو دور کرنے کے لیے کوشاں ہوگی اس کو کہے گی کہ تو نماز ادا کرنے والوں کے صدقے اور صدقہ دینے والوں کے صدقے اور خشوع کرنے والوں کے طفیل اور روزے داروں کے طفیل واپس چلی جا لیکن جہنم واپس نہ جائے گی اس وقت جبریل علیہ السلام آواز دیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کی جانب آگ آگے آ رہی ہے پھر وہ پانی کا ایک پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو لا کر دیں گے آنحضرت وہ پانی آگ پر چھڑک دیں گے تو آگ فورا بجھ جائے گی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرمائیں گے کہ یہ کیسا پانی ہے تو جبریل علیہ السلام جواب دیں گے کہ آپکی امت کے گنہگاروں کے آنسوؤں کا یہ پانی ہے جو انھوں نے خوف خدا سے بہائے تھے۔ مجھے آج حکم فرمایا گیا ہے کہ آپ کو یہ پانی دے دوں تاکہ آپ اس کو آگ پر چھڑک دیں اور وہ بحکم الٰہی ٹھنڈی ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم ارزقنی عینین تبکیان من خشیتک قبل ان یجف الدمع۔ (یاالٰہی مجھے وہ دو آنکھیں عطا فرما جو تیرے خوف سے روئیں اس سے پیشتر کہ آنسو نہ رہیں)۔

اعینی هلا تبکیان علی ذنبی

تناثر عمری من یدی ولا ادری۔

(اے میری آنکھ میرے گناہ پر تم روتی کیوں نہیں ہو میری عمر تو میرے ہاتھ سے جارہی ہے اور مجھے ادراک نہیں ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے۔ "جس ایمان والے بندے کی آنکھوں میں سے بوجہ خوف الٰہی ایک مکھی کے سرے کے برابر بھی آنسو نکلا جس سے اس کا چہرہ گرم ہو گیا اس کو جہنم کی آتش ہرگز مس نہ کرے گی"۔

حکایت:۔ حضرت محمد بن منذر جس وقت روتے تھے تو آنسو کو چہرہ اور داڑھی پر ملتے ہوئے کہا کرتے تھے میرے علم میں آیا ہے کہ جہاں پر آنسو لگ جاتے ہیں اس جگہ کو آگ مس نہ کرے گی۔ پس ایماندار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفزدہ رہنا چاہیے اور خود کو نفس کی خواہشات سے باز رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فاما من طغی و اثرا الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی و اما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی فان الجنتہ ھی الماوی۔

(پس جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی اس نے پسند کر لی تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور جس نے خوف کھایا اپنے رب کے مقام سے اور نفس کی خواہش سے خود کو باز رکھا اس کا ٹھکانا جنت ہو گی)۔

پس جو چاہتا ہو کہ عذاب سے محفوظ رہے اور ثواب اور رحمت حاصل ہو جائے اسے آفات دنیا پر صبر کرنا چاہیے وہ عبادت خداوندی میں لگا رہے اور معاصی سے بچتا رہے۔ زہر الریاض میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہوا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہونگے تو ہر طرح کی بھلائی اور رحمت کے ساتھ ملائکہ ان سے ملیں گے انکے واسطے منبر بچھائیں جائیں گے فرش بچھائیں گے پھر انکی خدمت میں مختلف اقسام کے کھانے اور پھل پیش کیے جائیں گے پھر اس نعمت کے ساتھ وہ متحیر بھی ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے میرے بندو تم حیرت زدہ کیوں ہو؟ یہ حیرت و پریشانی والا گھر نہیں ہے تو بندے عرض کریں گے کہ ہمارے واسطے ایک وعدہ تھا اور اس کا وقت بھی آ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ انکے چہروں پر سے حجاب رفع کر دو کیونکہ یہ لوگ دنیا کے اندر ذکر کیا کرتے تھے سجدے بجا لاتے تھے رویا کرتے تھے۔ اور مجھ سے ملنے کی آرزو کیا کرتے تھے۔ پس حجاب دور کر دیے جائیں گے وہ دیکھنے لگیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں پڑ جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اپنے سروں کو اٹھاؤ یہ دار العمل نہیں یہ تو دار الکرامت ہے اب بلا کیف انہیں مشاہدہ حاصل ہو گا اور ان میں خوشی کو زیادہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اے میرے بندو سلامتی ہو تم پر میں راضی ہوں تمہارے ساتھ۔ کیا میرے ساتھ تم بھی راضی ہو اس پر وہ عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار تیرے ساتھ ہم کیسے راضی نہ ہونگے۔ آپ نے تو ہم کو وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو قبل ازیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا تھا نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال ہی آیا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ سلٰم قولا من رب رحیم۔ (رب رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا "سلامتی ہے")۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم۔

باب نمبر 4

ریاضت اور نفس کی شہوتیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی فرمائی گئی اے موسیٰ اگر تمہاری خواہش ہو کہ میں تم سے اس سے بھی بڑھ کر قریب ہو جاؤں جتنا کہ تیرا کلام تیری زبان سے قریب ہے تیرے دل کا خیال دل کے قریب ہے۔ جس قدر تیری روح تیرے جسم کے قریب ہے اور جتنی تیری آنکھ کی روشنی تیری قریب چشم ہے تیرے کان کی سماعت کان کے قریب ہے تو تو حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صلوۃ و سلام پڑھا کر۔ اور ارشاد خداوندی ہے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ (اور ہر جان دیکھے کہ کل کی خاطر اس نے کیا کچھ بھیجا ہے)۔

اے ابن آدم تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ نفس برائی پر ہی اکساتا ہے یہ ابلیس سے بھی بڑھ کر بڑا دشمن ہے شیطان کو تیرے خلاف نفسانی شہوتوں اور خواہشوں کے ذریعے طاقت میسر ہوتی ہے پس تو امید اور فریب کے طور پر خود کو دھوکہ نہ دے نفس کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ امن اور غفلت اور سستی و کاہلی میں ہی تو رہے لہذا اسکا تمام دعوی جھوٹا ہے اگر تو نے وہ چیز پسند کی جس سے فریب و دھوکہ ہوتا ہے تو نے اس کی خواہش کی پیروی اختیار کر لی تو وہ تجھ کو دوزخ میں پہنچا دے گا اور نفس کے واسطے خیر کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔ یہ بنیاد ہے جملہ آفات کی اور یہ ہی مقام ذلت و رسوائی ہے اور ابلیس کا خزانہ بھی یہ ہی ہے یہ جڑ ہے ہر برائی کی اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سمجھتا ہے اور کوئی نہیں پس اللہ تعالیٰ سے خوف ہی کرتے رہو وہ تمہارے ہر عمل کو جانتا ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔

انسان جب طلب آخرت کے پیش نظر اپنی گذری ہوئی عمر پر سوچتا ہے تو اس کا یہ فکر اور غور اسکے دل کو صاف کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

ہے۔

تفکر ساعتہ خیر من عبادۃ سنتہ۔

ترجمہ۔ ایک ساعت فکر کرنا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر میں جو مفہوم بیان کیا ہے وہ یہی ہے۔ پس صاحب عقل شخص کو سابقہ معاصی سے توبہ کرنی چاہیے۔ دار آخرت کی فکر کرے باعث نجات بننے والے کام اور اللہ تعالیٰ کا قرب کے باعث امور پر سوچے امید تھوڑی رکھے اور توبہ جلدی کر لے ذکر الٰہی کیا کرے گناہوں سے باز رہے نفس پر کنٹرول رکھے اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ کیونکہ نفس بھی ایک بت ہی ہے۔ نفس کی عبادت کرے گا تو بت پرست ہی ہو گا اور جو خالصتا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ نفس پر بھی کنٹرول اسی کا ہو سکتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ بصرہ شہر کے بازار میں سے حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کا گزر ہوا تو آپ نے ایک انجیر دیکھا اور چاہا کہ انجیر کھائیں پس آپ نے اس سبزی فروش کو اپنا جوتا اتار کر دیا کہ اس کے عوض وہ انجیر دے دے سبزی فروش نے جوتے کو دیکھا اور کہا کہ یہ جوتا کچھ قیمت نہیں رکھتا۔ اس اثنا میں کسی شخص نے سبزی فروش کو مخاطب کیا کہ کیا تم نے ان کو پہچانا نہیں ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں تو۔ اس نے بتا دیا کہ یہ حضرت مالک بن دینار ہیں۔ جب سبزی فروش کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے غلام کے سر پر ایک ٹوکرا بھر کر رکھ دیا اور مالک بن دینار کے پیچھے بھیجا اور کہا کہ اگر وہ حضرت تجھ سے یہ ٹوکرا قبول کر لیں گے تو آزاد ہو گا پس وہ غلام حضرت کے پیچھے دوڑا اور آپ سے عرض کیا کہ یہ ضرور قبول فرمائیں مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ کے قبول کر لینے پر مجھے آزادی مل جائے گی۔ لہذا قبول فرمالیں آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس میں آزادی ہو گی مگر میرے حق میں اس میں سزا ہے۔ غلام نے پھر قبول کر لینے پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا میں نے قسم اٹھالی ہے کہ اپنا ایمان بعوض انجیر فروخت نہ کروں گا اور تا قیامت انجیر ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

حکایت:۔ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ مرض الموت میں مبتلا تھے آپکے دل

میں شہد اور دودھ کی خواہش ہوئی کہ اس میں گرم روٹی شامل کر کے ثرید تیار کر لیں پس خادم جا کر دودھ و شہد لایا آپ نے لے لیا اور اس کو کچھ دیر کے لیے دیکھتے رہے پھر فرمایا اے نفس تو نے تیس سال کا عرصہ صبر سے گزارا اور تیری عمر کی ایک ساعت باقی رہ گئی ہے اتنا کہہ کر اپنے ہاتھ سے برتن رکھ دیا اور صبر اختیار کیا پھر آپکا وصال ہو گیا۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص نفس کو قابو میں رکھتا ہے۔ وہ شہر فتح کر لینے والے سے بڑھ کر بہادر شخص ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ میں اور میرا نفس یوں ہیں جس طرح بکریاں اور ان کا چرواہا ہوتا ہے اگر ایک طرف سے بکریوں کو اکٹھی کرتا ہے تو دوسری طرف والی منتشر ہو جاتی ہیں جس نے اپنا نفس مار لیا وہ رحمت کے کفن لپیٹے گا اور سرزمین عزت میں اسکی تدفین ہوگی اور جس نے دل کو مار دیا وہ لعنت کے کفن میں ہو گا۔ اور سرزمین عذاب میں دفن ہو گا۔ اور یحییٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے عبادت و ریاضت کے ساتھ نفس کے خلاف جہاد کرو۔ ریاضت سے مراد ہے نیند کم کرلے کھانا بھی کم کھائے اور لوگوں کی جانب سے اذیت کو صبر سے برداشت کرے نیند کم ہوگی تو ارادے درست ہو جائیں گے۔ کھانا کم کھائے گا تو آفات سے محفوظ رہے گا۔ اذیت برداشت کرے گا تو اپنے اصل مقصود کی جانب آگے بڑھنے میں آسانی ہو جائے گی اور کم کھانے میں ہی شہوات کی موت ہے کیونکہ زیادہ کھانے میں دل سخت ہو جایا کرتا ہے اس کا نور ماند پڑ جاتا ہے حکمت کا نور گرسنگی ہے۔ اور سیر ہو کر کھانا آدمی کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے دلوں کو بھوک کے ساتھ منور کرو۔ نفس کے خلاف بھوک و پیاس کے ذریعے جہاد کرو۔ جنت کے دروازے کو بھوک کے ساتھ ہمیشہ کھٹکھٹاتا جاری رکھو۔ کیونکہ اس میں ایسا اجر ہے جو فی سبیل اللہ جہاد کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھوک و پیاس سے زیادہ پسندیدہ عمل دیگر کوئی نہیں ہے۔ اپنا پیٹ جس نے بھر لیا وہ فرشتوں کے آسمان میں داخل نہیں ہو سکتا اور وہ عبادت کی حلاوت سے بھی محروم ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اس لیے کہ میں پروردگار کی عبادت کی حلاوت حاصل کر لوں اور جس وقت سے میں مسلمان بنا ہوں کبھی سیر ہو کر نہیں پیا ہے

کیونکہ میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوں۔

یہ سب اس وجہ سے ہے کہ زیادہ کھانے سے عبادت میں کمی واقع ہو جاتی ہے زیادہ کھاتے تو طبیعت بوجھل سی ہو کر رہ جاتی ہے۔ آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اعضائے بدن سست ہو جاتے ہیں۔ بایں سبب وہ عمل نہیں کر سکتا اور اگر نیند میں ہی خود کو گرائے رکھے گا تو وہ ایسے ہی ہو گا جیسے کوئی مردہ پڑا ہوا ہے۔ حضرت لقمان حکیم سے منقول ہے کہ اپنے فرزند کو فرمایا۔ نیند اور کھانا کم کرو۔ اس میں زیادتی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ جو ان دونوں میں زیادتی کرتا ہے روز قیامت اعمال صالح سے خالی دامن ہو گا۔ (منیۃ المفتی)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے دلوں کو کھانے اور پینے میں زیادتی کر کے مت مارو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ پانی زیادہ ہو تو اس سے کھیتی مرجایا کرتی ہے۔ اور بعض صالحین سے یوں مثال منقول ہے کہ معدہ مانند ہنڈیا کے ہے اس سے دل ابلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسکی جانب بخارات چڑھتے ہیں۔ اور ان بخارات کی کثرت کے باعث دل میں تکدر اور ظلمت وارد ہو جاتے ہیں۔ زیادہ کھانے سے علم و فہم کا خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ سیر شکمی سے ذہانت ختم ہو جایا کرتی ہے۔

حکایت:۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے متعلق نقل ہے کہ آپکے روبرو ابلیس نمودار ہوا تو آپ نے اسے فرمایا یہ کیا چیزیں ہیں اس نے جواب دیا یہ شہوات ہیں۔ میں انکے ذریعے ہی بنی آدم کو شکار کر لیتا ہوں تو آپ نے فرمایا کیا ان میں کچھ میرے واسطے بھی ہیں اس نے جواب دیا کہ نہیں البتہ ایک رات آپ نے پیٹ بھر کر کھایا تھا تو میں نے آپکی طبیعت کو بوجھل کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا پس آج کے بعد یہ لازم ہو گیا ہے میرے واسطے کہ کبھی سیر شکم نہ ہوں۔ ابلیس نے کہا میرے لیے بھی آج سے ضروری ہو چکا ہے۔ کہ انسان کو کبھی نصیحت نہ کروں گا اچھے کام کی۔

قارئین غور کریں کہ یہ ایسے شخص کی صورت حال ہے جس نے صرف ایک مرتبہ ہی رات کے وقت پیٹ بھر کر کھایا تھا تو وہ شخص جو ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی فاقہ نہیں کرتا وہ کیسے عبادت کر سکے گا۔

حکایت:۔ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جو کی روٹی انہوں نے پیٹ بھر کر کھالی تو اس رات میں وہ ورد نہ کر سکے اور سوئے رہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ "کیا میرے گھر سے زیادہ اچھا کوئی گھر تمہیں حاصل ہو گیا ہے یا میرے پڑوس کی نسبت کوئی زیادہ اچھا پڑوس حاصل ہو چکا ہے۔ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ فردوس پر اگر تم نظر ڈالو پھر ایک نظر دوزخ کو دیکھ لو تو تم بجائے آنسوؤں کے خون رونا شروع کر دو اور بجائے کپڑے کے لوہا بدن پر پہن لو۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 5

غلبۂ نفس اور عداوت شیطان

صاحب عقل شخص کو فاقہ کرنا چاہیے اور اسکے ذریعے نفسانی خواہشات کو قطع کرنا چاہیے۔ یہ فاقہ کشی دشمن خدا پر قہر ہوتا ہے (یعنی شیطان پر) کیونکہ شیطان کے آلات یہی شہوات اور کھانے پینے کی کثرت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان الشیطان یجری من ابن ادم مجری الدم فضیقوا مجاریہ۔

ترجمہ۔ بنی آدم کے اندر شیطان مانند خون کے جاری ہے لہذا فاقہ کر کے اس کے راستوں کو تنگ کرو۔

اس واسطے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے قریب تر وہ ہو گا جو زیادہ بھوک و پیاس کی برداشت کرتا ہو گا اور سب سے سخت ہلاکت ابن آدم کے حق میں یہ ہی ہے کہ وہ پیٹ کی خواہش میں مشغول رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آدم علیہ السلام اور حوا کو اس اطمینان کے مقام سے مقام احتیاج کی جانب نکالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انکو خاص درخت کا پھل کھانا ممنوع تھا۔ مگر خواہش غالب ہوئی اور انہوں نے پھل کھالیا تو انکے ستر کھل گئے اور یہ حقیقت ہے کہ شہوات کا منبع یہی پیٹ ہے۔ ایک حکیم نے کہا ہے کہ جس پر اس کا پیٹ غالب ہو وہ شہوات کا مقید ہوتا ہے اس کا دل بھلے اعمال سے محروم رہ گیا جو اپنے اعضاء کی زمین کو شہوات کی غذا دیتا ہے وہ اپنے دل میں ندامت و شرمندگی کا درخت اگاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مخلوق کی تخلیق فرمائی ہے۔

(1) فرشتے پیدا فرمائے ہیں اور ان میں عقل رکھی ہے شہوت نہیں رکھی ہے۔

(2) حیوانات کو پیدا فرمایا ہے اور ان میں شہوت ڈال دی ہے عقل نہیں دی۔

(3) انسان پیدا فرمایا ہے اس میں عقل رکھی ہے اور ساتھ ہی شہوت بھی رکھی ہے تو جس شخص کی شہوت کا اسکی عقل پر غلبہ ہو گیا تو اس سے وہ حیوانات ہی بہتر ہیں اور جس کی شہوت پر اس کی عقل غالب رہتی ہے وہ فرشتوں سے بھی افضل ہے۔

حکایت:۔ حضرت ابراھیم خواص رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں کوہ میں تھا وہاں پر میں نے انار دیکھے دل میں انار کھانے کی خواہش ہوئی میں نے ایک پھانک اٹھا کر اس کو چکھا وہ کھٹا نکلا تو میں نے انار کو چھوڑا اور چل دیا بعد ازاں راستہ میں پڑا ہوا ایک شخص دکھائی دیا اس پر بھڑیں چمٹی ہوئی تھیں اور اس کو السلام علیکم کہا تو اس نے بھی جواباً کہا وعلیکم السلام اے ابراھیم۔ میں نے دریافت کیا کہ تو نے مجھے کس طرح پہچانا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لے اس پر دیگر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ میں نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا خاص حال ہے تو کیا تو نے اس سے دعا نہیں کی ہے کہ تجھ کو ان بھڑوں سے چھٹکارا دے اس نے جواب میں کہا کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا خاص حال دیکھا ہے کیا تو نے اس سے درخواست نہیں کی کہ تجھے انار کی شہوت سے نجات عطا فرمائے کیونکہ انار کی تکلیف انسان کو آخرت میں ہوتی ہے۔ اور ان بھڑوں کا رنج صرف اس دنیا میں ہی ہے یہ صرف نفس کو کاٹتی ہیں جبکہ شہوت دلوں کو کاٹنے والی ہے ازاں بعد میں نے اسے وہیں چھوڑا اور چل دیا۔

شہنشاہوں کو بھی یہ شہوت اپنا غلام بنا لیا کرتی ہے۔ جبکہ صبر کر کے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔ آپ یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا حال ہی دیکھ لیں صبر کے باعث یوسف علیہ السلام تو مصر کے حکمران ہو گئے۔ اور زلیخا شہوت کی وجہ سے حقیر اور فقیر بن کر رہ گئی کیونکہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی محبت پر صبر کا دامن چھوڑ دیا۔

حکایت:۔ حضرت ابوالحسن رازی رحمتہ اللہ علیہ کو دو سال بعد دوران خواب اپنے والد کی زیارت ہوئی وہ تارکول کے لباس میں ملبوس تھے ابوالحسن نے کہا اے والد صاحب کیا وجہ ہے کہ آپ دوزخیوں کے حال میں ہیں تو جواب دیا اے بیٹے مجھے میرے نفس

نے جہنم کی جانب ہانک دیا اے بیٹے تو اپنے نفس کے فریب سے بچ کر رہنا۔

انی ابتلیت باربع وما سلطوا
الا لشدة شقوتی و عنائی
ابلیس والدنیا و نفسی والھو
کیف الخلاص و کلھم اعدائی
واری الھوی تدعوا الیہ خواطری
فی ظلمتہ الشھوات والارائی

(میں چار دشمنوں میں گرفتار ہوا اور ان کا طاری ہو جانا بد نصیبی اور بدبختی کے باعث ہے ابلیس، دنیا، میرا نفس اور خواہش۔ یہ تمام ہی میرے اعداء ہیں اب ان سے کیونکر چھٹکارا ہو سکے گا۔ اور خواہش مجھے اپنی طرف بلاتی رہتی ہے کہ میرے خیالات بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں شہوتوں اور خیالات کی ظلمت میں)

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میرا نفس میری سرحد ہے میرے لیے میرا علم ہتھیار ہے میرا گناہ میرے لیے بدبختی اور شیطان میرا عدو ہے۔ جبکہ میرا نفس عذر پیش کرنے والا اور فریب کار ہے۔

ایک عارف نے کہا ہے کہ جہاد تین قسم کا ہے۔ پہلی قسم اہل باطل کے خلاف اپنے علم و دلیل سے جہاد۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وجادلھم بالتی ھی احسن۔

(اور ان سے بہترین طریقے سے مجادلہ کریں)۔

یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

(اور جو لوگ جہاد کرتے ہیں ہمارے بارے میں ہم اپنی راہ انہیں دکھا دیں گے)۔

اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

افضل الجھاد جھاد النفس۔

(سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف جہاد ہے)۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کفار کے خلاف جہاد کے بعد لوٹ رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی جانب واپس آتے ہیں۔ آپ نے خواہش نفس اور شیطان کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر فرمایا ہے۔ بایں وجہ کہ شیطان نفس کی مدد کرتا ہے اور خواہش کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جبکہ کافر تیرے نفس کی مدد کرنے والا نہیں ہے اسلیے نفس سے جہاد زیادہ شدید ہے نیز یہ بھی وجہ ہے کہ تم نے جب کوئی کافر قتل کیا تو تم کو مدد اور غنیمت ملتی ہے اور اگر کافر تمہیں قتل کر دے تو تمہیں شہادت اور جنت ملتی ہے جبکہ شیطان کو تم قتل نہیں کر سکتے اور شیطان اگر تم کو ہلاک کر دے تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو گے جیسے کہ ایک قول ہے کہ جس کا گھوڑا بھاگ جائے وہ دوران جنگ دشمن کے قابو میں آگیا اور جس کا ایمان اسے چھوڑ کر بھاگ جائے وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہو گیا۔ ہم کو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھے اور جو کفار کے قابو میں ہو گیا اس کا ہاتھ اسکی گردن کو نہ پہنچا اس کا پاؤں بھی نہیں بندھا اس کا پیٹ بھی بھوکا نہ رہا نہ ہی اس کا جسم ننگا ہوا جبکہ غضب الٰہی کا شکار ہونے والے کا چہرہ سیاہ ہو گیا اسکے ہاتھ زنجیروں میں گردن تک باندھے گئے پاؤں آتشین بیڑیوں میں بندھ گئے اسکی غذا آگ ہے اسکا مشروب بھی آگ ہے اور لباس بھی آگ ہی ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 6

غفلت

غفلت کف افسوس ملنا ہے رحمت ضائع کرنے والی ہے۔ عبادت میں رکاوٹ بنتی ہے۔ یہ حسد میں اضافہ کرتی ہے۔ اس سے ملامت اور شرمندگی ہوا کرتی ہے۔

حکایت:- ایک نیک شخص تھا اس نے اپنے استاد صاحب کو دوران خواب دیکھا تو ان سے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور فرمایا اے دعویٰ کرنے والے جھوٹے شخص تو نے میری محبت کا دعویٰ تو کیا تھا مگر پھر تو نے غفلت کی۔

انت فی غفلتہ و قلبک ساھی۔ ذھب العمر والذنوب کما ھی۔

(تو غفلت میں پڑا ہے اور تیرا دل بھی غافل ہے تیری عمر ختم ہو چکی ہے اور تیرے گناہ اسی طرح ہیں)۔

حکایت:- ایک نیک شخص تھا جس کو والد کی زیارت خواب میں ہوئی تو اس نے دریافت کیا کہ اے ابا جان! آپ کا حال کیسا ہے انہوں نے جواب دیا اے بیٹے ہم نے دنیا میں غفلت میں زندگی گزاری اور غافل ہی مر گئے۔

اور زہرۃ الریاض میں مرقوم ہے کہ یعقوب علیہ السلام ملک الموت کے ساتھ مواخات کیے ہوئے تھے۔ ایک روز جو ملاقات ہوئی تو یعقوب علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا اے ملک الموت تم برائے ملاقات آئے ہو یا کہ میری روح قبض کرنے کے لیے آئے ہو مجھے بتادو تو اس نے جواباً کہا کہ آپکی طرف میں دو یا تین قاصد بھیجوں گا۔

پھر جب یعقوب علیہ السلام کی عمر اختتام کو پہنچی تو ملک الموت آئے آپ نے پوچھا ملنے آئے ہو یا کہ قبض روح کے لیے اس نے جواب دیا کہ آپکی روح قبض کرنے

آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے مجھے کہا نہ تھا کہ پہلے دو یا تین قاصد بھیجوں گا اس نے جواب دیا کہ ہاں میں نے ایسا ہی کہا تھا آپکے ان سیاہ بالوں کے بعد سفید بال آتے پھر بدن کی قوت کے بعد ضعف آیا اور سیدھی کمر آپکی جو تھی وہ جھکاؤ میں آگئی اے یعقوب علیہ السلام بنی آدم کی طرف قبل از موت یہ ہی میرے قاصد ہیں۔

مضی الدھر والایام والذنب حاصل- وجاء رسول الموت والقلب غافل

(چلے گئے وقت اور دن اور معاصی موجود رہے موت کا فرشتہ آگیا اور دل غافل پڑا ہے)۔

نعیمک فی الدنیا غرور و حسرۃ- وعیشک فی الدنیا محال و باطل

(دنیا کے اندر تیری نعمتیں فقط غرور و حسرت ہی ہیں اور دنیا کے اندر تیرے لیے عیش و آرام محال و باطل ہے)۔

اور حضرت ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ایک نیک شخص کی عیادت کرنے کے لیے میں گیا جب وہ مرض میں مبتلا تھا وہ عظیم بزرگوں میں سے تھا انکے قریب انکے شاگرد بیٹھے تھے اور وہ رو رہے تھے اور انکی عمر شدید بڑھاپے میں تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ اے بزرگ رونے کا سبب کیا ہے کیا دنیا پر رونا آرہا ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں میں تو اس لیے روتا ہوں کہ نماز چھوٹ گئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیسے رہ گئی ہے۔ آپ تو نماز پڑھ چکے ہیں۔ تو فرمایا میں آج تک دنیا میں رہا ہوں سجدہ تو کرتا رہا مگر غفلت میں کیا اور سر اٹھایا تو وہ بھی غفلت میں اور آج میں مر رہا ہوں تو وہ بھی غفلت ہی میں۔ اسکے بعد انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا۔

تفکرت فی حشری و یوم قیامتی
واصبح خدی فی مقابر ثاویا
فریدا وحیدا بعد عز و رفعتہ
رھینا بجرمی والتراب وسادیا
تفکرت فی طول الحساب و عرضہ

و ذل مقامی حین اعطی کتابیا

ولکن رجائی فیک ربی و خالقی

بانک تعفویا الٰھی خطائیا۔

(میں بعد از عزت و رفعت قبرستان میں تنہا پڑا ہوا ہوں گا میرا جسم قابو میں ہو گا اور مٹی میرے لیے تکیہ ہو گا۔ میں نے اپنے لمبے چوڑے محاسبہ پر غور کیا ہے۔ اور جب مجھے اعمالنامہ دیا جائے گا اس وقت کی ذلت و پریشانی کے متعلق سوچا لیکن اے میرے پروردگار تعالیٰ اے میرے پیدا کرنے والے میں تجھ پر امید رکھے ہوئے ہوں کہ اے میرے معبود تو میرے گناہ بخش دے گا)۔

اور عیون الاخبار میں حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لوگ تین باتیں کیا کرتے ہیں لیکن انکے افعال ان تینوں کے بر عکس ہوتے ہیں:۔

(1) وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن کام آزاد کی حیثیت سے کرتے ہیں جیسے کہ آزاد لوگ کرتے ہیں یہ فعل انکے کلام کے بر عکس ہے۔

(2) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری روزی کا کفیل اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن انکے دل ہیں کہ دنیا نہ ہونے کی حالت میں انکو اطمینان نہیں ہوتا اور وہ دنیا کا ایندھن جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ بھی انکی بات کے بر عکس ہوا۔

(3) وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ موت وارد ہونا اٹل ہے لیکن وہ عمل یوں کرتے ہیں جیسے کہ انکی موت نے کبھی نہیں آنا یہ بھی انکے قول کے بر عکس ہوا۔

اے برادر اب تو خود ہی سوچ کہ بارگاہ الٰہی میں کون سے بدن کے ساتھ کھڑا ہو گا اور کس زبان سے گفتگو کرے گا جب تجھ سے ہر چھوٹی بڑی بات کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تو کیا جواب ہو گا تیرے پاس۔ تم ہر سوال کا جواب دینے کے لیے تیاری کرو اور درست جواب بھی تیار کر لو اور خوف کرو اللہ تعالیٰ سے جو تمہارے ہر نیک و بد عمل کو جانتا ہے۔ پھر لوگوں کو ہدایت کی کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالاؤ اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی ہو کر رہو ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

انا مطیع لما اطاعنی و محب لما احبنی و مجیب لما دعانی وغافر لما استغفرنی۔

(میں اس کی بات مانتا ہوں جو میری اطاعت کرے اور اس سے محبت کرتا ہوں جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اسے دینے والا ہوں جو مجھ سے طلب کرے اور میں معاف کرنے والا ہوں اسکو جو مجھ سے معافی مانگے)۔

پس انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ عبادت کے دوران خلوص و خوف رکھنا چاہیے اس کی طرف سے امتحان میں صابر رہے اسکی دی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار رہے اور اسی پر قناعت پذیر ہو جو وہ عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری قضا پر جو شخص راضی نہ ہو میری طرف سے آزمائش پر صبر نہ کرے میری نعمتوں پر شکر گزار نہ ہو اور میری عطا پر قناعت نہ کرے وہ میرے سوا دیگر کوئی رب تلاش کرلے۔

جناب حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص عرض گزار ہوا کہ مجھے عبادت میں لطف نہیں آتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ شاید تو نے اسکے چہرہ پر نظر ڈالی ہے جسے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں ہے عبادت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر تو ہر چیز کو ترک کردے (یہاں مراد ہے کہ لطف کو بھی چھوڑ دے)۔ حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ مجھے عبادت میں لطف نہیں آتا تو آپ نے فرمایا کہ اسکی وجہ تیرا اطاعت کی عبادت کرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا تو پھر تجھے اس میں لذت بھی ملے گی۔

حکایت:- ایک شخص نے نماز شروع کی جب وہ ایاک نعبدو ایاک نستعین پر پہنچا تو دل میں سوچنے لگا کہ وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے تو اس کو آواز سنائی دی کہ تو جھوٹا ہے تو مخلوق کی عبادت کرتا ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے توبہ کی اور نماز توڑ دی۔ پھر دوبارہ نماز شروع کی پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین پر آیا تو پھر آواز سنائی دی کہ تو جھوٹا ہے تو اپنے مال کی عبادت کرتا ہے اس شخص نے تمام مال صدقہ کر دیا اور پھر نماز پڑھنے لگا اس دفعہ بھی آواز سنائی دی کہ تو اپنے ملبوسات کی عبادت کرتا ہے۔ اس نے کپڑے بھی صدقہ کر دیے۔ صرف ضرورت کی حد تک رکھ لیے اور پھر نماز شروع کی پھر جب ایاک نعبد پر آیا تو آواز سنائی دی اب تو نے سچ بولا ہے اب تو اپنے

پروردگار کی عبادت میں ہے۔

اور رونق المجالس میں آیا ہے کہ ایک آدمی کے بالوں کے گاؤن کھو گئے مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ کون اٹھا کر لے گیا ہے۔ جب وہ نماز پڑھ رہا تھا تو اس کی یاد میں آ گیا۔ اس نے سلام پھیر لیا اور اپنے غلام کو طلب کر کے اس سے کہا کہ فلاں بن فلاں آدمی کے پاس جا کر بالوں کے گاؤن واپس لے آؤ۔ غلام نے اس سے سوال کیا کہ آپ کو گاؤن کب یاد آ گئے۔ اس نے کہا کہ نماز کے دوران یاد آئے غلام نے اس سے عرض کیا اے آقا نماز میں آپ اللہ تعالیٰ کے طالب نہیں تھے بلکہ گاؤن کے طالب تھے اس غلام کو آقا نے اپنا عقیدہ صحیح ہو جانے پر آزادی دے دی۔

پس انسان کو دنیا چھوڑ دینی چاہیے اور عبادت الٰہی ہونی چاہیے اس کو آئندہ کے لیے فکر کرنا چاہیے۔ انسان کو آخرت ہی کی طلب رہنی چاہیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منھا و مالہ فی الاخرۃ من نصیب۔

(جسے آخرت کا مفاد مطلوب ہو ہم اسکے پھل کو زیادہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کا فائدہ چاہے ہم اس میں سے اسے عطا کر دیتے ہیں اور آخرت سے اسکے لیے کوئی حصہ نہ ہے۔ (شوریٰ)

حرث الدنیا سے مراد دنیوی مال یعنی کھانا پینا وغیرہ سامان طالب دنیا کے دل میں آخرت کی طلب کو خارج کر دیتا ہے اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پوشیدہ طریقے سے چالیس ہزار دینار صرف کر دیے اور مزید چالیس ہزار کھلے عام آنحضرت پر خرچ کر دیے یہاں تک کہ انکے پاس بقایا کچھ نہ رہا۔ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آنجناب کے اہل بیت دنیا اور دنیوی لذتوں سے دور تھے جو سامان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں دیا گیا تھا، وہ تھا ایک مشکیزہ رنگ کردہ چمڑے کا اور ایک تکیہ تھا جو کھجور کی چھال سے بھرا گیا تھا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 7

یادالٰہی سے غافل رہنا اور فسق، نفاق

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ایک جوان بیٹی وفات پا گئی ہے مجھے دوران خواب اسکی زیارت کی خواہش ہے میں جناب کی خدمت میں اس واسطے حاضر ہوئی ہوں کہ کوئی طریقہ بتادیں کہ میں اس کو دیکھ سکوں آپ نے اس کو ایک عمل بتایا پس اس نے دیکھا کہ لڑکی تارکول کے لباس میں ملبوس ہے گردن میں زنجیر پڑی ہوئی اور پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوتے ہیں۔ اس نے لڑکی کا یہ حال جناب حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا تو آپ بڑے غمزدہ ہو گئے۔

ایک عرصہ گذر جانے کے بعد حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو وہ لڑکی جنت میں دکھائی دی کہ اپنے سر پر تاج پہنے ہوئے تھی اور کہنے لگی اے حسن! کیا مجھے نہیں پہنچانتے ہو؟ میں اسی عورت کی بیٹی ہوں جس نے آپکے پاس حاضر ہو کر اس طرح سے آپکو بتایا تھا۔ آپ نے اس لڑکی سے دریافت کیا کہ یہ کس طرح ہو گیا ہے کہ تجھے اس حال میں دیکھ رہا ہوں اس نے کہا ایک مرتبہ یہاں سے ایک شخص کا گذر ہوا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود شریف پڑھا تھا یہ وہ وقت تھا کہ اس قبرستان میں پانچ اور لوگوں کو عذاب ہو رہا تھا تو اس وقت ندا آئی کہ اس شخص کے درود پڑھنے کی برکت کے باعث ان سے عذاب دور کر دو۔

نکتہ:- اس ایک شخص نے درود شریف پڑھا صرف ایک مرتبہ تو اس قدر برکت ہوئی کہ جسے وہ پہنچا وہ معغفرت پا گیا۔ اور جو آدمی پچاس برس کا عرصہ درود شریف پڑھتا رہے کیا پھر بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت سے محروم

رہے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ۔ (سورۃ الحشر ۱۹)

(اور مانند انکے مت ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے)۔

یعنی منافق لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے اور احکام الٰہی کی مخالفت میں عمل پیرا تھے وہ دنیوی شہوات و لذات میں غرق ہوئے تم انکی مانند نافرمانی میں نہ پڑ جاؤ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پہچان پوچھی کہ مسلمان اور منافق میں کیا فرق ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا مومن کا کام ہے نماز روزہ میں مشغول رہے اور منافق مانند بہائم کے خورو نوش میں مشغول رہتا ہے وہ نماز اور عبادت ترک کیے ہوتے ہوتا ہے اور مومن صدقہ کیا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار رہتا ہے۔ جبکہ منافق حرص اور امیری میں مبتلا رہتا ہے۔ مومن بجز اللہ تعالیٰ کے ہر کسی سے ناامید ہوتا ہے۔ جبکہ منافق بجز اللہ تعالیٰ کے ہر ایک سے امید لگائے رہتا ہے۔ مومن شخص اپنا دین بچاتا ہے۔ اور اپنا مال آگے بھیجتا رہتا ہے۔ مومن کے دل میں کسی کا خوف نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور منافق ہر ایک سے ڈرتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ مومن شخص نیک عمل کرنے کے باوجود روتا ہے منافق شخص برائی کرنے کے باوجود ہنستا ہے۔ مومن خلوت پسند ہوتا ہے منافق ہجوم کو پسند کرتا ہے مخلوق کو چاہتا ہے مومن کھیتی کرتا ہے اور خرابی کا خوف ہوتا ہے۔ منافق کھیتی کو برباد کرتا ہے اسکے باوجود کھیتی کاٹنے کی امید رکھتا ہے مومن اپنے دین کے لیے اور اصلاح کے واسطے اوامر و نواہی کرتا رہتا ہے۔ جبکہ منافق شخص اقتدار کے واسطے فساد کرتا اور امر و نہی کرتا ہے وہ برائی کا حکم کرتا ہے اور نیک عمل سے روکا کرتا ہے۔

المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض ط يامرون بالمنكر و ينهون عن المعروف و يقبضون ايديهم ط نسوا الله فنسيهم ط ان المنافقين هم الفاسقون وعدالله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم و لعنهم الله ولهم عذاب مقيم۔ (سورۃ توبہ ۲۷)

(منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں وہ برائی کا حکم کرتے ہیں اور

نیکی سے منع کرتے ہیں وہ اپنے ہاتھوں کو بند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو بھلا دیتا ہے۔ تحقیق منافق ہی فاسق لوگ ہیں منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار کے واسطے اللہ تعالیٰ نے۔ جہنم کو تیار کیا ہوا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ کافی ہو گا انکے واسطے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اور انکے واسطے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان اللہ جامع المنافقین والکافرین فی جھنم جمیعا۔

(بیشک اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

(سورۃ النسا ۱۴۰)

یعنی اگر انکی موت کفر اور نفاق کے حال میں ہی ہو گی تو انہیں اللہ تعالیٰ دوزخ میں جمع کرے گا یہاں اول الذکر منافق ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ کافروں سے زیادہ برے ہیں اور ان تمام کا انجام۔ جہنم ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا۔ (سورۃ النسا ۴۵)۔

(بے شک منافق لوگ دوزخ میں سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے اور ہر گز کوئی مدد کرنے والا انکے لیے نہ ہو گا)۔

لغت کے اعتبار سے منافق کا لفظ نافق الیربوع (جنگلی چوہے کا بل) سے نکلا ہے کہا جاتا ہے کہ جنگلی چوہے کا دو سوراخ یا بل ہوتے ہیں ایک کو نافقا کہتے ہیں اور دوسرے کو قاصعا کہا جاتا ہے وہ خود کو ایک میں ظاہر کرتا ہے مگر دوسرے سوراخ سے نکل جایا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منافق کو منافق کہا جاتا ہے کہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے اسلام سے نکل جاتا ہے اور کفر کی طرف چلا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ منافق کی مثال اس طرح ہے جیسے دو گلوں کے درمیان میں ایک بکری ہو کبھی وہ ایک گلے میں ہو کبھی دوسرے میں جا داخل ہو جبکہ اصل میں وہ ان دونوں میں سے نہیں ہوتی کیونکہ یہ بکری اجنبی ہے ان دونوں گلوں سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ یہی حال منافق کا ہے وہ پوری طرح اہل اسلام کے ساتھ نہیں رہتا نہ ہی وہ پوری طور سے کافروں کے

ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنا دیا ہے اور اسکے سات دروازے رکھے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لہا سبعۃ ابواب** (سورۃ الحجر ۴۴) جو لوہے کے دروازے ہیں وہ کافروں پر لعنت کے ساتھ بند شدہ ہیں ان کے اوپر ظاہراً تانبہ مگر باطن میں سکہ ہے انکے باہر خنکی ہے اور اندر عذاب ہے دوزخ کی زمین لوہے تانبے اور سکہ سے بنائی گئی ہے۔ اسکے اندر باشندوں پر اوپر تلے اور آگے پیچھے آگ ہی آگ ہے۔ ہر طرف آگ تہ در تہ ہے ان دوزخی لوگوں میں سب سے اسفل درجہ منافقین کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تو آنحضرت نے فرمایا اے جبریل جہنم کی آگ اور اسکی تمازت و حرارت کے متعلق بتاؤ تو انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آتش کو پیدا فرمایا پھر وہ ایک ہزار برس کا عرصہ دہکائی گئی اور وہ سرخ رنگ اختیار کر گئی پھر ایک ہزار برس دہکائی گئی تو وہ سفید رنگ میں ہو گئی ازاں بعد وہ ایک ہزار برس دہکائی گئی تو وہ سیاہ رنگ کی ہو گئی اور اب وہ سیاہ رنگ اندھیری ہے مجھے سوگند ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہوا ہے۔ کہ اہل زمین کے سامنے اگر اہل۔ جہنم کا کوئی کپڑا نمودار ہو جائے تو زمین پر موجود جملہ مخلوق ہلاک ہو جائے اور اگر اس زمین کے تمام پانی میں دوزخ کے پانی کا ایک ڈول انڈیلا جائے تو اس کے پینے والا ہر شخص مرتا چلا جائے اور دوزخ کی زنجیر جو قرآن پاک میں مذکور ہے اگر ایک ہی زنجیر زمین کے پہاڑوں پر رکھ دیں تو تمام پگھل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعاً۔

(پھر جکڑ دیں زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے)۔ (سورۃ الحاقۃ ۳۲)

ہر ذراع مشرق سے مغرب تک لمبی ہے کہ وہ اس دنیا کے پہاڑوں پر رکھیں تو وہ پگھل جائیں گے اور کوئی شخص اگر آگ کے اندر داخل ہو جائے پھر نکلے اور دنیا میں آ نکلے تو اس قدر بدبودار ہو کہ سب دنیا والے اسکے باعث ہلاک ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو فرمایا۔ اے جبریل دوزخ کے دروازوں کے متعلق بھی بتاؤ کیا ہمارے ان دروازوں کی طرح ہی ہیں وہ بھی۔ تو جبریل نے عرض کیا یا نبی اللہ وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ تہ در تہ ہیں اور نچلے ایک دروازہ سے اوپر کے دوسرے دروازہ

تک ستر برس کا فاصلہ ہے اور پہلے دروازہ سے دوسرا دروازہ ستر گنا گرم تر ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان دروازوں میں جو رہتے ہیں، ان کا حال دریافت فرمایا تو جبریل نے عرض کیا کہ سب سے نیچے والوں میں منافق لوگ ہیں اس درجہ کو ہاویہ کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

(بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے)۔

دوسرے دروازہ میں مشرک لوگ ہوں گے جو جحیم کے نام سے موسوم ہے تیسرے دروازہ مین صابی لوگ ہوں گے۔ (یہاں دروازے سے مراد حصہ یا درجہ اور صابیوں سے مراد بت پرست وغیرہ لوگ ہیں)۔ اس درجہ کو سقر کہا گیا ہے چوتھے کے اندر ابلیس لعنتی ہو گا اور مجوسی لوگ اس کے تابعین ہونگے یہ درجہ لظیٰ کے نام سے موسوم ہے پانچویں کے اندر یہود ہونگے جو حطمۃ کہلاتا ہے۔ چھٹے حصہ میں نصاریٰ ہونگے اس کا نام سعیر ہے۔ اسقدر عرض کر کے جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم نے ساتویں میں جو رہتے ہیں، انکے متعلق کیوں نہیں بتایا۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ انکا نہ ہی پوچھیں تو آنحضرت نے فرمایا ان کا حال بھی بیان کردو تو عرض کیا اس میں آپکے امتی ہیں یہ وہ لوگ ہونگے جو کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونگے۔ اور توبہ کیے بغیر ہی مر گئے ہونگے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت پاک کا نزول ہوا وان **منکم الا واردھا** (اور تم میں سے ہر ایک نے اس پر سے گزرنا ہے۔ سورۃ مریم ۷۱)۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بڑی تشویش ہو گئی اور آپ سخت روئے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ اور اسکی قہر و سطوت سے آگاہ ہو وہ نہایت ترساں ہوتا ہے اور وہ اپنی خطاؤں کے باعث بہت روتا ہے ان خطرناک مقامات کو دیکھنے سے پہلے ہی اپنا پردہ کھل جانے اور منظم اعلیٰ کے روبرو پیش کیے جانے اور دوزخ کا حکم صادر ہونے سے قبل ہی وہ روتا رہتا ہے بڑی تعداد ان بوڑھے اشخاص کی ہے جنکو جہنم سے ندا آتی ہے کہ تیرے بڑھاپے پر افسوس ہے۔ اور کتنے جوان لوگ ہیں جنکو جہنم سے آواز آرہی ہے کہ تباہ ہو تیری جوانی۔ کتنی عورتیں جنکو یوں ندا آتی ہے دوزخ سے کہ ذلالت و بربادی ہو

تمہارے لیے۔ ان کا حال اس طرح ہو گا کہ انکے چہرے سیاہ ہو جائیں گے کمر ٹوٹ جائے گی ان میں سے کوئی بڑا ایسا نہ ہو گا جس کی کوئی عزت ہو نہ ہی کسی چھوٹے پر رحم ہو گا اور انکی عورتوں کی بھی پردہ پوشی نہیں کی جائے گی۔

یا الٰہی ہمیں آگ سے اور عذاب آتش سے اور ہر اس عمل سے محفوظ رکھ جو ہم کو دوزخ کے قریب لے جانے والا ہو یا الٰہی ہمیں اپنی رحمت سے ہی نیکوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما دے۔ اے غالب ذات الٰہی اے مغفرت فرمانے والے یا الٰہی ہماری خطاؤں پر پردہ فرما ہمیں گھبراہٹ سے محفوظ رکھ ہم کو لغزشوں سے بچا اپنے سامنے ہم کو رسوا نہ فرمانا اے ارحم الراحمین۔ (آمین ثم آمین)۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم

باب نمبر 8

توبہ کرنا

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرے مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔

(اللہ تعالیٰ کی طرف پکی توبہ کرو۔ التحریم۔ ۵)

اور امر برائے وجوب ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد یوں ہے:۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ

(اور مت ہو جاؤ انکی مانند جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ سورۃ الحشر۔ ۱۹)

یہاں مراد یہ کہ ان لوگوں کی مانند تم نہ ہو جاؤ جنہوں نے ذات الٰہی سے وعدہ کیا تھا لیکن انہوں نے وہ وعدہ توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈالا۔ پس انکی کیفیت اب اس طرح ہو گی جیسے فرمایا گیا ہے۔ فانساھم انفسھم۔ (تو اللہ تعالیٰ نے انکے نفسوں کو فراموش کر دیا) یعنی وہ اپنے حال کو بھول گئے اپنی خاطر کوئی نیک عمل کر کے آگے نہ بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ و من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ۔

(جس نے اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے ملنا پسند فرمایا اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات پسند نہیں کرتا)۔ **اولئک ھم الفاسقون۔** (اور یہ لوگ فاسق ہیں)۔

یعنی یہ ہی لوگ ہیں جنہوں نے نافرمانی کی اور اپنے عہد کو توڑا یہ لوگ ہدایت و رحمت اور بخشش سے خارج ہو چکے ہوتے ہیں۔ فاسق بھی دو قسم کے ہیں ایک کافر فاسق اور دوسرا فاجر فاسق۔ کافر فاسق کا ایمان اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر نہیں ہوتا۔ فاجر فاسق وہ

ہے جو ایمان تو رکھتا ہے مگر فسق و فجور میں پڑا ہے اور وہ ہدایت سے خارج اور گمراہی میں داخل ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیات۔

(اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور انکے معاصی کو معاف فرماتا ہے۔ شوریٰ۔ ۲۵)۔

یعنی وہ توبہ کو قبول فرمالیتا ہے اور پہلے کئے گئے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بھی ارشاد اس طرح سے ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

(گناہوں سے توبہ کرنے والا اسی طرح کا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہوتا)۔

حکایت:- ایک آدمی تھا جو کوئی گناہ جس وقت بھی کرتا تھا وہ ایک رجسٹر میں درج کرلیا جاتا تھا ایک دن جب اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تو اس کو درج کرنے کے لیے رجسٹر کھولا گیا تو دیکھا کہ وہاں بجائے گناہوں کے یہ لکھا ہوا تھا۔

فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات۔

(پس یہی وہ لوگ ہیں جنکے معاصی کو نیکیوں میں تبدیل کیا گیا۔ الفرقان ۷)۔ یعنی جب توبہ کی تو بجائے شرک کے ایمان ہو گیا زنا کے بجائے معافی ہو گئی اور نافرمانی کی جگہ ہر گناہ سے محفوظ اور اطاعت گذاری میسر ہوئی۔

حکایت:- ایک مرتبہ جب مدینہ منورہ کی ایک گلی میں سے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ گذر رہے تھے تو ایک جوان شخص آپکے سامنے آیا جس نے لباس کے نیچے ایک بوتل چھپائی ہوئی تھی۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا اے جوان یہ تو نے اپنے کپڑوں کے اندر کیا چھپا رکھا ہے چونکہ وہ بوتل شراب سے بھری ہوئی تھی نوجوان کو شرم محسوس ہوئی کہ وہ شراب کا نام لے اس نے دل میں ہی دعا کی یاالٰہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے مجھے شرمساری اور رسوائی سے بچالے۔ انکے سامنے میری پردہ پوشی فرمامیں اب کبھی بھی شراب نوشی نہ کروں گا۔ پھر اس نوجوان نے عرض کیا یا امیرالمومنین میرے پاس یہ سرکہ کی بوتل ہے آپ نے بوتل دکھانے کو کہا جب

دکھانے کے لیے وہ بوتل آپکے سامنے کی گئی تو آپ نے دیکھا کہ واقعی بوتل میں سرکہ ہی تھا۔

یہاں دیکھیں کہ ایک مخلوق نے دوسرے مخلوق سے خوف کھاتے ہوئے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے بھی شراب کو سرکہ میں تبدیل کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ اس توبہ میں خلوص تھا۔ اسی طرح اگر کوئی گناہگار شخص جو بد اعمالیوں میں برباد شدہ ہو۔ اخلاص کے ساتھ توبہ کرے اور اپنے ان اعمال پر شرمسار ہو تو اسکے معاصی کی شراب کو بھی اللہ تعالیٰ نیکی کے سرکے میں تبدیل فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں ایک رات نماز عشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر باہر آیا تو مجھے راہ میں ایک عورت ملی اور کہنے لگی اے ابو ہریرہ میں ایک گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں کیا میرے واسطے توبہ ہے میں نے دریافت کیا کہ تو کیا گناہ کر چکی ہے تو اس نے کہا کہ بدکاری کی مرتکب ہوتی ہوں اور اس بدکاری کے ذریعے جو بچہ پیدا ہوا اس کو میں نے ہلاک کر دیا ہے میں نے اس کو کہا کہ تو خود بھی تباہ ہوئی اور دوسرے کو بھی تو نے ہلاک کر دیا واللہ! تیرے واسطے ہرگز توبہ نہیں وہ ہوش کھو بیٹھی اور گر گئی میں رخصت ہو گیا مگر میرے دل میں سوچ آئی کہ فتویٰ تو میں دے ہی چکا ہوں مگر ہمارے درمیان خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی موجود ہیں۔ پس میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سارا عرض کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا تو خود ہلاک ہوا اور اس عورت کو بھی تو نے ہلاک کر دیا کیا تجھے یہ آیت معلوم نہیں ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنٰت۔ (الفرقان۔۷۰)۔

(اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا الہ بنا کر اسے نہیں پکارتے پس وہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے)۔

پس میں باہر نکل آیا اور کہا کوئی ہے جو مجھ کو اس عورت کے متعلق بتائے گا جس نے مسئلہ مجھ سے دریافت کیا تھا۔ اس عورت کی جستجو میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اتنے پریشان ہوتے تھے کہ بچوں نے ابو ہریرہ کو کہنا شروع کر دیا۔ کہ دیوانہ ہو گئے ہیں بالآخر آپ نے اس عورت کو ڈھونڈ ہی لیا اور اسے مسئلہ سے آگاہ کیا وہ عورت خوشی کی

شدت میں ہنسی اور اس نے کہا کہ میرا ایک باغ ہے میں وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم پر صدقہ کرتی ہوں۔

حکایت:- عتبہ الغلام شباب میں تھے اور توبہ کرنے سے قبل وہ شراب پینے اور فسق و فجور کی نسبت سے شہرت رکھتے تھے۔ وہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے جبکہ حضرت حسن اسوقت اس آیت پاک کی تفسیر بیان کرنے میں مشغول تھے۔

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔

(کیا ابھی وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ انکے دل ذکر اللہ کی خاطر نرم پڑ جائیں۔ الحدید۔ ۱۶)۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وعظ اتنا موثر ہوا کہ لوگ رونے لگے تو ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور کہا اے نیک شخص کیا میری طرح کے فاسق و فاجر آدمی کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے جب میں توبہ کروں تو۔ حضرت نے فرمایا ہاں تیرا یہ فسق و فجور ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ تیری توبہ کو قبولیت عطا فرمائے گا۔ عتبہ نے یہ سنا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا بدن کپکپانے لگا وہ چلایا اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور اس نے شعر پڑھے۔

ایا شابا لرب العرش عاصی
اندری ما جزاء ذوی المعاصی
سعیر و للعصاۃ لھا زفیر
وغیظ یوم یؤخذ بالنواصی
فان تصبر علی النیران فاعصہ
والا کن عن العصیان قاصی
و فیما قد کسبت من الخطایا
رھنت النفس فاجھد فی الخلاصی

(اے نوجوان جو عرش والے کی نافرمانی کرتا رہا کیا تجھے معلوم ہے کہ عاصیوں کی

سزا کیا ہے۔ نافرمانی کے مرتکب کے لیے دوزخ ہے جس میں گرج ہو گی اور جس روز پیشانیوں سے گرفتار ہوں گے۔ اس روز غضب و غیظ ہو گا پس اگر تو آگ پر صبر کر سکتا ہے تو نافرمان ہی رہ۔ نہیں تو نافرمانی سے خود دور ہی رہا کر اور تو نے جو خطائیں کی ہیں خود کو تو نے مبتلا کر دیا ہے اب تو اپنے چھٹکارے کے واسطے کوشش کر)۔

پھر عتبہ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑا افاقہ ہوا تو کہا یا شیخ کیا میری طرح کے کمینے شخص کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ اور معافی دیتا ہے اسکے بعد اس نے سر اٹھا کر تین دعائیں مانگیں۔

(1). یاالٰہی اگر میری توبہ کو تو نے قبول فرمایا ہے اور میرے معاصی معاف فرما دیے ہیں تو تو مجھے فہم اور یادداشت بھی عطا فرما دے مجھے عزت عطا فرما تا کہ میں دینی علوم اور قرآن پاک جو کچھ سنوں وہ میں حفظ کر لیا کروں۔

(2) اے میرے اللہ مجھے حسن صوت عطا فرما کہ میری قرات کو ہر سننے والے کا دل اگر سخت ہو تو نرم ہو جائے۔

(3) یاالٰہی مجھے تو حلال رزق کی عزت عطا فرما مجھے تو وہاں سے رزق عطا فرما کہ جس کا گمان تک بھی مجھے نہ ہو۔

اسکی یہ تینوں دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں وہ ذہنی طور پر خوب تیز ہوا اور جس وقت وہ تلاوت قرآن کرتا تو جو بھی سنتا تھا وہ توبہ کر لیتا تھا۔ نیز ہر روز اسکے گھر میں دو عدد روٹیاں سالن سمیت رکھی ہوتی تھیں۔ اور اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کون وہاں پر روزانہ رکھتا ہے۔ دنیا سے وہ اسی حال میں رخصت ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی جانب جھکنے والے ہر شخص کا معاملہ اسی طرح ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک عمل کسی کا بھی ہو ہرگز اسے ضائع نہیں کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک عالم سے کسی نے پوچھا کہ کوئی آدمی اگر توبہ کرتا ہے تو اس کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے یا کہ نہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حکم دینا تو ممکن نہیں ہاں اسکی علامت ہوتی ہے۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ آئندہ گناہ سے محفوظ رہتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کا دل خوشی سے خالی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اور نیکوں کے قریب ہے برے لوگوں سے دور رہتا ہے تھوڑی دنیا کو کافی جانتا ہے اور آخرت کیلیے زیادہ عمل کو بھی تھوڑا ہی گردانتا

ہے۔ اور اس کا دل ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے فرائض میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ زبان کی حفاظت کرتا ہے ہر وقت فکر کرتا ہے اور سابقہ کیے ہوئے گناہوں پر غمزدہ و شرمندہ محسوس کرتا ہے۔ (تو وہ جان لے کہ اس کی توبہ قبول ہو چکی ہے)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 9

محبت

کہتے ہیں کہ کسی ویرانے میں ایک آدمی نے ایک بدصورت سی چیز کو دیکھا اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں تیرا برا عمل ہوں پھر پوچھا کہ کس طرح تجھ سے نجات ہو سکتی ہے۔ تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صلوۃ و سلام پڑھنے سے۔ جیسے کہ آنحضرت نے خود فرمایا ہے۔

الصلوۃ علی نور علی الصراط و من صلی علی یوم الجمعتہ ثمانین مرۃ غفر اللہ لہ ذنوب ثمانین عاما۔

(مجھ پر صلوۃ پڑھنا روشنی ہے پل صراط پر اور جو مجھ پر بروز جمعہ اسی مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کے اسی برس کے گناہوں کو اللہ تعالی معاف فرمائے گا)۔

حکایت:- ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صلوۃ و سلام پڑھنے سے غافل رہتا تھا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوران خواب دکھائی دیے۔ آپ نے اسکی جانب کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھ سے آپ ناراض ہیں آنحضرت نے فرمایا نہیں اس نے عرض کیا پھر میری جانب آپ توجہ کیوں نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو پہچانتا نہیں ہوں۔ عرض کیا کہ مجھے نہ پہچانتے کی وجہ کیا ہے میں تو آپ کا ہی ایک امتی ہوں۔ جبکہ عالم حضرات کہتے ہیں کہ آپ جناب اپنی امت کو اس سے بڑھ کر پہچانتے ہیں جتنا کہ باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں انہوں نے درست ہی کہا ہے مگر تو نے مجھے کبھی بذریعہ درود شریف یاد ہی نہیں کیا اور میں درود شریف کی مطابقت میں اپنی امت کو پہچانتا ہوں۔ جس قدر وہ مجھ پر درود شریف پڑھا کرتے ہیں۔ پھر وہ شخص جاگا اور خود پر آئندہ اس نے لازم قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ہر جمعہ کے دن ایک صد مرتبہ درود بھیجا کرے گا

اس نے اپنا یہ وظیفہ جاری رکھا تو پھر اس نے دوران خواب آپ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کی تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا میں تجھ کو پہچانتا ہوں اور میں تیری شفاعت کروں گا۔

دراصل اس کا سبب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا محب ہو چکا تھا۔ اور یہ آیت پاک نازل ہونے کا سبب (قل ان کنتم تحبون اللہ) یہ تھا کہ آپ نے یہودی شخص کعب بن اشرف اور اسکے ساتھ والوں کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے کہا ہم تو خود اللہ کے بیٹے ہیں اور شدید محب ہیں اللہ کے۔ انکے جواب کے طور پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔

(کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو)۔ آل عمران۔ ۳۱)

مراد یہ کہ تم میرے دین کی پیروی اختیار کرو میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس اس کا پیغامبر بن کر آیا ہوں۔ اور میں بھی تم پر اللہ تعالیٰ ہی کی محبت قائم کرتا ہوں اور جب تم میری اتباع اختیار کر لو گے تو۔

یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔

(اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والا رحم کرنے والا ہے)۔

اہل ایمان کی اللہ تعالیٰ سے محبت ان معانی میں ہے کہ وہ احکام الٰہی کے اطاعت گزار ہیں اطاعت الٰہی کو ہی ترجیح دینے والے ہیں اس کی رضا چاہنے والے ہیں اور انکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انکو پسند کرتا ہے۔ اور بہتر اجر عطا کرتا ہے انکے معاصی بخش دیتا ہے اور اپنی جانب سے ان پر انعامات کرنے لگتا ہے۔ اپنی رحمت فرماتا ہے ان پر۔ انہیں ارتکاب معاصی سے محفوظ رکھتا ہے تو نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔

اگر کوئی شخص مندرجہ ذیل چار باتوں کے بغیر ہی ان چار باتوں کا دعویدار بنتا ہو وہ جھوٹا ہے۔

(1) جو جنت کا دعوئ کرے اور عبادت الٰہی نہ کرتا ہو وہ جھوٹا ہے۔

(2) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا محب ہونے کا دعویٰ کرے لیکن علماء اور فقراء سے اسے محبت نہ ہو وہ بھی جھوٹا ہے۔

(3) جو دعویٰ کرے کہ میں دوزخ سے ڈرتا ہوں لیکن وہ معاصی ترک نہیں کرتا وہ بھی جھوٹا ہے۔

(4) جسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہونے کا دعویٰ ہو مگر آزمائش کے وقت شکایت کرے وہ بھی جھوٹا ہے۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیھا نے فرمایا ہے:۔

تعصی الالہ وانت تظھر حبہ۔ ھذا لعمری فی القیاس بدیع۔

(تم نافرمانی کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہو یہ ایک عجیب بات ہے)۔

لو کان حبک صادقا لا طعتہ ان المحب لمن یحب مطیع۔

(اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا اطاعت گزار ہوتا کیونکہ محب اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے)۔

محبت اس علامت سے ظاہر ہوتی ہے کہ محبوب کی فرمانبرداری ہو اور اسکی مخالفت نہ کرتا ہو۔

حکایت:۔ چند لوگ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم آپ سے محبت کرتے ہیں انہوں نے آگے بڑھ کر ان پر پتھر مارے تو اٹھے اور وہاں سے بھاگے۔ حضرت شبلی نے کہا کہ اب بھاگتے کیوں ہو اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو میری جانب سے آزمائش کیے جانے پر فرار کیوں ہوتے ہو پھر آپ نے فرمایا اہل محبت نے محبت کا جام نوش کر لیا۔ اب ان پر شہر بلکہ ساری زمین ہی تنگ ہو چکی ہے۔ وہ معرفت الٰہی پا گئے جو ان کا حق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غرق ہو گئے اس کی قدرت میں گم ہو گئے وہ عشق کا جام پی چکے ہیں اور انس کے دریا میں ڈوب گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے انکو لذت حاصل ہوئی پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:۔

ذکر المحبتہ یا مولای اسکرنی۔ وھل رایت محبا غیر سکران۔

(اے میرے آقا ذکر محبت نے مجھ کو بیہوش کر دیا ہے اور کیا تو نے دیکھا ہے کہ

کبھی کوئی سچا محب بیہوش نہ ہو)۔

اونٹ مستی میں آ جائے تو وہ چالیس روز تک چارہ وغیرہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر کئی منوں بوجھ بھی لادا جائے تو اس کو بھی وہ اٹھا لیا کرتا ہے کیونکہ اسکے دل کے اندر اسکے محبوب کی محبت جوش میں ہوتی ہے۔ محبوب کی محبت کی زیادتی کے باعث وہ کچھ کھانا بھی پسند نہیں کرتا نہ ہی اس کو بوجھ اٹھانے میں مشقت محسوس ہوتی ہے۔ اونٹ کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کی خاطر وہ تارک شہوات ہو جاتا ہے بوجھ برداشت کرتا ہے۔ تو اب تم خود بتاؤ کیا تم بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک حرام کر چکے ہو کیا تم بھی کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر چکے ہو کیا صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر بھاری بوجھ کو تم بھی برداشت کرنے لگے ہو اگر ان میں سے کوئی ایک کام بھی تم نہیں کرتے ہو نہ کیا ہے تو تمہارا دعویٰ مسلمانی عبث ہے۔ نہ اس کا کوئی فائدہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں ہوگا۔ یہ عند اللہ مفید نہیں نہ ہی مخلوق کے نزدیک اس کا کچھ فائدہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جسے جنت کا شوق ہو وہ نیکی کرنے میں عجلت کرتا ہے۔ اور جس کو جہنم سے خوف ہو وہ شہوتیں ترک کر دیتا ہے جسے یقین ہو کہ موت وارد ہوگی اس پر لذات میں کوئی مزہ نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ محبت کیا؟ تو فرمایا۔ محبت یہ ہے کہ ارادے ختم ہو جائیں۔ سب صفات اور حاجتیں جل کر راکھ ہو جائیں اور خود کو اشارات کے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد و علی الہ واھل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 10

عشق

کسی لذیذ چیز کیجانب طبیعت کا رجحان ہونا محبت ہوتی ہے اگر اس میں شدت آجائے تو اسے عشق کہتے ہیں حتیٰ کہ یہاں تک نوبت آجاتی ہے کہ عاشق غلام ہو کر رہ جاتا ہے اپنے معشوق کا۔ اپنی ملک میں موجود ہر شے خرچ کر دیتا ہے۔ حضرت زلیخا کا حال ہی دیکھ لیں جو یوسف علیہ السلام کی محبت میں مبتلا ہوئیں تو اس کا تمام مال اور جمال جاتا رہا ستر اونٹوں کے بوجھ کے برابر تو اسکے جواہرات اور ہار وغیرہ تھے۔ اس نے اپنا تمام مال یوسف علیہ السلام کی محبت میں صرف کر دیا۔ جو شخص اسے آکر کہتا تھا کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے تو وہ اس کو اپنا ایک ہار دے دیتی تھی اور وہ مالدار ہو جاتا تھا حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ رہ گیا۔ اس کا نام یہ پڑ گیا تھا "ہر شے یوسف کے نام"۔ محبت کی شدت میں اس کو سب کچھ ہی بھول گیا اگر آسمان پر نظر ڈالتی تو ستاروں پر بھی یوسف علیہ السلام کا نام ہی لکھا معلوم ہوتا تھا۔ منقول ہے کہ جب زلیخا نے ایمان قبول کر لیا اور یوسف علیہ السلام سے نکاح ہو گیا۔ تو ان سے علیحدہ رہتے ہوئے عبادت میں مشغول ہو گئی اپنی عبادت میں ہر چیز سے قطع تعلق ہو گئی۔ اگر یوسف علیہ السلام اس کو دن کے وقت طلب کرتے تو وہ رات کا وعدہ کر لیتی اگر رات کو طلب فرماتے تو دن کے وقت پر ٹالتی رہتی تھی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مجھے معرفت حاصل ہونے سے پہلے میں آپ سے محبت کرتی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کو پہچان لینے کے بعد میرے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہیں رہ گیا اور مجھے اس کا کچھ بدل بھی نہیں چاہیے۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرما دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تیرے بطن میں سے دو لڑکے پیدا ہوں گے انکو نبوت عطا کی جائے گی۔ زلیخا نے کہا اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے اور اس کا ذریعہ مجھے بتایا گیا ہے تو

میں اطاعت میں حاضر ہوں پھر خلوت گزین ہوتے۔

حکایت:۔ مجنوں سے لیلیٰ نے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے تو اس نے بتایا لیلیٰ۔ ایک دن کسی شخص نے مجنوں کو کہا کہ کیا لیلیٰ مر چکی ہے تو جواب دیا نہیں وہ تو میرے دل میں ہے۔ میں لیلیٰ ہوں۔ ایک دن جب مجنوں لیلیٰ کے گھر کے قریب سے گذرا تو سوئے آسمان دیکھا کسی نے کہا اے مجنوں آسمان کی جانب نہ دیکھ بلکہ تو لیلیٰ کی دیوار کی جانب دیکھ ممکن ہے تو اس کو دیکھ لے تو جواب دیا میرے لیے ستارے پر دیکھنا ہی کافی ہے جس کا سایہ لیلیٰ کے گھر پر پڑتا ہے۔

حکایت:۔ منصور حلاج کے متعلق روایت ہے کہ اس کو لوگوں نے اٹھارہ یوم تک قید کیے رکھا اسکے پاس حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور فرمایا اے منصور بتاؤ محبت کیا ہے۔ جواب دیا آج نہ پوچھیں کل پوچھ لینا اگلے روز لوگوں نے قید سے باہر نکال لئے قتل کے لیے ان پر جرم لگایا گیا تو وہاں سے پھر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا گذر ہوا۔ منصور نے ان کو آواز دے کر مخاطب کیا اور کہا۔ اے شبلی محبت کا آغاز ہے جلنا اور اس کا انجام ہے قتل۔

اشارہ:۔ منصور نے جب یہ محسوس کر لیا کہ ہر شے فانی ہے بجز اللہ تعالیٰ کے اور سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے تو اسم حق متحقق ہونے کی وجہ سے وہ اپنا نام ہی بھول گئے جب پوچھا جاتا تھا کہ آپ کون ہیں تو جواب دیتے تھے میں حق ہوں۔

نقل میں آیا ہے کہ سچی محبت کی نشانیاں تین ہیں:۔

(1) دوسروں کی بجائے محبوب کی زبان اختیار کر لینا۔

(2) دیگر لوگوں کی بجائے اپنے محبوب کا ہم نشین ہو جانا۔

(3) دوسرے لوگوں کی رضامندی کی بجائے اپنے محبوب کی رضامندی کا حصول (المنتہی)۔

اور کہا یہ بھی جاتا ہے کہ فی الحقیقت عشق پردہ دری ہے۔ یعنی راز افشاء کر دینا حلاوت ذکر کی وجہ سے۔ روح کا عاجز ہو جانا شوق کے غلبے کی وجہ سے یہاں تک کہ اسکے بدن کا کوئی حصہ اگر کاٹ بھی دیں تو عاشق کو محسوس نہ ہو۔

حکایت:۔ ایک شخص دریائے فرات میں غسل میں مشغول تھا اس نے ایک

آدمی کی آواز سنی جو اس آیت کی تلاوت کرتا تھا۔

وامتاز والیوم ایھا المجرمون۔

(اے مجرمو تم آج ایک طرف علیحدہ ہو جاؤ)۔

اسکے سننے سے اس کو اتنا خوف ہو گیا کہ وہ خوف و اضطراب کے باعث فوت ہی ہو گیا۔ حضرت محمد عبد اللہ بغدادی نے فرمایا ہے کہ مجھے بصرے کے اندر ایک بلند مکان کی چھت پر ایک نوجوان دکھائی دیا۔ جو نیچے جھانکتا ہوا لوگوں کو کہتا تھا۔ کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ عشق میں اسے موت آتے وہ یوں مرے کیونکہ عشق میں بلا موت کچھ خیر نہیں ہے پھر خود کو نیچے گرا دیا جب اس کو اٹھایا گیا تو وہ مر چکا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ "تصوف فی الحقیقت اپنی رضا ترک کرنے کا نام ہے"۔

حکایت:- ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ مسجد حرام میں گئے تو ایک نوجوان شخص انکو اسطوانہ کے تلے نظر آیا جو مریض تھا اور برہنہ تھا اور غمزدہ دل سے آہیں بھر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میں اسکے پاس گیا اور سلام کیا اور اس سے پوچھا اے لڑکے کون ہو تم تو اس نے جواب دیا کہ ایک غریب ہوں اور عاشق ہوں اسکی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ میں نے اس کو کہا کہ میں بھی تیری مانند ہی ہوں وہ رو پڑا میں بھی اسکے ساتھ رو پڑا تو وہ مجھے کہنے لگا کیا تو بھی روتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ تیری مانند ہی میں بھی ہوں پس وہ شدید رویا اور ایک چیخ لگائی اور اسی دم وہ رحلت پا گیا۔ اس کے اوپر میں نے اپنا رومال ڈالا اور کفن لانے کے لیے باہر نکلا کفن خرید کر واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود نہ تھا۔ میرے منہ سے نکلا، سبحان اللہ۔ مجھے غیب سے آواز آئی۔ اے ذوالنون دنیا کے اندر یہ وہ غریب تھا کہ جس کو شیطان پکڑ لینا چاہتا تھا مگر وہ نہ پکڑ سکا پھر مالک دوزخ نے بھی چاہا کہ اس کو پکڑے لیکن نہیں پکڑ سکا ہے۔ اور اس کو (حوروں وغیرہ کے تصور سے) رضوان نے پکڑنا چاہا مگر یہ نہ ملا پھر میں نے دریافت کیا کہ وہ اس وقت کہاں پر ہے۔ تو آواز آئی کہ وہ سچے مقام پر ہے تیرے قادر مالک کے پاس۔

ایک مرتبہ کسی نے ایک بزرگ سے محبت کے معنی دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا اختلاط کم رکھنا اور خلوت زیادہ رکھنا ہر وقت فکر میں رہنا زیادہ تر خاموش رہنا اگر آنکھ

اٹھے بھی تو وہ دیکھے نہ اگر آواز دی جائے تو نہ سنے بات کی جائے تو نہ سمجھے اگر مصیبت وارد ہو تو غمزدہ نہ ہو۔ بھوک جب لگے وہ بھی محسوس نہ ہوتی ہو اگر ننگا ہو تو معلوم نہ ہو گالی دی جائے تو نہ سمجھے۔ لوگوں کا ہرگز ڈر نہ ہو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو اسی کے ساتھ انس ہو اور اسکی مناجات کرتا رہے اور دنیوی معاملہ میں دنیا کے ساتھ مت الجھتا ہو۔

اور حضرت ابو تراب بخشی رحمتہ اللہ علیہ نے محبت کے عنوان پر درج ذیل اشعار کہے ہیں:

لا تخد عن فللحبیب دلائل
ولدیہ من تحف الحبیب وسائل
منہا تنعمہ بمر بلائہ
وسرورہ فی کل ماھو فاعل
فالمنع منہ عطیئہ مقبولتہ
والفقر اکرام و بر عاجل
ومن الدلائل ان تری عزمہ
طوع الحبیب وان الح العاذل
ومن الد لائل ان یری منفھما
لکلام من یحظی لدیہ السائل
و من الدلائل ان یری منقشفا
متحفظا من کل ما ھو قائل

(فریب نہ دینا محبوب کے پاس دلیلیں ہیں اور محبوب کے تحائف ہی اسکے پاس ذرائع ہیں۔ آفت آنے کی صورت میں بھی اس پر نعمت ہی ہوتی ہے اور جو کچھ وہ کرے اس پر اسکو بہت سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس سے اسکا روکا جانا اسکے واسطے بڑا مقبول عطیہ ہے۔ اور تنگدستی عزت ہے اور عجلت میں ہونے والا احسان ہے اور دلائل میں سے ایک یہ دلیل ہے کہ اس کا عزم تو دیکھتا ہے خواہ ملامت کرنے والا اسے ملامت ہی کرتا ہو وہ

اپنے حبیب کا فرمانبردار ہی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ایک دلیل ہے کہ وہ سمجھتا دکھائی دیتا ہے وہ کلام جو سائل کے پاس ملے۔

اور ایک دلیل ان دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی کچھ بھی کہتا ہو وہ بچا ہوا صاف حفاظت میں رہتا ہے۔

حکایت:- ایک جوان باغ کو پانی دے رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے گذرے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اپنی محبت میں سے ایک ذرہ محبت مجھے بھی عطا فرمائے۔ اسے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ایک ذرہ محبت کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ تو اس نے کہا پھر آدھا ذرہ ہی دے دے پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اے پروردگار تعالیٰ اپنی محبت میں سے نصف ذرہ اس شخص کو عطا فرما۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام رخصت ہو گئے۔ لمبے عرصہ بعد اس جوان شخص کے مکان پر سے آپ کا گذر ہوا تو اس کے متعلق دریافت کیا بتایا گیا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہوا ہے اور پہاڑوں پر چلا گیا ہوا ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی یا الٰہی وہ جوان مجھے دکھا دے۔ آپ کو نظر آیا کہ وہ پہاڑوں میں ایک اونچی چوٹی پر کھڑا ہے اس نے آسمان کی طرف منہ کیا ہوا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا لیکن وہ خاموش ہی رہا جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا میں عیسیٰ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو وحی فرمائی گئی کہ جس دل میں نصف ذرہ میری محبت سے ہوتا ہے۔ وہ کس طرح انسان کی بات سن سکتا ہے مجھے قسم ہے میری عزت اور جلال کی کہ تو اسے آرے کے ساتھ اس شخص کو اگر چیر بھی دے تو اس کو خبر بھی نہ ہوگی۔

جو شخص تین چیزوں کا دعویٰ کرتا ہو مگر تین چیزوں سے پاک نہیں۔ وہ دھوکے میں ہوتا ہے:-

(1) وہ ذکر اللہ سے حلاوت حاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ لیکن پھر بھی دنیا سے محبت رکھتا ہو۔

(2) عبادت میں اخلاص کا دعویٰ رکھے لیکن ساتھ یہ بھی چاہے کہ لوگ تعظیم بجا لائیں۔

(3) جو خود کو نہیں گراتا مگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

سیاتی زمان علی امتی یحبون خمسا وینسون خمسا۔ یحبون الدنیا و ینسون الاخرۃ و یحبون المال و ینسون الحساب و یحبون الخلق و ینسون الخالق و یحبون الذنوب و ینسون التوبتہ و یحبون القصور و ینسون المقبرۃ۔

(جلد ہی میری امت پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ پانچ چیزوں سے محبت کرنے لگیں اور پانچ کو بھلا دیں گی۔ دنیا کی حب ہو گی اور آخرۃ کو بھول جائیں گے۔ مال سے محبت کریں اور محاسبہ یاد نہ رکھیں گے۔ مخلوق سے محبت کریں گے اور خالق کو بھلا دیں گے۔ معاصی سے محبت کرتے ہونگے اور توبہ بھول جائیں گے۔ محلات انکو پیارے ہونگے اور قبرستان فراموش کر دیں گے۔

حضرت منصور بن عمار رحمتہ اللہ علیہ نے ایک نوجوان کو نصیحت کی اور یوں فرمایا اے جوان آدمی تیری جوان عمری تجھے دھوکہ نہ دے متعدد جوانوں نے توبہ کرنے میں تاخیر کر دی طول امل رکھی انہوں نے موت یاد نہ رکھی اور کہتے رہے کہ کل یا اس سے اگلے روز توبہ کر لوں گا توبہ سے غفلت کی یہاں تک کہ آخر کو قبت کے پیٹ میں اتر گیا مال اور غلاموں، والدین اور اولاد کوئی فائدہ نہ دے سکی۔ اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

(نہ مال اسے کوئی نفع دے گا اور نہ ہی اولاد سوائے اس کے کہ وہ قلب سلیم لیے ہوئے اللہ تعالٰی کے پاس آئے)۔

یا الٰہی ہم کو قبل از موت توبہ کر لینا ارزانی فرما اور غفلت سے ہم کو جگا دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت ہمیں عطا فرما۔ (آمین ثم آمین۔ مترجم)۔

اور از روئے ایمان یہ بات ہے کہ اسی دن اور اسی ساعت میں توبہ کر لی جائے اپنے معاصی پر شرمسار ہو جسقدر روزی دنیا میں میسر ہے۔ اس پر قانع ہو دنیا کے ساتھ زیادہ لگاؤ نہ رکھے اور اللہ تعالٰی کی عبادت خلوص کے ساتھ بجالائے۔

حکایت:۔ ایک منافق شخص تھا جو بڑا بخیل بھی تھا اپنی زوجہ کو اس نے قسم دی کہ اگر وہ خیرات دے گی تو وہ اس کو طلاق دے دے گا۔ پس ایک مانگنے والا اس کے

دروازہ پر آیا اور کہنے لگا اے گھر کے باشندو! مجھے فی سبیل اللہ کچھ دو اس کنجوس شخص کی بیوی نے تین روٹیاں دے دیں اچانک اس منافق بخیل سے اس فقیر کا سامنا ہوا تو بخیل نے دریافت کیا کہ کسنے تجھے روٹیاں دیں ہیں تو اس نے بتادیا کہ مجھے یہ فلاں گھر سے دی گئی ہیں۔ منافق نے گھر جا کر اپنی زوجہ کو کہا کیا تجھے میں نے یہ قسم نہیں دی تھی کہ خیرات کرے گی تو میں طلاق دے دوں گا۔ عورت نے جواب دیا کہ روٹیاں میں نے فی سبیل اللہ دی ہیں۔ منافق نے تنور کو خوب تپانے کے بعد عورت سے کہا کہ خود کو تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اس تنور میں ڈال دے۔ عورت نے اٹھ کر اپنے زیورات پہن لیے تو منافق نے زیورات اتارنے کے لیے کہا تو عورت نے اسے کہا کہ دوست اپنے دوست کی خاطر خود کو مزین کرتا ہے اور میں اس وقت حبیب کے ساتھ ملاقات کرنے والی ہی ہوں۔ پھر اس عورت نے خود کو جلتے تنور کے اندر پھینک دیا۔ منافق نے تنور کو اوپر سے ڈھانکا اور وہاں سے نکل گیا۔ اور تین روز گزر جانے کے بعد واپس آیا اور تنور کا منہ کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ عورت قدرت خداوندی سے بالکل سلامت ہے۔ وہ حیرت زدہ ہوا تو اس کو غیب سے آواز سنائی دی کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارے دوستوں کو آگ ہرگز نہیں جلاتی۔

حکایت:- حضرت آسیہ رضی اللہ عنھا فرعون کی زوجہ تھیں اور فرعون سے اپنا ایمان پوشیدہ رکھتی تھیں۔ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ آسیہ ایمان لائے ہوئے ہے تو آسیہ کو سزا دینے کا حکم جاری کر دیا اور قسم قسم کی سزائیں دی گئیں۔ اور فرعون ان سے کہتا تھا کہ اپنا دین چھوڑ دو مگر انہوں نے دین و ایمان ترک نہ کیا۔ بالآخر انکے بدن میں کیل ٹھونسے گئے اور پھر انہیں دین چھوڑنے کا کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ میرے بدن پر تو قابو پا چکا ہے لیکن میرا دل میرے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے میرے بدن کا ہر عضو بھی اگر کاٹ ڈالو گے تو بھی میرا ایمان و عشق اور زیادہ ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گذر آسیہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سے ہوا تو انکو آسیہ نے آواز دے کر پوچھا کیا میرا پروردگار تعالیٰ مجھ سے راضی ہے یا کہ ناراض ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے آسیہ اس وقت آسمانی فرشتے تیرے منتظر ہیں یعنی انکو تمہارا اشتیاق ہے اور فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ فخر فرما رہا ہے اب تو اپنی حاجت طلب کر یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو

کر تیری دعا قبول ہو جائے گی۔ پس آسیہ رضی اللہ عنہا نے یوں دعا کی:۔

رب ابن لی عندک بیتا فی الجنتہ و نجنی من فرعون و عملہ و نجنی من القوم الظلمین۔

(اے میرے پروردگار اپنے پاس میرے واسطے جنت میں ایک گھر بنا اور فرعون اور اسکے عمل سے مجھے چھٹکارا عطا فرما اور ظالموں کی قوم سے مجھے نجات عطا فرما)۔

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرعون نے اپنی زوجہ آسیہ رضی اللہ عنہا کے بدن پر چار کیل لگائے اور انکی چھاتی پر چکی رکھی اور اس کا چہرہ آفتاب کی جانب کیا۔ اس نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر دعا کی۔ رب ابن لی عندک بیتا فی الجنتہ (الآیتہ)۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے خوب نجات دی اور انکا مرتبہ جنت میں بلند فرمایا۔ وہ جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔ اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا اور امان الٰہی کی خواہش کرنا، اور آفتوں اور مصیبتوں میں رب تعالیٰ سے دعائے نجات کرنا صالحین کا طریقہ ہے اور یہ راستہ ایمانداری کا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم



باب نمبر 11

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت اور محبت

ارشاد الہی ہے۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

(اگر تم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا)۔

پس اے انسان اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا تجھ پر۔ یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت ہونے سے مراد ہے انکی فرمانبرداری اور اطاعت کی جائے۔ بندوں سے اللہ تعالیٰ کا محبت کرنا بندوں کو مغفرت کی نعمت عطا فرمانا ہے اگر بندہ یہ یقین کر لے کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو کمال حاصل ہے اور کسی کو نہیں اور جو میرے یا کسی دوسرے میں دکھائی دیتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے اور عطائے الہی ہے۔ تو محبت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے وقف ہو جائے گی اور بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرے اس کا قرب حاصل ہونے کا باعث بننے والے اعمال کرے اسی لیے محبت کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے، کہ عزم عبادت کرنا۔ تو لازما اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ پیروی کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عبادت کے طریق میں اور دوسروں کو عبادت کرنے کا حکم کرنے کے طریقے میں بھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بعض لوگوں نے زمانہ مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دوران کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہمیں اپنے رب تعالیٰ سے محبت ہے تو اس پر اس آیت پاک کا نزول ہوا تھا۔ اور حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ مجھے دوران خواب زیارت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نصیب ہوئی تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے بشر! کیا تجھ کو علم ہے کہ تمہارے وقت کے لوگوں میں تجھے کیوں اللہ تعالی نے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ تو آنجناب نے فرمایا اس واسطے ہے کہ تم صالح لوگوں کی خدمت بجالاتے ہو بھائیوں کو نصیحت کیا کرتے ہو۔ میرے دوستوں کے ساتھ اور میری سنت پر عمل پیرا ہونے والے لوگوں کے ساتھ تو محبت کرتا ہے اور تو خود بھی میری سنت پر عمل کرتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے میری سنت زندہ کی اس نے میرے ساتھ محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ اور آثار میں آیا ہے کہ خلق میں جب بگاڑ نمودار ہو جاتے اور طرح طرح کے مذاہب نمودار ہو جائیں تو اس دوران جو لوگ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وابستگی اختیار کر لیتے ہیں انکے واسطے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (شرعتہ الاسلام)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

کل امتی یدخلون الجنتہ الا من ابی قالوا من ابی قال من اطاعنی دخل الجنتہ و من عصانی فقد ابی کل عمل لیس علی سنتی فھو معصیتہ۔

میری تمام امت جنت میں جائے گی بجز اس کے جو انکاری ہوتا ہے صحابہ نے عرض کیا کون انکاری ہے۔ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا۔ جس نے میرا حکم نہ مانا وہ انکاری ہے۔ جو کام میری سنت کے مطابق نہیں وہ نافرمانی ہے)۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہے سمندر پر چلتا ہے یا وہ آگ کھالیتا ہے۔ یا اس طرح کے عجائب کرتا ہوا دیکھا جائے لیکن وہ جان بوجھ کر فرائض الہی میں سے کسی فرض کا تارک ہے۔ یا کوئی سنت ترک کرتا ہے۔ تو تم جان لو کہ وہ اپنے دعوی میں کذاب ہے۔ اور اس کا وہ فعل اسکی کرامت نہیں ہے بلکہ وہ استدراج ہے۔ اللہ تعالی ہم کو استدراج سے محفوظ رکھے۔ اور حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ہر وہ عمل غلط ہے جو اتباع سنت کے خلاف ہو۔ جیسے کہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے:۔

من ضیع سنتی حرمت علیہ شفاعتی۔

(میری سنت کو ضائع جس نے کر دیا اس پر میری شفاعت حرام ہو گئی)۔

حکایت:- ایک شخص نے ایک دیوانہ آدمی دیکھا مگر اس میں جہالت ظاہر نہ ہوتی تھی اس نے حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بتایا انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ اے بھائی اس کے تو چھوٹے بڑے اور عقلمند اور دیوانے قسم کے لوگ سب عاشق ہیں ایسے ہی دیوانوں میں سے ایک وہ بھی ہے۔

حکایت:- ایک مرتبہ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ بیمار پڑ گئے اس بیماری کی دوائی میسر نہ ہوئی نہ ہی اسکی وجہ ہی معلوم ہوئی انکا پیشاب جب ایک تجربہ کار حکیم کو دکھایا تو اس کو دیکھتا ہی چلا گیا پھر بولا یہ تو کسی عاشق شخص کا قارورہ ہے۔ یہ سن کر حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور ایک چیخ بلند کی انکے ہاتھ میں سے وہ قارورہ والی بوتل بھی نیچے گر گئی۔ فرماتے ہیں بعد میں جب میں واپس آیا تو حکیم کی بات میں نے استاد صاحب حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کو بتائی تو فرمایا کہ بڑا سمجھدار شخص ہے۔ تو میں نے پوچھا کیا پیشاب کو دیکھنے سے بھی محبت معلوم ہو جاتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں ہو جاتی ہے۔

اور حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جس وقت تجھے کوئی کہے کہ کیا تجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو تو چپ رہ کیونکہ اگر تو کہے گا نہیں ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر تو نے کہا کہ ہے تو محبوب جیسا تیرا وصف نہیں ہے۔ اس طرح کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہ لے لینا۔

اور حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے شخص کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا ہے اور جو عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم کرنے والے کی وہ اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم کرنے والا ہے۔

اور حضرت سہل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ قرآن حکیم سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم سے محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت ہونے کی علامت آپکی سنت سے محبت

ہوتا ہے اور سنت کی محبت ہونے کی علامت آخرت سے محبت ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے نفرت ہوتا ہے اور دنیا سے نفرت اور بغض ہونے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں سے اتنا کچھ ہی لیتا ہو جو آخرت کے واسطے زادراہ بنتا ہو۔

اور ابوالحسن زنجانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ عبادت کے اصل ارکان تین عدد ہیں۔ آنکھ، دل اور زبان۔ آنکھ برائے عبرت ہے دل برائے غور و فکر ہے اور زبان برائے صداقت اور تسبیح اور ذکر اللہ کے واسطے ہے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہیہ ہے:

اذکروااللہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ واصیلا۔

(اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا کرو اور اسکی تسبیح کرتے رہو صبح و شام)۔

حکایت:۔ حضرت عبداللہ اور حضرت احمد بن حرب رحمتہ اللہ علیہما دونوں اکٹھے ایک مقام پر چلے گئے وہاں زمین پر تھوڑی سی گھاس احمد بن حرب نے اکھاڑی تو حضرت عبداللہ نے ان کو فرمایا تم کو پانچ چیزیں ملیں۔

(1) اول یہ کہ اللہ سے تمہارا دل ہٹ کر گھاس کے ساتھ مشغول ہو گیا۔

(2) تو نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ دیگر فعل کی عادت نفس کو ڈالی۔

(3) تو نے ایسی راہ ڈال دی ہے جس کی دوسرے پیروی کریں گے۔

(4) اس اکھاڑی گئی گھاس کو رب تعالیٰ کی تسبیح سے تو نے روک دیا ہے۔

(5) تو نے خود پر روز قیامت اللہ تعالیٰ کی محبت قائم کی۔

(رونق المجالس)۔

اور حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے حضرت جرجانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ستو دیکھے ان کے ساتھ وہ اپنی بھوک رفع کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کھانا اور دیگر اشیا کیوں تناول نہیں کرتے تو فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ کھانا چبانے اور ستو کھا کر وقت گزارنے میں نوے مرتبہ تسبیح کہنے کا فرق ہے لہذا گزشتہ چالیس سال کی مدت سے میں نے روٹی کبھی نہیں چبائی۔

اور سہل رحمتہ اللہ علیہ پندرہ دنوں میں صرف ایک بار کھایا کرتے تھے۔ اور رمضان کا مہینہ آجاتا تھا تو ایک نوالہ سحری اور ایک نوالہ افطاری کے وقت کھاتے تھے۔ اور بعض اوقات وہ ستر یوم تک کھانا نہ کھاتے تھے اور کھانا اگر کھا لیتے تھے تو کمزور پڑ جاتے تھے اور

فاقہ کرتے تھے تو قوی ہو جایا کرتے تھے۔

اور حضرت ابو الحماد رحمتہ اللہ علیہ نے تیس برس کا عرصہ مسجد حرام میں گذارا مگر اس دوران کبھی ان کو کھانا کھاتے نہیں دیکھا گیا تھا اور بغیر ذکر اللہ کے انہوں نے کبھی کوئی گھڑی نہ گذاری تھی۔

حکایت:- حضرت عمرو بن عبید اپنے گھر سے صرف تین باتوں کے واسطے باہر آیا کرتے تھے۔

(1) نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے نکلتے تھے۔
(2) کسی بیمار شخص کی بیمار پرسی کرنے نکلتے۔
(3) اور یا کسی جنازہ میں شامل ہونے کے لیے نکلا کرتے تھے۔

اور آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اپنی عمر کا عمدہ حصہ چوری کرتے ہیں اور عمر پر ڈاکہ زن ہوتے ہیں۔ وہ عمر کی کچھ قیمت نہیں جانتے لئے یہ مناسب ہے آخرت کی خاطر خزانہ جمع کر لیتے جو باقی رہنے والا ہے۔

جس کو آخرت کی طلب ہو اس کو دنیاوی زندگی کی طرف راغب نہیں ہونا چاہیے تاکہ وہ صرف ایک فکر میں ہی رہا کرے اور اپنے ظاہر و باطن پر کنٹرول رکھے اس کے بغیر بہتر حال محفوظ نہیں ہو سکتا۔

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میں شروع شروع میں آنکھوں میں نیند کے غلبہ ہونے پر نمک بطور سرمہ ڈال لیا کرتا تھا اس سے معاملہ کچھ آگے بڑھ گیا تو شب بیداری کا اہتمام کر لیا اور اپنی آنکھوں میں نمک ڈال لیا کرتا تھا۔

حکایت:- ابراہیم بن حاکم رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب میرے والد پر نیند کا غلبہ ہوتا تھا تو دریا کے اندر داخل ہو جاتے تھے اور تیرنا شروع کر دیتے تھے تو دریا میں موجود مچھلیاں انکے گرد اکٹھی ہو جاتی تھیں۔ اور تسبیح کرتی تھیں۔

حکایت:- حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ سے نیند کو دور فرمادے پس انکو چالیس برس کی مدت میں نیند نہیں آئی تھی۔

حضرت حسن حلاج رحمتہ اللہ علیہ خود کو اپنے ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ عدد

بیڑیوں میں جکڑے رکھتے تھے۔ اور اس حالت میں بھی وہ ایک شب و روز میں ایک ہزار رکعت ادا کرتے تھے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سلوک کے شروع میں دو کان پر آتے تھے دروازہ دو کان کھولتے پردہ لٹکا دیتے اور چار صد نفل ادا کر کے پھر گھر لوٹ جاتے تھے۔ اور حبش بن داؤد رحمتہ اللہ علیہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز چالیس سال تک ادا کرتے رہے۔ پس صاحب ایمان کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے۔ جب وضو ٹوٹ جائے تو اسی وقت تازہ وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرے اور ہمیشہ قبلہ رو بیٹھنے کی کوشش میں رہے اور تصور رکھے کہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں اس طرح سے مراقبہ رکھے تاکہ ہر عمل میں سکون میسر ہو تکلیف کو برداشت کر سکے اور اپنے آپ میں عجب نہ ہونے پائے نہ ہی اپنے عمل پر مغرور ہو۔ کیونکہ عجب وصف شیطان ہے خود کو حقیر جانے نیک لوگوں کو نظر احترام سے دیکھے کیونکہ صالحین کی عزت نہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ صالحین کی رفاقت نصیب نہیں کرتا اور عبادت کی عزت و حرمت سے ناواقف شخص کے دل سے حلاوت جاتی رہتی ہے۔

لوگوں نے حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا اے ابو علی انسان کس وقت نیک ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب اسکی نیت میں نصیحت اور خیر خواہی ہو جاتی ہے۔ دل میں خوف ہو جائے اور زبان پر صداقت ہو جاتے اور اعضائے بدن نیک اعمال میں مشغول رہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واقعہ معراج کے دوران اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے احمد اگر تمہاری خواہش ہو کہ دنیا میں سب لوگوں سے بڑھ کر تقویٰ والے بن جاؤ تو دنیا سے رغبت ختم کر دو اور آخرت پر راغب ہو جاؤ۔ آپ نے عرض کیا کہ دنیا سے کیسے بے رغبت ہوں تو فرمایا دنیا میں سے اتنا ہی لو جو غذا اور لباس کے واسطے کفایت کرے کل کے واسطے جمع مت کریں ہر وقت میرا ذکر کرتے رہو پھر عرض کیا کہ ہمیشہ ذکر میں کیسے رہوں تو فرمایا۔ لوگوں سے علیحدہ رہو نماز کو ہی نیند جانو اور فاقہ کو ہی کھانا تصور کرو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

الزهد في الدنيا يريح القلب والبدن۔

(دنیا سے بے رغبت ہونا قلب اور بدن کا آرام ہے)۔

اور دنیا میں رغبت کے باعث غم واندوہ ہی ملتے ہیں۔ حب دنیا ہی ہر گناہ کی بنیاد ہے اور دنیا سے رغبت نہ ہونا ہر نیکی اور خیر کی بنیاد ہے۔

حکایت:- لوگوں کی جماعت کے پاس سے کوئی نیک شخص گذرا کیا دیکھتا ہے کہ ایک طبیب بیماریوں اور علاج کے بارے میں بیان کر رہا ہے۔ اس نیک شخص نے کہا اے طبیب تو بدن کی امراض کا علاج کرتا ہے۔ کیا دلوں کی مرض کا بھی تو علاج کرتا ہے۔ طبیب نے کہا ہاں میں کر سکتا ہوں۔ آپ مرض بیان کریں انہوں نے کہا دل پر گناہوں کی ظلمت چھا چکی ہے اور دل سخت ہو چکا ہے۔ کیا اس کا علاج ہے۔ طبیب نے جواب دیا علاج یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عجز وزاری کر۔ اس علام الغیوب سے شفائے دل اسی علاج سے ملتی ہے۔ پس اس نیک آدمی نے ایک چیخ ماری اور روتا ہوا واپس آگیا اور کہتا تھا کہ کیا ہی اچھا طبیب ہے میرے دل کا علاج صحیح بتایا ہے۔ طبیب نے کہا یہ ایسے شخص کے دل کا علاج ہے جو توبہ کر لے اور دل سے پروردگار تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو جائے۔

حکایت:- ایک شخص نے ایک غلام خرید لیا۔ اس غلام نے اسے کہا اے میرے آقا میری تین شرائط ہیں۔

(1) آپ مجھے نماز سے نہ روکیں گے جب نماز کا وقت ہو جائے۔

(2) دن کے دوران جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں مگر رات کے وقت کوئی حکم نہ فرمائیں گے۔

(3) میرے واسطے اپنے گھر کے اندر ایک کمرہ علیحدہ کر دیں اس میں میرے علاوہ دوسرا کوئی داخل نہ ہو۔

خریدار نے تمام شرائط منظور کر لیں پھر کہا کہ کمرے دیکھ لو غلام نے ایک خراب وخستہ سا کمرہ پسند کر لیا۔ مالک نے ٹوٹا ہوا کمرہ پسند کرنے کا سبب پوچھا تو غلام نے جواب دیا اے آقا کیا آپکو معلوم نہیں ہے کہ ٹوٹا پھوٹا کمرہ بھی یاد خدا کی وجہ سے باغ بن جایا کرتا ہے۔ پس وہ غلام دن کے دوران آقا کی خدمت بجالاتا تھا اور رات کو عبادت الٰہی کرتا تھا۔ ایک عرصہ گذر گیا ایک شب کو مالک اپنے گھر میں چلتا چلتا غلام کے کمرہ میں چلا گیا دیکھا کہ کمرے میں روشنی ہے۔ غلام سجدے میں پڑا ہوا ہے اسکے سر کے اوپر زمین

اور آسمان کے درمیان میں ایک روشن قندیل لٹک رہی ہے اور غلام اللہ تعالیٰ کی مناجات کر رہا تھا۔ اور نہایت زاری سے دعا مانگ رہا تھا۔ یا الٰہی تو نے میرے آقا کا حق اور دن کے دوران اسکی خدمت بجالانا مجھ پر لازم فرمایا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دن کو بھی رات میں بھی تیری عبادت میں میں رہتا۔ یا الٰہی میرے عذر کو قبول فرما۔ اسکے آقا نے اس کو دیکھ لیا تھا جب دن ہوا وہ قندیل واپس ہو گئی اور مکان کی چھت بدستور مل گئی۔ مالک نے واپس آ کر اپنی بیوی سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اگلی رات وہ زوجہ سمیت وہاں آیا کمرے کے دروازہ میں آ کر دیکھا کہ غلام سجدے میں ہے۔ اور اسکے سر پر لٹکتی ہوئی قندیل اسی طرح روشن ہے یہ دونوں دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے۔ جب دن چڑھا تو انہوں نے غلام کو طلب کیا اور اسے کہا کہ فی سبیل اللہ تم ہماری طرف سے آزاد ہو تاکہ جو عذر تم کرتے تھے وہ جاتا رہے اور تم عبادت الٰہی کے لیے بالکل فارغ ہو۔ غلام نے آسمان کی طرف دیکھ کر یوں کہا۔

یا صاحب السر ان السر قد ظھرا۔ ولا اريد حياتی بعد ما الشتهرا ان ظھرا۔

(اے صاحب راز اب راز افشاء ہو گیا اور راز افشاء ہونے کے بعد مجھے زندگی کی طلب نہیں ہے)۔

اسکے بعد اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا الٰہی میں تجھ سے موت طلب کرتا ہوں۔ پس وہ غلام اسی وقت گر پڑا اور مر گیا۔ نیک آدمیوں عاشقوں اور حق کو چاہنے والوں کے حالات ایسے ہی ہیں۔

اور زہر الریاض میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک دوست تھا۔ آپ کو اس کے ساتھ انس تھا۔ ایک دن دوست نے موسیٰ علیہ السلام سے استدعا کی کہ اللہ سے میرے حق میں دعا فرمائیں کہ مجھے اپنی معرفت عطا فرمائے جیسے کہ حق ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اسکے لیے دعا مانگی جو قبول ہو گئی۔ آپکا وہ دوست پہاڑوں میں چلا گیا جہاں جنگلی جانور تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ وہ غائب ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی میرا دوست غائب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ جو شخص میری معرفت کما حقہ سے بہرہ ور ہو جائے وہ مخلوق میں کبھی نہیں رہ سکتا۔

منقول ہے کہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک بازار سے گذرے ایک عورت ان سے آٹکرائی۔ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کی قسم مجھے وہ محسوس ہی نہیں ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سبحان اللہ آپ کا بدن میرے ساتھ ہے۔ مگر آپ کا دل کہاں ہے انہوں نے کہا اے میرے خالہ زاد اگر میرا دل ایک پلک جھپکنے کے برابر وقت کے لیے بھی کسی اور کے ساتھ بجز اللہ تعالیٰ کے مطمئن ہو جائے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہی نہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ اصل اور درست معرفت یہ ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت دونوں ترک ہو جائیں اور آدمی صرف مولا کریم کا ہی ہو جائے شراب عشق میں مدہوش رہے اور رویت الٰہی تک ہوش میں ہی نہ آئے (یعنی قیامت تک مراد ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ نور ہوتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا ومولینا محمد وعلی الہ واھل وبیتہ و اصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 12

ابلیس اور اسکی سزا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین۔

(پس اگر انہوں نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے)۔

پس اگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لیا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تو ایسے کافروں کو اللہ تعالیٰ ہر گز معاف نہ فرمائے گا۔ اور ان کی توبہ بھی قبول نہ کرے گا۔ جس طرح کہ ابلیس کی توبہ بھی قبول نہیں بوجہ اسکے کفر کرنے اور تکبر کرنے کے مگر آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہو گئی تھی۔ اس لیے کہ وہ اپنی خطا کو تسلیم کرتے تھے اور شرمندہ ہوتے تھے۔ انہوں نے خود کو ملامت بھی کی گو فی الحقیقت فعل آدم گناہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو معاصی سے معصوم ہیں ان سے گناہ واقع ہی نہیں ہوتا بمطابق قول صحیح قبل از نبوت یا بعد از اعلان نبوت۔ ہاں ایک طرح سے خطا ہے لہذا آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام نے یوں تسلیم کیا اپنی خطا کو:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔

(اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تو نے ہم کو معاف نہ فرمایا۔ اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے)۔

یوں وہ شرمسار ہوتے جلدی ہی انہوں نے توبہ کی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ بھی ارشاد الٰہی ہے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہوں۔ اور ابلیس نے اپنے گناہ کو تسلیم ہی نہیں کیا نہ ندامت ہی اسے ہوئی اسے شرم نہ آئی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی مایوس ہو گیا اور اس نے تو خوب تکبر بھی کیا۔ پس جس آدمی کا حال مانند ابلیس ہو گا۔ اس کی توبہ بھی قبول نہ کی

جائے گی اور جو آدم علیہ السلام کی حالت جیسی حالت میں ہو گا۔ اسکی توبہ قبول ہوگی پس جس گناہ کی بنیاد دراصل شہوت ہوگی امید ہے وہ معاف ہو جائے اور جس گناہ کی جڑ تکبر ہو گا کوئی امید نہیں کہ ایسا گناہ معاف ہو یہاں آدم علیہ السلام کی خطا شہوت کی بنا پر تھی (یعنی وہ پھل کھانے کی خواہش تھی)، جبکہ ابلیس کے گناہ کا باعث اس کا تکبر تھا۔

حکایت:- ایک مرتبہ ابلیس بارگاہ موسیٰ علیہ السلام میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ وہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت کے لیے چن لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہمکلام بھی ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ ہاں اب تیری خواہش کیا ہے اور تو کون ہے تو ابلیس نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ اپنے پروردگار سے کہہ دیں کہ اے اللہ تیری ایک مخلوق تیری بارگاہ میں توبہ کرنا چاہتی ہے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو فرما دو کہ میں نے تیرا سوال تسلیم کر لیا اور اس کو حکم کرو کہ وہ جائے اور آدم علیہ السلام کے مزار کے سامنے جا کر سجدہ کر دے اگر سجدہ کرے گا تو اسکی توبہ ہم قبول فرمائیں گے۔ اور اسکے معاصی کی مغفرت فرما دیں گے پس ابلیس کو ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے فرما دیا تو اس کو غصہ آیا اور تکبر کرتے ہوئے کہا اے موسیٰ میں نے آدم کو جنت میں سجدہ نہیں کیا تھا اب جبکہ وہ وفات یافتہ ہیں میں اسے کیونکر سجدہ کروں۔

نقل ہے کہ جہنم کے اندر ابلیس پر جب شدت عذاب ہوگی۔ اسوقت اس سے سوال ہو گا کہ عذاب الٰہی کیسا ہو رہا ہے۔ ابلیس جواب دے گا کہ شدید ترین عذاب ہے اس وقت اس کو بتائیں گے کہ آدم علیہ السلام جنت میں ہیں اب بھی انکو سجدہ کرتے ہوئے معافی طلب کر لو تاکہ تمہیں معاف فرمایا جائے مگر ابلیس وہاں بھی انکار ہی کرے گا۔ وہاں ابلیس پر دیگر اہل دوزخ کی نسبت ستر ہزار گنا زیادہ شدید عذاب ہو گا۔

اور ایک روایت یوں ہے کہ ابلیس کو اللہ تعالیٰ ہر ایک لاکھ برس کے بعد دوزخ سے نکالا کرے گا اور آدم علیہ السلام بھی باہر تشریف لایا کریں گے۔ ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا جائے گا کہ سجدہ کرے لیکن وہ انکار ہی کیا کرے گا۔ تو اسے دوبارہ دوزخ میں پھینک دیا کریں گے۔ پس اے بھائیو! اگر تمہیں اس پر ابلیس سے نجات درکار ہے تو تم مولا کریم کے ساتھ مل جاؤ اور اسکی ہی پناہ طلب کرو۔

اور روز قیامت ایک آتشین کرسی بچھائیں گے اس ابلیس علیہ اللعنۃ کو بٹھائیں گے۔ اسکی گدھے جیسی ہولناک آواز شیاطین اور کافر لوگ سنیں گے اور وہ جمع ہو جائیں گے۔ ابلیس کہتا ہو گا اے دوزخ والو آج تم نے کیسا پایا ہے کیا تم نے وہ کچھ پا لیا ہے جس کا وعدہ فرمایا تھا تمہارے رب نے۔ وہ جواب دیں گے رب تعالیٰ کا فرمایا ہوا حق ہے پھر ابلیس کہے گا۔ میں آج رحمت سے ناامید ہو گیا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم صادر کرے گا کہ ابلیس اور اسکے پیرو کاروں کو لوہے کی گرزوں کے ساتھ مارو پس ابلیس چالیس برس کا عرصہ دوزخ میں گرتا ہی رہے گا اور اس کو جہنم سے باہر آنے کا حکم کبھی نہ فرمایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دوزخ سے محفوظ رکھے۔ (آمین)۔ اور کہتے ہیں کہ روز قیامت ابلیس کو لائیں گے حکم کریں گے کہ آگ کی کرسی پر بیٹھ جائے اسکی گردن میں طوق لعنت پہنائیں گے پھر سزا دینے والے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ حکم کرے گا اس کو گھسیٹ کر کرسی سے نیچے اتار دو اور دوزخ میں ڈالو۔ فرشتے کوشش کریں گے کہ اسے پکڑ کر نیچے پھینکیں لیکن وہ نہ اتار سکیں گے۔ پھر جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا جائے گا کہ اپنے ساتھ اسی ہزار فرشتوں کو لیں اور اس کو کرسی سے اتاریں مگر وہ بھی یہ نہ کر سکیں گے۔ انکے بعد حضرت اسرافیل کو حکم ہو گا بعد ازاں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھی حکم دیا جائے گا۔ جبکہ ہر ایک کے ساتھ اسی ہزار فرشتے بھی ہونگے مگر پھر بھی ابلیس کو نہ اتار سکیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرماتے گا کہ میں نے جتنے کل فرشتے پیدا کیے ہوتے ہیں اگر اس سے دوگنا بھی ہو جائیں اور یہ کام کرنے کی کوشش کریں وہ اس کو نہ ہلا سکیں گے۔ کیونکہ اسکے گلے میں لعنت کا طوق پڑا ہوا ہے۔

اور مروی ہے کہ آسمان دنیا پر ابلیس کا نام عابد تھا دوسرے آسمان پر اس کا نام زاہد تھا تیسرے آسمان پر عارف تھا چوتھے آسمان پر ولی تھا پانچویں آسمان پر متقی سے موسوم تھا اور چھٹے آسمان پر خازن نام تھا ساتویں آسمان پر اس کا نام عزازیل تھا۔ جبکہ اس کا نام لوح محفوظ پر ابلیس درج تھا۔ اسے اپنے انجام کی خبر نہ تھی اسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے تو اس نے جواب میں کہا کہ کیا تو نے مجھ پر آدم کو فضیلت دے دی ہے۔ میں تو اس سے خود بہتر ہوں مجھے تو نے آتش سے پیدا کیا ہوا ہے اور اسکی تخلیق مٹی سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہوں۔

ابلیس نے خود کو بڑا گردانتے ہوئے آدم کی جانب اپنی پشت کر لی اور متکبرانہ انداز میں سیدھا کھڑا ہوگیا اور فرشتے ایک مدت تک سجدہ میں پڑے رہے پھر انہوں نے اپنے سر سجدے سے اٹھاتے دیکھا کہ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور ان کو سجدہ کرنے کی توفیق حاصل ہو گئی ہے تو وہ دوبارہ سجدہ شکر میں گر گئے۔ جبکہ ابلیس بد بخت اکڑ کر کھڑا رہا اور انکی طرف اپنی پشت کیے رکھی اس نے انکی اطاعت گذاری کی طرف نظر نہ کی اور اپنی نافرمانی پر ندامت بھی اس کو نہ ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بصورت چوپایہ تبدیل کر دیا اور مانند سؤر کے ہو گیا اس کا سر اونٹ کی طرح اور سینہ بڑے اونٹ کی کوہان جیسا اور اس کا چہرہ بندر جیسا اور دونوں آنکھیں لمبے سے چہرے پر کھلی پھٹی ہوئیں دکھائی دینے لگیں اسکے نتھنے کھلے سے بنائے۔ جس طرح پچھنے لگانے والے کا لوٹا اور ہونٹ بیل جیسے اور خنزیر کے دانتوں کی طرح اسکی ڈاڑھی باہر کی طرف نکلی نکلی سی کر دی گئی اس کی ڈاڑھی میں سات بال رکھے اور اس کو جنت میں سے باہر دھکیل دیا گیا اور آسمان سے بھی، آباد زمین سے دور ویرانوں کی جانب وہاں سے اس کو نکال دیا۔ اب یہ آباد مقامات میں چھپ کر آیا کرتا ہے۔ اس پر تا قیامت لعنت فرمائی گئی ہے اس لیے کہ یہ کافر ہو گیا ہے۔

پس غور کرو جو بہت ہی خوبصورت پروں والا اور علم والا اور فضیلت والا اور بڑا عابد اور مانند ملائکہ کے صالح اور فرشتوں میں سے سب سے بزرگ اور کروبیان کا سردار تھا۔ ان میں سے کچھ بھی اس کے کام نہ آیا کیونکہ اس نے تکبر کیا اس میں سب کے لیے بہت عبرت کا سبق ہے۔

اور مروی ہے کہ ابلیس پر جب بد بختی کا ورود ہو گیا تو جبریل اور میکائیل علیہما السلام کو رونا آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو تو عرض کیا کہ تیری جانب سے بد بختی وارد ہونے سے ہم اپنے آپ کو محفوظ نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بس اسی حال میں ہی تم رہو اور میری جانب سے کبھی بے فکر نہ ہونا۔

نیز مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ابلیس نے عرض کیا یا اللہ مجھے تو نے آدم کے باعث جنت سے خارج کیا تو مجھے اس پر مسلط نہ کرے تو مجھے اس پر کوئی قدرت نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مسلط ہے اس پر یعنی بنی آدم پر مگر انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ مزید تسلط عطا فرمایا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انسان کے ہاں

بچہ ایک ہو گا تو تیرے ہاں دو بچہ ہونگے۔ اس نے مزید تسلط کی درخواست کی تو فرمایا تیرا مسکن انکے سینے ہیں انکے اندر تو خون کی مانند جاری ہو گا۔ اس نے مزید تسلط مانگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اپنے پیدل چلنے والوں اور سواروں کے ساتھ ان پر جمع ہو یعنی اپنے سوار اور پیدل ساتھیوں کے ہمراہ ان کے خلاف مدد لے ان کے اموال میں تو حصہ دار بن جا یعنی تو انکو حرام کمائی کرنے پر تیار کر لے گا اور حرام میں صرف کرنے پر آمادہ کرے گا اور اولاد میں بھی تو شرکت کرے گا یعنی راغب کرے گا کہ حرام اوقات میں دخول کریں مثلاً حیض کے دوران وطی کرنا یا بچوں کے نام تجویز کرنے میں تو شریک رہے گا جیسے کہ عبدالعزیٰ وغیرہ نام رکھیں گے تو باطل دین انہیں دکھا کر بد کلام اور برے کاموں کے ساتھ انکو غلط راہ پر ڈالے گا۔ مثلاً جھوٹا وعدہ کرنا کہ یہ بت تم کو بخشوا لے گا۔ باپ دادے کی کرامات پر اعتماد رکھنا طول امل کے باعث توبہ میں دیر کرنا۔ یہ تہدید کی مانند ہی ہے جیسے کہ کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ جیسے تم چاہو کر لینا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب میری اولاد پر تو نے ابلیس کو مسلط کر دیا ہے۔ اب میں بغیر تیری اعانت کیونکر محفوظ رہ سکوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے جو بچہ پیدا ہو گا حفاظت کرنے والا فرشتہ بھی اسکے ساتھ ہی ہو گا۔ عرض کیا کچھ اور عطا فرمایا جائے ارشاد ہوا۔ جس وقت تک تیری اولاد کے جسم میں جان رہے گی اس پر توبہ کا دروازہ بند نہ کیا جائے گا عرض کیا کہ اور عطا فرما تو ارشاد ہوا میں ان کو بخشتا رہوں گا۔ مجھے ہرگز پرواہ نہ ہے (خواہ جسقدر بھی معاصی ہوں) پھر آدم علیہ السلام نے عرض کیا اب کافی ہے ابلیس کہنے لگا یا اللہ تو نے بنی آدم میں رسولوں کو مبعوث کیا ہے ان پر کتب کا نزول فرمایا ہے مگر میرے قاصد کون بنیں گے فرمایا جو کاہن ہونگے عرض کیا میرے پاس کیا کتب ہونگی فرمایا گودنے کے نشانات ہونگے۔ عرض کیا میرا کلام کیا ہو گا تو ارشاد ہوا کہ جھوٹ اس نے کہا کہ کونسی کتاب میرے پڑھنے کی ہوگی۔ فرمایا اشعار ہونگے (یعنی گانے وغیرہ)۔ پھر کہا میرا موذن کون ہے تو فرمایا باجہ ہو گا۔ پھر اس نے کہا میری مسجد کون سی ہوگی۔ تو فرمایا گیا کہ بازار اس نے کہا میرا گھر کیا ہو گا۔ فرمایا تیرا گھر حمام ہو گا پوچھا میرا کھانا کیا ہو گا فرمایا وہ چیز جس پر میرا نام نہ لیا جائے گا۔ پوچھا میں کیا پیوں گا ارشاد ہوا شراب ہوگی پھر پوچھا میرا شکار کیا ہو گا تو فرمایا

شکار تیرا عورتیں ہونگی۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ و اھل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 13

امانت

ارشاد الٰہی ہے:۔

انا عرضنا الا مانة علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها۔

(ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر ان سب نے امانت اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے وہ ڈر گئے) (یہاں امانت سے مراد ہے خلافت کی امانت)۔

مراد یہ ہے کہ بار خلافت کو اٹھانے سے آسمان و زمین اور پہاڑوں نے عذر پیش کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ امانت کو ادا کرنے کے قابل نہ ہونگے اور ڈرے کہ عذاب نہ آئے ان پر یا وہ ڈرے کہ امانت میں خیانت نہ ہو جائے۔ اس پر آیہ کریمہ میں امانت سے مراد ہے۔ عبادت اور فرائض کی انجام دہی جن پر ثواب و عذاب کا اطلاق ہوتا ہے۔

امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ صحیح قول کے مطابق امانت میں تمام اعمال دین شامل ہیں اور یہی جمہور کے نزدیک بھی ہے البتہ کچھ جزوی تفصیلات میں اختلاف موجود ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس سے اموال کی امانت مراد لی گئی ہے مثلاً امانات وغیرہ۔ انہی سے مروی ہے کہ اس سے مراد تمام فرائض میں اطاعت ہے اور مال کی امانت زیادہ شدید ہے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جنابت کا غسل بھی امانت ہی ہے (مراد یہ کہ ضروری ہے) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ بدن کے جملہ اعضاء یعنی آنکھ کان زبان شکم اور ہاتھ پاؤں تمام ہی امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم انکی نگہداشت کرو تو میں تمہاری حفاظت رکھوں گا۔ اور جس میں دیانتداری موجود نہ ہوگی اس کا ایمان کچھ نہیں ہو گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ آسمانوں زمین اور پہاڑوں کو جب

اللہ تعالیٰ نے امانت پیش فرمائی تو وہ بھی اور ان میں موجود سب چیزیں کانپ اٹھیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا عمل اچھا ہوا تو تم کو ثواب عطا ہو گا اور برا عمل ہوا تو عذاب دوں گا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا ہم میں اس امانت کو اٹھانے کی قوت نہیں ہے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی گئی اور انکو امانت پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے امانت کو اٹھالیا ہے اور یاد رہے کہ آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں کو امانت پیش کرتے وقت انکو اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی دیا گیا تھا۔ انکو قبول کرنے کا پابند نہ کیا تھا۔ اگر پابندی ہوتی تو امانت اٹھانے میں عذر پیش نہ کرتے۔ حضرت قفال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ آیت میں امانت پیش کرنا دراصل ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ اتنے بڑے جسیم و عظیم آسمان و زمین اور پہاڑ اگر شریعت کے مکلف کر دیے جاتے جس میں سزا و جزا ہے تو یہ حقیقت ہے کہ یہ سب چیزیں اس سے عاجز آ کر رہ جاتیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو شریعت کا پابند کر دیا اور فرما دیا ہے۔ **و حملها الانسان** (اور امانت کو انسان نے اٹھالیا)۔ مراد یہ ہے کہ عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے انکی اولاد کی روحوں کو نکال کر آدم علیہ السلام کے سامنے کیا تو اس وقت ان پر بار امانت پیش کیا گیا یہ بار خلافت اسوقت آدم علیہ السلام نے قبول کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

انه كان ظلوما جهولا۔

(بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے)۔

یعنی جب وہ امانت اٹھانے کا اقرار کر رہا تھا وہ خود پر بوجھ لاد رہا تھا مگر نہیں جانتا تھا کہ اس میں کیا خطرے ہیں اور پروردگار کا امر کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو یہ امانت پیش ہوئی اور انہیں فرمایا گیا اس میں جو کچھ ہے اس تمام کے ساتھ اس بوجھ کو برداشت کرو اگر اطاعت گذار رہو گے کہ تو تمہیں بخش دیا جائے گا۔ اور اگر حکم عدولی کے مرتکب ہوئے تو سزا ملے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ہے کہ انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا پھر رحمت الہیہ اگر نہ ہوتی اور انکو ڈھانپ نہ لیتی (تو نہایت خرابی ہوتی)۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے

انکی توبہ کو قبول فرمالیا انکو ہدایت فرمائی۔

اصل میں لفظ امانت ایمان سے مشتق ہے۔ جس نے امانت الٰہی کو محفوظ کر لیا اللہ تعالیٰ نے اسکا ایمان محفوظ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

لا ایمان لمن لا امانتہ لہ

(جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں)۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

ولا دین لمن لا عھد لہ

(جو عہد کو پورا کرنے والا نہیں اس کا دین نہیں)۔

اور ایک شاعر نے اس طرح سے کہا ہے:۔

تبالمن رضی الخیانتہ محیصا ان لا یری الا صریع حوادث

مازالت الارزاء ینزل بوسھا ابدالخادر ذمۃ او ناکث۔

(جو آدمی ازروئے لالچ خیانت پر راضی ہوتا ہو وہ چاہتا ہے کہ وہ بیوقوفوں جیسے حوادث ہی دیکھتا رہا کرے جو عیوب ہوں انکی نحوست وارد ہوتی ہی رہتی ہے جو کچھ فرائض بھی ترک کرتا ہو یا وعدہ شکنیاں کرتا ہو)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:۔

یطبع المؤمن علی کل خلق لیس الخیانتہ والکذب۔

(خیانت اور جھوٹ کو چھوڑ کر دیگر ہر عادت مومن میں ہونا ممکن ہے)۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

لا تزال امتی بخیر مالم تر الامانتہ مغنما والصدقتہ مغرما۔

(اسوقت تک میری امت بھلائی پر ہی ہوگی جب تک امانت کو غنیمت نہ گمان کرے گی اور صدقہ کو جرمانہ تصور نہ کرے گی)۔

نیز رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

ادالامانتہ الی من ائتمنک ولا تخن من خانک۔

(جو شخص تیرے پاس امانت رکھتا ہے وہ امانت اسے واپس کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرتا ہے تم اس کے ساتھ خیانت مت کرو)۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:۔

آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا ائتمن خان۔

(منافق کی تین نشانیاں ہیں بات جب کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اسکے پاس امانت رکھیں تو وہ خیانت کرتا ہے)۔

مراد یہ کہ جب اسکے پاس کوئی چیز یا کوئی بات امانت رکھی جاتی ہے وہ اسے لوگوں میں افشاء کرتے ہوئے خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اگر مال امانت رکھیں تو ادا کرنے سے انکار کرتا ہے یا اسکی حفاظت نہیں کرتا یا بلا اذن اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ پس امانت کو محفوظ رکھنا فرشتوں کا اور انبیاء مقربین اور رسولوں اور نیک لوگوں اور اہل تقویٰ حضرات کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان اللہ یامرکم ان تؤدو الامانات الی اھلھا۔

(تحقیق اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کردو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر مفسرین فرماتے ہیں۔

یہ شریعت کی اصل ہے اور اس آیت پاک میں عام مکلف حکام وغیرہ کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ پس حاکموں کے لیے ضروری ہے کہ مظلوم لوگوں سے انصاف کریں حق کو غالب رکھیں یہ ہی امانت ہے اور مسلمانوں کے بالخصوص یتیموں کے اموال کو محفوظ رکھیں۔ اور علماء کرام کے لیے ضروری ہے۔ کہ عام لوگوں کو علم سکھائیں یہ امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء کا انتخاب کر دیا ہوا ہے۔ کہ اس امانت کی وہ حفاظت کریں اور باپ کے لیے ضروری ہے کہ اولاد کی بہتر تربیت کرے اسکے ہاتھوں میں یہ امانت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ

(تم میں سے ہر ایک ذمہ دار سرپرست ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کے متعلق پوچھا جائے گا)۔

اور زہر الریاض میں ہے کہ روز قیامت انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لا کر کھڑا کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کیا فلاں شخص کی امانت تو نے واپس ادا کر

دی تھی۔ اور وہ جواب دے گا یا الٰہی نہیں پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو فرمائے گا اور وہ فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے دوزخ میں لے جا کر اسے دوزخ میں امانت دکھائے گا۔ وہ وہاں پر ستر سال کا عرصہ رہے گا حتیٰ کہ بالآخر اس میں وہ گہرائی میں چلا جائے گا پھر وہ وہاں سے امانت لے گا اور اوپر آئے گا۔ تو پاؤں پھسل جانے کے باعث پھر وہیں جا گرے گا اسی طرح پھر چڑھے گا اور پھر پھسل کر نیچے جا گرے گا۔ ایسے ہی چڑھنا اور گرنا جاری رہے گا۔ بالآخر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرمائے گا۔ اور صاحب امانت اس سے راضی ہو جائے گا۔

اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر بیٹھے تھے ایک جنازہ لایا گیا تاکہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ آنحضرت نے دریافت فرمایا کیا اس کے ذمہ کوئی قرض ہے بتایا گیا کہ نہیں ہے۔ آپ نے اسکی نماز جنازہ پڑھی بعد ازاں دیگر ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پھر پوچھا کہ اسکے ذمہ کوئی قرض ہے بتایا گیا کہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ کیا اس نے وراثت میں کچھ چھوڑا ہے۔ بتایا گیا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کا جنازہ تم پڑھو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اگر میں فی سبیل اللہ اس حال میں قتل کر دیا جاؤں کہ میں صبر کرتا ہوں اور محاسبہ کرتا رہتا ہوں۔ اپنی پیٹھ نہ پھیروں تو کیا میرے معاصی کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں پھر وہ آدمی واپس رخصت ہونے لگا تو آپ نے اسکو آواز دے کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شہید کا ہر گناہ معاف فرما دے گا۔ سوائے قرض کے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 14

خضوع و خشوع اور نماز کو پورا کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون۔

(وہ مومن لوگ کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں)۔

واضح رہے کہ کچھ علماء نے خشوع کے بارے میں کہا ہے کہ یہ قلب کے افعال سے ہے۔ جیسے خوف اور ڈر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہری اعضاء کیا فعل سے ہے جیسے سکون اور توجہ فضول باتوں کو ترک کرنا ہے۔

نیز علماء کے رائے خشوع کے متعلق مختلف ہے کہ کیا یہ بھی فرائض نماز سے ہے یا کہ فضائل و مستحبات سے ہے۔ فرائض میں شمار کرنے والوں کی دلیل اس حدیث پاک سے ہے:۔

لیس للعبد من صلاتہ الا ماعقل۔

(بندے کے لیے نماز سے اسی قدر حصہ ہے جتنا اس نے سمجھا)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

آقم الصلوۃ لذکری۔

(نماز قائم کرو صرف میرے ذکر کے لیے)۔

ولا تکن من الغفلین۔

(اور غافلوں میں سے مت ہو)۔

اور حضرت امام بیہقی نے محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز جب پڑھتے تھے تو اوپر آسمان کی جانب نظر فرماتے تھے۔ تو اس آیت کا نزول ہوا۔ مسند عبدالرزاق میں اتنا مزید ہے۔ کہ پھر آنحضرت کو

خشوع کا حکم فرمایا گیا۔ تو آپ نے سجدہ گاہ کی طرف اپنی نظر فرمائی۔

اور حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بجانب آسمان نظر اٹھائی تو اس آیت پاک کا نزول ہوا تو آنجناب نے سر نیچے کو جھکا دیا۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مثل صلوات الخمس کمثل نهر جار علی باب احد کم کثیر الماء یغتسل فیه کل یوم خمس مرات فهل یبقی علیه من الدرن شیئی۔

(پانچ نمازوں کی مثال اس طرح ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر بہہ رہی ہو اس میں پانی کثرت سے ہو وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے کیا پھر اسکے جسم پر میل باقی رہے گا؟)۔

اس سے یہ مفہوم ہے کہ نماز سے انسان معاصی سے پاک ہو جاتا ہے اور کبیرہ گناہوں کے سوا کوئی گناہ اس پر نہیں رہ جاتا۔ اور یہ درجہ اس وقت ملتا ہے۔ جب نماز دل کے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرے نماز میں دل حاضر رہے ورنہ وہ نماز واپس اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

من صلی رکعتین لم یحدث نفسه فیهما بشئی من الدنیا غفر الله ما تقدم من ذنبه۔

(جس شخص نے دو رکعت نماز پڑھی کہ ان میں دنیوی کوئی بات دل میں نہ لائی اسکے گذشتہ تمام معاصی بخش دیئے گئے)۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز فرض کر دی گئی۔ حج اور طواف کا حکم دیا گیا۔ حج کے مناسک تعلیم فرمائے گئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو پس اگر تیرے قلب کے اندر مذکور کی عظمت اور ہیبت جاگزیں نہ ہو جو کہ مقصود اور مطلوب ہے تو ذکر کی کچھ قیمت نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

من لم تنهه صلاته عن الفحشاء و المنكر لم یزدد من الله الا بعدا۔

(جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی سے روکتی نہ ہو اس کو بجز اللہ تعالیٰ سے دوری کے کچھ میسر نہیں ہوتا)۔

اور حضرت ابو بکر بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ اگر تیری خواہش ہو کہ تو اپنے مولا کریم کے پاس بلا اذن و بلا ترجمان جائے تو تیرا جانا ممکن ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس طرح یہ ہو سکتا ہے۔ تو فرمایا مکمل طور پر وضو کرو محراب (نماز کی جگہ) میں داخل ہو جاؤ تو گویا بلا اذن تو مولا کریم کے پاس چلا گیا ہے۔ پھر وہاں پر تو بغیر کسی ترجمان سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو شروع کر دے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔

اور ہم آنجناب سے باتیں کیا کرتے تھے اور جس وقت نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو آپ یوں ہوتے تھے جیسے ہمارے ساتھ انکی کوئی پہچان ہی نہ ہو اور نہ ہمیں ہی ان سے کچھ پہچان ہو انکی مشغولیت اللہ تعالیٰ کی عظمت کے باعث اس طرح کی ہوا کرتی تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی جانب نظر تک بھی نہیں ڈالتا جس نماز میں انسان کے جسم کے ساتھ اس کا دل حاضر نہیں ہوتا۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نماز میں قیام پذیر ہوتے تھے تو دو میل کے فاصلہ تک انکے دل دھڑکنے کی آواز سنی جاتی تھی۔ اور حضرت سعید تنوخی رحمتہ اللہ علیہ جب نماز ادا کر رہے ہوتے تھے تو بہتے ہوئے آنسو انکے رخساروں سے انکی ڈاڑھی پر گر رہے ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی دوران نماز اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکے دل میں اگر خشوع ہوتا تو اعضائے بدن بھی اسکے خشوع کرتے۔

اور نقل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کا آغاز کرتے تھے تو کانپ اٹھتے تھے اور چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا تھا جب پوچھا گیا۔ یا امیر المومنین آپ کو کیا ہوتا ہے تو آپ کہتے تھے اس امانت کی ادائیگی کرنے کا وقت آ چکا ہے۔ جسے آسمانوں اور زمین و پہاڑ پر پیش فرمایا گیا تھا تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ جبکہ میں نے اس کو اٹھالیا تھا اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے متعلق روایت ہے کہ وضو کرتے تھے تو رنگ

زرد پڑ جایا کرتا تو اہل خانہ پوچھتے تھے کہ آپ کو کیا ہے۔ کہ جب وضو کرتے ہو تو یوں ہوتا ہے۔ تو بتاتے تھے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اسکے بعد میں کس ذات کے حضور کھڑا ہونے والا ہوں۔

اور حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ نماز کا وقت ہو جانے پر میں مکمل وضو کر لیتا ہوں پھر وہاں پر آتا ہوں جس جگہ پر نماز ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے وہاں پر کچھ دیر بیٹھ جاتا ہوں تاکہ اعضائے بدن سکون پذیر ہو جائیں پھر نماز کے لیے قیام کرتا ہوں اور اس وقت میری حالت یوں ہوتی ہے کہ کعبہ میرے آگے ہوتا ہے اور پاوں تلے پل صراط ہوتا ہے میری دائیں جانب جنت ہوتی ہے اور بائیں جانب دوزخ ہوتی ہے۔ عقب میں ملک الموت کو کھڑا ہوا محسوس کر رہا ہوتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہی آخری نماز ہے میری۔ پھر خوف و رجا کے بین بین میں کھڑا ہوتا ہوں اور حق کے ساتھ پکارتا ہوں۔ اللہ اکبر پھر ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھتا ہوں عجز میں رکوع پذیر ہوتا ہوں۔ سجدہ خشوع کے ساتھ بجا لاتا ہوں اپنے بائیں چوتڑ پر بیٹھ جاتا ہوں بائیں پاؤں کو بھی بچھا لیتا ہوں اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھے ہوئے انگوٹھے کو قبلہ رخ ہی رکھتا ہوں اور پھر میں اخلاص پیدا کرتا ہوں۔ اسکے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ میری نماز قبول ہو گئی ہے یا کہ نہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمایا ہے۔ تفکر کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا ساری رات قیام کرتے رہنے سے۔ بہتر ہے کہ جس میں دل غفلت میں رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانہ آخر میں بعض لوگ میری امت میں سے ہونگے۔ وہ مساجد میں آئیں گے وہاں مجالس کا انعقاد کریں گے اور دنیا اور دنیا سے محبت کی بات کریں گے۔ انکے پاس نہ بیٹھو۔ اللہ تعالیٰ کو انکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو بتا دوں کہ لوگوں میں سے بدترین چور کون ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے فرمایا وہ جو نماز کا چور ہوتا ہے عرض کیا گیا کہ نماز میں چوری کیونکر ہوتی ہے تو فرمایا کہ وہ رکوع اور سجود مکمل طور پر نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت اولین محاسبہ نماز ادا کرنے والوں کا ہو گا۔ اگر اس کو مکمل کیا ہو گا تو دیگر امور کے حساب میں آسانی ہو جائے گی۔ اگر اس میں کمی ہوئی تو ملائکہ کو حکم ہو گا کہ دیکھیں میرے بندہ کے نوافل بھی ہیں ان نوافل سے اسکے فرائض کی تکمیل کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے بندے کو بہترین نعمت یہ حاصل ہے کہ اس کو دو رکعت نماز ادا کر لینا اسکے نصیب میں ہو جائے۔

اور جس وقت حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہوا کرتے تھے تو انکے پہلوؤں پر کپکپی ہوتی تھی ان کے دانت بھی بجتے تھے سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ اب امانت کو ادا کرنے کا وقت ہو گیا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ کیسے ادا کروں۔

حکایت:- حضرت خلف بن ایوب رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ وہ نماز میں قیام پذیر تھے کہ ایک بھڑ نے ان کو کاٹا خون نکل آیا مگر انہیں معلوم تک نہ ہوا حتی کہ ابن سعید آ گئے اور انہوں نے ان کو یہ بتایا تو پھر انہوں نے کپڑے کو دھویا ان سے کہا گیا کہ جب بھڑ آپ کو کاٹ رہی تھی اور خون بہنے لگا تھا اور آپ کو معلوم تک نہ ہوا یہ کیا معاملہ ہے، تو انہوں نے فرمایا۔ جو آدمی ملک جبار کے آگے حاضر کھڑا ہو موت اسکے عقب میں موجود ہو اسکے بائیں جانب دوزخ اور زیر پا پل صراط ہو کیا وہ اس طرح کی باتوں کو جان سکتا ہے؟

حضرت عمرو ابن ذر رحمتہ اللہ علیہ کو انکے ہاتھ پر آکلہ ہو گیا (آکلہ سے مراد یہاں پھوڑا ہے)۔ ابن ذر بڑے عبادت گذار اور زاہد شخص تھے۔ انکو اطبا نے کہا کہ ہاتھ کاٹ دینا لازم ہو چکا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کاٹ دیں۔ اطبا نے کہا کہ ہاتھ جب ہی کاٹا جا سکتا ہے جب آپ کو رسیوں سے باندھ لیا جائے گا تو فرمایا کہ نہیں بلکہ جب میں نماز پڑھنا شروع کر دوں گا تو تم میرے ہاتھ کو کاٹ دینا۔ پس جب انہوں نے نماز پڑھنا شروع کیا تو انکے ہاتھ کو کاٹا گیا اور انہیں معلوم تک نہ ہوا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اھل بیتہ و اصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 15

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سانس سے ایک سفید ابر پیدا فرما دیتا ہے اور اس کو حکم کر دیتا ہے کہ اس کو برسائے جب وہ برساتا ہے تو ہر وہ قطرہ جو زمین پر گرے اس سے سونا پیدا فرماتا ہے اور ہر وہ قطرہ جو پہاڑوں پر گرتا ہے اس سے چاندی پیدا فرماتا ہے اور ہر وہ قطرہ جو کافر پر گر جائے اس کی برکت کے باعث اسے ایمان عطا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔

(تم بہترین امت ہو ئیں کو لوگوں کی ہدایت کے لیے پیدا کیا گیا ہے)۔

اور حضرت کلبی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اس آیہ کریمہ میں اس امت کی فضیلت کو بھی دیگر امتوں کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے اور وضاحت کر دی گئی ہے کہ تمام دیگر امتوں سے یہ امت بہتر ہے اور امت کا پہلا حصہ اور آخری حصہ بھی اس بہتری سے تمام بہرہ ور ہیں مطلق طور پر۔ اور اس امت کے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کو بعد والوں پر فضیلت ہے اور اخرجت للناس سے مراد ہے کہ سب لوگوں کے واسطے فائدہ مند اور کار آمد ہے۔ اسے یہ امتیاز حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ۔

(تم امر کرتے ہو نیکی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو)۔

یہ مستانفہ جملہ ہے۔ اس میں ہے کہ امت کا بہتر ہونا اس وجہ سے بھی ہے کہ اس

میں مذکورہ بالا صفات ہیں اور اگر یہ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنے کے فعل کو ترک کر دینگے، تو فضیلت سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اس بنا پر انہیں بہتر بیان فرمایا ہے کہ یہ نیکی کا حکم کرتے ہیں برائی سے منع کرنے والے ہیں اور کفار کا مقابلہ کرنے والے ہیں تاکہ کافر لوگ اسلام میں داخل ہوں۔ پس یہ امت دیگر امتوں سے بڑھ کر نفع بخش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

خیر الناس من ینفع الناس و شر الناس من یضر الناس۔

(لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور لوگوں میں سے سب سے براوہ ہے جو لوگوں کو دکھ دیتا ہے)۔

اور جو تؤمنون باللہ فرمایا گیا ہے مراد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہو اور اسی عقیدہ پر قائم رہتے ہو اور اقرار بھی کرتے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ کیونکہ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رسول ہونے کا انکار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایماندار نہیں ہے۔ اس لیے کہ انکار کرتے ہوتے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی جانب سے معجزات دکھاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان۔

(جو کوئی تم میں سے برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ بدل دے اگر ایسا کرنے کی قوت نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ کرنے کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل سے اسے (برا جانے) اور ایمان کا سب سے زیادہ کمزور درجہ یہ ہے)۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ہاتھ کی قوت سے برائی کو مٹانا حکمرانوں کا کام ہے اور زبان سے برائی ختم کرنا علما کی ذمہ داری ہے اور دل سے برا سمجھنا عام لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ اور بعض نے یوں کہا ہے کہ جس شخص کو بھی اس پر قدرت حاصل ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ برائی کو بدل دے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

و تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

(اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور برائی اور ظلم میں تعاون نہ کرو)۔

کسی شخص کو کوئی کام کرنے پر رغبت دلانا نیکی کی راہ میں آسانی پیدا کر دینا اور جہاں تک ہو سکے برائی اور ظلم کے راستہ کو بند کر دینا یہ سب کچھ تعاون میں شمار ہوتا ہے۔

دیگر ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے اگر کسی بد عتی کو جھڑک دے اسکے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان وامن سے بھرپور کر دے گا اور جو بد عتی کی توہین کر دے اللہ تعالیٰ اس کو عظیم پریشانی سے حفاظت میں رکھے گا (یعنی قیامت کی پریشانی سے) اور جس نے نیکی کا حکم کیا اور بدی سے منع فرمایا وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اس کی کتاب کا بھی خلیفہ ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلیفہ ہے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ لوگو وہ زمانہ بھی آئے گا کہ نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے ممانعت کرنے والے شخص سے بڑھ کر گدھے کا مردار انہیں محبوب تر ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا الٰہی اپنے بھائی کو دعوت دینے والا اس کو نیکی کی ترغیب دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا شخص جو ہو اسکے لیے کیا جزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اسکے ہر ایسے عمل پر میں اسکے حق میں ایک برس کی عبادت رقم کرتا ہوں اور مجھے شرم آتی ہے کہ اس کو دوزخ کی آگ سے سزا دوں اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابن آدم تو مت ہو اس سے جو توبہ کرنے میں دیر کرنے والا ہے طول امل رکھتا ہے اور آخرت کی جانب بغیر عمل کے جانے والا ہے۔ باتیں عابدوں جیسی کرے اور عمل منافقوں کی مانند ہو اگر اس کو ملے تو اس پر قناعت پذیر نہ ہو اور نہ ملے تو صبر نہیں کرتا نیک لوگوں کا عاشق تو بنتا ہے لیکن ان میں سے ہوتا نہیں منافقوں سے متنفر تو ہوتا ہے لیکن خود بھی ان سے ہی ہوتا ہے نیکی کا حکم نہیں کرتا نہ ہی برائی سے روکتا ہے۔ برائی سے روکتا تو ہو مگر خود نہ رکتا ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں بعض لوگ تھوڑی عمر والے اور تھوڑی عقل والے ہوں گے وہ سب سے اچھی باتیں بتاتے ہوں گے۔ لیکن ان کے اپنے حلق سے اچھی بات نہ اترے گی وہ دین میں سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ معراج کی رات کو جب مجھ کو آسمان کی جانب لے جایا گیا تھا تو بعض آدمیوں کو میں نے دیکھا نکے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا۔ تو میں نے دریافت کیا۔ اے جبریل یہ کون لوگ ہیں انہوں بتایا، یہ خطبا ہیں آپکی امت میں یہ نیکی کا حکم کرتے تھے مگر خود کو بھول جاتے تھے جیسے انکے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:-

اتا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون-

(کیا تم خلق کو حکم کرتے ہو نیکی کا اور اپنی جانوں کو فراموش کر دیتے ہو اور تم کتاب کو بھی پڑھتے ہو کیا تمہاری عقل میں بات نہیں آتی؟)

یعنی کتاب بھی تلاوت کرتے ہو پھر بھی اس کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے ہو ان کا یہ حال تھا کہ صدقہ کرنے کا حکم تو کرتے تھے۔ لیکن وہ خود صدقہ نہیں کرتے تھے۔ پس اہل ایمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نیکی کا حکم کریں۔ برائی سے منع کریں اور خود کو بھی فراموش ہرگز نہ کریں۔ مراد یہ ہے کہ وہ خود بھی عمل پیرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

والمومنون والمومنت بعضهم اولياء بعض ء يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر-

(ایمان والے اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے)۔

اس آیہ کریمہ میں اہل ایمان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ نیکی کا حکم فرماتے ہیں۔ پس جو شخص نیکی کا حکم کرنا ترک کر دے۔ وہ بمطابق اس آیت کے اہل ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی۔ ترک امر بالمعروف کی اور فرمایا ہے۔

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ-

(وہ برائی سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے)۔

مراد یہی ہے کہ بعض منع نہ کرتے تھے بعض کو برائی سے۔ اور فرمایا ہے:-

لبئس ما کانوا یفعلون۔

(جو وہ کرتے تھے برا ہے)۔

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فرمایا تم نیک عمل کرنے کا حکم کیا کرو۔ ورنہ تمہارے اوپر کسی ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا اور تم میں سے نیک لوگ دعا مانگیں گے۔ لیکن وہ قبول نہ ہوگی وہ مدد طلب کریں گے مگر مدد نہ کی جائے گی اور معافی کی درخواست کریں گے مگر معافی نہ دی جائے گی۔

اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی پر عذاب نازل فرمایا۔ جس میں اسی ہزار نیک افراد موجود تھے انکے اعمال بھی انبیاء علیہم السلام کی مانند تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ کس وجہ سے تو فرمایا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ نہ کیا کرتے تھے نیکی کا حکم نہ کرتے تھے اور برائی کی بھی مخالفت نہ کرتے تھے۔

اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا شرک کے مرتکب لوگوں سے جنگ کے بغیر بھی جہاد ہے۔ تو فرمایا ہاں اے ابو بکر زمین پر اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے مجاہد لوگ بھی موجود ہیں۔ جو ایسے شہیدوں سے بھی افضل ہیں جو زندہ ہیں انکو روزی ملتی ہے یہ زمین کے اوپر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ملائکہ کے سامنے آسمان پر فخر کرتا ہے۔ انکے واسطے جنت کو مزین کیا جاتا ہے جس طرح کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاطر مزین ہوتی ہیں۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا۔ جو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ اللہ ہی کے واسطے محبت کرنے والے اور اللہ کے لیے دشمنی کرنے والے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بندہ ایسے بلند ترین مکان میں ہوگا جو شہیدوں کے مکانوں سے بڑھ کر بلند ہوگا۔ ہر مکان کے دروازے تین صد ہوں گے یاقوت اور سبز زمرد سے بنے ہوتے ہوں گے۔ ہر ایک دروازے پر روشنی ہوگی۔ ایسا بندہ تین سو حوروں کے ساتھ شادی کرے گا۔ وہ ازحد پاک اور حسن والی ہوں گی جس ایک کی

جانب جب وہ نظر کرے گا تو وہ کہے گی آپ نے فلاں روز نیکی کا حکم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تھا اور برائی سے روکا تھا۔ پس اس نے جب بھی کسی حور کو دیکھا تو وہ حور اس کو ایک اعلیٰ مقام بتائے گی۔ بایں سبب کہ اس نے نیکی کا حکم کیا ہو گا اور برائی سے منع کیا ہو گا۔

اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ کیا میرے واسطے بھی تو نے کوئی عمل کیا ہے تو عرض کریں گے۔ یا الٰہی تیرے واسطے میں نے نماز ادا کی روزہ رکھا تیرے لیے ہی سجدہ کیا تیری تعریف کی تیری کتاب کی تلاوت کی تیرا ذکر میں نے کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے موسیٰ نماز تیرے واسطے دلیل ہے روزہ تیرے واسطے جنت ہے۔ صدقہ تیرے واسطے سایہ ہے تسبیح بھی تیرے لیے جنت کے اندر درخت ہے میری کتاب کی تلاوت کرنا تیرے واسطے حور قصور ہے۔ میرا ذکر کرنا تیرے واسطے نور ہے تو نے میرے واسطے کون سا عمل کیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے اے میرے رب مجھے ایسا کوئی عمل بتائیں جو صرف تیرے واسطے بجا لاؤں فرمایا۔ اے موسیٰ کیا میرے واسطے تو نے کسی ولی کو دوست رکھا کیا میرے ہی لیے کسی کے ساتھ تو نے دشمنی روا رکھی۔ اب موسیٰ علیہ السلام جان گئے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی دشمنی رکھنا افضل ترین عمل ہے۔

اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند اللہ کون سا شہید افضل ترین ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ جو شخص کسی ظالم حکمران کے پاس جا کر اس کو نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کرے۔ اگرچہ اس کو وہ قتل ہی کر دے اور اگر قتل نہ بھی کرے۔ تو ازاں بعد اس پر بدی تحریر کرنے کی قلم نہ چلے گی۔ اور اگر وہ زندہ رہا تو بھی وہ (عاصی) زندہ نہ رہا۔ اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میری امت میں افضل ترین وہ شخص ہے جو کسی ظالم حکمران کے ہاں چلا جائے اور اسے نیک عمل کرنے کا حکم کرے اور برائی سے ممانعت کرے۔ تو وہ اسے قتل کر دے تو اس شہید کا جنت میں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان درجہ ہو گا۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ تیری قوم میں سے میں چالیس ہزار نیک لوگوں اور ساٹھ ہزار برے افراد کو ہلاک کر دینے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار یہ برے لوگ تو واقعی قابل ہلاکت ہیں۔ مگر یہ نیک لوگوں کو کیوں ہلاک فرمائے گا۔ تو فرمایا کہ وہ میرے نزدیک بوجہ غضب نہ ہلاک ہوتے بلکہ برے لوگوں کے ساتھ ان کا کھانا پینا ہوا کرتا تھا۔

اور روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم اس وقت نیک عمل کرنے کا حکم نہ کریں۔ تاآنکہ خود اس سب پر عمل پیرانہ ہو جائیں۔ اور کیا ہم برائی سے ممانعت نہ کریں تاآنکہ اس تمام سے ہم خود منع نہ ہو جائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نیکی کرنے کے لیے حکم کریں خواہ تم خود سب پر عمل پیرانہ ہو سکو اور بدی سے ممانعت کر، خواہ تم خود ابھی سب سے نہ بھی رک سکے ہو۔

اور سلف صالحین میں سے کسی شخص نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی آدمی نیک کام کرنا چاہے تو خود کو صابر رہنے کی عادت ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے صبر کا یقین (دل میں اپنے وہ) رکھے۔ جسے اللہ تعالیٰ سے ثواب کا یقین رہا وہ خلق سے تکلیف نہیں پائے گا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 16

عداوت شیطان

صاحب ایمان شخص کے لیے علماء اور صالحین کے ساتھ محبت رکھنا ضروری ہے۔ اس کو چاہیے کہ ان کی مجلسوں میں شامل ہوتا رہے اور اسلام سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرتا رہے۔ ان کی نصیحت پر عمل کیا کرے اور بداعمالیوں سے دور ہی رہے وہ شیطان کو اپنا دشمن ہی تصور کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا

(بے شک شیطان تم لوگوں کا دشمن ہے پس تم بھی اس کو دشمن ہی قرار دے دو)

یعنی شیطان سے عداوت کا اظہار تم عبادت الٰہی کر کے کرو اور شیطان کی اطاعت بذریعہ نافرمانی الٰہی مت کرو۔ خود کو شیطان سے محفوظ رکھو۔ کوئی بھی کام جب کرتے ہو تو اس کا اچھی طرح خیال رکھو کیونکہ کبھی شیطان بذریعہ ریا کاری حملہ آور ہوتا ہے۔ برائی کو حسین بنا کر پیش کیا کرتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق چاہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ کی راہ ہے پھر آپ نے اس کے دائیں اور بائیں متعدد لکیریں کھینچیں پھر ارشاد فرمایا۔ یہ سب راستے وہ ہیں کہ ان میں سے ہر راہ پر شیطان بیٹھا دعوت دیتا ہے اور پھر آپ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی۔

و ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔

(اور بیشک یہ میرا راستہ ہے سیدھا پس تم اسی پر چلو۔ اور راستوں پر نہ چلو کہ ان پر چلنے کے باعث تم اللہ کی راہ سے دور ہو جاؤ گے)۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے متعدد راستوں سے تنبیہ فرمادی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک راہب قوم بنی اسرائیل سے تھا۔ شیطان نے ایک لڑکی کا گلا گھونٹ کر اس کے اہل خانہ کے دلوں میں ڈال دیا کہ راہب کے پاس اس کا علاج ہے۔ پس راہب کے پاس وہ لڑکی کو لے کر گئے تو راہب نے اپنے پاس اس لڑکی کو رکھنے سے انکار کیا۔ لڑکی کے گھر والوں نے جب اصرار کیا تو راہب مان ہی گیا۔ اب لڑکی راہب کے ہاں تھی۔ وہ اس کا علاج کرتا تھا۔ شیطان راہب کے پاس آیا اور اس کو اس کے ساتھ مباشرت کرنے کی بات سجھائی اور اس کے سامنے رکھ دی اور راہب برے کام میں مشغول رہا۔ بالآخر راہب نے مباشرت کی تو وہ لڑکی حاملہ ہوئی۔ پھر راہب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ اب تو ذلیل ہو جائے گا۔ اس لڑکی کے گھر والے لوگ آ جائیں گے۔ لہذا تو اسے قتل کر دے۔ اگر انہوں نے دریافت کیا تو تو کہہ دے کہ وہ خود ہی مر گئی ہے۔ راہب نے اس کو قتل کیا اور دفن کر دیا۔ دوسری طرف لڑکی کے گھر والوں کے دلوں میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ راہب نے لڑکی کو حمل دیا ہے اور اس کو قتل کر کے دفن کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے آ کر لڑکی کے بارے میں دریافت کیا۔ راہب نے بتایا کہ وہ مر چکی ہے۔ لوگوں نے راہب کو پکڑ لیا تاکہ اسے وہ قتل کریں۔ اس وقت شیطان راہب کے پاس آ گیا اور کہنے لگا کہ اس لڑکی کا گلا میں نے گھونٹ دیا تھا اور میں ہی اس کے اہل خانہ کے پاس گیا تھا۔ اب تو میری بات کو تسلیم کر تو میں تجھے نجات دلا دوں گا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ تو شیطان نے جواب دیا تو مجھے دو مرتبہ سجدہ کر دے راہب نے ایسے ہی کر دیا تو پھر شیطان نے کہا میں بیزار ہوں تجھ سے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری ء منک

(منافقین کی) مثال شیطان کے مانند ہے۔ جب وہ انسان کو کہتا رہا کفر کر جب وہ کافر ہو گیا تو اس سے کہا مجھے تمہارے ساتھ کوئی سروکار نہ ہے)

منقول ہے کہ امام شافعی سے شیطان نے دریافت کیا کہ اس ذات کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے کہ جس نے جس طرح چاہا مجھے پیدا فرما دیا اور جس کام میں اس نے چاہا مجھے مشغول فرما دیا اب اگر وہ اس کے بعد چاہے تو مجھے جنت میں داخل فرما دے اور اگر چاہے تو مجھے جہنم رسید کرے۔ کیا یہ اس نے عدل فرمایا یا کہ ظلم کیا۔ امام صاحب نے اس بات

پر سوچا اور فرمایا۔ اے شخص اگر تجھے اس نے پیدا اسی طرح ہی فرمایا جیسے کہ تو نے خواہش کی تو اس نے ظلم کیا اور اگر اس طرح پیدا فرمایا جیسے کہ اس نے خود چاہا تو تجھے یاد رہے کہ اس سے کوئی پرسش نہ ہوگی جو کچھ بھی وہ کرے۔ شیطان نے یہ سنا تو پگھلنا شروع ہو گیا حتیٰ کہ ختم ہی ہو گیا۔ پھر شیطان کہنے لگا۔ اے امام شافعی یہ سوال پوچھ کر میں نے ستر ہزار عابدوں کے نام کو عابدوں کے عبودیت کے رجسٹر سے نکلوا دیا ہے۔ یاد رکھو کہ قلب ایک قلعہ ہے اور شیطان دشمن ہے۔ وہ قلعہ پر قابض ہو کر اس میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ پس دشمن سے یہ قلعہ اس طرح محفوظ ہو سکتا ہے کہ اس کے دروازوں کی حفاظت کریں اور تمام گزر گاہیں محفوظ رہیں۔ جسے حفاظت کرنا نہیں آتا وہ حفاظت نہیں کر سکتا۔ پس ضروری ہے کہ دل کو شیطان کے وسوسوں سے بچاتے رکھیں بلکہ ہر مکلف کے لیے فرض عین ہے اور جس چیز کے بغیر واجب پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے۔ پس جب تک شیطانی راہوں کا علم نہ ہو اس وقت تک شیطان کو دفع نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا ان گزر گاہوں سے آگاہ ہونا واجب ہے اور ان دروازوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ بندے کی یہ ہی صفتیں ہیں اور یہ متعدد ہیں جیسے کہ:۔

(1) غضب و شہوت:۔ انسان کی عقل پر غضب کا اثر جنون جیسا ہوتا ہے اور عقل ضعیف ہو تو شیطان کا لشکر حملہ کر دیتا ہے اور جس وقت انسان غصہ کرتا ہے تو اس کے ذریعے شیطان اپنا کھیل جاری رکھتا ہے جس طرح بچے گیند کے ساتھ کھیلا کرتے ہیں۔

اور منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایک نے شیطان کو کہا مجھے بھی دکھاؤ کہ تم ابن آدم کو کیسے مغلوب کرتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ بنی آدم کو غصہ اور شہوت کی کیفیت میں قابو کرتا ہوں۔

(2) حسد اور حرص:۔ ان کے سبب انسان کو ہر شے کی حرص لگ جاتی ہے۔ یہ چیزیں آدمی کو اندھا اور حریص بنا دیتی ہیں۔ شیطان کو گنجائش مل جاتی ہے کہ بوقت حرص و شہوت بندہ تک پہنچ جایا کرتا ہے خواہ وہ کیسا ہی برا اور بے حیائی کا عمل ہو۔

اور منقول ہے کہ جس وقت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوتے آپ نے ہر

جاندار چیز کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا جس طرح ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص بھی کشتی میں بیٹھا ہوا ہے لیکن آپ کی وہ پہچان میں نہ آیا تو آپ نے اسے کہا کہ تجھے کشتی میں کس نے آنے دیا؟ اس نے جواب دیا میں کشتی میں آپ کے صحابہ کے دلوں تک پہنچنے کے لیے اندر آیا ہوں۔ پھر ان کے دل میرے ساتھ ہوں گے اور ان کے بدن آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اسے نوح نے فرمایا کہ یہاں سے نکل جا اے دشمن خدا۔ تو ملعون ہے۔ ابلیس نے بتایا۔ میں پانچ باتوں کے ذریعے خلق کو ہلاکت میں ڈالتا ہوں۔ نوح کو اللہ تعالیٰ سے وحی فرمائی گئی کہ آپ کو تین باتوں کی حاجت نہیں تو اس کو کہہ دو کہ باقی دو باتیں تجھے بتا دے۔ نوح نے پوچھا کہ وہ دو باتیں کیا کیا ہیں۔ ابلیس نے جواب دیا کہ وہ ایسی دو باتیں ہیں کہ مجھے نہ جھٹلاتیں ان کی وجہ سے مجھے پیچھے ہی نہ چھوڑتا۔ وہ ہیں حرص اور حسد۔ ان سے ہی لوگ تباہ ہوتے رہے ہیں۔ حسد کی وجہ سے ہی میں بھی ملعون ہو گیا اور مردود ٹھہرا اور حرص کی وجہ سے ہی آدم کو جنت کے اندر پھل کھانے کی رغبت ہوئی تھی۔ اب میں بذریعہ حرص شکار کرتا ہوں۔

(3) پیٹ بھر کر کھانا خواہ حلال اور پاک ہی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیر ہو کر آدمی کھائے تو شہوتوں کو قوت ملتی ہے اور یہ شیطانی آلات ہیں۔

اور منقول ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے نمودار ہوا تو آپ کو نظر آیا کہ ہر شے سے بھرے ہوئے چھچے ابلیس کے بدن پر ہیں۔ آپ نے اس سے پوچھا یہ چھچے کیسے ہیں تو جواب دیا یہ شہوتیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہی میں بنی آدم کو شکار کیا کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ ان میں میرے واسطے بھی کوئی ہے تو اس نے کہا آپ بھی کبھی کبھی پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں۔ پھر آپ نماز کے وقت اور ذکر کے وقت خود کو بوجھل محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا کچھ مزید بھی ہے تو ابلیس نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا میرے واسطے منجانب اللہ تعالیٰ لازم ہو گیا کہ میں کبھی بھی سیر نہ ہوں گا۔ ابلیس کہنے لگا کہ مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے ضروری ہو گیا کہ کسی بھی مسلمان کو کبھی نصیحت نہ کروں۔

(4) زینت کرنا مکان، لباس اور گھر کے سامان کے ساتھ۔ بنی آدم کے دل پر جب اس کا غلبہ ہو تو اس غلبہ کو زیادہ کرتا ہے۔ وہ مکان تعمیر کرنے چھتوں اور دیواروں

کو مزین کرنے اور عمارت کو مزید وسیع کرنے میں اس کو مشغول رکھتا ہے۔ یہ چیز دل میں ڈالتا ہے کہ تیری عمر دراز ہے۔ پس وہ جب ان کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو ابلیس کو اس کے پاس بعد میں آنے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ بعض اس حال میں ہی مر جاتے ہیں جبکہ وہ راہ شیطان پر ہی ہوتے ہیں۔ خواہشات کے غلام ہوتے ہیں اس سے انجام مخدوش ہو جاتا ہے۔

(5) لوگوں سے لالچ ہونا:۔ حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ کے پاس ابلیس نمودار ہوا اور کہنے لگا۔ اے ابن حنظلہ میں ایک بات تجھے تعلیم کرتا ہوں اس کو یاد رکھنا تو آپ نے فرمایا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ ابلیس نے کہا کہ دیکھ تو لیں اچھی ہوئی تو لے لینا بری ہوئی تو چھوڑ دینا۔ اے ابن حنظلہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے رغبت کے ساتھ طلب نہ کرنا اور جس وقت آپ غصہ میں ہوں خود پر دھیان رکھنا کیونکہ جب آپ غضب میں ہوتے ہیں میں آپ پر غلبہ حاصل کرتا ہوں۔

(6) عجلت کرنا اور ثابت قدم نہ رہنا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جلد بازی منجانب شیطان ہوتی ہے اور تدبر کے لیے مہلت میسر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسان جب جلد بازی کرتا ہے اس دوران شیطان اس پر برائی کو چلاتا ہے کہ انسان کو سمجھ بھی نہیں آتی۔

منقول ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ابلیس کے لشکری اس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ آج بت گر گئے ہیں تو ابلیس نے کہا کہ کوئی بڑا واقعہ ہوا ہے۔ تم یہاں ہی ٹھہرو۔ وہ خود اڑ کر ویرانوں تک پھر آیا مگر کچھ نہ معلوم ہوا۔ بعد ازاں اسے پتہ چلا کہ عیسیٰ کی ولادت ہوئی ہے اور ہر چہار جانب سے ملائکہ گھیرا ڈالے ہیں۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو آکر بتایا کہ آج شب ایک نبی پیدا ہوا ہے۔ کوئی بچہ جب بھی کسی عورت کے ہاں پیدا ہو میں وہاں پر موجود ہوتا ہوں لیکن اس مقام پر میں حاضر نہیں ہوں۔ پس وہ اس شب کو بت پرستی سے ناامید ہو کر رہ گئے اور ابلیس نے کہا۔ اب تم بنی آدم کے پاس جلد بازی اور تساہل کے آلات لے کر جاؤ۔

(7) درہم و دینار اور اموال:۔ جیسے کہ زمین اور چوپائے اور دیگر سامان ہیں کہ ضرورت سے زیادہ جتنا جمع کیا جائے وہ سب شیطان کے رہنے کی جگہ ہے۔

حضرت ثابت بنانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ابلیس لعین نے اپنے چیلوں سے کہا کہ کوئی بڑا سا واقعہ رونما ہوا ہے جا کر معلوم کرو کہ کیا ہے؟ وہ چلے گئے اور ہر طرف پھر کر واپس آئے اور کہا کہ ہم نہیں جان سکے تو ابلیس نے کہا کہ میں معلوم کر کے تم کو خبر لا دیتا ہوں۔ پس وہ چلا گیا اور واپس آ کر بتایا کہ واللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ پھر شیطان نے اپنے چیلوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی طرف بھیج دیا۔ وہ جاتے تو تھے مگر ناکام ہی لوٹ آتے تھے اور آ کر بتاتے کہ ہم ایسی قوم کی رفاقت نہیں کر سکتے۔ پھر انہوں نے قصد کیا کہ نمازیں وسوسے ڈالیں مگر ناکام ہی رہ جاتے تھے۔ بالآخر ابلیس کہنے لگا تم منتظر رہو ممکن ہے ان پر اللہ فراخی دنیا کر دے۔ اس وقت ہم کامیاب ہو جائیں گے اور منقول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک پتھر کو اپنا تکیہ بنایا وہاں سے ابلیس کا گزر ہوا تو کہا اے عیسیٰ، آپ کو دنیا پر رغبت ہو گئی ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سر کے نیچے سے پتھر نکال پھینکا اور ابلیس کی جانب مار دیا اور فرمایا۔ لے جا اس دنیا کو بھی تو ہی لے لے۔

(8) بخل اور فقر و احتیاج کا خدشہ:۔ یہ دونوں باتیں انسان کو راہ خدا میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے سے رکاوٹ بنتی ہیں اور انسان کو ذخیرہ کرنے، خزانوں کو بھرنے پر راغب کرتی ہیں اور آخر پر عذاب الیم میں پہنچا دیتی ہیں۔ بخل کی ایک آفت یہ بھی ہے کہ آدمی ہمہ وقت بازار میں پھرتا رہتا ہے کہ مزید مال اکھٹا کرے۔ جبکہ شیطانی گھونسلے ہوتے ہیں یہ تمام بازار۔

(9) مذہبی تنفر، خواہشیں، دشمن سے کینہ رہنا اور ان کو بنظر حقارت ہی دیکھنا:۔ ان چیزوں کی وجہ سے عابد لوگ اور نافرمان لوگ بھی تمام ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ابلیس نے کہا۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو معاصی میں مبتلا کر دیا لیکن انہوں نے استغفار کے ساتھ تیری کمر کو توڑ دیا۔ پھر انہیں میں نے ایسے معاصی میں مبتلا کیا کہ وہ اب استغفار ہی نہیں کریں گے مراد یہ کہ خواہشوں میں مبتلا کیا ہے اور ملعون شیطان کی یہ بات سچی ہے۔ بندوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ خواہشیں اور ہوا و حرص وہ چیزیں ہیں

جو آخر کار گناہوں میں ہی دھکیل ڈالتی ہیں۔

(10) مسلمانوں سے بدظن رہنا۔ اس سے بھی خود کو بچانا لازم ہے۔ ایسے پوشیدہ امور کے متعلق دوسرے پر تہمت مت لگائیں کیونکہ کوئی شخص جب عیب جوئی کے لیے کسی پر تہمت لگائے تو اس کے باطن میں خباثت ہونا جان لو جو تہمت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس آدمی کے واسطے ضروری ہے کہ اپنے دل سے ان چیزوں کو مکمل طور پر خارج کر دے اور ذکر الٰہی کے ذریعے اپنے دل کا علاج کرے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کفار قریش نے صحابہ کرام کو جب ہجرت کرتے دیکھ لیا تو وہ جان گئے کہ آنحضرت کے صحابہ دوسروں کے ہو گئے ہیں لہذا انہیں مت جانے دو ان پر نگاہ رکھیں اور یہ بھی جان گئے کہ اجتماع کی صورت میں ان کے ساتھ جنگ کا بھی خدشہ ہے تو وہ کفار دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے۔ یہ گھر تھا قصی بن کلاب کا۔ وہاں پر جمع ہو کر یہ مشورے کر لیا کرتے تھے۔ اسی واسطے وہ دارالندوہ کہلاتا تھا۔ قریش وہاں پر ہی جمع ہو کر اپنا ہر فیصلہ کیا کرتے تھے اور چالیس سالہ قریشی کے علاوہ اس اجتماع میں دیگر کوئی شخص وہاں شامل نہ ہونے دیتے تھے۔ اب ان میں ابوجہل بھی شامل تھا چونکہ یہ سب وہاں پر بروز ہفتہ اکٹھے ہوا کرتے تھے لہذا کہا جاتا ہے کہ یہ دن مکر و فریب کا روز ہے۔ اب ان کے ساتھ ابلیس بھی داخل ہو گیا ایک نجدی بوڑھے آدمی کے روپ میں دروازہ پر ایک ہیبتناک صورت اور باوقار لباس میں ملبوس آ کھڑا ہوا۔ سر پر ریشمی ٹوپی تھی اور اوپر موٹا سا کمبل لیے ہوتے تھا۔ پوچھا گیا کہ کون ہے تو کہا کہ نجد سے ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ یہاں اس قسم کے مشورہ کے لیے آتے ہو تو میں آ گیا ہوں کہ تمہارا فیصلہ میں بھی سن لوں ممکن ہے میں بھی کوئی مفید رائے دے سکوں۔ اس کو لوگوں نے اندر آ جانے کی اجازت دے دی اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ ایک صد لوگ وہاں پر تھے اور ایک قول ہے کہ پندرہ آدمی تھے۔ ابوالبختری بدر کے دن قتل ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کو لوہے میں جکڑ دیا جائے۔ دروازوں کو بند کر دیں پھر انتظار کرو تاکہ یہ بھی اس انجام کو پہنچ جائے جو ایسے شاعروں کا حشر ہوتا رہا ہے۔ اس پر وہ بوڑھا بولا کہ یہ بہتر تجویز نہیں اگر اسے لوہے کی زنجیروں میں مقید کر دو گے اور دروازہ کو بند کر دو گے تو یہ کسی دیگر دروازہ سے نکل جائے گا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملے گا۔ پھر

تم پر حملہ آور ہو جانے کا خدشہ ہے اور تمہاری چیزیں تم سے چھین لے گا۔ پھر وہ تعداد میں زیادہ ہو جائیں گے اور تم شکست کھا جاؤ گے پس یہ اچھی رائے نہیں ہے۔ دیگر کوئی تجویز سوچ لو پھر اسود بن ربیعہ نے تجویز دی کہ ہم اس کو یہاں سے بلکہ اس علاقہ سے ہی جلا وطن کر دیتے ہیں۔ جہاں وہ چاہے چلا جائے۔ اس پر وہ ملعون بولا۔ واللہ یہ تجویز بھی بہتر نہیں ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہی ہے کہ وہ کتنا شیریں کلام و زبان ہے وہ دلوں کو مائل کر لیتا ہے۔ ایسے میں خطرہ ہو گا کہ دیگر کسی عربی قبیلہ کو اپنا ساتھی بنا لے اور اپنے تابع کر کے تم پر چڑھائی کر دے اور تم کو تمہاری اس سلطنت سے محروم کر دے پھر وہ جیسا چاہے گا تم سے سلوک کرے گا لہذا یہ رائے ٹھیک نہیں کوئی اور رائے سوچ لو اور بتاؤ۔ ابو جہل کہنے لگا۔ واللہ میں ایک تجویز دیتا ہوں۔ میرا گمان ہے کہ تم اس پر عمل پیرا ہو گے۔ وہ یوں کہ ہر قبیلہ سے ایک صاحب حسب و نسب طاقتور نوجوان لے لو۔ ہر جوان کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار دے دو پھر وہ تمام اکٹھے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیں اور یوں اسے قتل کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کر لو۔ اس کا خون بہا سارے قبائل پر تقسیم ہو گا اور بنو عبد مناف سارے قبائل سے جنگ کرنے سے رہے۔ ہم دیت ادا کر دیں گے۔ وہ بوڑھا بولا میرے نزدیک بہترین رائے یہی ہے۔ پس ان تمام لوگوں کا مشورہ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں۔ یہ عہد سب نے کر لیا اور رخصت ہو گئے۔

جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا حضور! آپ آج رات اپنے بستر پر مت سوئیں جس پر آپ آرام فرما ہوا کرتے ہیں۔ رات ہو گئی تو وہ لوگ آنحضرت کے دروازہ پر اکٹھے ہو گئے اور دھیان رکھا تاکہ جب آنجناب سوئیں گے تو یکدم حملہ آور ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ آنحضرت کے بستر پر سو جائیں۔ انہوں نے اپنے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ چادر لے لی جو بعد میں حضرت علی جمعہ اور عیدین کے وقت استعمال کیا کرتے تھے۔ پس وہ پہلے شخص ہیں جس نے فی سبیل اللہ اپنی جان کو پیش کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرماتے ہوئے خود کو آگے کر دیا۔ اس ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے ہیں۔

وقیت بنسفی خیر من وطی ء الثری

ومن طاف بالبیت العتیق و بالحجر

رسول الله خاف ان یمکرو بہ

فنجاہ ذوالطول الا لہ من المکر

و بات رسول الله فی الغار امنا

وفی حفظ الا لہ وفی ستر

(اس کی حفاظت میں نے اپنی جان کے ساتھ کی جو بہترین ہے زمین پر چلنے والوں میں۔ جس نے اللہ کے گھر کا طواف کیا اور چوما حجر اسود کو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول کو یہ خوف ہوا کہ اس کے خلاف لوگ مکارانہ تدبیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی اس کو دشمنوں کی مکارانہ چال سے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول نے غار کے اندر امن میں رات بسر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پردے کے اندر)۔

و بت اوا عیہم وما یتموننی وقد وطنت نفسی علی القتل و الاسر۔

(اور میں نے رات بسر کی دھیان رکھے ہوئے ان پر اور جو کچھ وہ کرنا چاہتے تھے اور میں نے خود کو قتل یا اسیر ہونے کے واسطے تیار کیا ہوا تھا)۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دروازہ سے باہر نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی آنکھوں کو محجوب فرما دیا تھا۔ حتیٰ کہ کسی نے بھی ان میں سے آنحضرت کو نہ دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں مٹی تھی انکے سروں کے اوپر آپ نے وہ مٹی پھینک دی اور اسوقت یہ آیہ کریمہ تلاوت کر رہے تھے (سورۃ یس کی ا۔ یس سے لے کر فاغشیناھم فھم لایبصرون، تک۔ پھر آپ چلے گئے جہاں آپ چاہتے تھے۔ وہ کہنے لگا یہاں تم کس کے منتظر کھڑے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے منتظر ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نامراد کیا ہے۔ واللہ وہ تو نکل کر جا چکے ہیں اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر وہ مٹی پھینک کر گئے ہیں۔ وہ تو رخصت ہو گئے ہیں۔ تمہارا اب یہاں پر کوئی کام نہیں ہے۔ یہ سنا تو ہر ایک نے سر پر

ہاتھ پھیرا تو مٹی تھی۔ پھر انہوں نے مکان کے اندر جھانکتے ہوتے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر پر آرام فرمارہے ہیں۔ اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چادر لی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ انہوں نے کہا یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہی سوتے ہوئے ہیں۔ اپنے اوپر چادر اوڑھ کر۔ پس وہ بدستور انکے انتظار میں پھر قائم ہو گئے۔ صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر پر سے اٹھے تو لوگ دیکھ کر کہنے لگے کہ رات کے وقت اس نے ہم کو درست ہی اطلاع دی تھی۔ اس ضمن میں درج ذیل آیت پاک کا نزول ہوا۔

واذیمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک۔ (الانفال ۳۰)

(کفار جس وقت آپکے متعلق تدبیر سوچ رہے تھے۔ کہ آپ کو قید کردیں یا قتل کر دیں)۔

شعر:

لا تجزعن فبعد العسر تیسیر
وکل شئی لہ وقت و تقدیر
وللمقدر فی احوالنا نظر
وفوق تدبیرنا للہ تدبیر

(پریشان نہ ہو تنگی کے بعد فراخی ہوتی ہے اور ہر چیز کے لیے ایک وقت اور اندازہ متعین شدہ ہے اور ہمارے حالات میں مقدر کے واسطے نگاہ ہے اور ہماری تدبیر کے اوپر اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا۔

(اور تو فرما دے اے رب۔ مجھے داخل فرما (مدینہ شریف میں) اچھی طرح سے اور مجھے (مکہ شریف سے) نکال نکالنا سچا اور اپنے پاس سے قوت کو میری مددگار بنا دے۔

بنی اسرائیل ۸۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا گیا کہ حضور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوست بنائیں اور حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے دریافت فرمایا کہ ہجرت میں میرا ساتھی کون ہو گا۔ اس نے عرض کیا کہ ابو بکر ہوں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وہاں سے نکل جانے سے حضرت علی کو مطلع فرمایا اور ان کو حکم بھی فرمایا کہ میرے بعد تم یہاں پر ہی رہنا اور جن جن لوگوں کی امانتیں میرے پاس پڑی ہوتی ہیں انہیں وہ لوٹا دینے کے بعد تم بھی آ جانا۔ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا ہے۔ اس روز ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا اور گرمی بہت تھی اور طبرانی میں اسماء رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہمارے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اور پھر شام کے وقت یعنی دن میں دو مرتبہ آیا کرتے تھے اور جس روز آپ ہجرت پذیر ہوتے اس دن آپ بوقت دوپہر تشریف لائے تھے تو میں نے والد صاحب سے کہا۔ اے ابا جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو ڈھانکے ہوتے آئے ہیں۔ آپ کبھی اس وقت اس سے پیشتر تشریف فرما نہیں ہوتے تو حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا۔ میرے ماں اور باپ ان پر نثار۔ واللہ آپ کسی خاص وجہ سے ہی اس وقت تشریف فرما ہوتے ہیں۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی تو ابو بکر صدیق فوری طور پر چارپائی سے اٹھے۔ پھر اس چارپائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور آپ نے فرمایا کہ جو بھی یہاں پر تمہارے پاس ہے اس کو یہاں سے باہر بھیج دو۔ مروی ہے کہ حضرت ابو بکر نے عرض کیا حضور یہ آپ ہی اہل یہاں ہیں یعنی عائشہ ہیں اور اسماء ہے رضی اللہ عنھما۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور کوئی اور تو دیکھ نہیں رہا ہے میری یہ دونوں بیٹیاں ہی موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ مکرمہ سے رخصت ہو جانے کا مجھے حکم فرمایا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر نے عرض

کیا۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان سواری کے واسطے یہ دو اونٹنیاں موجود ہیں جو آپ کو ان میں سے اچھی لگتی ہے وہ آپ پسند فرمالیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوں نہیں بلکہ میں قیمتاً لوں گا۔ دیگر ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو میں قیمت دے کر لوں گا۔ آنحضرت نے اس واسطے قیمتاً لی تاکہ فی سبیل اللہ ہجرت جان اور مال کے ساتھ ہو جاتے اور پوری پوری فضیلت ہجرت میسر ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ تیز تیز ہم نے تیاری کرلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے واسطے کھانا بنایا۔ وہ چمڑے کے ایک تھیلے میں رکھا۔ اور واقدی نے مزید نقل کیا ہے کہ کھانا بکری کے گوشت کا پکا ہوا تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق غارِ ثور میں چلے گئے اور تین راتیں وہاں پر ہی پوشیدہ رہے۔ ثور ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ کے قریب ہے۔ کسی زمانے میں اس پہاڑی پر ثور بن عبد مناف اترا تھا لہذا اسی نام سے وہ مشہور ہو گئی۔

اور منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق گھر کی پچھلی جانب ایک چھوٹے دروازہ کے راستے سے بوقت شب غار کی طرف رخصت ہوتے اور منقول ہے کہ ابوجہل ان دونوں کے قریب سے گزرا مگر اسے اللہ تعالیٰ نے نابینا کر دیا اور یہ رخصت ہو گئے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق کی دختر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میرے باپ پانچ ہزار درہم اپنے ساتھ لے کر رخصت ہوتے۔ قریش نے جب آنجناب کو نہ پایا تو مکہ کے ارد گرد آنحضرت کو ڈھونڈا۔ کھوج معلوم کرنے والے بھی بھیجے اور وہ پہاڑ تک جا پہنچے۔ ازاں بعد کھوج غائب ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں موجود تھے۔ اس ناکامی پر قریش کو بڑی پریشانی ہوئی۔ پھر انہوں نے ایک صد اونٹ اس کے لیے انعام مقرر کیا جو آنحضرت کو تلاش کرلے۔

قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ ثبیر نے آواز دے کر عرض کیا کہ آپ مجھ پر سے اتر جائیں کیونکہ مجھے خدشہ لاحق ہے کہ اگر آپ کو میرے اوپر قتل کر دیا گیا تو مجھ کو عذاب دیا جائے گا اور غار حرا نے آنحضرت کو ندا کی

کہ یا رسول اللہ آپ میری طرف تشریف لے آئیں۔

اور منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق جب غار کے اندر داخل ہو گئے تو اس غار کے منہ پر ام غیلان نام کا ایک درخت اللہ تعالیٰ نے اُگا دیا اور اس کے باعث کافروں کی نظر سے غار چھپ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو فرمایا کہ غار کے دہانہ پر جالا بنا دے۔ پھر دو عدد جنگلی کبوتریاں وہاں بھیج دی گئیں۔ انہوں نے غار کے منہ پر گھونسلا تیار کر لیا۔ یہ سب مشرکوں کو روکنے کا ذریعہ بن گیا تھا اور اس وقت حرم میں موجود کبوتر ان کبوتریوں کی ہی نسل سے ہیں۔ کتنا اچھا صلہ ملا کہ نسل بھی چلائی اور حرم میں ان کا ٹھکانہ بھی عطا کیا گیا۔ پس حرم کے کبوتروں کو اب کوئی بھی شخص ہرگز تکلیف نہیں دیتا۔ پھر قریشی جوان ہاتھوں میں ڈنڈے اور تلواریں لیے ہوتے وہاں پر آ گئے۔ دیکھا کہ غار کے دہانہ پر جنگلی کبوتریاں موجود ہیں تو وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے۔ پوچھا گیا کہ کیا کچھ دیکھا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ غار کے دہانہ پر دو کبوتریاں نظر آئی ہیں تو ہم جان گئے کہ اندر کوئی نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی گفتگو کو سن لیا۔ آپ جان گئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی وہاں سے ہٹایا ہے۔ لوگوں میں سے ایک کہنے لگا کہ غار کے اندر جاؤ اور دیکھو تو امیہ بن خلف نے کہا۔ غار کے اندر جانے کی ضرورت ہی نہیں وہاں تو مکڑی (اپنے جالے سمیت) ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے۔ اگر وہ اندر داخل ہوتے ہوتے تو مکڑی کے جالے ٹوٹ چکے ہوتے اور کبوتریوں کے انڈے بھی ٹوٹ چکے ہوتے۔ افواج کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے سے یہ طریقہ سب سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ غور کریں کہ درخت کا سایہ کیسے مطلوب پر ہوا۔ جستجو کرنے والے ناکام کر دیتے گئے۔ مکڑی نے آ کر تلاش کے راستے ہی کو بند کر دیا اور نہایت باریک پردہ جو اس نے قائم کیا کہ کھوجی لوگ اندھے ہو کر رہ گئے۔ بایں سبب اسے شرف نصیب ہوا۔ ابن نقیب نے کہا ہے۔

ودود القز ان نسجت صریرا
یجمل بسمہ فی کل شیی ء

فان العنکبوت اجمل منہا
بما نسجت علی راس النبی

(ریشم کا کیڑا ہے جس کے ریشم بنتا ہے کہ جو پہننے سے ہر چیز میں حسن آ جاتا ہے۔ پس مکڑی اس سے بڑھ کر خوبصورت ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پردہ بنا)

شیخین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اور ہم غار کے اندر تھے۔ کسی کی نظر ان میں سے اگر پاؤں کی جانب پڑی تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر!

ماظنک باثنین اللہ ثالثھما

(ان دو کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے)

کچھ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ جس وقت ابو بکر صدیق نے یہ بات کہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر ہم تک یہ لوگ پہنچ گئے تو ہم اس طرف سے نکل کر چلے جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق کو دوسری جانب سے غار میں کھلا راستہ دکھائی دیا کہ نزدیک سامنے سمندر دکھائی دیتا تھا اور اس کے کنارے پر کشتی بھی موجود تھی۔

اور حضرت حسن بصری نے روایت کیا ہے کہ ابو بکر صدیق جس شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہوئے تھے آپ بعض اوقات آنحضور کے آگے آگے چلتے اور کبھی آنجناب کے پیچھے پیچھے چلنے لگتے تھے۔ آنحضور نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا۔ جب مجھے تلاش کرنے والوں کا خیال آتا ہے تو میں آپ کے پیچھے ہو جاتا ہوں۔ پھر آپ کے آگے آگے چلتا ہوں کہ کہیں کوئی تاک لگائے نہ بیٹھا ہو۔ آنحضور نے فرمایا شاید تمہاری مرضی ہے کہ اگر کوئی ضرر پہنچے تو بجائے میرے وہ تم کو پہنچے۔ عرض کیا۔ ہاں یارسول اللہ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جب آپ غار پر پہنچ گئے تو عرض کیا۔ یارسول اللہ

آپ ذرا اسی جگہ توقف فرمائیں۔ پہلے میں غار کی صفائی کروں گا۔ پس آپ اندرونی جانب کو ہاتھ کے ساتھ ٹٹولتے ہوئے ہر محسوس ہونے والے سوراخ کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بھرتے جاتے تھے۔ اپنے سب کپڑے پھاڑ کر ختم ہی کر چھوڑے پھر بھی ایک سوراخ ابھی باقی رہ گیا۔ انہوں نے اس پر اپنی ایڑی رکھ دی اس لیے کہ کوئی موذی جانور وہاں سے نہ نکل آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ دے۔ ازاں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر داخل ہوئے اور اپنا سر مبارک حضرت ابو بکر صدیق کی گود میں رکھتے ہوئے سو گئے۔ اس دوران اس سوراخ میں سے کسی جانور نے ابو بکر صدیق کے پاؤں کی ایڑی پر کاٹا۔ پھر بھی انہوں نے حرکت نہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ نہ پڑیں مگر درد کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پڑے۔ آپ نے ان سے پوچھا۔ اے ابو بکر کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا حضور۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان مجھے کسی چیز نے کاٹا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو تکلیف رفع ہو گئی۔ اس ضمن میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

وثانیی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العد و بہ اذا صاعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا
من . الخلائق لم یعدل بہ بدلا

(اونچی غار کے اندر دو میں دوسرے جب پہاڑ پر چڑھے تھے تو تلاش میں دشمن تھے اور انہوں نے جان لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے برابر کل مخلوق بھی نہیں ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز جمعرات مکہ شریف سے نکلے تھے اور غار میں سے آپ سوموار کے دن باہر آئے تھے۔ آپ نے تین راتیں غار کے اندر بسر فرمائیں اور اس وقت ماہ ربیع الاول کا آغاز تھا اور آپ مدینہ منورہ کے اندر مورخہ 12 ربیع الاول بروز جمعہ تشریف فرما ہوئے۔

حکایت:۔ ایک زاہد شخص بیمار پڑ گیا۔ اس کا نام زکریا تھا۔ موت کا وقت آ پہنچا تو حالت نزع میں اس کا ایک دوست وہاں آ گیا۔ اس نے اسے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے مگر اس زاہد نے رخ کو پھیر لیا اور یہ نہ پڑھا۔ اس شخص نے پھر اسے کہا مگر زاہد نے دوسری مرتبہ بھی رخ کو پھیر لیا اور نہ پڑھا۔ پھر اس دوست نے اس کو تیسری مرتبہ بھی تلقین کی مگر اس نے نفی میں جواب دیا۔ پس اس کے دوست کو دکھ ہوا۔ کچھ دیر ہوئی تو زاہد کو افاقہ ہو گیا۔ آنکھیں کھول دیں اور پوچھنے لگا دوست سے کہ کیا تم نے مجھے کچھ کہا تھا۔ اس نے جواب دیا ہاں میں نے تین مرتبہ تیرے سامنے کلمہ پیش کیا تھا مگر دو مرتبہ تو نے اپنا رخ پھیر لیا تھا اور جب تیسری مرتبہ تجھے کہا تو نے انکار ہی کر دیا۔ اس پر زاہد نے کہا کہ اصل صورت یہ ہے کہ ابلیس علیہ اللعنۃ میرے پاس آ گیا تھا۔ وہ پانی کا پیالہ لیے ہوئے تھا۔ اس نے میرے پاس کھڑے ہو کر پیالے کو ہلانا شروع کیا اور مجھے کہا کہ کیا تم پانی چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا تو پھر کہہ دے کہ عیسیٰ بیٹا ہے اللہ تعالیٰ کا۔ میں نے اپنا رخ پھیر لیا۔ اس نے پاؤں کی جانب سے پھر آ کر کہا تو میں نے پھر رخ پھیر لیا۔ اس نے پھر تیسری مرتبہ وہی بات کہی تو میں نے جواب دیا کہ میں ہرگز نہ کہوں گا تو اس نے وہ پیالہ زمین پر پھینک دیا اور رخصت ہو گیا۔ میں نے ابلیس کی بات سے انکار کیا تھا تیری بات کو رد نہیں کیا۔ اب میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ کسی آدمی نے پروردگار سے دعا مانگی کہ مجھ کو ابن آدم کے دل میں دکھا دے کہ شیطانی وسوسوں کا طریق کار کیا ہے۔ اس کو خواب میں دکھائی دیا کہ ایک آدمی شیشے کی مانند ہے۔ اس کے اندر اور باہر سے سب کچھ دکھائی دیتا ہے اور مینڈک کی شکل میں شیطان اس کے کندھے اور کان کے درمیان میں بیٹھا ہوا ہے۔ پھر شیطان نے اپنی بڑی باریک سونڈ اس کے کندھے سے اس کے دل میں ڈال دی اور وسواس ڈالنا شروع کر دیا۔ جس وقت وہ ذکر الٰہی کرتا شیطان پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

یا الٰہی ہم پر مردود شیطان کو تسلط نہ دینا نہ ہی کسی حسد کرنے والے انسان کو ہمارے اوپر مسلط کرنا اور یا الٰہی اپنے رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے

وسیلہ سے ہمیں اپنے ذکر و شکر کی توفیق عطا فرما۔

اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد و علی آلہ واھل بیتہ واصحابہ و بارک وسلم۔

باب نمبر 17

امانت اور توبہ کا بیان

روایت ہے محمد بن منکدر سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوتے سنا کہ حضرت سفیان ثوری طواف کرتے تھے تو ایک آدمی دکھائی دیا جو اپنا ہر قدم اٹھاتے ہوئے یار کھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا تھا۔ میں نے دریافت کیا۔ اے فلاں تو نے تسبیح اور تہلیل کو ترک کر دیا ہے، اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہی پڑھتے ہو۔ کیا اس میں کوئی (خاص) بات ہے؟ اس نے کہا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کون صاحب ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں سفیان ثوری ہوں تو وہ کہنے لگا۔ اگر اپنے زمانہ کے آپ بہت بڑے عابد نہ ہوتے تو میں ہر گز اپنا راز آپ کو نہ بتاتا۔ پھر کہا کہ ایک مرتبہ میں اور میرا باپ بیت اللہ شریف کے واسطے نکل پڑے۔ ابھی ہم راہ میں تھے کہ میرا باپ بیمار ہو گیا۔ میں تیمارداری کرنے لگا۔ بالآخر وہ فوت ہو گیا اور چہرہ سیاہ ہو گیا۔ میں نے پڑھا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ پھر باپ کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔ مجھ پر نیند طاری ہو گئی تو میں اسی غم میں سو گیا تو دوران خواب ایک سب سے بڑھ کر حسین اور سب سے زیادہ پاک اور سب سے بڑھ کر صاف ستھرے لباس والا اور سب سے زیادہ خوشبو والا انسان دیکھا۔ وہ قدم اٹھاتا ہوا میرے والد کے پاس آ گیا (اور میرے والد کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر ہاتھ سے چہرہ کی طرف اشارہ کیا تو میرے باپ کا چہرہ سفید ہو گیا پھر اس نے کپڑا اوپر ڈال دیا ہے میں نے اس کا دامن پکڑا اور پوچھا۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندے تو کون ہے؟ کہ تیرے ذریئے دوران سفر میرے والد پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا تو نے پہچانا نہیں ہے مجھے؟ میں محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ میں صاحب قرآن ہوں۔ تیرے باپ نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا لیکن وہ مجھ پر بکثرت درود شریف بھی پڑھا کرتا تھا۔ اس پر وہ آفت وارد

ہو گئی تو اس نے میری مدد طلب کی اور جو شخص مجھ پر کثرت سے درود پڑھے میں اس کی مدد فرماتا ہوں۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھا اور دیکھا کہ میرے والد کا چہرہ سفید ہو چکا تھا۔

حضرت عمرو بن دینار نے ابو جعفر سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آنحضرت نے فرمایا

من نسی الصلوۃ علی فقد اخطئا طریق الجنۃ۔

(جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کی راہ کھو بیٹھا)۔

یہ یاد رہنا چاہیے کہ لفظ امانت امن سے مشتق ہے کیونکہ اس وصف کے باعث ہی آدمی حق سے دور ہو جانے سے امن میں رہتا ہے۔ اس کا الٹ خیانت ہے اور خیانت خون سے مشتق ہے یعنی نقص۔ جو آدمی کسی چیز میں خیانت کرتا ہے اور اس میں نقص پیدا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مکر اور دھوکہ اور خیانت کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اور ان پر زیادتی نہیں کرتا اور لوگوں سے بات کرتا ہے اور جھوٹ نہیں بولتا وہ ان سے ہے جو کمال مروت کے مالک لوگ ہیں۔ جن کی عدالت واضح ہے اور جن کی اخوت لازم ہے۔

ایک اعرابی شخص تھا۔ اس نے ایک قوم کی تعریف کی اور کہا۔ وہ امانت کو محفوظ رکھنے کے بڑے شیدائی ہیں۔ وہ کسی وعدہ وعہد سے پھرتے نہیں ہیں۔ کسی مسلمان کی تذلیل وہ نہیں کرتے اور ان کے ذمہ کسی کا حق واجب الادا نہیں ہے۔ پس وہ سب سے بہتر قوم ہے۔

اور اب میں یہ کہتا ہوں کہ اعرابی کی وہ تعریف کردہ قوم تو ختم ہو چکی ہے۔ موجودہ وقت میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے لباس میں اب بھیڑیے ہی بھیڑیے دکھائی دے رہے ہیں۔

بمن یثق الانسان فیما ینوبہ
ومن این للحر الکریم صحاب

وقد صار هذا الناس الا اقلهم

ذئابا علی اجسادهن ثیاب

(انسان کسی پر بھروسہ کرے جو آفت اس پر آتی ہے اس میں۔ اور کریم و شریف شخص کو کہاں سے دوست میسر ہوں۔ تمام لوگ بھیڑیے بنے ہوتے ہیں سوائے تھوڑے سے لوگوں کے جن کے بدنوں پر انسانی لباس ہیں)

اور دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے

ذهب الذین یقال عند فراقهم

لیت البلاد و مابها تتصلع

(ایسے لوگ جا چکے ہیں جن کے فراق میں کہتے تھے کہ کاش یہ شہر ویران ہو جاتے)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جلدی ہی امانت کو اٹھالیا جائے گا اور لوگ یوں بیع کرتے ہوں گے کہ ان میں امانت کی ادائیگی کرنے والا شخص کوئی نہیں ہو گا بلکہ کہیں گے کہ بنو فلاں میں ایک شخص امانتدار ہے۔

واضح رہے کہ توبہ کرنے کا وجوب آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وتوبوا الی الله جمیعاً ایها المؤمنون لعلکم تفلحون۔

(اے ایمان والو۔ تم تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی جانب توبہ کرو تاکہ تم فلاح پالو) (النور)

یہ ایک عام حکم فرمایا گیا ہے۔ دیگر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

یا ایها الذین امنوا توبوا الی الله توبة نصوحا۔

(اے ایمان والے لوگو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تم خالص توبہ کرو۔ (التحریم 8)

نصوح سے مراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پر خلوص توبہ کرنا ہے جو ہر نوع کے شرک وریا سے پاک ہو۔ نصوح کا لفظ نصح سے ماخوذ ہے اس ارشاد خداوندی سے فضیلت توبہ معلوم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إن الله یحب التوابین و یحب المتطهرین۔

تحقیق اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پسند کرتا ہے خوب پاک لوگوں کو۔ (البقرہ۔ 222)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

التائب حبیب الله والتائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

(توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے اور توبہ کرنے والا اس طرح کا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص توبہ کرتا ہے اس کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو اس آدمی سے بھی بڑھ کر خوشی ہوتی ہے جو کسی ویرانے میں موجود ہو اور جہاں ہلاکت ہی ہلاکت ہو اس کے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس پر کہ اس کے خوردونوش کا سامان رکھا ہوا ہو پھر وہ شخص سر رکھ کر سو جائے۔ جب وہ جاگے تو اس کی سواری کسی جگہ دور چلی گئی ہو۔ وہ اس کی جستجو کرے (لیکن اس کو وہ سواری نہ ملے) جس وقت گرمی و دھوپ میں تمازت ہو جائے جو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی زندگی کے اسباب منقطع ہو جائیں) اس وقت وہ شخص کہے کہ میں اسی مقام پر آتا ہوں جہاں پر میں تھا۔ وہاں سو جاتا ہوں حتیٰ کہ میں مر جاؤں۔ پھر اپنے بازو پر اپنا سر رکھتا ہوا وہ سو جاتا ہے۔ پھر جب وہ آنکھ کھولے تو اس کی سواری اس کے پاس ہی ہو جس پر اس کا کھانے پینے کا سامان رکھا ہے تو جتنی خوشی اس کو حاصل ہوتی ہے اس سے بڑھ کر خوشی مومن بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی تو ملائکہ نے انہیں مبارکباد کہا۔ حضرت جبریل اور میکائیل علیہما السلام بھی آئے اور کہا۔ آپ کی توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے۔ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں تو آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا۔ اے جبریل اس توبہ کے بعد اگر سوال ہو تو میرا مقام کیا ہے۔ اس پر آدم علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ سے وحی ہوئی۔ اے آدم تو نے اپنی اولاد کے لیے مشقت رکھ دی ہے اور میں نے توبہ کی وراثت ان کو عطا فرمائی ہے جو کوئی ان میں سے مجھ سے دعا مانگے گا میں وہ قبول کروں گا جس طرح تیری

توبہ کو قبول فرمایا اور جو مجھ سے معفرت طلب کرے گا اس پر میں بخل نہ کروں گا کیونکہ میں قریب و مجیب ہوں۔ اے آدم تائبین کو ان کی قبور سے میں یوں حشر میں لاؤں گا کہ وہ خوش اور ہنستے ہوں گے۔ ان کی دعا قبول کی جائے گی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ شب کے گنہگار کے واسطے دن ہونے تک اور دن کے گنہگار کے واسطے رات ہونے تک (اللہ تعالیٰ نے) ہاتھ پھیلایا ہوا ہوتا ہے اور اسی طرح ہی جب مغرب سے طلوع سورج ہو گا۔ (قیامت تک)۔

یہاں پر ہاتھ پھیلانے سے مراد ہے توبہ کا چاہنا۔؟ طلب ہو تو توبہ قبول ہو جاتی ہے اور اگر طلب ہی نہ ہو تو پھر توبہ کی قبولیت کیسے ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کبھی انسان ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں جا پہنچتا ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کس طرح؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت اس کا وہ گناہ اس کے دھیان میں رہتا ہے۔ وہ اس سے فرار کرتا ہے اور توبہ میں مشغول رہتا ہے۔ بالآخر وہ جنت میں جا داخل ہوتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کفارۃ الذنب الندامۃ (ندامت گناہ کا کفارہ ہے)۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ گناہ سے جو توبہ کر لیتا ہے وہ یوں ہوتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔

منقول ہے کہ بارگاہ رسالت میں ایک حبشی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا مجھے اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس وقت جبکہ میں عمل کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ تو حبشی نے ایک چیخ بلند کی اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح نکل گئی۔

مروی ہے کہ ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے ملعون قرار دے دیا تو ابلیس نے مہلت مانگی تو اسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے مہلت عطا فرمائی تو ابلیس نے کہا۔ مجھے قسم ہے تیری عزت کی میں بنی آدم کے دل میں سے (تیری اطاعت) کو نکالتا رہوں گا جب تک کہ اس میں جان رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے بھی میرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ جس وقت تک بنی آدم میں جان ہو گی میں اس پر توبہ کے دروازہ کو مسدود نہ

فرماؤں گا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نیکی برائیوں کو یوں ملیامیٹ کر دیتی ہے جیسے میل کو پانی صاف کر دیتا ہے۔

اور حضرت سعید بن مسیب نے روایت کی ہے کہ آیہ کریمہ انہ کان للاوابین غفورا (بے شک وہ بخش دیتا ہے رجوع کرنے والوں کو۔ (بنی اسرائیل 25) اس شخص سے متعلق نازل ہوئی ہے جو ارتکاب گناہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے پھر مرتکب گناہ کا ہوتا ہے۔ پھر توبہ کر لیتا ہے۔

اور حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے کہ ارشاد خداوندی ہے عاصیوں کو یہ خوشی کی خبر دے دو کہ انہوں نے توبہ کی تو وہ قبول کی جائے گی اور صدیقوں کو متنبہ کرو کہ ان کے بارے میں اگر میں نے عدل روا رکھا تو ان کو عذاب دیا جائے گا۔

اور حضرت ابن عمر نے فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرے پھر اسے یاد کر کے غم و اندوہ کا احساس کیا اور دل خوفزدہ ہوا اس کے اعمالنامہ میں سے گناہ مٹا دیا جائے گا اور کہا جاتا ہے کہ کسی بزرگ نے کوئی خطا کر لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر پھر تو خطا کرے گا تو تجھے عذاب کروں گا۔ اس نے عرض کیا اے میرے رب۔ تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں۔ مجھے قسم ہے تیری عزت کی تو اگر مجھے خطا سے محفوظ نہ کرے گا تو میں پھر خطا کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو حفاظت میں رکھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک آدمی نے گناہ کر لیا۔ کیا اس کی توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ آپ نے اپنا رخ پھیر لیا۔ پھر آپ نے دوسری مرتبہ اس جانب دھیان کیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے اور فرمایا۔ جنت کے بھی دروازے ہیں۔ وہ تمام کھلتے اور بند ہوتے ہیں سوائے توبہ کے دروازہ کے کیونکہ توبہ والے دروازہ پر ایک فرشتہ متعین شدہ ہے وہ دروازہ بند نہیں ہوتا لہذا نیک اعمال کیا کرو اور ناامید مت ہو۔

اور ایک بنی اسرائیلی جوان شخص بیس برس کا عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ اس کے بعد بیس برس تک وہ نافرمانی بھی کرتا رہا۔ پھر اس نے شیشہ میں خود کو دیکھا تو اس کی داڑھی میں سفید بال دکھائی دیتے تو اس نے اس کو برا جانا اور کہنے لگا۔ اے میرے

پروردگار بیس سال میں تیری عبادت کرتا رہا اور بیس برس میں نے نافرمانی کی اب اگر تیری طرف توجہ کروں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اسے کسی کہنے والے کی آواز سنائی دی مگر وہ دکھائی نہ دیتا تھا کہ تو نے ہمارے ساتھ محبت کی تو ہم نے بھی تیرے ساتھ محبت کی۔ ازاں بعد تو ہمیں چھوڑ گیا تو ہم نے بھی تجھے ترک کر دیا۔ تو ہماری نافرمانی کرتا رہا اور ہم نے تجھے مہلت دیئے رکھی۔ اب اگر توبہ کرتے ہوئے تو ہماری جانب آتا ہے تو ہم بھی تیری توبہ کو قبول ہی کریں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ کر لیتا ہے اور اس کی جو بداعمالیاں محافظ ملائکہ نے درج کی ہوتی ہیں ان کو وہ بھلا دیتا ہے۔ جن معاصی کا ارتکاب اس کے اعضاء نے کیا ہو وہ ان کو بھلا اور زمین کے اوپر جس جگہ پر اور زیر آسمان بھی جہاں گناہ کا مرتکب ہوا وہ بھی اس کو بھلا دیتے ہیں تاکہ روز قیامت وہ یوں آئے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز بھی بندے کے خلاف گواہ نہ ہو سکے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی اور فرمایا۔ تخلیقِ مخلوق سے چار ہزار برس قبل عرش کے گرد تحریر شدہ تھا کہ، اس کی معفرت کرنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور عمل صالح کرے اور پھر ہدایت پر عمل پیرا ہو۔ (طٰہٰ)

واضح ہو کہ ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے توبہ کرنا فرض عین ہے کیونکہ لگاتار صغیرہ گناہ کے ارتکاب کے باعث آدمی کبیرہ گناہ بھی کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

والذین اذافعلوافاحشۃاوظلموا انفسھم۔

(اور وہ لوگ جب کوئی فاحش کام یا اپنی جانوں پر زیادتی کر لیتے ہے۔ آل عمران 135)

اور توبۃ نصوح کا مطلب ہے آدمی ظاہر و باطن میں توبہ کرے مثلاً کہ کوڑے کے ڈھیر کے اوپر اگر کوئی کپڑا ریشم کا ڈال دیا جائے تو لوگ دیکھنے والے کہیں گے کہ کتنا اچھا ہے یہ۔ مگر جب کپڑا اٹھا دیا جائے گا تو لوگ ادھر سے منہ پھیر لیں گے۔ ایسے ہی خلق ظاہری اعمال کو ہی دیکھتی ہے مگر روز قیامت لوگوں کا باطن جب سامنے کر دیں گے تو

اس سے ملائکہ بھی اپنا منہ پھیر لیں گے۔

اور روایت ہے ابن عباس سے کہ متعدد توبہ کرنے والے قیامت کے دن اس طرح کے ہوں گے جو گمان کرتے ہوں گے کہ وہ تائبین ہیں جبکہ دراصل وہ توبہ کرنے والے نہیں ہوں گے یعنی انہوں نے توبہ کا طریقہ اپنایا ہی نہ ہو گا۔ ان کو ندامت نہ ہوئی اور نہ ہی انہوں نے ارادہ کیا کہ گناہوں سے باز رہیں۔ جن لوگوں پر انہوں نے زیادتی کی ان سے معافی نہ مانگی اور نہ ہی ان کا حق ادا کیا بایں شرط کہ یہ ہو سکتا تھا۔ ہاں جس نے کوشش تو کی اور ناکام ہوتے تو اہل حقوق کے لیے استغفار کیا تو پھر امید ہے کہ حقوق والوں کو خود اللہ تعالیٰ راضی کر کے اس کو ان سے نجات دلوا دے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ عظیم ترین آفت یہ ہے کہ گناہ کر لینے کے بعد بندہ توبہ کرنا بھول جائے۔ صاحب عقل کو خود کا محاسبہ کرنا چاہیے اور گناہ کو فراموش نہ کرے کسی شاعر نے کہا ہے۔

یا ایھا المذنب المحصی جرائمہ
لا تنس ذنبک واذکر منہ ماسلفا
وتب الی اللہ قبل الموت وانزجرا
یاعاصیاواعترف ان کنت معترفا

(اے گنہگار اپنے جرموں کو یاد رکھنے والے تو گناہ کو فراموش نہ کرنا اور گزشتہ کو یاد رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف قبل از مرگ توبہ کر لے اور تو متنبہ ہوا اے عاصی اگر اعتراف کرتا ہے تو گناہ کا اعتراف کر)

اور ابواللیث فقیہ نے سند کے ساتھ فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت عمر روتے ہوتے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ دروازہ پر موجود ایک نوجوان شخص ہے جس نے میرے دل کو جلا دیا ہے وہ رو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر اسے اندر آنے دو۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ اندر آیا تو رو رہا

تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوان تو کیوں روتا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے گناہوں کی کثرت نے رلایا ہے۔ میں خوفزدہ ہوں جبار تعالیٰ سے کہ میرے اوپر وہ غضب میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تو نے کسی کو قتل کیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر تیرے معاصی اللہ تعالیٰ بخش دے گا خواہ وہ سات آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں کے برابر بھی ہوں۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا گناہ تو اس سے بھی بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا کرسی سے بھی بڑا ہے تیرا گناہ؟ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میرا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا کیا عرش سے تیرا گناہ بڑا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ میرا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا کہ خدا؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا معفرت فرمانا۔ اس نے عرض کیا اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے اور بلند ترین ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ بڑا گناہ وہ رب عظیم تعالیٰ بخشتا ہے یعنی جو کہ سب سے بڑا در گزر فرمانے والا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اپنا گناہ مجھے بتا دو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ جناب سے حیا آتی ہے۔ آپ نے فرمایا تم بتاؤ۔ اس نے عرض کیا میں گزشتہ سات سال سے کفن چراتا رہا ہوں حتیٰ کے انصار میں سے ایک لڑکی مر گئی۔ اس کی قبر کو میں نے کھولا اور کفن چرا لیا اور میں ابھی کچھ دور ہی گیا تھا کہ میرے دل کے اندر شیطان نے برائی داخل کر دی۔ میں واپس آگیا اور اس لڑکی کے ساتھ میں نے جماع کیا۔ پھر میں تھوڑی ہی دور ابھی گیا تھا کہ وہ لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔ اے جوان ستیاناس تیرا کیا تجھے شرم نہیں آتی دیان (بدلہ دینے والا) سے کہ وہ بدلہ لے گا مظلوم کا ظالم سے۔ تو نے مجھے مردہ لوگوں کے لشکر میں سے برہنہ کر دیا ہے اور مجھ کو جنب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے اس کی گدی کو پکڑا اور فرمایا۔ او فاسق تو دوزخ کا کتنا حقدار ہے۔ دور ہو جا یہاں سے۔ پس وہ نوجوان وہاں سے توبہ کرتے ہوئے چلا گیا۔ وہ چالیس راتیں توبہ کرنے میں ہی مشغول رہا۔ پھر چالیس راتوں کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھا کر اس نے کہا۔ اے محمد اور آدم اور ابراھیم علیہ السلام کے خدا اگر تو نے مجھے بخش دیا ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کو مطلع فرما دے اور نہیں تو

مجھ پر آسمان سے آگ کی بارش کر دے اور مجھے اس کے ساتھ جلا دے اور مجھے آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا آپ نے مخلوق کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس نے پیدا فرمایا اور انہیں پیدا فرمایا اور روزی عطا کی۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نوجوان کی توبہ کو میں نے قبول فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان کو طلب فرمایا اور اس کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمالی ہے۔

حکایت:- جناب موسیٰ کے عہد نبوت میں ایک آدمی تھا جو توبہ پر قائم نہ رہتا تھا۔ توبہ کرتا تھا مگر توڑ دیتا تھا۔ موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میرے اس بندے کو اطلاع کر دے کہ میں اس پر غضب میں ہوں۔ یہ بات موسیٰ نے اس شخص کو پہنچا دی تو اس کو بہت غم ہوا اور وہ صحرا کی جانب نکل گیا اور کہتا تھا۔ اے میرے اللہ تعالیٰ کیا تیری رحمت ختم ہو چکی ہے یا کیا میری نافرمانی کے باعث تجھے کوئی نقصان پہنچا ہے یا کہ تیری معافی کے خزانے خالی ہو گئے ہیں یا کہ تو نے اپنے بندگان پر بخل کیا ہے؟ تیری قدیمی صفت عفو اور کرم کے مقابلے میں کونسا گناہ زیادہ بڑا ہے۔ یا اللہ میری صفات حادثہ میں سے کمینہ پن ہے۔ کیا میری یہ صفت تیری صفت پر غالب ٹھہری ہے۔ تو نے اپنے بندوں پر سے رحمت منقطع کر دی تو پھر کس سے وہ امید باندھیں گے۔ تو نے ہی ان کو مردود کیا تو پھر اور کون ہے جس کے پاس وہ جائیں گے۔ تیری رحمت کا اگر اختتام ہو چکا ہے اور مجھ کو عذاب دیا جانا اگر لازم ہی ٹھہرا ہے تو پھر اپنے سب بندوں کا عذاب مجھے ہی دے دے۔ ان کے عوض میں میں خود اپنی جان کو تیرے حضور پیش کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ اس آدمی کی طرف جا کر اسے کہہ دے کہ اگر ساری زمین کے برابر بھی تیرے گناہ ہیں تو بھی تیری

مغفرت فرماؤں گا کیونکہ تجھے میرا کمال قدرت اور کمال عفو ورحمت معلوم ہو چکا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے توبہ کرنے والے عاصی بندے کی آواز سے بڑھ کر محبوب اللہ تعالیٰ کو کوئی دوسری آواز نہیں ہے جو کہتا ہوا اے میرے پروردگار۔ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے میں تیرے سامنے ہوں طلب کر جو کچھ تجھے طلب ہے۔ میرے پاس تو اس طرح ہے جس طرح بعض میرے ملائکہ ہیں۔ میں تیری دائیں جانب، بائیں جانب، تیرے اوپر ہوں کہ تیرے دل کے بھی نزدیک ہوں۔ میرے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کی مغفرت فرمادی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے۔ اس طرح کے بندے بھی اللہ تعالیٰ کے ہیں جنہوں نے معاصی کے اشجار اگائے۔ پھر ان کو توبہ کا پانی دیا تو ان کو شرمساری اور غم و اندوہ کے پھل لگے۔ وہ دیوانے ہیں بلا کا دیوانہ پن اور وہ کم عقل دکھائی دیتے ہیں۔ بغیر کم عقلی۔ اصل میں وہی نہایت فصیح و بلیغ ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے صفا کا پیالہ نوش کیا اور لمبی مدت کی مصیبت میں صابر رہے۔ ان کے قلوب ملکوت میں لگ گئے اور جبروتی حجابات میں ان کے افکار چل رہے ہیں اور شرمندگی کے پتوں کے سائے میں ہیں۔ وہ معاصی بھرے اعمالنامے پڑھ چکے ہیں اور فریاد میں گڑگڑانے لگ گئے یہاں تک کہ وہ تقویٰ کی سیڑھی پر چڑھ کر زہد کی رفعت پر جا چڑھے۔ ترک دنیا کی تلخی کو شیریں خیال کرنے لگے۔ ان کے نزدیک سخت بچھونے نرم ہو گئے یہاں تک کہ ان کو نجات و سلامتی کی رسی پکڑ لینے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ بلندیوں میں ان کی روحیں پھرنے لگیں اور نعمتوں کے چمنستانوں میں ڈیرے جما لیے۔ وہ حیات کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے۔ جزع فزع کی جملہ کھائیوں، خندقوں کو بند کر دیا۔ خواہش کے پل پر سے گزر گئے اور بالآخر علم کے میدان میں داخل ہو گئے۔ ان کو حکمت سے سیرابی ہوئی۔ کشتی فطانت پر وہ چڑھ گئے۔ نجات کی ہوا کے ساتھ انہوں نے سلامتی کے سمندر میں لنگر اٹھا دیے اور راحت و سکون کے چمنستانوں میں عزت اور کرامت کے مقامات میں انکو رسائی حاصل ہو گئی۔

اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد وعلی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم۔

باب نمبر 18

فضائل رحم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جنت میں رحم کرنے والا ہی داخل ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم تمام ہی رحم کرنے والے ہیں تو فرمایا۔ رحیم وہ نہیں ہوتا جو خود پر ہی رحم کرتا ہو بلکہ رحیم وہ شخص ہے جو خود پر اور دیگر لوگوں پر بھی رحم کرتا ہے۔

خود پر رحم کرنے سے مراد ہے کہ ترک گناہ کرے اور توبہ کرے پر خلوص عبادات کرتے ہوئے خود کو عذاب خداوندی سے نجات دلانے کے لیے رحم کرے اور دوسروں پر رحم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ کسی مسلمان کو رنج نہ پہنچائے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔

(مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان لوگ محفوظ رہیں)۔

وہ چوپایوں پر رحم کھاتے یعنی انکی قوت سے زیادہ مشقت ان سے نہ لے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص راستے پر جاتا تھا۔ اسکو بڑی پیاس لگی ایک کنواں اسے دکھائی دیا۔ اس نے اس کنویں کے اندر اتر کر پانی نوش کیا پھر اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہے جو پیاس میں پریشان ہو رہا تھا۔ اس شخص نے محسوس کر لیا کہ وہ کتا بھی اسی کی مانند پیاس کی پریشانی میں مبتلا ہے۔ تو اس نے اپنے جوتے کو پانی سے بھرا اور کتے کو پکڑا اور اس کے آگے کیا کتے نے پانی پی لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ اس شخص کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی صحابہ نے عرض کیا ۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا چوپایوں پر رحم کرنے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے تو فرمایا۔ ہر تر جگر والی چیز میں اجر ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ ایک شب کو لوگوں کے حال سے آگاہی کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت فرما رہے تھے۔ تو انکا گذر (مسافروں) کی ایک جماعت پر ہوا۔ انہوں نے خطرہ محسوس کیا کہ ان کی کوئی چیز نہ چرالی جائے۔ پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو مل گئے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا یا امیرالمومنین آپ اس وقت یہاں پر کس غرض سے پھرتے ہیں تو فرمایا۔ میرا گذر اس قافلہ کے پاس ہوا۔ تو میں نے خطرہ محسوس کیا کہ یہ رات کو جب سو جائینگے تو انہیں چور پڑ جائیں گے لھذا آئیں ہم انکی نگہداشت کریں (عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ہم گئے اور ان اہل قافلہ کے نزدیک بیٹھے ہوئے نگہبانی کرنے لگے پس فجر ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکارا اے قافلے والو اب نماز کا وقت ہو چکا ہے اور آپ نے دیکھا کہ انہوں نے اٹھنا شروع کر دیا تو آپ رخصت ہو گئے۔

ہمارے لیے صحابہ کرام رضی اللہ علیھم کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ انکی تعریف ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی ہے۔ رحماء بینھم (وہ ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں رحم کرنے والے ہیں)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سب اہل اسلام پر اور ساری مخلوق پر رحم دل تھے۔ بلکہ وہ تو ذمی لوگوں پر بھی رحم کیا کرتے تھے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ ایک ذمی شخص کو آپ نے دیکھا جو لوگوں کے دروازوں پر گداگری کر رہا تھا۔ وہ بوڑھا شخص تھا آپ نے اسے فرمایا تیرے ساتھ ہم نے انصاف نہیں کیا ہے۔ جس وقت تک تم جوان رہے ہم تجھ سے جزیہ وصول کرتے رہے اور ہم نے آج تجھ کو ضائع کر دیا ہے۔ پھر آپ نے فوری حکم فرمایا کہ اس کو مسلمانوں کے بیت المال میں سے وظیفہ دے جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت میں فرمایا ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کجاوے کے اوپر دیکھا۔ جبکہ آپ صبح سویرے ہی ابطح کے علاقے میں تھے میں نے دریافت کیا یا امیرالمومنین اس وقت کس جگہ کو روانگی ہے۔ تو فرمایا کہ ایک اونٹ بیت المال سے گم ہو چکا ہے اسکی جستجو میں ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کے بعد ہونے والوں کے لیے آپ نے (سخت ذمہ داری کا بوجھ) ڈال دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا اے ابوالحسن تو مجھے

ملامت نہ کر۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنا نبی مبعوث فرمایا۔ دریائے فرات کے کنارہ پر اگر بکری کا بچہ بھی مر گیا تو اس کے بارے میں بھی روز قیامت عمر سے مواخذہ فرمایا جائیگا۔ کیونکہ جو حکمران مسلمانوں کو ضائع کر دے یا برباد کر دے اسکی کچھ عزت نہیں ہے۔ اور اس فاسق کی بھی کوئی عزت و حرمت نہیں ہے جو مسلمانوں کو خوفزدہ کرتا ہو۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت فرمایا ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے ابدالوں نے نماز کی کثرت اور روزوں کی کثرت کے باعث جنت میں داخل نہیں ہونا۔ بلکہ وہ اس سبب سے جنت میں داخل ہونگے کہ انکے دل پاک ہونگے۔ انکے نفس سخی ہونگے وہ تمام اہل اسلام پر رحم کرتے ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السموات۔

(رحم کرنے والے رحمان سے رحم کیے جاتے ہیں۔ رحم کرو ان پر جو زمین میں ہیں تو تم رحم کیے جاؤ گے اس سے جو آسمان میں ہے)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں فرمایا جاتا اور جو معاف نہیں کرتا اس کو بھی معاف نہیں کیا جاتا اور حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مسلمان کے حق چار ہیں۔ اول یہ ہے کہ تم پر لازم ہے کہ تم مدد کرو نیک کام کرنے والوں کی۔ دوم انکے خطا کرنے والوں کو معافی دو۔ سوم یہ کہ انکے مریضوں کی عیادت کیا کرو۔ اور چہارم یہ ہے کہ جو توبہ کریں انکے ساتھ محبت کیا کرو۔

اور منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے تو نے صفی بنایا اسکی وجہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری مخلوق پر تو رحم کرتا ہے اس وجہ سے۔

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ بچوں کے پیچھے جایا کرتے تھے۔ ان سے آپ چڑیاں خرید لیتے تھے اور آزاد کر دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے

اے چڑیو چلی جاؤ اور زندہ رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے اور محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ربط قائم رکھنے کے باعث ایماندار لوگ ایک جسم کی طرح ہیں کہ اسکے ایک عضو کو جس وقت رنج پہنچے تو اسکے باعث تمام جسم بخار اور بیداری کی وجہ سے (اس تکلیف میں) شامل ہوتا ہے۔

حکایت:۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا۔ وہ عابد تھا اس کا گزر ریت کے ایک ٹیلے پر ہوا۔ اس جگہ پر بنی اسرائیل کو سخت فاقہ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس شخص کو آرزو ہوئی کہ کاش آٹا ہو تو بنی اسرائیل پیٹ بھر کر کھالیتے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کو وحی فرمائی۔ کہ فلاں شخص ہے اسے فرمادیں کہ تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ اجر درج فرمایا ہے۔ کہ اتنا آٹا موجود ہو جس سے تو لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلا دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

نیتہ المؤمن خیر من عملہ۔

(مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے)۔

ایک روز عیسیٰ علیہ السلام باہر تشریف لے گئے تو ابلیس دکھائی دیا جو اپنے ایک ہاتھ میں شہد اور دوسرے میں راکھ اٹھائے ہوئے تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ شہد اور راکھ سے تم کیا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ غیبت کرنے والوں کو میں شہد کھلا دیتا ہوں اور یتامیٰ کے منہ پر راکھ مار دیتا ہوں تو بالآخر ان سے لوگ متنفر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص یتیم کے خور و نوش کا اہتمام کرے اور اس کو پناہ عطا کرے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جنت کو واجب فرمادیا۔

اور روضتہ العلماء میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا کھاتے تھے تو ایک ایک دو دو میل تک کسی کی جستجو کیا کرتے تھے۔ جو آپ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رونا آگیا۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا سات روز ہو چکے۔ میرے گھر مہمان نہیں آیا ہے۔ مجھے اب خدشہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ذلیل نہ فرمادیا ہو۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کسی بھوکے شخص کو جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کھانا کھلا دے۔ اس کے حق میں جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور کسی شخص سے جو آدمی کھانا روک لیتا ہے۔ روز قیامت اس پر سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل کو روک لیتا ہے اور اس کو آگ کا عذاب دے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔

السخی قریب من اللہ قریب من الجنتہ قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنتہ بعید من الناس قریب من النار۔

(سخاوت کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ جنت کے قریب ہوتا ہے۔ لوگوں کے قریب ہوتا ہے۔ دوزخ سے دور رہتا ہے اور کنجوس شخص اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ جنت سے دور ہوتا ہے۔ لوگوں سے دور ہوتا ہے اور جہنم کے قریب ہوتا ہے)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جاہل سخی شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب تر ہوتا ہے عابد بخیل شخص کی نسبت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت چار شخص ہونگے جو بلا حساب جنت میں چلے جائیں گے۔ عالم اپنے علم پر عمل پیرا ہونے والا۔ دوسرے وہ حج کرنے والا جو دوران حج کوئی بے حیائی اور برا کام نہ کرے اور فوت ہو جائے۔ سوم ایسا شہید شخص جو کلمہ اسلام کی سربلندی کی خاطر جنگ کے میدان میں شہادت پائے۔ اور چوتھا وہ سخی شخص جو حلال مال کما کر بلا کسی ریا کے فی سبیل اللہ صرف کرے اور وہ یہ جھگڑا نہیں کریں گے۔ کہ ان میں سے کون جنت میں پہلے جائے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے بندے بھی موجود ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مفاد کے پیش نظر انعامات عطا کرتا ہے۔ پس جو ان فائدوں میں بندوں کے ساتھ کنجوسی سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ فوائد اس سے کسی اور کو عطا کر دیتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ سخاوت ایک شجر ہے۔ اشجار جنت میں سے۔ اسکی شاخیں زمین تک لٹکتی ہیں۔ جس نے ایک شاخ کو بھی ان میں سے پکڑ

لیا۔ اس کو وہ شاخ جنت میں لے جائے گی۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم زیادہ افضل عمل کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا صبر اور سخاوت۔

اور حضرت مقدام بن شریح نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے گذارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے اس طرح کا عمل بتادیں جو مجھ کو جنت میں داخل کرادے۔ آنحضور نے فرمایا۔ جن امور سے جنت واجب ہوتی ہے ان میں سے کھانا کھلانا، سلام پھیلانا اور حسن کلام سے کام لیا جانا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 19

خضوع و خشوع کا ہونا نماز میں

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آسمان پر چارپائی کے اوپر ایک فرشتہ کو میں نے دیکھا تھا۔ جس کی خدمت میں مزید ستر ہزار فرشتے اسکے گرد حاضر ہیں اور اس فرشتہ کے ہر سانس سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرما دیتا ہے اور اب وہی فرشتہ میں نے کوہ قاف پر دیکھا ہے پر شکستہ ہے رو رہا ہے مجھے دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا کہ شب معراج میں بدستور چارپائی پر موجود تھا۔ میرے قریب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گذر ہوا مگر میں ان کے لیے نہ اٹھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سزا دے دی اور مجھے یہاں پھینک دیا گیا ہے۔ جہاں تم اب دیکھ رہے ہو وہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور زاری کی اور اس فرشتہ کے حق میں سفارش کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے جبریل اس کو کہہ دے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجے گا تو پھر ہی یہ ہو گا۔ اس فرشتے نے آپ جناب پر درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معافی عطا فرمائی اور اسکے پر (دوبارہ) اگا دیے۔

مروی ہے کہ بندہ کے اعمال میں سے روز قیامت سب سے اول نماز کو دیکھا جانا ہے۔ اگر نماز مکمل ہوئی تو وہ (نماز) اور اس کا تمام عمل قبول فرمایا جائے گا۔ اور اگر نماز میں ہی کمی واقع ہو گئی تو وہ اور اس کا باقی عمل مردود قرار پائے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے فرض نماز کی مثال اس طرح سے ہے جیسے ترازو۔ اس کو جو شخص پورا کرے گا۔ اس کو پورا میسر ہو گا۔

اور حضرت یزید رقاشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نماز مناسب ہوتی تھی یعنی موزوں ترین تھی اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ

والہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو شخص نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں ایک ہی ان کا رکوع و سجود ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں کی نماز میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس میں آنجناب نے خشوع پر اشارہ فرمایا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس بندہ کی جانب نظر نہیں فرمائے گا جو رکوع میں اور سجدے میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے وقت پر نماز ادا کی اسکے لیے وضو مکمل کیا رکوع اور سجدہ اور خشوع مکمل طور پر کیا تو وہ نماز اوپر جاتی ہے۔ دریں حال کہ وہ سفید روشنی ہوتی ہے اور کہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے۔ جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے اور جو شخص بے وقت نماز ادا کرتا ہے وہ درست نہیں کرتا۔ رکوع و سجود اور خشوع مکمل نہیں کرتا وہ نماز بھی اس حال میں اوپر کو چڑھتی ہے کہ وہ سیاہ ہوتی ہے اور کہتی جاتی ہے۔ اللہ تجھ کو برباد کرے جس طرح تو نے مجھے خراب کر دیا ہے۔ آخر کار وہ وہاں تک جاتی ہے جہاں تک اللہ چاہے پھر اس کو پرانے کپڑے کی مانند لپیٹ دیا جاتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے تمام لوگوں سے زیادہ برا چور نماز میں چوری کرنے والا شخص ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ نماز ایک ترازو ہے جس نے اس کو مکمل کر لیا اس کو پورا ہی ملے گا۔ اور جس نے کم تولا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ویل للمطففین۔ (جو کم تولنے والے ہیں انکے حق میں خرابی ہے)۔

ایک عالم نے فرمایا ہے نماز کی مثال مانند تجارت کرنے والے کے ہے اس کو اس وقت ہی منافع حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ راس المال خالص ہوتا ہے ایسے ہی نوافل بھی قبول نہیں ہوتے ہیں تاآنکہ فرائض ادا نہ کیے گئے ہوں۔

نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اپنے پروردگار کی آگ کی جانب چلو جو اس نے دہکائی ہوئی ہے۔ اس کو تم بجھا دو (بذریعہ ادائیگی نماز)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حقیقت میں نماز مسکنت اور تواضع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جسکو اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے باز نہیں رکھتی اس کو بجز بعد کے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں ملتی۔ یا فرمایا کہ غافل شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے باز نہیں رکھ سکتی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ (نماز میں) کھڑے ہونے والے متعدد لوگ ہیں کہ قیام میں انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بجز تھکن کے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مراد غفلت شعار نمازی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ نماز کا اتنا ہی اجر بندے کو عطا ہوتا ہے۔ جتنا اس نے سمجھا (مراد ہے توجہ سے سمجھ سمجھ کر پڑھی)۔

عارفوں نے فرمایا ہے کہ چار چیزوں کا نام نماز ہے۔

(1) علم کے ساتھ نماز کا آغاز کیا جانا۔

(2) حیا کے ساتھ قیام کرنا۔

(3) تعظیم کے ساتھ ادائیگی نماز اور چوتھے خوف کے ساتھ نماز کا اختتام ہونا۔

اور ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس نمازی کا دل حقیقت پر قائم نہ ہو، اسکی نماز منقطع ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک نہر جنت میں ہے اسکو الافیح کہتے ہیں (الافیح کے معنی وسیع کے ہیں)۔ اس میں اس طرح کی حوریں موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زعفران سے تخلیق فرمایا ہے۔ موتی اور یاقوت کے ساتھ وہ کھیلا کرتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ستر ہزار زبانوں میں کیا کرتی ہیں۔ داؤد علیہ السلام کی آواز سے بڑھ کر خوبصورت انکی آواز ہے۔ جو کہا کرتی ہیں کہ ہم ایسے شخص کے واسطے ہیں جو اپنی نماز خضوع و خشوع اور حاضر دل کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لازماً اسے جنت میں ٹھکانہ عطا کروں گا اور اس کو اپنی زیارت بھی لازماً کراؤں گا۔

مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو از جانب اللہ تعالیٰ یہ وحی کی گئی کہ اے موسیٰ مجھے تو جب یاد کرتا ہے تو یوں یاد کیا کر کہ اعضاء کو معطل کیا ہوا ہو اور میری یاد میں تو سکون میں اور خاشع ہو اور جس وقت میری یاد کرے اس وقت اپنی زبان اپنے دل کے پیچھے کر لیا کر اور میرے سامنے جب قیام کرے تو عاجز و منکسر بندے کی مانند ہو۔

میری مناجات خوف بھرے دل کے ساتھ اور سچی زبان سے کیا کر۔

مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی گئی کہ اپنی امت میں موجود نافرمان لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے وہ یاد نہ کریں کیونکہ میں خود پر قسم اٹھا چکا ہوں کہ جو شخص مجھ کو یاد کرے گا اس کو میں بھی یاد کروں گا اور نافرمانوں نے جس وقت مجھے یاد کیا تو میں ان کو لعنت کے ساتھ ہی یاد کروں گا (یہاں پر غالباً مراد ہے کہ اگر انہوں نے مجھے توبہ کیے بغیر یاد کیا تو میں ......)۔ یہ ان نافرمانوں کے متعلق ارشاد ہے جو ذکر کرتے وقت غافل نہیں ہوتے اور اگر نافرمانی اور غفلت دونوں پائی جائیں تو پھر کیا صورت حال ہو گی (فتدبروا) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت کے ذریعے نافرمانی اور غفلت سے اپنی حفاظت میں رکھے (آمین)۔

کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن نمازی لوگوں کو نماز میں سکون و اطمینان کی کیفیت میں اور دنیا میں نعمت میسر ہونے اور اس سے لذت میسر ہونے کی کیفیت میں اٹھایا جائے گا۔ (اس سے مراد ہے کہ جیسے وہ دنیا میں عمل پیرا تھے اس صورت میں محشور کیا جائے گا)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو دوران نماز اپنی ڈاڑھی سے کھیلتا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کے دل میں اگر خشوع تو ہوتا اسکے اعضاء بھی خشوع میں ہوتے اور فرمایا جس کے دل میں خشوع نہیں ہوتا اسکی نماز کو رد فرمایا جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ متعدد آیات قرآن میں نماز میں خضوع و خشوع کرنے والوں کی تعریف ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فی صلوتھم خاشعون۔ (اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں)۔ اور فرمایا ہے۔ علی صلوتھم دائمون۔ (اپنی نماز پر دوام کرنے والے ہیں)۔ اور فرمایا ہے۔ علی صلوتھم یحافظون۔ (اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

اور ایک فرمان یہ بھی ہے کہ نماز ادا کرنے والے لوگ تو بہت ہیں مگر نماز میں خشوع کرنے والے تھوڑے ہیں۔ حج تو بہت لوگ کرتے ہیں مگر حج مبرور کرنے والے تھوڑے ہیں پرندے تو بہت سے ہیں مگر بلبل تھوڑے ہیں۔

نماز محل خضوع اور مرکز تواضع ہے یہ ہی نشانی ہے نماز کی قبولیت کی۔ کیونکہ اسکے جائز ہونے کی جس طرح کہ ایک شرط ہے۔ ویسے ہی اسکی قبولیت کی بھی شرط ہے۔ جواز کی شرائط فرائض ادا کرنا ہے اور قبولیت کی شرط نماز میں خشوع کا ہونا ہے۔ ارشاد الٰہیہ ہے:

قدافلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون۔

(وہ ایمان والے کامیابی پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ المومنون۔ ۲۷)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو رکعت نماز ادا کی ان میں اچھی طرح سے دلی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھی وہ گناہوں سے یوں پاک ہو گیا۔ جیسے کہ اسکی والدہ نے اس کو آج جنا ہے۔

اور واضح رہے کہ مختلف قسم کے فضول خیالات نماز میں آئیں تو غفلت کا باعث ہوتے ہیں لھذا ایسے خیالات کو دفع کرنا لازم ہے۔ اور یہ یوں ہو سکتا ہے کہ کبھی ذرا اندھیرے میں نماز ادا کرے یا آوازوں اور نقوش والی چادروں اور خوبصورت لباس سے علیحدہ ہو کر نماز ادا کرے تو عمل درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ زینت والے لباس پر جب دوران نماز نظر پڑے گی تو اسی میں محو ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس وقت نماز پڑھی وہ چادر زیب تن فرما کر جو ابو جہم کی پیش کی ہوئی تھی۔ آپ کو پہنچی تھی جس پر نقوش تھے تو آنجناب نے بعد از نماز وہ چادر اتار دی۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ چادر واپس ابو جہم کو بھیج دیں۔ کیونکہ اس نے مجھے آغاز میں ہی توجہ ہٹا لینے پر راغب کیا۔

اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جوتے کا تسمہ تبدیل کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ وہ نیا تسمہ تھا اور دوران نماز اس پر نظر پڑ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اسے اتار دو اور پرانا تسمہ ہی جوتے کو لگا دیں۔ اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ ابھی سونا حرام قرار نہیں دیا گیا تھا۔ آنجناب نے وہ انگوٹھی اتار پھینکی اور فرمایا۔ اس نے مجھے مشغول کر دیا کبھی اس پر نظر اور کبھی تم پر نظر (پڑتی تھی)۔ اور منقول ہے کہ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

نے ایک باغ کے اندر نماز ادا کی باغ میں اشجار گھنے تھے ان میں سے پرندے نے باہر نکلنے کے لیے راستہ تلاش کرنا شروع کیا۔ تو حضرت ابو طلحہ کی نظر پرندے اوپر کو اٹھ گئی اور بھول گئے کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں پھر انہوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ باغ صدقہ ہے۔ آپ جیسے چاہیں اس کو صرف فرمائیں۔

دیگر ایک شخص کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک باغ رکھتا تھا۔ اس میں اچھے پھل والی کھجوریں تھیں۔ وہ انکو دیکھ کر متعجب ہوا اور بھول گیا کہ کتنی رکعت پڑھی گئی ہیں۔ اس نے یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور ان سے کہہ دیا کہ یہ باغ صدقہ ہے۔ اس کو فی سبیل اللہ موزوں صورت میں صرف کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو پانچ ہزار کے عوض بیچ دیا۔

اور بعض سلف نے کہا ہے کہ نماز کے اندر چار چیزیں نہایت سنگین والی ہیں۔ اول توجہ کا منتشر ہونا دوم منہ پر ہاتھ پھیرنا سوم کنکر دور کرنا چہارم اس جگہ پر نماز ادا کرنا جہاں سامنے لوگوں کی گذرگاہ ہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جب تک نمازی اپنی توجہ ادھر ادھر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر نظر رکھتا ہے۔

نماز کے دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں ہوتے تھے جیسے کوئی کیل گاڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور بعض صحابہ یوں ہوتے تھے کہ رکوع میں یوں ہوتے کہ انکی پشت پر چڑیاں آ بیٹھتی تھیں گویا کہ وہ پتھر ہوں۔ اور طبعاً بھی متقاضی ہے کہ دنیا والوں کے سامنے جاتا ہے تو سکون اختیار کر لیتا ہے۔ یہاں بھی عجز و سکون اختیار کیا ہونا چاہیے۔

تورات میں آیا ہے کہ اے ابن آدم میرے بندے سکتے ہو تو روتے ہوئے قیام کیا کرو۔ میں اللہ تعالیٰ ہوں اور تمہارے دل سے قریب ہوں۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھے ہوئے فرمایا اکثر اوقات آدمی حالت اسلام میں بڑھاپے میں آ جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز بھی درست ادا نہیں کرتا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیسے ہے تو فرمایا۔ وہ نماز میں خضوع و خشوع پوری طرح نہیں کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب انابت نہیں رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد الذین ھم عن صلوتھم ساھون کے بارے میں لوگوں نے

حضرت ابوالعالیہ رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا (یعنی جو اپنی نمازوں کے بارے میں غافل ہیں)۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس سے نماز میں غافل رہنے والے وہ لوگ مراد ہیں جن کو معلوم نہیں ہوتا کہ دو پڑھی گئی ہیں یا کہ تین پڑھی گئیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جو شخص نماز کے وقت سے ہی غفلت کرتا ہے حتیٰ کہ وقت ہی گزر جائے اس آیہ کریمہ میں ساھون سے وہ مراد لیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا ینجو منی عبدی الا باداء ماافترضتہ علیہ۔

(مجھ سے میرا بندہ نجات نہیں پاتا سوائے ادا کرنے اس امر کے جو میں نے اس پر فرض فرمایا ہے)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 20

چغلی اور غیبت

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں قطعی نص کے ساتھ غیبت کو مذموم قرار دیا ہے۔ اور غیبت کرنے والوں کو مردہ بھائی کا گوشت کھانیوالوں سے تشبیہ دی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:-

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ۔

(اور نہ کرو ایک دوسرے کی غیبت کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے)۔ (الحجرات۔ ۱۲)۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

کل المسلم علی مسلم حرام دمہ و مالہ و عرضہ۔

(ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون اس کا مال اور اس کی عزت)۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

ایاکم والغیبتہ فان الغیبتہ اشد من الزنا۔

(تم غیبت کرنے سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت جرم ہوتا ہے)۔

اس کا یہ سبب ہے کہ آدمی زنا کرتا ہے تو بعد میں وہ توبہ بھی کر لیتا ہے اور وہ توبہ کرے تو توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ لیکن جو غیبت کرتا ہے وہ معذرت طلب کرتا ہی نہیں۔ پھر اس کو معافی کہاں سے ہو سکتی ہے۔ غیبت کرنے والے کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی شخص توپ نصب کردے اور دائیں بائیں گولے پھینکنے لگے۔ قیامت کے دن غیبت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے پل پر کھڑا کیے رکھے گا۔ حتی کہ تمام

غیبت خارج ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے غیبت یہ ہوتی ہے کہ اپنے بھائی کی ایسی بات کو تو بیان کرے جو اسے بری لگتی ہو خواہ وہ اسکے جسم یا اسکے نسب یا قول یا فعل یا دین اور دنیا میں ہو تو یہاں تک کہ اسکے کپڑے، چادر، سواری کا نقص ذکر کرے۔

متقدمین میں سے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ اگر میں بیان کروں کہ اس کا کپڑا طویل ہے یا کوتاہ ہے۔ تو یہ بھی غیبت ہوگی پھر اس کی جو برائی بیان کی جائے وہ کیوں نہ غیبت ہوگی۔

اور منقول ہے کہ ایک پست قامت عورت اپنی کسی حاجت کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی جب باہر نکل گئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کتنی چھوٹی سی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تونے اس کی غیبت کی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ غیبت سے بچو کہ اس میں تین آفتیں ہیں اول یہ کہ غیبت کرنے والے کی دعا کو قبول نہیں کیا جاتا دوم یہ کہ اسکی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی سوم یہ کہ اس پر معاصی کا انبار ہو جاتا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن چغلی کھانے والا دورخا شخص تمام خلق میں سب سے برا ہو گا (یعنی وہ شخص) جو ایک کے پاس اس رخ کے ساتھ جاتا ہے۔ اور دوسرے کے سامنے دوسرے رخ کے ساتھ جاتا ہے۔ ایسا شخص دنیا میں دورخا ہے قیامت کے روز اسکی دو زبانیں ہونگی آگ کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لایدخل الجنۃ نمام۔ (چغلی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا)۔ اگر پوچھا جائے کہ اس میں کیا حکمت پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبان دار ہر مخلوق کی تخلیق فرمائی ہے۔ پھر وہ کلام کرے یا نہ کرے مگر مچھلی کے منہ میں زبان موجود ہی نہیں تو اس کا جواب یہ ملا کہ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی پیدائش فرمائی۔ ملائکہ کو فرمایا کہ اسے سجدہ کرو تو تمام نے سجدہ کیا سوائے ابلیس علیہ اللعنۃ کے پس اس کو مسخ کر دیا گیا اور جنت سے خارج کر کے زمین پر

ڈال دیا گیا۔ وہ جانب سمندر گیا سب سے پیشتر مچھلی سے ملاقات کی اس کو تخلیق آدم کا بتایا کہ آدم شکار کرے گا سمندری، خشکی کے جانوروں کو، مچھلی نے اس بات کی خبر سمندر کے جانوروں کو کر دی پس اس کی زبان اللہ تعالیٰ نے غائب فرما دی۔

حکایت:۔ اور روایت ہے حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے کہ مدینہ کے باشندوں میں سے ایک شخص کی ہمشیرہ مدینہ شریف کی دوسری جانب میں رہتی تھی۔ وہ بیمار پڑ گئی اس کا بھائی ہر روز اسکی عیادت جا کر کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئی اور وہ قبر میں دفن کی گئی تدفین کے بعد وہ شخص واپس آ گیا۔ پھر اسے یاد آ گیا کہ اسکی ایک تھیلی اس کی قبر میں گر چکی ہے وہ اپنے ساتھ والوں میں سے ایک ساتھی کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں قبر پر آئے قبر کو کھولا اور اپنی تھیلی لے لی۔ پھر وہ شخص ساتھی سے کہنے لگا ذرا ہٹو میں دیکھتا ہوں کہ میت کا حال کیا ہے لحد پر سے رکاوٹ کو دور کیا تو اس نے قبر میں آگ لگی ہوئی دیکھی پھر وہاں سے وہ آ گیا اور اپنی ماں سے آکر دریافت کیا کہ میری بہن کیا کیا کرتی تھی۔ تو ماں نے بتایا کہ وہ اپنے اہل پڑوس کے دروازوں پر جا کر کان لگا کر انکی گفتگو کو سنتی اور پھر لوگوں سے چغلی کیا کرتی تھی۔ تو اب معلوم ہو گیا ہے کہ وہ عذاب میں ہے۔ پس عذاب قبر سے جو محفوظ رہنا چاہے اس کو غیبت و چغلی سے خود کو بچانا چاہیے۔

حکایت:۔ منقول ہے کہ ابو اللیث بخاری بہ ارادہ حج روانہ ہوئے۔ جیب میں دو درہم رکھے ہوئے تھے۔ وہ قسم اٹھاتے ہوئے تھے کہ آتے جاتے وقت کسی کی اگر میں غیبت کروں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے لیے یہ درہم خیرات کر دینا ضروری قرار پائے گا۔ پس وہ مکہ مکرمہ گئے اور پھر گھر لوٹ آئے اور وہ درہم اسی طرح جیب میں ہی پڑے رہے جب وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا۔ کہ ایک مرتبہ غیبت کرنے کے مقابلے میں سو مرتبہ زنا کر لینا قبول کر لیتا ہوں (مراد یہ ہے کہ وہ صد مرتبہ زنا سے بھی شدید تر جرم غیبت کو جانتے تھے)۔

اور ابو حفص الکبیر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مجھے رمضان کے مہینہ بھر کے روزے نہ رکھنا بجائے کسی انسان کی غیبت کرنے کے قبول ہے۔ نیز فرمایا کسی فقیہ کی غیبت کرنے والا روز قیامت یوں محشور ہو گا کہ چہرہ پر تحریر شدہ ہو گا کہ یہ آدمی اللہ

تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جس شب کو مجھے معراج ہوئی مجھے اس طرح کی قوموں پر سے لے جایا گیا۔ جو اپنے چہرے ناخنوں کے ساتھ نوچنے میں مصروف تھے۔ اور مردار کھاتے تھے میں نے دریافت کیا۔ اے جبریل یہ لوگ کون ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ ایسے لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ یعنی غیبت کرتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ واللہ! ایماندار بندے کے دین میں غیبت ہونا جسم کو گوشت خورا ہونے سے بھی بڑھ کر خرابی کرنے والی چیز ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے تم میں سے ایک شخص کو اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا تو دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنی آنکھ کا شہتیر اسے دکھائی نہیں دیتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک سفر پر جا رہے تھے۔ جبکہ انکے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ان کے لیے وہ کھانا بناتے تھے۔ ایک مقام پر جب وہ اترے تو کھانا پکانے کی کوئی چیز حضرت سلمان کو میسر نہ ہوئی تو انہوں نے انہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بھیج دیا کہ دیکھیں کیا آپ کے پاس کھانا ہے مگر کھانا وہاں بھی نہ پایا پس یہ واپس آگئے۔ تو حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو جس کنویں پر بھی جا نکلیں تو کنواں بھی خشک ہو کر رہ جائے گا۔ پس اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا۔

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ۔

(اور تم ایک دوسرے کی غیبت مت کرو کیا تم میں سے کسی ایک کو پسند ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ پس تم اس سے کراہت کرو گے۔ الحجرات۔ ۱۲)۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص جو دنیا کے اندر اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے روز قیامت اس کا گوشت اسے پیش کیا جائے گا اور اس کو کہیں گے کہ مردہ حالت میں اس کو کھاؤ۔

جس طرح تو دنیا میں بحالت حیات کھاتا تھا پس وہ اس کو کھائے گا اسکے بعد آپ نے یہ آیت پاک پڑھی۔

ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتا۔

(معنی اوپر مذکور ہوئے)۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں واضح طور پر غیبت کی بدبو محسوس ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ نہایت قلیل تھی۔ لیکن فی الحال غیبت زیادہ ہو چکی ہے اور اسکی بدبو سے ناک بھر چکے ہیں۔ (یعنی عادی ہو چکے ہیں)۔ لھذا اب اسکی بدبو کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص چمڑے کو رنگ دینے والوں کے پاس چلا جائے تو وہاں سخت بدبو ہونے کی وجہ سے نہیں ٹھہر سکتا جبکہ اس گھر کے باشندے بدستور وہاں پر کھاتے اور پیتے رہتے ہیں وہ شدت بدبو کو محسوس نہیں کرتے کیونکہ بدبو سے انکی ناکیں اٹی پڑی ہوتی ہیں۔ اسی طرح کی ہی صورت ہمارے وقت میں بھی ہے۔

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک کتاب سے میں نے پڑھا ہے کہ غیبت سے توبہ کرتے ہوئے جو مرے اس کا شمار جنت میں جانے والے آخری لوگوں میں سے ہو گا۔ اور جو شخص غیبت کرتے ہوئے مرتا ہے۔ جہنم میں داخل ہونے والے اولین لوگوں میں وہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔

(عیب لگانے والے ہر طعنہ زن کے واسطے خرابی ہے۔ الھمزۃ)۔

مراد یہ ہے کہ اس کو سخت سزا ہے۔ ہمزہ وہ شخص ہے جو عدم موجودگی میں عیب لگاتا ہے اور لمزۃ وہ ہوتا ہے جو سامنے پر الزام لگاتا ہے۔ اس آیت پاک کا نزول ولید بن مغیرہ کے ضمن میں ہوا تھا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اہل اسلام کو ان کے روبرو الزام لگاتا تھا جھوٹے۔ اور اس کا وجہ نزول کوئی خاص ہونا بھی ممکن ہے اور یہ کہ حکم اس کا عام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ غیبت سے بچے رہو کیونکہ یہ زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا زنا سے کیوں کر زیادہ سخت ہے۔ تو آپ

نے فرمایا۔ کوئی آدمی زنا کر لیتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبولیت عطا فرماتا ہے۔ مگر جو غیبت کرتا ہے۔ وہ معافی طلب نہیں کرتا اور نہ ہی اس کو معافی ہوتی ہے۔ لہذا جو غیبت کرتا ہے اسکے واسطے ضروری ہے کہ وہ توبہ کرے اس لیے کہ اس بارے میں حکم الہی کی خلاف ورزی نہ رہے۔ اسکے بعد جس شخص کی غیبت کی ہو اس سے معذرت کرے تاکہ اس سے بھی نجات ہو جائے پھر کہیں غیبت کی ظلمت سے باہر آ سکے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان بھائی کی جو شخص غیبت کرتا ہے۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ اسکا چہرہ پیچھے کی جانب پھیر دے گا۔

غیبت جو کرتا ہے اسکے حق میں بہتر یہی ہے کہ متعلقہ مجلس سے اٹھ جانے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر لے قبل اسکے کہ اس کو خبر ہو جائے جس کی غیبت کی گئی ہو۔ اس واسطے کہ اسے خبر ہونے سے قبل توبہ کی گئی تو توبہ قبول ہو جائے گی۔ اسکے برعکس اگر اس شخص کو اطلاع ہو گئی تو پھر یہ گناہ صرف توبہ سے نہ مٹے گا اور غیبت کیے گئے شخص سے معاف کیے جانے کے بغیر خدا تعالیٰ کے ہاں معاف نہ ہو گا۔

ایسے ہی اگر کوئی آدمی کسی شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کر لیتا ہے تو وہ گناہ بھی محض توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتا تاآنکہ اس عورت کا شوہر اس کو معاف نہ کرے۔ اور نماز روزہ زکوۃ حج چھوڑا جاتا ہے تو یہ بھی صرف توبہ استغفار کرنے سے معاف نہ ہونگے۔ بلکہ توبہ کے ساتھ انکی قضا بھی ادا کرنی ہوگی۔ (واللہ اعلم)۔

اللھم صل علی سیدنا مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 21

زکوۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ والذین ھم للزکوۃ فعلون۔ (اور وہ لوگ جو زکوۃ دیتے ہیں)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ شخص جو سونے اور چاندی کا مالک ہے۔ اس میں اسے اگر وہ ادا نگی حق (یعنی زکوۃ) نہیں کرتا روز قیامت اسکے واسطے آگ کے ساتھ پترے بنائیں گے۔ پھر ان کو آتش۔ جہنم میں تپائیں گے پھر ان کے ساتھ اس شخص کے پہلوؤں کو اور اسکی پیٹھ کو داغیں گے۔ اسکے جسم کو وسیع کر دیں گے تاکہ وہ تمام پڑے لگائے جانے کے لیے کافی ہو جائے پترے اگر زیادہ ہو جائیں گے تو اس کے بدن کو بھی زیادہ بڑھا دیا جائے گا۔ اور جب وہ سرد ہو جائیں گے تو دوسری مرتبہ پھر انہیں تپایا جائے گا۔ اور اس طرح ہی وہ کام سارا دن ہوتا ہی رہے گا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔ یہاں تک کہ بندوں کے اعمال کا فیصلہ ہو گا۔ تو وہ اپنی راہ پر چلا جائے گا جنت میں یا۔ جہنم میں (الحدیث)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

والذین یکنزون الذھب والفضتہ ولا ینفقونھا فی سنبیل اللہ فبشر ھم بعذاب الیم۔ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم ھذاما کنزتم لانفسکم فذوقواماکنتم تکنزون۔

(اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو فی سبیل اللہ صرف نہیں کرتے ہیں۔ انکو خبر دے دو دردناک عذاب کی۔ جس دن وہ مال۔ جہنم کی آتش میں اچھی طرح سے تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ انکی پیشانیاں اور انکے پہلو اور انکی پشتیں داغی جائیں گی۔ اور (انہیں کہیں گے) کہ یہ وہی ہے جو تم اپنی جانوں کے لیے اکٹھے کرتے تھے

اب اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے۔ (التوبہ ۲۴۔۲۵)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ روز قیامت فقیروں کی جانب سے تونگر لوگوں کو رسوائی ہوگی۔ فقرا کہیں گے کہ ان لوگوں نے ہمارے حقوق کے بارے میں ہم پر زیادتی کی۔ ان پر جو تو نے عاید فرماتے تھے پھر ارشاد الہٰی ہو گا۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی میں (آج تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا) تم لازماً دلوادوں گا اور لازماً ان غنی لوگوں کو دور کرو نگا۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت پاک کو تلاوت کیا۔

والذین فی اموالھم حق معلوم۔ للسائل والمحروم۔

(ان کے اموال میں متعین حق ہے مانگنے والوں کے لیے اور ناداروں کے لیے۔ (المعارج۔۲۵)۔

اور مروی ہے کہ معراج کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گذر ان لوگوں کے قریب سے ہوا۔ جنکے آگے اور پیچھے دھجیاں تھیں اور وہ مانند جانوروں اور بکریوں کے چرتے تھے۔ وہ دوزخ کی گرم اور کانٹوں والی جھاڑی کو چر رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا اے جبریل یہ کون ہیں اس نے عرض کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال میں زکوۃ نہ دیتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی زیادتی نہیں فرمائی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔

ایک واقعہ:۔ حضرت ابو سنان رضی اللہ عنہ کی زیارت کی خاطر تابعین کا ایک گروہ گیا۔ وہ جس وقت ان کے پاس پہنچ گئے اور کچھ دیر بیٹھے رہے تو حضرت سنان رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا۔ آؤ چلیں ہمارے پڑوس میں ایک شخص کے بھائی کی وفات ہو گئی ہے۔ اس کی تعزیت کریں۔ محمد بن یوسف فریابی نے کہا ہے ہم انکے ساتھ چلے گئے اور اس شخص کے ہاں پہنچ گئے۔ اپنے بھائی (کی وفات) پر وہ بہت روتا تھا اور بہت واویلا کرتا تھا۔ ہم اس کو اطمینان دلاتے تھے لیکن اسکی تسلی نہ ہوتی تھی پھر ہم نے اسے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ موت تو وارد ہونی ہی ہے وہ کہنے لگا ہاں مگر میں تو اپنے بھائی پر

اس واسطے روتا ہوں کہ اس کو صبح و شام عذاب دیا جا رہا ہے۔ ہم نے اس کو کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے غیب کا علم عطا کیا ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں مگر صورت یوں ہے کہ جس وقت اس کو میں نے دفن کر کے اس پر مٹی ڈال دی تھی اور وہاں سے لوگ رخصت ہو گئے تھے۔ تو میں اسکی قبر کے قریب بیٹھ رہا تھا تو یکدم قبر سے آواز سنائی دی وہ کہتا ہے ہائے وہ مجھ کو اکیلا چھوڑ گئے میں شدید عذاب میں ہوں۔ میں روزہ دار اور نمازی تھا۔ اس کے بھائی نے بتایا کہ مجھے اس بات پر بہت رونا آیا تو میں نے مٹی اوپر سے ہٹائی اور اس کو دیکھا تو قبر کے اندر آگ جل رہی تھی۔ اسکے گلے میں آگ کا طوق پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے بھائی سے محبت کی وجہ سے اپنا ہاتھ آگے کیا تا کہ وہ طوق ہٹا دوں میرا ہاتھ اور انگلیاں جل گئیں۔ پھر ہم کو اس نے اپنا وہ ہاتھ بھی دکھایا جو جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ پھر میں نے اس پر مٹی ڈال دی۔ اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اب میں کس طرح گریہ نہ کروں۔ اور میں کیسے غمزدہ نہ ہوں پھر ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا بھائی دنیا کے اندر کیا کرتا تھا۔ تو اس نے بتایا کہ اپنے مال کی زکوۃ نہیں ادا کرتا تھا راوی کا بیان ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیر الھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ۔

(اور وہ لوگ جو مال میں بخل کرتے ہیں جو اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے وہ اپنی اس کنجوسی کو اپنے واسطے اچھا مت گمان کریں بلکہ وہ تو ان کے لیے برا ہے جس مال میں وہ بخل کے مرتکب ہیں۔ روز قیامت اس کا طوق ان کی گردنوں میں ڈال دیں گے۔ (آل عمران۔ ۱۸۰)۔

اور تیرے بھائی پر قیامت سے قبل عذاب معجل کر دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہاں سے اسکے بعد ہم نکل آئے اور ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ سے اس شخص کا واقعہ بیان کیا نیز ہم نے یہ بھی کہا کہ کوئی یہودی اور عیسائی مرے تو ان میں ہم نے اس طرح کی باتیں برملا

کبھی نہیں دیکھیں تو انہوں نے فرمایا انکے دوزخی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جبکہ ایمانداروں میں یہ چیز ظاہر دکھا کر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ عبرت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا و ماانا علیکم بحفیظ۔

(پس جس نے دیکھ لیا اس نے اپنے حق میں ہی اچھا کیا اور جو اندھا ہی رہا اس نے اپنے واسطے برا کیا اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ الانعام۔ ۱۰۵)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ جو زکوۃ ادا نہیں کرتا وہ عند اللہ مانند یہود اور نصاری کے ہے اور جو عشر ادا نہیں کرتا وہ عند اللہ مجوس کی مانند ہے اور جو اپنے مال میں سے (زکوۃ و عشر) دونوں ہی ادا نہ کرے وہ فرشتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان پر لعنت کیا گیا ہے۔ اسکی شہادت بھی قبول نہ ہوگی۔ نیز فرمایا ہے۔ کہ خوشخبری ہے اس کے حق میں جس نے زکوۃ اور عشر کی ادائیگی کر دی اور خوشخبری ہے اسکے حق میں جسے زکوۃ کا عذاب نہیں اور نہ ہی قیامت کا عذاب ہے۔ اور جس نے ادا کر دی زکوۃ اپنے مال سے اس پر سے اللہ تعالیٰ قبر کا عذاب رفع کر دے گا۔ اور روز قیامت اس کا گوشت آتش (دوزخ) پر حرام فرمائے گا۔ اور بلا حساب اسکے حق میں جنت واجب فرمائے گا۔ اور روز قیامت کی پیاس اس کو نہ ہوگی۔

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 22

زنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:- والذین ھم لفروجھم حفظون۔ (اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں)۔ یعنی فحش اور ناجائز سے بچاتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ دوسری آیت پاک میں یوں فرمایا ہے:-

ولا تقربوا الفواحش ماظھر منھا وما بطن۔

(اور بے حیائی والے کاموں کے نزدیک نہ جاؤ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ انعام)۔

مراد یہ ہے کہ بڑی بے حیائی کے مرتکب نہ ہو مثلاً زنا اور نہ ہی چھوٹی بے حیائی کرو جس طرح کہ عورت کا بوسہ لینا جو حلال نہ ہو اس کو مس کرنا یا اسے شہوت کی نگاہ سے دیکھنا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں پاؤں زنا کرتے ہیں اور آنکھیں زنا کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم۔

(مومنین کو فرمادو کہ اپنی نظروں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ انکے حق میں بہت پاکیزگی کی بات ہوگی۔ المومنون۔ ۳۹)۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم مردوں اور عورتوں تمام کے واسطے ہے کہ حرام سے اپنی نگاہیں ہٹالیں اور شرمگاہوں کو بھی حرام سے بچائیں۔ متعدد آیات میں زنا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام فرمایا گیا ہے۔ فرمایا ہے۔ ومن یفعل ذلک یلق اثاما۔ (جو شخص یہ کرتا ہے وہ شدید گناہ میں پڑتا ہے۔ الفرقان۔ ۶۸)۔ یعنی وہ دوزخ میں عذاب پائے گا ایک قول یہ ہے کہ اثام۔ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے ایک قول یہ ہے کہ جہنم کی ایک غار اثام

ہے۔ کہ اس کا منہ جب کھلے تو اسکی شدید بدبو کی وجہ سے اہل جہنم شدید طور پر چیخنے چلانے لگتے ہیں۔

ایک صحابی سے روایت ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا زنا سے بچتے رہو کیونکہ اس کے اندر چھ آفات ہوتی ہیں۔ ان میں سے تین دنیا میں ہوتی ہیں اور تین آخرت میں ہوتی ہیں:-

(۱)۔ رزق میں تنگی آتی ہے۔ (۲)۔ عمر کم ہو جاتی ہے یا توبہ کا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ (۳)۔ چہرے کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے یہ آفات دنیا ہیں اور آخرت کی آفات یہ ہیں:-

(۱)۔ اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ (۲)۔ حساب میں سختی ہوتی ہے۔ (۳)۔ دوزخ میں جاتا ہے۔

اور منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے پروردگار زنا کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے زرہ پہناؤں گا جسے اگر پہاڑ پر ڈالیں تو وہ راکھ ہو کر رہ جائے۔

اور منقول ہے کہ ایک ہزار بدکار مرد کے مقابلہ میں ایک بدکار عورت ابلیس کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور المصابیح میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

اذا زنی العبد خرج منہ الایمان و کان فوق راسہ کالظلتہ فاذا خرج من ذالک العمل رجع الیہ الایمان۔

(جس وقت بندہ زنا کرے اس سے ایمان خارج ہو جاتا ہے اور اسکے سر کے اوپر چھاتہ کی مانند (معلق) ہو جاتا ہے اور جب اس کام سے فارغ ہو جائے تو ایمان واپس اسکے پاس آجاتا ہے)۔

الاقناع میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس سے زیادہ بڑا گناہ عنداللہ دیگر کوئی نہیں کہ آدمی اس رحم میں نطفہ ڈال دے جو اسکے واسطے حلال نہ ہو"۔ اور جو غلام بازی کرے وہ اس سے بھی بدتر شخص ہے۔ حضرت انس رضی

اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو اغلام بازی کرتا ہے وہ بو تک بھی جنت کی نہ پائے گا حالانکہ جنت کی بو پانچ صد برس کی مسافت سے آجاتی ہے۔

حکایت:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انکی نظر ایک حسین لڑکے پر پڑی آپ بھاگے اور اندر داخل ہو گئے دروازے کو بند کیا کچھ دیر ہوئی تو آپ نے پوچھا کیا وہ فتنہ جا چکا ہے یا کہ ابھی نہیں گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ چلا گیا ہے پھر آپ گھر سے باہر آئے۔ آپ سے پوچھا گیا اے عبداللہ آپ نے ایسے کیوں کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس بارے میں آپ نے کچھ سماعت کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ان کی طرف نگاہ ڈالنا حرام ہے ان سے بات کرنا بھی حرام ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنا بھی حرام ہے۔

اور قاضی امام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک بزرگ کو میں نے یوں فرماتے سنا تھا کہ ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ جبکہ ہر لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوا کرتے ہیں روایت ہے کہ جس شخص نے شہوت سے ایک لڑکے کو بوسہ دیا اس کو پانچ صد سال تک اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ اور جس نے کسی عورت کا بوسہ شہوت سے لے لیا اس نے گویا ستر کنواری عورتوں کے ساتھ زنا کا ارتکاب کر لیا۔ جو ایک کنواری عورت سے زنا کا مرتکب ہو گیا تو گویا وہ ستر ہزار شادی شدہ عورتوں سے زنا کا مرتکب ہو گیا۔

اور رونق التفاسیر میں امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کے قول سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ قوم لوط کا کام کرنے والا اولین شخص ابلیس تھا اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو وہ ایک حسین ہیجڑہ بن کر انکے پاس چلا گیا اور خود کے ساتھ بدکاری کرنے کے لیے ان کو راغب کیا۔ پس انہوں نے اسکے ساتھ بدکاری کی پھر وہ ہر مسافر کے ساتھ ایسا کرنے کے عادی بن گئے تو لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے انکی طرف بھیجے گئے انہوں نے انہیں اس کام سے باز رہنے کو فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انکو خوف دلایا مگر وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر

واقعی تم سچے ہو تو عذاب وارد کرو۔ پس لوط علیہ السلام نے دعا کی۔ یا الٰہی میری مدد فرما ان لوگوں کے مقابلہ میں۔ آپ نے عرض کیا۔ رب انصرنی علی القوم المفسدین۔ (اے پروردگار اس مفسدوں کی قوم کے مقابلہ میں تو میری نصرت فرما) (العنکبوت۔ ۳۰)۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دے دیا کہ ان پر پتھروں کی بارش کرے برسنے والے ہر پتھر پر اس شخص کا نام درج تھا جسے مارنا مطلوب تھا۔ یہ ہی مطلب ہے۔ **مسومۃ عند ربک،** کا۔ اللہ کے علم میں تھے یہ پتھر یا اسکے خزائن میں تھے اور نشان رکھتے تھے اپنے اوپر۔

حکایت:۔ اس قوم لوط میں سے ایک آدمی تجارت کرنے کے لیے مکہ شریف میں آیا ہوا تھا کہ ایک پتھر حرم شریف کے اندر اس شخص پر گرنے کے واسطے آگیا۔ اس پتھر کو ملائکہ نے فرما دیا کہ تو اسی جگہ پر چلا جا جہاں سے تو آیا ہے۔ کیونکہ یہ شخص حرم الٰہی میں موجود ہے وہ پتھر واپس چلا گیا اور چالیس روز کی مدت حرم شریف سے باہر زمین اور آسمان کے درمیان فضا میں ہی معلق رہا جب وہ آدمی تجارت کے بعد فارغ ہو کر حرم سے باہر آگیا تو باہر نکلتے ہی پتھر اسکے سر پر آگرا اور اس کو جان سے مار دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زوجہ بھی باہر نکلی تھی اہل ایمان کو حکم فرمایا گیا تھا کہ پیچھے مڑ کر ہرگز نہ کوئی دیکھے جس وقت اس عورت کو اسکی قوم پر عذاب کی آواز کان میں پڑی تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا اور اسکے منہ سے نکلا ہائے میری قوم۔ اسی وقت اسکے سر پر بھی ایک پتھر آ پڑا اور وہاں ہی مر گئی۔

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صبح ہونے پر جبریل علیہ السلام اس بستی کے پاس آ گئے اور بستی کو بنیادوں سے ہی اٹھا کر اپنے پروں کے کناروں پر اٹھا لیا پھر اسے نزدیک آسمان کے اٹھا لے گئے۔ اہل آسمان نے ان لوگوں کے مرغوں کی آوازیں اور انکے کتوں کے بھونکنے کی آوازوں کو سنا پھر اس کو الٹا کر دے مارا۔ سب سے اول انکے خیمے گر پڑے پس جو عذاب اس قوم پر نازل ہوا دیگر کسی قوم پر نازل نہیں

ہوا۔ وہ بستیاں الٹا کر پھینکی گئیں یہ شہر تھے اور سب سے بڑا شہر ان میں سدوم تھا۔ انہیں سورۃ براۃ میں مؤتفکت کے نام سے ذکر کیا ہے ان شہروں میں چار لاکھ انسان بستے تھے۔

اللهم صل علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ وسلم



باب نمبر 23

صلہ رحمی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام۔

(اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کے نام کو تم لوگ اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بنایا کرتے ہو۔ اور ارحام سے بچو (یعنی قطع رحمی سے بچو۔ (النساء۔ ۱)۔

مراد یہ ہے کہ رحمی برادری سے تعلقات منقطع کرنے سے خود کو بچاؤ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔

(کیا قریب ہو تم کہ اگر تم حکمران بن جاؤ تو زمین میں فساد ڈال دو اور قطع رحمی کرنے لگو۔ وہ لوگ یہ ہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرما دی ہے اور انکے کان بہرے کر دیے ہیں اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔ محمد۔ ۲۳)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک ھم الخسرون۔

(جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا کر لینے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس کو جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا تھا۔ اور فساد ڈالتے ہیں زمین میں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خسارے میں ہیں۔ البقرۃ۔ ۲۷)۔

دیگر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار۔

(جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد تو منقطع کر دیتے ہیں پکا کر لینے کے بعد اور اس کو قطع کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم فرمایا۔ اور فساد برپا کرتے ہیں زمین میں ان کیلیے لعنت ہے اور انکے لیے بری جائے قرار ہے۔ الرعد۔۲۵)۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ ان سے جب فارغ ہو گیا تو رحم کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ قطع تعلق سے یہ تیری پناہ کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں کیا تو راضی نہیں کہ تجھ سے جو جوڑے گا میں بھی اس کے ساتھ جوڑوں اور جو قطع کرے گا تجھ سے میں اس سے قطع کروں گا۔ تو اس نے عرض کیا ہاں (درست ہے) فرمایا تو پھر یہ تیرے واسطے ہے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو یہ پڑھو۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم۔ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔

(کیا تم اسکے قریب ہو کہ اگر تم حکمران بن جاؤ تو تم پھر زمین میں فساد برپا کرو اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر لعنت فرمادی ہے اللہ تعالیٰ نے اور انکے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کردی ہیں۔ محمد۔۲۳)۔

ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حسن صحیح حدیث ہے۔ (ابن ماجہ و حاکم) اور فرمایا کہ یہ صحیح اسناد کے ساتھ ہے۔

اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ بغاوت اور قطع رحمی دو ایسے گناہ کہ جن کی سزا اسکے مرتکب کو دنیا اور آخرت میں نہ ملتی ہو۔ اور بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ جو قطع رحمی کرے وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث پاک میں قطع

رحمی کا ارتکاب جو کرے اسکے واسطے یہ سزا ہے۔

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ یہ شب شعبان کی پندرھویں شب ہے اس میں بنو کلب کی بکریوں کے برابر لوگوں کو اللہ تعالیٰ آزاد کرتا ہے۔ لیکن مشرک کی جانب اس شب نظر نہیں فرماتا اور نہ کینہ پرور کی جانب اور نہ قطع رحمی کے مرتکب کی جانب اور نہ ہی اسکی طرف جو بوجہ تکبر کپڑا گھسیٹتا ہو نہ والدین کے نافرمان کی جانب اور نہ شراب نوشی کے عادی شخص کی طرف۔ (الحدیث)۔

اور ثقہ روایت ہے کہ ہر جمعرات کے روز جمعہ کی شب کو بنی آدم کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں پس قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ تین طرح کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اول شراب نوشی کا عادی شخص۔ دوم قطع رحمی کا ارتکاب کرنے والا۔ سوم جادو کی تصدیق کرنے والا۔ احمد نے اختصار سے۔ اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نقل کرتے ہیں اس امت کی کچھ لوگ رات کے وقت یہ لوگ اکل و شرب اور لہو ولعب میں لگے رہیں گے اور صبح کو ان کو مسخ کرنے کے بعد بندر اور سوٗر بنایا جائے گا اور پھر زمین کے اندر دھنسائے جائیں گے اور اوپر سے پھر پتھروں کی بارش ہوگی۔ صبح کے وقت لوگ بات کریں گے کہ شب میں فلاں خاندان زمین میں دھنس چکا ہے اور فلاں گھر رات میں زمین میں دھنس چکا ہے۔ اکادکا طور پر اور پھر ان کے اوپر پتھریوں برسیں گے جیسے قوم لوط پر برسائے تھے۔ اور کچھ خاندانوں اور گھروں پر تباہ کر دینے والی آندھی چلے گی جس طرح قوم عاد پر چلی تھی۔ لیکن صرف کسی کسی کنبے اور کسی کسی گھر پر۔

ایسے لوگ وہ ہی ہوں گے جو شراب پیتے ہوں گے ریشم زیب تن کرتے ہوں گے گانے بجانے والی عورتوں کو دیکھتے ہوں گے۔ سود لیتے اور قطع رحمی کے مرتکب ہوں گے ایک اور بھی عادت ہوگی حضرت جعفر اسکو بھول گئے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طبرانی اوسط میں مروی ہے کہ ہم چند صحابی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران رسول اللہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ خوف کھاؤ اللہ تعالیٰ سے اور صلہ رحمی کیا کرو کیونکہ صلہ رحمی سے بڑھ کر کوئی دوسرا عمل نہیں جس کا ثواب تیزی سے ہو اور تم ظلم کرنے اور سرکشی کے ارتکاب سے بچو کیوں کہ ظلم اور سرکشی سے بڑھ کر دیگر کوئی عمل نہیں جو تیزی سے باعث سزا (بنتا ہو) اور اپنے ماں باپ کی حکم عدولی سے بچو کیونکہ جنت کی خوشبو تو ایک ہزار برس (کی مسافت) سے آجاتی ہے۔ لیکن جو ماں باپ کا نافرمان ہو وہ یہ خوشبو نہ پائے گا نہ ہی قطع رحمی کا مرتکب نہ ہی بوڑھا زانی شخص اور نہ بوجہ تکبر کپڑا گھسیٹنے والا اور صرف جہانوں کے پروردگار کے لیے ہی تکبر کرنا شایان شان ہے۔

اصبہانی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ہم حاضر تھے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ آج کے دن قطع رحمی کا مرتکب شخص ہمارے پاس مت بیٹھے تو (آپکی) مجلس میں سے ایک جوان آدمی اٹھ کر اپنی خالہ کی خدمت میں آیا۔ ان دونوں میں کچھ جھگڑا تھا۔ اس جوان شخص نے اس سے معافی طلب کی اور اس نے معاف فرمادیا۔ اسکے بعد وہ مجلس (پاک) میں حاضر ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسی قوم پر رحمت الٰہی کا نزول نہیں ہوتا جن میں قطع رحمی کا مرتکب موجود ہو۔ یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ ہمارے پاس سے مرتکب قطع رحمی خارج ہو جائے تو ایک جوان اٹھا اور وہ اپنی پھوپھی کے پاس چلا گیا کئی برس سے ان میں انقطاع ہو چکا ہوا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ صلح کر لی۔ اس نے اسکی وجہ پوچھی تو نوجوان نے وجہ بیان کردی تو اس کی پھوپھی کہنے لگی کہ انکے پاس جا کر سبب دریافت کرو اور پھر آؤ پس وہ گیا اور سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے سماعت کیا ہے کہ جس قوم کے اندر کوئی قطع رحمی کا مرتکب موجود ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔

اور طبرانی میں ہے کہ (ملائکہ رحمت) نازل نہیں ہوتے ایسی قوم پر جس میں کوئی

قطع رحمی کا مرتکب موجود ہوتا ہے۔ اور طبرانی میں ہی بسند صحیح حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بعد از تسبیح ایک مجلس کے اندر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ کہ آپ نے فرمایا قطع رحمی کے مرتکب کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہماری مجلس سے وہ نکل جائے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے پر آسمان کے دروازے بند شدہ ہیں۔

اور بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ رحم معلق ہے عرش کے ساتھ اور وہ کہتا ہے مجھ کو جو جوڑتا ہے اس کو اللہ جوڑے اور مجھ کو جو قطع کرتا ہے اللہ اس کو توڑے۔ اور ابو داؤد اور ترمذی میں آیا ہے اور امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے صحیح ہونے میں اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ منقطع ہے اور روایت میں متصل ہے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ خطا ہے۔ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سماعت کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں اللہ ہوں میں رحمان ہوں میں نے رحم کی تخلیق فرمائی اور اسکے واسطے اپنے اسماء میں سے ایک نام علیحدہ کیا۔ جس نے اس کو جوڑا میں نے اس کو جوڑا اور جس نے اسکو توڑا میں نے اس کو توڑا یا فرمایا۔ تبتۃ (میں نے اسکو کاٹا)۔

اور باسناد صحیح مسند احمد میں ہے کہ سب سے بڑا سود مال مسلم کو ناحق کھانا ہے۔ اور قرابت وصلہ رحمی اللہ تعالیٰ کے نام کی ایک شاخ ہے۔ جس نے اس کو توڑا اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام فرمادیا اور مسند احمد میں قوی اسناد سے اور صحیح ابن حبان میں ہے۔ رحم رحمان ایک پیچیدہ شاخ ہے (یہ) کہتا ہے مجھے توڑ دیا گیا اے پروردگار میرے ساتھ برا سلوک ہوا۔ اے پروردگار مجھ پر زیادتی ہوئی اے رب اے رب۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جواباً فرماتا ہے۔ کیا تو راضی نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے میں اس کے ساتھ جوڑوں اور جو تجھ سے توڑے میں اس سے قطع کروں۔

اور شجنتہ سے مراد ہے ایک پیچیدہ جال والی شاخ جس طرح کہ رگیں جالدار ہوں اور رحم لفظ فی الحقیقت رحمان سے نکلا ہے جیسے آگے حدیث آئے گی۔ مسند بزاز کے اندر

حسن اسناد سے ہے کہ رحم ایسے ہے جیسے ایک چیچڑی اور اس نے عرش کو پکڑا ہوا ہے اور تیز زبان سے کہتا ہے یا اللہ جو مجھ کو جوڑے اس کو تو جوڑ اور جو مجھے توڑتا ہے اس کو تو توڑ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں رحمان و رحیم ہوں اور رحم کو میں نے اپنے نام سے مشتق فرمایا ہے۔ جو اس کو جوڑے گا اس کو میں جوڑوں گا اور اس کو جو قطع کرے گا اس کو میں بھی قطع کرونگا۔

مسند بزاز میں درج ہے کہ تین چیزیں ہیں جو عرش کے ساتھ معلق ہیں۔

(۱)۔ رحم (۲)۔ امانت (۳)۔ نعمت۔ رحم کہتا ہے کہ یا اللہ میں تیرے ساتھ ہوں لھذا میں کاٹ نہ دیا جاؤں اور امانت کہتی ہے یا اللہ میں تیرے ساتھ ہوں کہیں خیانت نہ کی جاؤں اور نعمت کہتی ہے یا اللہ میں تیرے ساتھ ہوں پس میں خیانت نہ کر دی جاؤں۔

اور سنن بیہقی میں ہے کہ عرش کے پائے سے مہر لگانے (آلہ) معلق ہے۔ جس وقت رحم شکایت کرے اور نافرمانی کی جائے اور احکام الٰہیہ کی کھلی مخالفت کیجائے۔ تو اللہ تعالیٰ طابع کو بھیج دیتا ہے جو دل کے اوپر مہر ثبت کر دیتا ہے تو وہ بد عقل ہو جاتے ہیں۔

اور بخاری و مسلم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر جس کا ایمان ہے۔ وہ مہمان کا احترام کرے جس کا ایمان ہے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایماندار ہے اس کو چاہیے کہ جب وہ کوئی بات کہے تو اچھی بات کہے یا وہ چپ رہے۔

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی روزی فراخ ہو جائے اور اسکی عمر لمبی ہو یا برکت والی ہو۔ اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا، جس کو پسند ہو کہ اسکی روزی فراخ ہو جائے۔ یا اسکی عمر لمبی ہو۔ اسکو صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

بخاری اور ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اپنے انساب سیکھو جس کے ذریعے تم صلہ رحمی کر سکو کیونکہ صلہ رحمی کا ہونا خاندان میں محبت ہے کثرت ہے مال کے اندر

اور عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن امام احمد رضی اللہ عنہ زوائد المسند میں اور بزاز جید اسناد سے اور حاکم روایت کرتے ہیں کہ جس کو پسند ہو کہ اس کی عمر زیادہ کر دی جائے اور روزی کو فراخ کر دیا جائے اور بری موت کو اس سے دور کر دیا جائے اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کھائے اور صلہ رحمی کیا کرے۔

بزاز سند لاباس بہ سے اور حاکم روایت کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تورات میں درج ہے کہ جو پسند کرتا ہے کہ اسکی عمر اور اسکی روزی زیادہ کی جائے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔

ابو یعلیٰ رحمتہ اللہ علیہ جید اسناد سے بنو خشعم کے ایک فرد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں میں حاضر ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ کیا آپ وہی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کون سے عمل کو اللہ تعالیٰ زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہونا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسکے بعد کونسا عمل۔ تو فرمایا صلہ رحمی۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کس عمل کو زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے شرک کیا جانا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پھر کونسا عمل تو فرمایا قطع رحمی کو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسکے بعد کونسا عمل۔ تو فرمایا برائی کا حکم دینا اور نیکی سے منع کرنا۔

بخاری و مسلم کے اندر الفاظ یوں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آگیا۔ آنحضرت سفر میں تھے اس نے آنحضرت کی اونٹنی کی مہار کو پکڑا پھر کہنے لگا اے رسول اللہ کے، یا کہا اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھ کو عمل بتا دو جو قریب کرے جنت کے دور کرے دوزخ سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ٹھہر گئے اور صحابہ کی جانب دیکھا پھر آپ نے فرمایا۔ اسے توفیق مل گئی یا اس کو ہدایت

حاصل ہوئی پھر فرمایا تم نے کس طرح کہا تو اس نے دوبارہ کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ تو عبادت کر اللہ کی شریک نہ بنا کسی کو اسکے ساتھ تو نماز کو قائم کر اور زکوۃ ادا کر اور صلہ رحمی کیا کر اب تو اونٹنی کو چھوڑ دے۔

دیگر ایک روایت میں وارد ہوا ہے۔ رحم والوں سے جوڑ۔ وہ واپس رخصت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ میں نے اس شخص کو حکم کیا ہے۔ اگر اسکے ساتھ رہا تو یہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اور حسن اسناد سے طبرانی میں ہے کہ ایک قوم کے سبب سے اللہ تعالیٰ ایک علاقے کو آباد فرماتا ہے۔ انکے مالوں میں اضافہ کرتا ہے اور جس وقت سے ان کی تخلیق کی ان پر نظر رحمت فرمائی عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ کس طرح ہے تو فرمایا انکی صلہ رحمی کے سبب۔

احمد نے روایت کیا ہے اور باسناد بیان کیا ہے۔ مگر اس میں انقطاع ہے کہ جسے نرمی حاصل ہوئی اسے دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے حصہ مل گیا اور صلہ رحمی اور پڑوس والوں سے بہتر سلوک اور حسن اخلاق کے باعث علاقہ جات آباد ہو جاتے ہیں اور عمروں میں زیادتی ہوتی ہے۔

ابو الشیخ اور ابن حبان اور بیہقی روایت کرتے ہیں اے اللہ کے رسول لوگوں میں سب سے بہتر کون شخص ہے۔ فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرے نیکی کا حکم کرے برائی سے روکے۔

صحیح ابن حبان اور طبرانی میں ہے اور یہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے خلیل صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ کو بہترین خصلتیں وصیت فرمائیں کہ:

(1) مجھ سے بالا جو شخص ہو اسے (نگاہ حسد سے) نہ دیکھوں۔

(2) اپنے سے نیچے جو شخص ہو اس کو دیکھوں (اور یوں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بنوں)

اور قابل استدلال اسناد سے طبرانی میں منقول ہے کہ کیا میں تم لوگوں کو دنیا و آخرت کا سب سے بہتر عمدہ اخلاق نہ بتادوں کہ جو تیرے ساتھ جوڑتا ہے تو اسکے ساتھ جوڑ اور تجھ کو جو محروم رکھتا ہے تو اس کو دے اور تیرے اوپر جو زیادتی کرتا ہے تو اس کو معاف کر۔

اور طبرانی ہی میں یہ ہے کہ سب سے افضل فضیلت یہ ہے کہ تجھ سے جو قطع کرتا ہے تو اس کے ساتھ جوڑ اور تجھے جو محروم کرتا ہے تو اس کو دے اور جو تجھے گالی دیتا ہے اس سے درگذر کر اور مسند بزاز میں منقول ہے کہ کیا تم لوگوں کو آگاہ نہ فرمادوں کہ رفعت درجات اللہ تعالیٰ کون سے عمل کے باعث فرماتا ہے اور طبرانی میں ایک روایت میں یوں ہے کیا تم کو نہ بتاؤں کہ کس عمل کے سبب اللہ تعالیٰ عمارت کو شرف سے مشرف فرماتا ہے۔ اور اسکے سبب بلندی درجات سے نوازتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تیرے ساتھ جو جہالت سے پیش آتا ہے۔ اسے تو بردباری و برداشت سے پیش آ اور تیرے ساتھ جو ظلم کرتا ہے اس کو تو معاف فرمادے اور تجھے جو نہیں دیتا تو اس کو دے جو تجھ سے قطع کرے اسکے ساتھ تو جوڑ۔

اور ابن ماجہ شریف میں آیا ہے کہ احسان کرنے اور صلہ رحمی کرنے سے تیزی و عجلت سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ زیادتی کرنے اور قطع رحمی کی جانے تو تیزی کے ساتھ سزا ہوتی ہے۔

طبرانی شریف میں منقول ہے کہ قطع رحمی اور خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے سے زیادہ بڑا گناہ اور کوئی نہیں جسکی سزا ایسا مرتکب ہونے والے کو دنیا کے اندر ہی تیزی سے سزا مل جاتی ہو۔ اور آخرت میں بھی جمع رہے اور صلہ رحمی کا ثواب فورا حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اہل خانہ بدمعاش ہوں پھر بھی ان کے مالوں میں اضافہ ہوتا ہے اور تعداد میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اگر وہ صلہ رحمی کیا کرتے ہوں۔

اللھم صل او سلم دائما ابدا علی حبیبک سیدنا محمد والہ و اصحابہ

باب نمبر 24

ماں باپ سے احسان

بخاری و مسلم شریف میں آیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میں نے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل تو آنجناب نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ۔ بہتر سلوک کرنا عرض کیا پھر اسکے بعد کون سا عمل تو آپ نے فرمایا فی سبیل اللہ۔ جہاد کرنا۔

اور مسلم وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اسکے اجر کا اللہ تعالیٰ سے طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے اس وقت کوئی حیات ہے اس نے عرض کیا کہ دونوں ہی زندہ ہیں۔ فرمایا کیا تجھے اللہ تعالیٰ سے اجر مطلوب ہے اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر تو اپنے ماں باپ کے پاس واپس چلا جا اور ان کے ساتھ اچھی مصاحبت رکھ۔

ابو یعلی اور طبرانی میں جید اسناد سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میری خواہش ہے کہ جہاد کروں۔ لیکن اس پر قدرت نہیں رکھتا ہوں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا تیرے ماں باپ میں سے اب کوئی زندہ ہے۔ عرض کیا ہاں میری والدہ زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا اسکے ساتھ تو نیک سلوک کر کے اللہ تعالیٰ سے (ثواب و جہاد) طلب کر اگر تو یہ کرے گا تو تو حج ادا کرنے والا عمرہ کرنے والا اور جہاد (فی سبیل اللہ) کرنے والا ہو گا۔

اور طبرانی میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ جہاد کروں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیری ماں اس وقت زندہ ہے عرض کیا ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ماں کے پاؤں ہی پڑا رہ وہاں پر ہی جنت ہے۔

اور ابن ماجہ شریف میں منقول ہے کہ کسی شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ ماں باپ کا اپنے بیٹے پر کیا حق ہوتا ہے۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا وہ ہی تیری جنت ہیں اور وہ ہی تیری جہنم ہیں۔

اور ابن ماجہ اور نسائی میں ہے اور حاکم میں بھی وارد ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ (آنحضرت سے عرض کیا گیا) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جہاد کرنے کا میرا ارادہ ہے اور میں اس وقت آپکی خدمت میں مشورہ کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا تیری والدہ موجود ہے اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا اسی کی خدمت میں مشغول رہ اس کے پاؤں کے پاس جنت موجود ہے۔

اور ایک صحیح حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تیرے ماں باپ موجود ہیں عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا۔ ان دونوں کے ساتھ ہی تو وابستہ رہ کیونکہ انکے پاؤں تلے جنت ہے۔

اور ترمذی شریف میں ہے اور اس کو صحیح کہا ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ میری ایک زوجہ ہے۔ اور میری ماں حکم فرماتی ہے کہ میں زوجہ کو طلاق دے دوں۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوتے میں نے سماعت کیا ہے کہ ماں باپ جنت کے درمیان والا دروازہ ہے چاہو تو وہ دروازہ ضائع کر دو اور چاہو تو محفوظ کر لو۔

اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرا باپ میرے ساتھ رہتا ہے۔ بالآخر میرا نکاح اس نے کر دیا اب مجھے وہ حکم کرتا ہے کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ تجھ کو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو جانے کے واسطے حکم کروں اور میں تجھ

کو یہ بھی حکم نہیں دیتا کہ تو بیوی کو طلاق دے۔ ہاں اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا دیتا ہوں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میں نے سماعت کیا ہے۔ باپ جنت کا درمیان والا دروازہ ہے چاہے تو اسکی حفاظت کر دو یا چاہو تو اس کو ضائع کر دو۔ حضرت عطا نے بیان کیا ہے کہ اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔

اور سنن اربعہ میں اور صحیح ابن حبان میں ہے اور اس کو ترمذی حسن صحیح کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میری زوجیت میں ایک عورت تھی میں اسکے ساتھ بہت محبت رکھتا تھا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے متنفر تھے مجھے انہوں نے فرمایا۔ کہ اس کو طلاق دے دو مگر میں نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئے اور یہ بات بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے فرمادیا کہ اس کو طلاق دے دو۔

اور صحیح سند سے مسند احمد میں روایت کیا گیا ہے کہ جو پسند کرے کہ اسکی عمر لمبی ہو اور اسکی روزی فراخ ہو وہ اپنے والدین سے حسن سلوک رکھے اور صلہ رحمی کیا کرے۔

اور مسند ابو یعلی میں ہے اور اس کو حاکم صحیح کہتے ہیں کہ اپنے ماں باپ سے جو شخص اچھا سلوک رکھتا ہے اسکے حق میں یہ اچھی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی عمر زیادہ کر دے گا۔

اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں ہے اور حاکم اسے صحیح بتاتے ہیں کہ گناہ کے سبب آدمی کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ اور صرف دعا ہی قضا کو ٹال سکتی ہے۔ اور صرف نیکی کی وجہ سے ہی عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور ترمذی میں روایت ہے اور اس کو حسن غریب کہا ہے کہ کوئی چیز سوائے دعا کے قضا کو رد نہیں کر سکتی اور صرف نیکی سے ہی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

مستدرک حاکم میں ہے اور اس کو صحیح کہا ہے کہ تم لوگوں کی عورتوں سے اپنا دامن پاک رکھو۔ تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی اپنے ماں باپ سے تم اچھا سلوک کرتے رہو۔ تو تمہارے بچے بھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور جس کے پاس اس کا بھائی تعلق قائم کرنے کے لیے آتا ہے وہ اسے قبول کرے خواہ وہ حق پر ہو یا وہ

ناحق ہو۔ اگر اس طرح سے نہ کرے گا تو وہ حوض کوثر پر نہ آسکے گا۔

اور حسن اسناد سے طبرانی میں روایت کیا گیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے نیک سلوک ہی کیا کرو۔ تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔ تم خود پاک دامن رہا کرو تمہاری عورتیں بھی اپنا دامن پاک رکھیں گی۔

اور مسلم شریف میں ہے۔ خاک آلود ہو اسکی ناک۔ خاک آلود ہو اسکی ناک خاک آلودہ ہو جائے اسکی ناک۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کس کی ناک؟ تو آنحضرت نے فرمایا۔ جو اپنے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پاتا ہے اور پھر وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہیں ہوتا ہے یا یوں فرمایا اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کر دیں (اسکے نیک برتاؤ کی وجہ سے)۔

اور متعدد اسناد سے طبرانی میں مروی ہے کہ جن میں سے ایک حسن ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے فرمایا آمین، آمین، آمین۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)۔ جو شخص رمضان شریف کا مہینہ پاتا ہے مگر مر جائے (روزے رکھے بغیر) اس کو معافی نہ ہو اور دوزخ میں جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو رد کر دے۔ تو کہہ دے آمین۔ میں نے کہا آمین۔

ابن حبان میں الفاظ یوں ہیں جو شخص اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پائے پھر وہ ان کے ساتھ نیک برتاؤ نہ کرے مر جائے اور دوزخ میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے میں نے کہا آمین۔ حاکم نے اس کو روایت کر کے آخر میں کہا جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو آپ نے کہا جو اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے بڑھاپے میں پھر وہ اس کو جنت میں داخل نہ کریں وہ رحمت سے دور ہو میں نے کہا آمین۔

طبرانی میں ہے کہ جو شخص ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پائے پھر ان کے ساتھ نیک برتاؤ نہ کرے اور دوزخ میں داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دور کر دے اور اس کو پیس کر رکھ دے میں نے کہا آمین۔

اور متعدد طریق سے مسند احمد میں ہے کہ ان میں ایک حسن ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی گردن کو آزاد کرایا (یعنی غلامی سے آزادی دلائی) تو وہ اسکے واسطے فدیہ ہے (یعنی دوزخ سے آزادی کے لیے) اور جس نے ماں باپ میں سے کسی ایک کو پایا پھر وہ بخشانہ گیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ دور کرے اور ایک روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ اس کو پیس دے۔

اور بخاری اور مسلم شریف میں ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کس کو زیادہ حق حاصل ہے میری حسن رفاقت کا تو فرمایا تیری والدہ اس نے پوچھا کہ پھر کون تو فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون تو فرمایا تیرا والد۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت اسماء بنت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ماں میرے پاس تشریف لائی اور (ابھی تک) وہ عہد رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مشرک ہی تھی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ میرے ہاں آئی ہے اور اسلام سے اس کو رغبت نہیں ہے تو میرے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔ کیا میں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کروں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں تو اپنی والدہ سے صلہ رحمی کر۔

اور صحیح ابن حبان میں اور حاکم میں بھی اور کہا ہے کہ مسلم کی شرط کے مطابق یہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے۔ یا فرمایا والدین کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے یا فرمایا کہ والدین کی ناراضگی میں ہے۔

اور بزاز کی ایک روایت میں آیا ہے۔ والدین کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور والدین کی ناراضگی میں رب تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

اور ترمذی اور صحیح ابن حبان اور حاکم میں مروی ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ بمطابق شرط بخاری و مسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے کیا میرے واسطے توبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے۔ عرض کیا نہیں

آنحضرت نے فرمایا کیا تیری خالہ موجود ہے عرض کیا ہاں تو آپ نے ارشاد فرمایا پھر تو اس کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔

اور ابو داؤ اور ابن ماجہ شریف میں یوں ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا کوئی ایسا نیک سلوک بھی ہے جو میں اپنے ماں باپ کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ان کے حق میں دعا کر اور ان کے واسطے بخشش طلب کر ان کی جو وصیت ہو ان کے بعد اس کو نافذ کر جو ان کی وجہ سے رشتہ دار ہیں ان سے صلہ رحمی کر ان کے دوستوں کا احترام کر۔ صحیح ابن ماجہ میں اس قدر زیادہ ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ کتنا اچھا اور بہتر ہے تو فرمایا پھر تو اس پر عمل پیرا ہو۔

اور مسلم شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے راستہ میں ایک اعرابی سے ملے اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو اپنی سواری پر سوار کر لیا نیز اپنے سر والا عمامہ اس کو دے دیا۔ حضرت ابن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا فرمائے یہ اعرابی معمولی قسم کے عطیہ سے بھی خوش ہو جایا کرتے ہیں۔ تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا والد دوست تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور میں نے سماعت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہ بیٹے کی صلہ رحمی میں عظیم ترین نیکی باپ کے دوستوں اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔

اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں مدینہ شریف میں آیا تو میرے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے اور مجھے فرمایا کیا آپکو معلوم ہے کہ کس سبب سے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ نہیں تو کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے۔ کہ جو شخص چاہتا ہو کہ قبر میں اسکے باپ کی تدفین ہو جانے کے بعد باپ سے صلہ رحمی کرے تو اس کو اپنے باپ کے بعد والد کے دوستوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنا چاہیے۔ اور میرے والد عمر رضی اللہ عنہ اور نکے والد میں دوستی اور اخوت تھی مجھے خواہش ہوئی کہ اس تعلق کو

میں قائم ہی رکھوں۔ اور بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں میں کئی روایتوں کے ساتھ مشہور حدیث مروی ہے کہ زمانہ قبل میں تین شخص اپنے گھروں سے نکل پڑے اور اہل خانہ کے لیے کچھ کمائی کر کے لانے کے لیے وہ جا رہے تھے کہ ان کے اوپر شدت کے ساتھ مینہ برسنے لگا۔ بالآخر وہ ایک پہاڑ کی غار میں داخل ہو گئے تو ایک پتھر لڑھکتا ہوا غار کے دہانہ پر آ پڑا کہ دھانہ بند ہو کر رہ گیا۔ وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس پتھر سے اس وقت ہی نجات ہو گی کہ اپنے کسی نیک عمل کے حوالے کے ساتھ دعا کریں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنا اپنا ایسا عمل دھیان میں لاؤ جو پر خلوص طور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کیا ہو۔ اس کے وسیلہ کے ساتھ دعا کرو۔ شاید کہ اس مصیبت سے ہمیں اللہ تعالیٰ نجات عطا فرمائے دیگر ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ نشان مٹ چکے ہیں اوپر پتھر آ پڑا ہے اور تمہارے اس مقام سے بجز اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی آگاہ نہیں پس اب تم اپنے کسی نیکی اور صالح عمل کے حوالہ سے دعا مانگو۔

پس ایک نے دعا مانگی یا اللہ میرے والدین تھے اور میں ان سے قبل اپنے اہل و عیال کو دودھ نہ پلایا کرتا تھا کہ ایک دن ایندھن کی جستجو کرتے ہوئے تاخیر واقع ہوئی میں جس وقت واپس اپنے والدین کے پاس آیا تو وہ سو چکے تھے۔ ان کو دودھ پلانے کی خاطر میں نے دودھ نکالا پھر میں نے دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ ان کو دودھ پلانے سے قبل میں اپنے اہل و عیال کو دودھ پلاؤں پس پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر میں ساری رات کھڑا ان کے جاگنے کا منتظر رہا اور میرے بچے بھوکے سوتے رہے بلآخر صبح ہو گئی وہ جاگ اٹھے تو اپنے حصہ کا دودھ انہوں نے نوش فرمایا۔ یا اللہ تعالیٰ میرا یہ کام اگر تیری رضا اور خوشی کے واسطے تھا تو اس پتھر کی آفت کو ہم سے رفع فرما دے۔ جس میں ہم مبتلا ہیں پس پتھر کا کچھ حصہ ہٹ گیا۔ لیکن وہ ابھی باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

دیگر روایت میں ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب واپس آیا کرتا تھا تو دودھ نکالا کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کو اپنے بچوں سے قبل دودھ

پلایا کرتا تھا۔ ایک روز ایندھن ڈھونڈتے ہوئے تاخیر ہوئی میں لوٹ کر شام کے وقت آیا میں نے دیکھا کہ دونوں (ماں اور باپ) ہی سو چکے ہیں۔ حسب معمول میں نے دودھ دوہ لیا اور دودھ لے کر میں والدین کے پاس گیا ان کے سروں کے قریب کھڑا ہو گیا اور ان کو جگانا اچھا نہ لگا نہ ہی گوارا کیا کہ ان سے پیشتر اپنے بچوں کو دودھ پلا دوں۔ جبکہ بچے میرے پاؤں سے لپٹ لپٹ کر چلاتے تھے مگر میرے کھڑے ہونے اور انکے سوتے رہنے کا حال اسی طرح ہی رہا بالآخر فجر ہو گئی۔ اے اللہ تعالیٰ اگر تجھے یہ معلوم ہے کہ تیری رضا کے لیے ہی میں نے یہ کام کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور فرما دے تاکہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں پس اتنی سی فراخی ہوئی کہ ہم آسمان کو دیکھنے لگ گئے اور دوسرے کی بات یوں ہے۔ کہ اپنی چچازاد سے بدکاری کا مرتکب ہونے سے وہ بچا ہی رہا اور ایک روایت میں ہے کہ تیسرا شخص وہ آدمی تھا جسکے پاس مال بطور امانت رکھا گیا تھا اور اس نے مال کو زیادہ کر کے مال رکھنے والے مزدور کو لوٹا دیا آخر کار اس غار کا منہ کھل گیا اور وہ تینوں اس میں سے چل کر باہر نکل آئے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 25

زکوۃ کی ادائیگی اور بخل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیر الھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ۔

(اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کیا ہے اپنے فضل سے جو لوگ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اپنے واسطے اس بخل کو بہتر مت گردانیں بلکہ وہ ان کے حق میں برا ہے جس مال میں وہ بخل کیا کرتے ہیں وہی روز قیامت ان کی گردنوں میں بصورت طوق لے جائیں گے۔ آل عمران۔ ۱۸۰)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوۃ۔

(اور خرابی ہے مشرکوں کے لیے جو زکوۃ نہیں دیتے۔ حم۔ السجدہ۔ ۷)۔

یہاں پر ان کو مشرک فرمایا گیا ہے جو زکوۃ ادا نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے مال میں سے زکوۃ نہ دے روز قیامت اس مال کو گنجے سانپ کی مانند بنا دیا جائے گا۔ بالآخر وہ اس کی گردن میں ہار بنے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اے گروہ مہاجرین! پانچ عادتیں وہ ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم پر وہ وارد ہوں۔

(1) جس قوم میں بے حیائی پھیل گئی وہ کھلے طور پر بے حیائی کے مرتکب ہونا شروع ہوئے تو ان میں ایسے امراض نمودار ہوں گے جو پہلے لوگوں میں نہیں تھے۔

(2) جس قوم میں پیمائش وزن میں کمی مروج ہو جاتے ان کے اوپر قحط اور شدید

مشقت اور سلطان کا ظلم وستم آئیں گے۔

(3) اور جس قوم نے مالوں کی زکوۃ بند کر دی ان پر آسمان سے مینہ برسنا رک جائے گا۔ اور اگر چوپائے موجود نہ ہوں تو بارش ہوگی ہی نہیں۔

(4) جس قوم نے عہد الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد کو توڑ دیا (مراد یہ کہ قرآن اور حدیث شریف پر ایمان اور عمل ترک کر دیا)۔ اس پر دشمن کو مسلط کیا جائے گا اور ان کے قبضہ میں موجود ہر چیز ان سے چھین لی جائے گی۔

(5) جس قوم کے سرکردہ حضرات کتاب اللہ کے مطابق حکم نافذ کرنا ترک کریں گے انہیں خانہ جنگی میں اللہ تعالیٰ ڈال دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے بخیل کی زندگی سے اللہ تعالیٰ متنفر ہوتا ہے۔ اور سخی کی موت سے (جو مسلمان نہیں ہوتا اور جو مسلمان اور سخی ہو وہ اللہ کا حبیب ہوتا ہے ہمیشہ ہی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے دو خصلتوں کا اجتماع ایک صاحب ایمان شخص میں نہیں ہوتا وہ بخیل نہیں ہوتا نہ ہی بد اخلاق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہوئی ہے کہ بخیل (جو زکوۃ ادا نہیں کرتا) جنت میں نہ جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بخل سے بچے رہو کیونکہ ایک قوم کو بخل نے آمادہ کر لیا۔ تو انہوں نے زکوۃ نہ ادا کی اور انکو آمادہ کر لیا۔ تو وہ قطع رحمی کرنے لگے اور ان کو آمادہ کر لیا تو انہوں نے خونریزی کی یہ سب کچھ زکوۃ نہ دینے اور بخل کرنے کے باعث ہوتا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کمینہ پن اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اس کو کنجوسی اور مال کے ساتھ ڈھانپا۔

لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بخل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ بخل یہ ہے کہ آدمی دیکھتا ہے کہ جتنا خرچ کیا ہے وہ ضائع ہو گیا اور جو کچھ خرچ

کرنے سے روک رکھا ہے وہ بڑا کام ہو گیا۔

فی الحقیقت کنجوسی کی جڑ حب مال اور طول امل اور ناداری کا خدشہ اور اولاد سے محبت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کو اس کی اولاد کنجوس اور بزدل بناتی ہے۔

کچھ لوگوں کی حالت یوں ہوتی ہے کہ مال میں سے زکوۃ ادا کرنا وہ اچھا نہیں جانتے وہ دینار دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جو انکی مٹھی میں ہوتے ہیں۔ جبکہ انکو معلوم ہوتا ہے کہ ایک روز انہوں نے ضرور مرنا بھی ہے ایک شاعر نے اشعار میں یوں کہا ہے۔

اخی ان من الرجال بهيمته
فی صورة الرجل اللبيب البصر
فطن بكل مصيبته فی ماله
فاذا اصيب بدينه لم يشعر
البخل داء دوی لا يلنق بذی
مروءة لاولا عقل ولا دين

(کیا یہ بھائی ہیں بے شک بعض آدمی تو بہائم ہیں بصورت آدمی صاحب عقل و بصیرت۔ اپنے مال میں وہ ہر مصیبت کو اچھی طرح جانتے ہیں مگر دین پر آفت پڑے تو ان کے شعور میں بھی نہیں آتا۔ بخل ایک مرض ہے جو سرایت کرنے والا ہے کسی بھی صاحب مروت کسی صاحب عقل اور کسی بھی دیندار شخص کے شایاں بخل نہیں ہے)۔

من آثر البخل عن وفر وعن جدة
فقد كعمری اضحی وهو مغبون
يا بوس من منع الدارين حقهما
فباع دنياه بعد الدين بالدون
اذا المال لم ينفع صديقا ولم يصب
قريبا ولم يجربه حال معدم

(جو شخص مال کمانے کو اور سخاوت کرنے پر کنجوسی کرنے کو ترجیح دیتا ہو۔ مجھے قسم ہے کہ وہ یقیناً گھاٹے میں ہوتا ہے۔ کتنی تنگی میں مبتلا ہے وہ آدمی جس نے ہر دو جہاں کا حق مار لیا پس اس نے دین کے بعد دنیا کو بھی معمولی سے عوض میں ہی دنیا کو بھی بیچ ڈالا)۔

دیگر ایک شاعر کا قول ہے۔

فعقباه ان تحتاذه کف وارث

وللباخل المورث عقبی التندم

(پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر وارث کا قبضہ ہو جاتا ہے اور جس کنجوس کے وہ وارث ہوں قیامت میں اسے شرمندگی ہی ہے)۔

اور حضرت بشر نے فرمایا ہے کہ بخیل سے ملاقات بھی ہو تو اس میں بھی ایک آفت موجود ہوتی ہے۔ اسکی طرف دیکھا جائے تو سنگدلی پیدا ہوتی ہے اور عربوں کے نزدیک بخل اور بزدلی باعث عار تصور ہوتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

انفق ولا تخش اقلا لا فقد قسمت

علی العباد من الرحمان ارزاق

لا ینفع البخل مع دنیا مولیته

ولا یضر مع الاقبال انفاق۔

(صرف کرو اور تنگدستی کا خوف نہ کرو اس لیے کہ رحمان کی طرف سے بندوں پر رزق تقسیم ہو چکا ہوا ہے۔ اپنا رخ پھیر لینے والی دنیا کی موجودگی میں کنجوسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور کوئی نقصان نہیں ہوتا آئندہ آجانے والی روزی کی وجہ سے خرچ کر دینا)۔

دیگر ایک شاعر نے اس طرح سے کہا ہے۔

اری الناس خلان الجواد ولا اری

بخیلا له فی العالمین خلیل

وانی رائیت البخل یزری باهله

فاکرمت نفسی ان یقال بخیل

(میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سخی کے دوست ہیں مگر میں یہ نہیں دیکھتا کہ کسی بخیل کا کوئی دوست ہو دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ اور تحقیق میں نے دیکھ لیا ہے بخیل کو اسکی کنجوسی عیب لگاتی ہے لہذا میں نے بخل سے کنارہ کشی کر لی ہے۔)

بخیل شخص کے واسطے پانچ چیزیں ہیں۔ (۱)۔ دوسروں کے واسطے اکٹھا کرنا۔ (۲)۔ اسکے نقصان کی مار بخیل کا خود کھانا۔ (۳)۔ اسکے لطف سے خود محروم رہ جانا۔ (۴)۔ اسکی خوشی حاصل نہ ہونا۔ (۵)۔ اسکی بھلائی سے خود محروم رہ جانا۔ اور وکیع اسکی مثال دیتے ہوئے یوں کہتا ہے۔

لئیم لا یزالمہ وفرا۔ لوارثہ ویدفع عن حماہ۔ ککلب الصید یمسک وھو طاو۔ فریستہ لیا کلہ سواہ۔

(اپنے وارث کے واسطے مال اکٹھا کرنے والا آدمی کمینہ ہوتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ جس طرح کہ ایک شکاری کتا شکار کو پکڑ لیتا ہے اس پر مضبوط گرفت ڈالتا ہے۔ تاکہ اس کو دوسرا کھائے)۔

اور الحکم المنثورہ میں ہے۔ بخیل کے لیے خوشخبری دے دو کہ اسکے مال پر آفت پڑے گی یا وہ وارثوں کو مل جائے گا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میں یہ موزوں نہیں جانتا کہ بخیل کے ساتھ انصاف کیا جائے اس لیے کہ اس کا بخل اسکو انتہائی قدم اٹھانے پر تیار کر دیتا ہے اور کمی واقع ہو جانے کا خوف کرتے ہوئے وہ اپنے حق سے بڑھ کر لیتا ہے اس طرح کا جو شخص ہوتا ہے وہ امانت دار نہیں ہوا کرتا۔

اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس کو دیکھ کر فرمایا اے ابلیس مجھے بتا کہ کون شخص تجھ کو تمام لوگوں سے محبوب تر ہے اور تمام لوگوں میں سے تجھے کون شخص سب سے زیادہ مبغوض ہے۔ تو ابلیس نے جواب دیا۔ بخیل مومن مجھے سب سے بڑھ کر پسند ہے۔ اور فاسق سخی مبغوض ترین ہے میرے نزدیک۔ آپ نے فرمایا یہ کیوں ہے تو اس نے عرض کیا۔ کیونکہ بخیل کا بخل ہی میرے واسطے اسکے متعلق بے فکر ہو جانے کے

واسطے کافی ہے۔ جبکہ فاسق سخی کے متعلق مجھے خدشہ ہوتا ہے کہ اسکی سخاوت کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسکی مغفرت نہ فرما دے۔ وہ یوں کہتے ہوئے چلا گیا کہ اگر آپ (یحییٰ علیہ السلام) نہ ہوتے تو میں ہرگز یہ بات آپکو نہ بتاتا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد دائما ابدا و علی الہ و اصحابہ و بارک و سلم۔



باب نمبر 26

طول امل (یعنی لمبی امید رکھنا)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر مجھے سب سے زیادہ ڈر دو (باتوں) سے ہے۔ ایک یہ کہ تم طویل امید باندھنا شروع کر دو اور دوسرے یہ کہ تم خواہش کی پیروی شروع کر دو۔

اگر آدمی لمبی امید باندھ لے آخرت کو فراموش کر دیتا ہے اور نفسانی خواہش آدمی کو حق سے روک رکھتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تین کے واسطے تین کا یقین دلاتا ہوں۔ جو دنیا کا دلدادہ ہو اس کی طمع کرتا ہو، اس پر بخل کرتا ہو۔ اسکے بعد غنی نہیں ہے، اتنی زیادہ مصروفیت کا جس سے فراغت نہیں اور اسقدر پریشانی کا جس کے ساتھ کوئی خوشی نہیں ہے۔

حمص کے باشندوں کو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر فرمایا تم حیا نہیں رکھتے ہو تم ایسے مکانات تعمیر کرتے ہو جن میں تم دائمی رہنے والے نہیں اور ایسے امیدیں باندھتے ہو جو حاصل نہ کر سکو گے۔ تم وہ اکٹھا کرتے ہو جس کو کھا نہ سکو گے تم سے پیشتر بھی لوگوں نے اس سے بڑھ کر پکی عمارتیں بنائیں تم سے زیادہ انہوں نے جمع کیا اور لمبی امیدیں لگائیں۔ لیکن انکے وہ مکان آج قبور بنی ہوئی ہیں انکی امیدیں دھوکا ہی ثابت ہو گئیں اور جو کچھ انہوں نے جمع کیا تھا سب برباد ہو گیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اگر اپنے دونوں رفقاء سے چاہتے ہو کہ ملو تو اپنی قمیض میں پیوند لگاؤ۔ اپنے جوتوں کی مرمت کرو اور مختصر رکھو اپنی امید اور پیٹ بھر کر کھانے سے کم کھاؤ (دونوں رفقاء سے مراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں)۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو پانچ باتیں وصیت فرمائیں۔ اور فرمایا کہ اپنے بعد اپنی اولاد کو بھی وہ باتیں وصیت کر دیں آپ نے فرمایا۔

(1) اپنی اولاد کو حکم فرما دینا کہ دنیا پر اکتفا کر کے نہ بیٹھ جائیں کیونکہ میں جنت پر مطمئن ہو گیا تھا جو ہمیشہ رہنے والی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے نکال باہر کیا۔

(2) جو کام تمہارا دل چاہے کہ کرو اس کے انجام پر پہلے نظر ڈال لو کیونکہ اگر میں نے اپنے انجام کو دھیان میں رکھا ہوتا تو یہ تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

(3) اپنی عورتوں کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے کام مت کرنا کیونکہ میں نے اپنی زوجہ کی خواہش کے مطابق عمل کیا تھا اور درخت کا پھل کھایا تھا پس مجھے ندامت ہوئی۔

(4) تمہارے دل میں کسی چیز کے بارے میں اگر کھٹکا ہو تو اس سے بچتے ہی رہو کیونکہ میں نے پھل کھا لیا تھا تو میرے دل میں کھٹکا سا تھا۔ جس کی میں نے کوئی پرواہ نہ کی بالآخر ندامت کا سامنا کرنا پڑا۔

(5) ہر بات میں مشورہ کر لیا کرو کیونکہ اگر ملائکہ سے میں نے مشاورت کر لی ہوتی تو میں اس آفت کا شکار ہر گز نہ ہوتا۔

اور حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب صبح کرو تو دل میں شام ہونے کا بہت نہ سوچو اور جب شام کرو تو دل میں خیال صبح ہونے کا مت لاؤ اور قبل ز مرگ کچھ عمل کر لو زندگی میں اور مرض سے قبل دوران صحت کچھ عمل کر لو کیونکہ تم کو معلوم نہیں کہ کل تیرا حال کیا ہو گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہ تم سب جنت میں جانے کے خواہشمند ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا پھر تم امید کو کوتاہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے حیا رکھو جیسے کہ حق ہوتا ہے حیا کرنے کا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم تمام حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے۔ تو آپ نے فرمایا یہ

حیا نہیں بلکہ حیا کا مطلب ہے کہ تم کو یاد رہے قبرستان اور ابتلاء۔ اور شکم اور حس پر یہ حاوی ہوتا ہے اور صبر اور حس پر یہ حاوی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بندہ کا حیا کرنا یہ ہوتا ہے۔ اور اس کی برکت سے انسان کو ولایت خداوندی میسر ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس امت کی اصلاح زہد اور یقین سے شروع ہوتی ہے۔ اور اسکی آخری ہلاکت کنجوسی اور لمبی امید رکھنا ہے۔

حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ بوقت عشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں رکھتے ہو لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کیا ہوتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم اتنا جمع کر لیتے ہو جو تم نہیں کھاتے اور ایسی امیدیں لگاتے ہو جو پوری نہیں کر سکتے اور اس طرح کے مکانات تعمیر کرتے ہو جن میں تم ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک لونڈی کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک صد دینار پر ایک ماہ کا وعدہ کرتے ہوئے خریدا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا کتنی طویل امید ہے اسامہ کی مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں آنکھوں کو کھولتا ہوں تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ آنکھوں کی پلکیں جھپکنے سے پہلے میری روح قبض کر لی جائے۔ اگر اپنی آنکھ کو اٹھاتا ہوں تو گمان ہوتا ہے آنکھ نیچی کرنے تک موت واقع ہو جائے۔ ایک نوالہ جب اٹھاتا ہوں تو گمان ہوتا ہے کہ نوالے کو چبانے تک موت واقع ہو جائے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے بنو آدم اگر تم عقل رکھتے ہو تو خود کو مردوں میں خیال کرو مجھے قسم ہے اسکی جسے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ آنے والی ہے جسکا تمہارے ساتھ وعدہ ہے۔ اور تم اس کو التواء میں نہیں ڈال سکتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب پانی (طہارت) ڈالنے کے لیے باہر نکلا کرتے تھے تو مٹی میں اپنے

ہاتھ مل لیا کرتے تھے میں عرض کرتا تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پانی تو نزدیک ہی موجود ہے تو آپ فرماتے تھے کیا معلوم کہ میں وہاں تک بھی پہنچ سکوں گا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تین لکڑیوں کو اٹھالیا۔ ایک کو اپنے آگے نصب کر دیا دوسری اپنے پہلو کی جانب نصب کردی اور تیسری کو کسی قدر دور نصب کیا پھر آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ انسان ہے اور یہ ہے موت اور وہ امید ہے جو ابن آدم اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے اور امید کے آگے اسکی موت حائل ہو جاتی ہے اور اس کو شرمندہ کرتی ہے۔

اور منقول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ ایک بوڑھا شخص رندے کے ساتھ زمین کو ہموار کرنے میں مصروف تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ اے اللہ اس سے امید کو دور فرمادے۔ بوڑھے نے رندا نیچے رکھ دیا اور خود وہ لیٹ گیا کچھ دیر تک یوں ہی رہا پھر دوبارہ عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی یا اللہ پھر سے اس شخص پر امید قائم کر دے تو وہ بوڑھا شخص اٹھا اور پھر کام میں مصروف ہوگیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے سبب دریافت کیا۔ تو اس نے کہا میں کام میں مصروف تھا کہ میرے دل میں یہ خیال آگیا کہ کب تک کام ہی کرتا رہوں گا۔ بہت بوڑھا ہو چکا ہوں پس میں نے رندا رکھ دیا اور خود لیٹ گیا۔ پھر دل میں یہ سوچا کہ واللہ جب تک زندگی ہے تب تک مجھے کام کرنا ہے پس میں نے پھر اٹھ کر رندہ پکڑ لیا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ واصحابہ وسلم

باب نمبر 27

عبادت میں دوام اور حرام کو ترک کرنا

عبادت سے مراد یہ ہے کہ فرائض الہیہ کو ادا کیا جائے۔ محرمات سے خود کو بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا مطیع رہے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمان الہی " ولا تنس نصیبک من الدنیا۔ (اور دنیا میں اپنے حصہ مت بھولو۔ القصص۔ ۷۷)" کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہی رہے۔

واضح ہو کہ اصل عبادت معرفت الہی کا حاصل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو اور اللہ تعالیٰ سے ہی امید وابستہ ہو اور خوف الہی کے باعث اپنا مراقبہ اور محاسبہ کرتا رہا کرے۔ بندے میں یہ خصائل نہ ہوں تو اسکو حقیقت ایمان میسر نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت ہی عبادت درست ہوتی ہے جب آدمی کو معرفت الہی حاصل ہو۔ اس کا ایمان ہو کہ وہی خالق و عالم اور قادر ہے اور ایمان ہو کہ اسکے علم کی حد نہیں ہے جس کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا اور اس کا تصور بھی کرنا ناممکن ہے۔ اسکی مثل نہیں ہے وہ ہی ہے سننے اور دیکھنے والا۔

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے کسی اعرابی نے سوال کیا کہ کیا عبادت کرنے کے دوران آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جسے میں دیکھتا نہیں اسکی میں عبادت نہیں کرتا اس نے عرض کیا کس طرح آپ نے دیدار کیا۔ آپ نے فرمایا ظاہر دیکھنے والی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اس کو تو ایمان کی حقیقت کے ساتھ صرف دل ہی دیکھا کرتا ہے۔ حواس ظاہری اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور وہ لوگوں کے ساتھ مشابہت بھی نہیں رکھتا جو عام انسانی صفات کے ساتھ موصوف ہو۔ ایسی صفات اللہ تعالیٰ کے حق میں ناجائز ہیں وہ اللہ ہے کوئی خدا نہیں سوائے اسکے وہ ہی

پروردگار ہے زمین اور آسمان کا۔ اعرابی نے کہا اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے (اسکی مراد ہے کہ آپکا خانوادہ ہی حقیقتاً رسالت کے لائق تھا اسی لیے اس میں ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم آئے)۔ ایک عارف سے باطن کے علم کے متعلق لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے وہ اسے اپنے محبوبوں کے قلوب میں ڈالتا ہے اس سے کوئی فرشتہ بھی واقف نہیں ہوتا نہ ہی کوئی انسان۔

اور منقول ہے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک دانہ رائی جتنا بھی یقین اگر آدمی کو ہو جاتے تو وہ سطح آب پر تیرنا شروع کر دے۔ سبحان اللہ اللہ نے معرفت کے شعور سے عجز کے اقرار کو بھی ایمان ہی کہا ہے جس طرح کہ شکر کا ادراک ہونے سے قاصر رہنے کے اقرار کرنے کو بھی شکر قرار دیا ہے۔ محمود وراق نے کہا ہے۔

اذا کان شکری نعمتہ اللہ نعمتہ

علی لہ فی مثلھا یجب الشکر

فکیف بلوغ الشکر الا بفضلہ

وان طالت الایام واتصل العمر

اذا مس بالسراء عم سرورھا

وان مس بالضر ائعقبھا الاجر

وما منھما الا لہ فیہ نعمتہ

تضیق لھا الاوھام والبر والبحر

(میرا جب نعمت الٰہی کا شکر بھی شکر الٰہی ہے تو اس میں بھی لازم ہے میرے واسطے کہ شکر ادا کروں۔ پھر بلا فضل الٰہی اس کا شکر کیونکر ممکن ہے۔ خواہ زمانہ بڑا لمبا ہو جائے اور عمر بھی دائمی حاصل ہو جائے۔ جب خوشی حاصل ہو تو عام خوشی ہو اور اگر رنج ہو۔ تو اسکے بعد اجر حاصل ہو اور ان دو میں بھی نعمت الٰہی ہے جو نہ وہم وگمان میں آسکتی

ہے نہ خشکی و تری میں سما سکتی ہے)۔

ربوبیت کا علم جب ہو گیا تو عبودیت کا اقرار بھی ہو گیا اور دل کے اندر ایمان جب پکا ہو گیا تو عبادت الٰہی بھی لازم آئی اور ایمان بھی دو قسم کا ہے۔ ایک ظاہری ایمان دوسرا باطنی ایمان۔ ظاہری ایمان زبانی اقرار کرنا ہے اور باطنی ایمان دلی اعتقاد ہونا ہے اور ایمانداروں کے درجات قرب کے لحاظ سے بھی مختلف ہیں۔ ایسے ہی درجات عبادت بھی مختلف ہوتے ہیں ایمان ایک جامع سا نام تمام پر اور تمام کو ہی حاصل ہے۔ جتنا جتنا کسی کو عطا کیا گیا ہے اور مرتبہ بھی کسی کو زیادہ حاصل ہے اور کسی کو تھوڑا بمطابق خلوص للہ و توکل علی اللہ اور احکام الٰہی پر راضی ہونے کے لحاظ سے۔

اور اخلاص یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اس سے اپنے عمل کی جزا طلب مت کرے۔ کیونکہ اللہ ہی نے بندے کو اور اسکے اعمال کو پیدا کیا ہے لھذا اجر کے طمع یا خوف سزا کے باعث عبادت کرے گا تو اخلاص کامل نہ ہو گا۔ کیونکہ اسکی یہ جدو جہد اپنی جان کی خاطر ہی ہوگی۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی آدمی کو بھی برے کتے کی مانند نہ ہونا چاہیے۔ کہ اگر خوفزدہ ہو تو عمل کرے اور نہ ہی برے مزدور کی مانند ہو کہ اجرت نہ ملے تو وہ کام ہی نہ کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ خیر ن اطمان بہ وان اصابتہ فتنتہ ن انقلب علی وجہہ خسر الدنیا والآخرۃ۔

(اور لوگوں میں سے بعض ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کنارے پر ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اگر کوئی دنیوی بھلائی حاصل ہو تو اس کے باعث مطمئن ہوتا ہے اور اگر کوئی آزمائش آجائے تو اپنے منہ کے بل پھر جائے وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے میں ہے۔ الحج۔ ۱۱)۔

عبادت الٰہی تو ہمارا لازمی فرض یوں بن چکا ہے کہ پہلے سے ہی ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہوا ہے۔ پہلے ہی ہم پر اس کا احسان ہے اور اسکے ساتھ مزید عبادت

کرنے کا حکم فرمایا ہے اس لیے کہ اور ثواب و اجر عطا فرماتے اور یہ کہ گمراہ شخص کو ازروئے عدل سزا دے۔

اور توکل یہ ہوتا ہے کہ مشکل یا حاجت میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ ہو۔ ہر حاجت میں اور ہر طرح کی مشکل میں صرف اس پر ہی بھروسہ رکھا جائے اور ساتھ ہی دلی اطمینان بھی ہو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر متوکل ہیں ان کو خوب معلوم ہے کہ یہ مقدر ہے اور جملہ اسباب بھی اسی پیدا کرنے اولے اور مدبر کے قبضے میں ہی ہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر اپنے آباؤ اجدا اور اموال اور کارخانوں کی جانب میلان نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی جملہ ضروریات میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ ہوتے ہیں۔ اس پر ہی ہر حال میں اعتماد ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اسکے واسطے اللہ تعالیٰ کافی اور اس کا مددگار ہے۔

اور رضا سے مراد یہ ہے کہ جس طرح بھی مقدر ہے۔ اپنے دل و جان سے اس پر راضی اور مطمئن رہے۔ ایک عالم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے قریب تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسی پر راضی رہتے ہیں۔ جو ان کو حاصل ہو اور ایک حکیم کا قول ہے بعض خوشی بیماری ہوتی ہے اور بعض بیماری بھی شفا ہوتی ہے جیسے کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

کم نعمتہ مطویتہ
لک بین انیاب النوائب
ومسرۃ قد اقبلت
من حیث تر تقب المصائب
فاصبر علی حدثان دھرک
فللا مورلھا عواقب
ولکل کرب فرجتہ
ولکل خالصتہ شوائب

(کتنی نعمتیں ہیں جو تیرے لیے آفتوں کی ڈاڑھوں میں بند ہیں۔ اور تو جہاں سے

مصیبتوں کا منظر تھا وہاں سے خوشیاں آگئیں۔ پس تو زمانے کے حوادث پر صبر کر کیونکہ تمام امور کے واسطے کچھ انجام ہوتا ہے۔ اور ہر تنگی کے بعد فراخی ہوا کرتی ہے اور ہر آسانی میں ابتلا ہوتی ہے)۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ کافی ہے کہ وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم (اور یہ ممکن ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر وہی تمہارے واسطے بہتر ہو)۔ اور یاد رکھو کہ عبادت الٰہی اس وقت مکمل ہوتی ہے جب دنیا کو رد کر دے۔ ایک حکیم نے کہا ہے سب سے بڑھ کر بلیغ نصیحت یہ ہے کہ دل پر حجاب وارد نہ ہو اور حجابات ہی دنیوی عوارض ہیں اور ان کی دنیاوی باتیں گھڑی بھر کے لیے ہی ہیں۔ ان کو عبادت میں ہی لگا دیں۔ ابولید نے کہا ہے۔

اذا کنت اعلم علما یقینا
بان جمیع حیاتی کساعتہ
فلم لا اکون ضنینا بھا
واجعلھا فی صلاح و طاعتہ

(جب یقینی طور پر مجھے معلوم ہو کہ میری تمام عمر ایک گھڑی بھر ہی ہے تو پھر اس پر میں کیوں کنجوس بن جاؤں اور کیوں نہ اسے نیکی اور عبادت میں لگا دوں)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا مجھے موت ناپسند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے اس نے عرض کیا ہاں فرمایا تو اپنے مال کو آگے بھیج دے (یعنی صدقہ کر دے)۔ کیونکہ انسان اپنے مال کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین باتوں میں نیکی ہے کلام میں اور نظر میں اور خاموشی میں۔ جس شخص کا کلام اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر ہوتا ہے وہ بیہودہ ہے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے نظر نہ ہو تو وہ بھی سہو ہے اور جس کا سکوت فکر آخرت میں نہیں ہوتا تو وہ لہو و لعب ہے۔

دنیا کو ترک کر دینے کا یہ طریقہ ہے کہ دنیا کے بارے میں سوچنا خیال کرنا چھوڑ دے اور اسکی لذتوں کی آرزو نہ کرے کیونکہ فکر کرنے سے ارادہ جنم لیتا ہے اس لیے فکر کے ساتھ نفس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ ایسے ہی ناجائز پر نظر مت ڈالے کیونکہ ناجائز پر نظر ڈالنا ایک تیر کی مانند ہے جو اپنے نشانہ پر پڑتا ہے اور دلیل ہے جو غالب ہی آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے نظر ایک تیر ہے ابلیس کے تیروں سے۔ جس نے اسکو خوف خدا کے باعث ترک کر دیا اس کو ایسا ایمان حاصل ہو گا جس کا لطف وہ اپنے دل میں پائے گا۔

اور ایک حکیم نے کہا ہے نظر کو جو شخص آزاد چھوڑ دے اسے زیادہ افسوس ہوتا ہے ہر جانب دیکھتا رہے تو خبر افشا ہو جاتی ہے انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ جہنم میں رہائش میں طویل ہو جاتی ہے۔ پس اپنی آنکھوں کی حفاظت رکھو کیونکہ تو ان کو آزاد چھوڑ دے گا تو کسی مصیبت میں تجھے ڈال دیں گی اور اگر ان کو اپنے کنٹرول میں رکھے گا تو تیرے اعضائے بدن بھی کنٹرول میں ہی رہیں گے۔

لوگوں نے افلاطون سے پوچھا کون سا عضو دل کو زیادہ نقصان دے سکتا ہے کان یا آنکھ۔ اس نے جواب دیا دل کے لیے دونوں ہی پرندے کے دو پروں کی مانند ہیں۔ ان کے بغیر بھی نہیں وہ رہ سکتا ان کی طاقت نہ ہو تو اڑ نہیں سکتا اگر ایک پر کٹ جائے تو دوسرے کے ساتھ اڑتا تو ضرور ہے لیکن مشقت زیادہ ہوتی ہے۔

اور محمد بن ضوء نے کہا ہے اللہ تعالیٰ اور اصحاب عقل کے سامنے بندے کی اسی قدر رسوائی اور خرابی کافی ہوتی ہے کہ جس قابل نفرت چیز کا اس کو موقع دستیاب ہو اسے وہ دیکھا کرے۔

ایک زاہد نے دیکھا کہ ایک شخص ایک لڑکے کے ساتھ ہنس رہا ہے تو اس نے اسے فرمایا تیری عقل برباد ہوئی تیرا دل تباہ تیری نظر بھی برباد۔ کیا تجھے نیکی اور بدی درج کرنے والوں کا بھی ڈر نہیں ہے کیا تو محافظین فرشتوں کا خوف نہیں رکھتا جو تیرے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں اور ان کو درج کر لیتے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں وہ گواہ ہیں تیرے خلاف

اس کھلی آفت اور کھلی خیانت کے۔ اور تیری نفسانی بد مستی کے۔ تو نے خود کو اس جگہ پر کھڑا کیا ہوا ہے کہ اس طرح کا شخص ناقابل توجہ اور بے توقیر، بے وقعت ہو جاتا ہے۔ قاضی ارجانی نے کہا ہے۔

تمتعتما یا ناظری بنظرة
فاوردتما قلبی اشرالموارد
اعینای کفاعن فوادی فانه
من البغی سعی اثنین فی قتل واحد

(اے میری دو آنکھو! تم نے غلط نگاہی کر کے میرے دل کو بری جگہ پر گرایا ہے۔ میری آنکھیں دل کے لیے حجاب ہو گئیں یہ زیادتی ہے کہ دونوں اس ایک قتل کرنے کے لیے کوشاں ہیں)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے آدمی کی آنکھیں شیطان کا پھندا ہوتی ہیں جس نے انسانی اعضاء بدن کو پروردگار تعالیٰ کی عبادت میں لگادیا اس کو اس کا مقصود مل گیا اور جو اپنے اعضائے بدن کو لذتوں میں مشغول کر دے اس کا عمل برباد ہو گیا اور پھر آپ نے ان اشعار کو پڑھا۔

اذا ما صفت نفس المرید لطاعته
ولما تشبها للمعاصی شوائب
واتبعهما فعل الجوارح کلها
فتلک علیه انعمه و مراصب
تلقته فی دارالخلود کرامته
اذا جب للعاصی سنام و غارب

(سالک کا دل جس وقت عبادت کرنا چاہے اور جب گناہوں کے عیوب ساتھ ہوں۔ اور سب اعضائے بدن اسکی اتباع کریں تو اس پر انعام واکرام کیا جائے گا۔ اس کو جنت کے اندر عزت حاصل ہوگی۔ جبکہ گناہگار کے واسطے نیزے اور امواج ہونگی)۔

اور عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایمان اصل میں یہ ہے کہ جو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ اس کی آدمی تصدیق کرے اور قرآن پاک کی جو تصدیق کرے گا وہ اس کے مطابق عمل پیرا بھی ہو گا اور جہنم میں ہمیشہ رہنے سے بھی اسے نجات مل جائے گی اور جو حرام سے ڈرے گا وہ توبہ بھی کرے گا۔ اور جو حلال کھاتے گا ہو تقویٰ بھی اختیار کرے گا اور جو فرائض ادا کرتا ہو گا۔ اس کا اسلام بھی صحیح ہو گا اور سچی زبان والا زبان کی لغزشات سے بھی محفوظ رہے گا اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے والا قصاص سے بچا رہے گا اور سنتوں پر پابندی کرنے والے کے اعمال پاک ہونگے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خلوص سے کام کرنے والے کا عمل بھی قبول کیا جاتے گا۔

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے گذارش کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے وصیت فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا پاک اور حلال کھاؤ نیک عمل کرو ہر دن میں اس دن کے لیے ہی اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرو اور خود کو مردہ لوگوں میں شمار جانو۔

آدمی کے واسطے ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل پر فخر ہرگز نہ کرے کیونکہ یہ عظیم ترین آفت ہے اور اعمال کو برباد کرتی ہے۔ اپنے عمل پر فخر و عجب کرنے والا شخص حقیقت میں اپنے پروردگار پر احسان جتلانے والا ہے۔ جبکہ وہ جانتا تک نہیں ہو تا کہ وہ مقبول ہے یا کہ مردود ہے۔ کبھی انسان ارتکاب گناہ کے بعد عجز و انکسار اختیار کر لیتا ہے اور یہ بہتر ہے اس عبادت سے جو تکبر اور غرور پیدا ہونے کا باعث بنتی ہو نیز ریا کاری سے بچا رہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون۔

(اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے واسطے ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ الزمر۔ ۴۷)۔

یہاں یہ مراد ہے کہ انہوں نے دنیوی زندگی میں اعمال کیے اور انکو نیکیاں گمان کیا۔ لیکن روز قیامت وہ برائیاں ظاہر ہوئیں اور بعض اہل سلف سے روایت ہے کہ اس آیت کو جب پڑھا تو ارشاد فرمایا ریا کار لوگوں کے واسطے بربادی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔

(اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک مت کر۔ الکھف۔ ۱۱۰)۔

مراد یہ ہے کہ عبادت کو ریا کرتے ہوئے ظاہر مت کرے نہ ہی اس کو بوجہ حیا پوشیدہ رکھے۔ اور حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن پاک کی آخر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون۔

(اور ڈرتے رہو اس دن سے جس روز کہ تم نے واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے پھر ہر شخص اپنے عملوں کا بدلہ پورا پورا پالے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا)۔ (البقرۃ۔ ۲۸۱)۔

اور محمد بن بشیر نے اس طرح سے اشعار میں کہا ہے۔

مضی اکثر الادنی شھیدا معدلا
ویومک ھذا بالفعال شھید
فان تک بالامس اقترفت اساءۃ
فثن باحسان وانت حمید
ولا ترج فعل الخیر منک الی غد
لعل غدا یاتی وانت فقید

(تیرا زیادہ وقت گذر گیا جو عادل شاہد تھا اور اب آج کا روز شاہد ہے۔ اگر تو کل برے عمل کا مرتکب ہوا تھا تو تو دوبارہ نیک عمل کر لے پھر تو محمود ہو جائیگا۔ اور آنے

والے کل کو نیکی کرنے کی امید نہ باندھ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کل آتے اور تو مر چکا ہو)۔
دیگر ایک شاعر نے اس طرح سے کہا ہے۔

تعجل الذنب بما نشتهی
وتامل التوبتہ فی قابل
والموت یاتی بعد ذا غفلتہ
ماذلک فعل الحازم العاقل

(تو عجلت سے گناہ کرنا چاہتا ہے اور توبہ کرنے کے لیے تجھے آئندہ برس میں امید ہے اور غفلت کے بعد موت آنے والی ہے۔ ایسا فعل صاحب عقل محتاط شخص کا نہیں ہوتا)۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتایا کہ ایمان کی قوت پر دلیلیں تین ہیں۔

(۱)۔ جب میسر نہ ہو اس وقت بھی حسن توکل رکھا جائے۔ (۲)۔ جو کچھ ملے اس پر حسن رضا ظاہر کیا جائے۔ (۳)۔ جو رہ جائے اس پر حسن صبر سے کام لیا جائے۔

اور الحکم المنثورہ میں ہے کہ مصیبت و آفت میں صبر کرنے والا مطلب کو پہنچ گیا فرمایا ہے۔

علیک بالصبر ان نابتک نائبتہ
من الزمان ولا ترکن الی الجزع
وان تعرضت الدنیا بزینتها
فالصبر عنها دلیل الخیر والورع
فجاهد النفس قسرا فیها ابدا
تلق الذی ترتجیہ غیر ممتنع۔

(اور تجھ پر مصیبت وارد ہو تو تو صبر کر اور دہائی نہ دے اور تو مزین دنیا میں انہماک رکھتا ہے تو اس سے صبر کرنا نیکی اور تقوی کی دلیل ہوگی۔ تو اپنے نفس کے خلاف جہاد کر

اور اس میں ہمیشہ ہی کوشاں رہ تو امید حاصل ہوگی یہ محال بھی نہیں ہے)۔

دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

الصبر مفتاح ما یرجی
ولم یزل دائما یعین

(جس چیز کی امید ہو اسکے لیے کنجی صبر ہے اور اس میں دائمی طور پر معاونت کرتا ہے)۔

فاصبرو ان طالت اللیالی
فر بما ساعد الحزون

(پس صبر ہی کرو خواہ راتیں لمبی ہوں لیکن اکثر اوقات وہ غم ہوں تو غمخواری کرتا ہے)۔

وربما نیل باصطبار
ما قیل هیهات ما یکون

(اور اکثر دفعہ صبر کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے جو کہتے ہیں افسوس یہ کام نہیں ہوا)۔

دیگر ایک شاعر نے اشعار کہے ہیں۔

الصبر اوثق عروة الایمان
ومجنته من نزغته الشیطان
الصبر فیه عوقب محمودة
والطیش فیه عوقب الخسران
فاذالقیت من الزمان ملمة
وکذلک فینا عادة الازمان
فتدرع الصبر للجمیل تیقنا
ان التصبر زائد الرضوان

(صبر سب سے پکا کڑا ہے ایمان کا اور شیطان کے وسوسوں سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے۔ صبر کا انجام قابل صد ستائش ہے اور غصہ میں انجام کار گھاٹا ہوتا ہے۔ اگر تو زمانے والوں کو ملامت کرے گا تو زمانے والے ہمارے خلاف یہی طریقہ برتیں گے۔ پس تو صبر جمیل کا لباس پہن لے اس یقین کے ساتھ کہ صبر کرنا رضا الٰہی کا پیغام ہے)۔

صبر کی چند شاخیں ہیں یعنی (۱)۔ فرائض پر صبر کرنا یعنی بہترین وقتوں میں ہمیشہ فرض ضرور ادا کرنا۔ (۲)۔ نوافل پر صبر کرنا۔ (۳)۔ رفقاء اور پڑوس والوں کی ایذا دہی پر صابر رہنا۔ (۴)۔ بیماریوں میں صبر سے رہنا۔ (۵)۔ تنگدستی وفاقہ میں صبر کرنا۔ (۶)۔ معاصی سے صبر کرنا جیسے کہ شہوات اور شبہات اور جسم کے اعضاء وغیرہ کی جملہ فضول خرچیوں سے خود کو باز رکھنا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و اصحابہ وسلم

باب نمبر 28

تذکرہ موت

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لذتوں کو مٹانے والی چیز کو زیادہ یاد رکھا کرو۔ یعنی موت کا ذکر کر کے لذتیں ختم کیا کرو حتی کہ لذتوں میں توجہ ہی نہ رہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف ہی دھیان رکھا کرو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے اگر بہائم بھی موت کے بارے میں اتنا جانتے جتنا انسان کو معلوم ہے تو کوئی جانور موٹا فربہ کھانے کے لیے نہ پاتے۔

جناب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا شہیدوں کے ساتھ دیگر کوئی شخص بھی ہو گا جو شہیدوں کے مقام پر ہو۔ آنحضرت نے فرمایا ہاں وہ شخص جو شب و روز میں بیس دفعہ موت کو یاد کرے۔ یہ فضیلت اس لیے ہے کہ موت کو یاد کرنے کی وجہ سے آدمی فریب کی دنیا سے دور ہو جاتا ہے اور آخرت کے واسطے تیاری کرنے لگ جاتا ہے۔ جبکہ موت کو بھولے ہوئے آدمی کی یہ غفلت اس کو دنیوی شہوتوں میں منہمک کر دیتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔

تحفتہ المؤمن الموت۔

(مومن کا تحفہ موت ہے)۔

یہ اس لیے کہ مومن کے واسطے یہ دنیا ایک قید خانہ ہے۔ دنیا میں مشقت میں پڑا رہتا ہے نفس پر کنٹرول کرتا ہے شہوات کو دبا دبا کر شیطان سے جنگ میں رہتا ہے۔ ایک موت ہی ہے جو اسے ان چیزوں سے نجات دلاتی ہے پس یہ مومن کے لیے تحفہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر مسلمان کے واسطے موت کفارہ ہے۔ اس سے مراد وہ صاحب ایمان مسلمان ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے رہیں۔ اس میں اس مسلمان کے اخلاق حسنہ ہوتے ہیں جو صغیرہ گناہوں کے سوا کبیرہ معاصی سے خود کو بچاتے رکھے۔ اس شخص کو موت گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ کبیرہ گناہوں سے خود کو محفوظ رکھے اور فرائض کی ادائیگی کرتا رہے۔ ایسے شخص کے حق میں موت کفارہ ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عطاء خراسانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گزر ایک مجلس پر ہوا اور وہ لوگ اونچی اونچی آوازوں میں ہنس رہے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اپنی مجلسوں کو لذتوں کا مزا خراب کرنے والی چیز کی یاد کے ساتھ ملایا کریں۔ عرض کیا وہ بدمزہ کرنے والی چیز لذتوں کو کیا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ موت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے موت کی یاد کثرت سے کرو کیونکہ یہ معاصی کو مٹا دیتی ہے اور دنیا سے رغبت کو ختم کر دیا کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جدائی ڈال دینے کے واسطے موت کافی ہے۔ دیگر ایک مقام پر آپ کا ارشاد ہے کہ نصیحت کے واسطے موت کافی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو چند لوگ بیٹھے باتیں کرتے اور ہنستے تھے۔ آنجناب نے فرمایا موت کو یاد کرو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم کو اس چیز کا علم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص کا ذکر ہوا اور بڑی تعریف کی گئی آنحضور نے فرمایا۔ تمہارے اس ساتھی کا موت کے متعلق معاملہ کیسا ہے عرض کیا گیا کہ موت کو یاد کرتے ہم نے کبھی اس کو نہیں سنا۔ آنحضور نے فرمایا پھر وہ تمہارا ساتھی اس مقام کا مالک نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہم دس لوگ تھے ان میں سے دسواں آدمی میں تھا۔ ایک انصاری شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ دانا ترین اور مکرم ترین کون شخص ہے۔ فرمایا جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اسکے واسطے زیادہ تیاری کرتا ہو۔ وہی دانا لوگ ہیں وہ لوگ ہی شرف دنیا اور فضیلت آخرت لے گئے۔

اور حضرت ربیع بن خیثم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کوئی غائب چیز موت سے بہتر نہیں ہے جس کا کوئی ایماندار شخص منتظر رہتا ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے بارے میں کسی کو مطلع نہ کیا کرو۔ بجائے اس کے میرے پروردگار سے میرے واسطے دعا مانگا کرو۔

کسی حکیم نے اپنے بھائی کو لکھ بھیجا اے برادر! اس دنیا کے اندر موت کا خوف کیا کرو اس سے پیشتر کہ تو اس گھر میں جا پہنچے جہاں تم موت کی آرزو کرو لیکن موت میسر نہ ہو۔

حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جب موت کا تذکرہ ہوتا تھا تو ان کا جسم تمام سن ہو کر رہ جاتا تھا۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ہر رات کو فقہاء کا اجتماع کرتے تھے اور وہ قیامت اور موت کے بارے میں تذکرہ کرتے تھے تو عمر بن عبدالعزیز یوں روتے جیسے کوئی جنازہ سامنے رکھا ہو۔

حضرت ابراھیم تیمی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میرے لیے دنیا کی لذت دو چیزوں کے باعث ختم ہو گئی ہے ایک موت کی یاد دوسری اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا ڈر۔

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جو موت کو جان لیتا ہے اس کے اوپر دین کے مصائب اور غم آسان ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت مطرف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں سویا ہوا تھا۔ دوران خواب دیکھا کہ بصرہ کی مسجد میں ایک آدمی کہتا تھا خوف

کھانے والے لوگوں کے دلوں کو موت کی یاد نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے واللہ تم ان کو مدہوش دیکھو گے۔

حضرت اشعث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم جب بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تھے۔ وہاں پر دوزخ اور آخرت اور موت کا ہی تذکرہ ہوتا تھا۔

اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے اپنی سخت دلی کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ موت کو زیادہ یاد کیا کرو تو تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔ پس اس نے اسی طرح ہی کیا تو اس کا دل نرم پڑ گیا اسکے بعد وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ شکریہ ادا کرے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس موت کا تذکرہ ہوتا تھا تو آپکی جلد سے خون نکل آتا تھا اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس موت اور قیامت کے بارے میں بات ہوتی تھی تو اتنا روتے تھے کہ انکے بدن کے جوڑ ہی جدا ہو جاتے تھے اور جب رحمت الٰہی کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ پھر درست ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں نے ایسا صاحب عقل شخص کوئی نہیں دیکھا جس کو موت آتے تو وہ اس سے فرار کرے یا اس کو غم ہو۔

اور حضرت عمر عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عالم سے کہا کہ مجھے نصیحت کرو تو انہوں نے فرمایا۔ آپکے باپ دادوں سے لے کر آدم علیہ السلام تک ہر فرد نے موت کا مزہ چکھا ہے اور اب باری آپ کی آگئی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ یہ سن کر رونے لگے۔

اور حضرت ربیع بن خیثم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے اندر ہی ایک قبر کھودی ہوئی تھی۔ وہ دن کے دوران متعدد مرتبہ اس قبر میں لیٹتے تھے اور موت کو یاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے دل میں سے اگر ایک ساعت کے لیے بھی موت کی یاد نکل جائے تو یہ خراب ہو جائے۔

اور حضرت مطرف بن عبداللہ بن شیخر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے موت نے اہل

نعمت کے لیے نعمتوں کا مزہ خراب کر دیا ہے اب تم وہ نعمت طلب کرو جس میں موت نہ آتی ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عنبہ رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا موت بہت زیادہ یاد کیا کرو۔ اس واسطے کہ اگر زندگی میں فراوانی ملی ہے تو تجھ پر تنگی ہو گی اور اگر تجھے تنگی ہوئی ہے تو تجھے وسعت ملے گی۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ام ہارون سے جب دریافت کیا کہ کیا تجھے موت پسند ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اگر کسی انسان کی میں نافرمانی کروں تو اس سے ملنا نہیں چاہتی تو میں اب اللہ تعالیٰ سے کس طرح ملاقات کروں اسکی نافرمانی کرتی رہی ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ تمیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ فرزدق کی زوجہ مر گئی تو جنازے میں بصرہ کے بڑے بڑے آدمی شامل ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی ان میں شریک تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابوالفراس ! تو نے کیا کچھ کر لیا ہے اس روز کے لیے۔ تو اس نے جواب دیا کہ ساٹھ برس کے عرصہ سے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی ہے۔ جب اسے دفن کر دیا گیا تو اسکی قبر پر کھڑے ہو کر فرزدق نے کہا۔

اخاف وراء القبر ان لم تعافنی اشد من القبر التہابا واضیقا۔

(مجھے قبر کے بعد کا خوف ہے اگر مجھے تو نے معافی نہ دی قبر سے بڑھ کر عذاب و تنگی اور زیادہ گرمی کا)۔

اذا جاءنی یوم القیامتہ قائد عنیف وسواق یسوق الفرزدقا

(قیامت کے روز میرے آگے اور پیچھے جب ہانکنے والا آتے گا جو فرزدق کو ہانک رہا ہو گا)۔

لقد خاب من اولاد آدم مشتی الی النار مغلول القلادہ ارزقا۔

(آدم کی اولاد میں وہی نامراد ہو گیا جو جہنم کی طرف چل پڑا اسکی گردن میں نیلے طوق ڈالے ہونگے)۔

کچھ شاعروں نے اصحاب قبور کے بارے میں یہ اشعار موزوں کیے ہیں

قف بالقبور وقل علی ساحاتها۔ من منکم المغمور فی ظلماتها۔

(قبروں پر ٹھہرو اور ان پر کہو کہ کون ہے تم میں سے اندھیروں میں ڈوبا ہوا)۔

ومن المکرم منکم فی قعرها۔ قد ذاق برد الامن من روعاتها۔

(اور کون عزت سے ہے قبر کی گہرائی میں کہ جس نے گھبراہٹ کے بعد پھر ٹھنڈک پالی)۔

اما السکون لذی العیون فواحد۔ لا یستبین الفضل فی درجاتها۔

(جو آنکھوں والے ہیں انہیں سکون ہے پس ایک وہ ہے کہ انکے درجات میں اس کا فضل عیاں نہیں ہے)۔

لو جاوبوک لاخبروک بالسن۔ تصف الحقائق بعد من حالاتها۔

(اگر وہ جواب دے سکتے ہوں تو تمکو زبانوں کے ساتھ بتادیں اور یہاں کے حالات اور حقائق بتادیں)۔

اما المطیع فنازل فی روضته۔ یفضی الی ماشاء من دوحاتها۔

(وہ یہ کہ فرمانبردار شخص باغوں میں ہے اور اسکے میدانوں میں جو اس کا دل چاہے وہ کرتا ہے)۔

والمجرم الطاغی بها متقلب۔ فی حفرة یاوی الی تها۔

(اور جو مجرم سرکش ہے وہ عمیق گڑھے میں الٹا پلٹتا ہے۔ اور سانپوں کی جانب ٹھکانا کرتا ہے)۔

وعقارب تسعی الیه فروحته۔ فی شدة التعذیب من لدغاتها۔

(اس پر بچھو ہیں جو چمٹ گئے ہیں تو انکے ڈسنے سے اس کی روح کو شدید تکلیف ہے)۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا گذر قبرستان سے ہوا اور میں نے یہ اشعار پڑھے۔

انیت القبور فناد یتھا

فاین المعظم والمتحقر

(میں قبور کے قریب گیا تو میں نے یوں آواز دی کہاں ہیں عظمت والے اور فقیر لوگ)۔

واین المذل بسلطانہ

واین المزکی اذا ما افتخرا

(کہاں ہیں وہ سلطانی پر فخر جتلانے والے۔ کہاں ہیں وہ جو فخر و غرور سے پاک بنتے تھے)۔

حضرت مالک بیان فرماتے ہیں کہ قبور میں مجھے آواز سنائی دی میں سن تو رہا تھا۔ لیکن بولنے والا دکھائی نہ دیا اور وہ یہ کہتا تھا کہ

تفانوا جمیعا فما مخبر

وماتوا جمیعا ومات الخبر

(تمام ہی فنا ہو چکے کہ خبر تک دینے والا کوئی نہیں ہے تمام مر چکے ہیں اور خبر بھی مر گئی ہے)۔

تروح و تغدو بنات الثری۔ فتمحوا محاسن تلک الصور۔

(قبور پر صبح اور شام ہوتی ہے اور یہ حسین صورتیں۔ مٹی جا رہی ہیں)۔

فیا سائلی عن اناس مضوا۔ امالک فیما تری معتبر۔

(اے وہ جو گذر گئے ہوؤں کے متعلق پوچھتا ہے کیا تیرے واسطے اس میں عبرت نہیں ہے۔

ان قبروں میں سے ایک قبر پر یہ تحریر شدہ تھا۔

تنا جیک اجداث وھن صموت

وسکا نھا تحت للتراب خفوت

(قبور تجھے آواز دیتی ہیں اور وہ چپ ہیں ان میں سے ساکن لوگ مٹی کے نیچے دبے

ہوتے ہیں)۔

ایا جامع الدنیا لغیر بلاغتہ۔ لمن تجمع الدنیا وانت تموت۔

(اے بے فائدہ دنیا اکٹھی کرنے والے کس کے واسطے تو دنیا کو جمع کرتا ہے اور تو تو مر جانے والا ہے)۔

حضرت ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ کا قبرستان میں سے گذر ہوا تو ایک قبر پر یوں تحریر کیا ہوا تھا۔

یمر اقاربی جنبات قبری۔ کان اقاربی لم یعرفونی۔

(میرے اقرباء میری قبر کے قریب سے گذر جاتے ہیں جیسے کہ وہ میرے اقرباء مجھے پہچانتے ہی نہیں)۔

ذووالمیراث یقتسمون مالی۔ ومایالون ان۔ حجدوادیونی۔

(مرے وارث میرے مال کی تقسیم کر رہے ہیں اور نہیں وہ آتے میرا قرض بے باق کرنے کی طرف)۔

وقداخذوا سہامہم وعاشوا۔ فیاللہ اسرع مانسونی۔

(وہ اپنا حصہ لے چکے اور عیش کرنے لگے یا الہٰی یہ کتنی جلدی مجھے بھول چکے ہیں)۔

دیگر ایک قبر پر یہ تحریر کیا ہوا تھا۔

ان الحبیب من الاحباب مختلس۔ لا یمنع الموت بواب ولا حرس۔

(دوست کو دوستوں سے چھین لیتے ہیں۔ نہیں روک سکتا موت کوئی دربان اور نہ کوئی پہریدار)۔

فکیف تفرح بالدنیا ولذتہا۔ یامن یعد علیہ اللفظ والنفس۔

(پس دنیا اور دنیا کی لذتوں سے تو کیونکر خوش ہوتا ہے۔ اے وہ جسکی گفتگو اور سانس بھی فنا پذیر ہیں)۔

اصبحت یاغافلافی النقص منغمسا وانت دھرک فی اللذات منغمس۔

(تو گھاٹے میں ڈوبا ہوا ہے اور تو ہمہ وقت لذتوں میں مستغرق ہے)۔

لا یرحم الموت ذا جہل لغرتہ ولا الذی کان منہ العلم یقتبس۔
(موت نہ تو کسی جاہل پر اسکی جہالت کے باعث رحم کھاتی ہے اور نہ ہی اس عالم پر جس سے علم ٹپکا پڑتا ہو)۔

کم اخرس الموت فی قبر وقفت بہ۔ عن الجواب لسانا مابہ خرس۔
(موت نے قبر کے اندر وہ زبان بھی گونگی کر دی ہے۔ جواب دینے سے جس میں پہلے گونگاپن موجود نہ تھا)۔

قد کان قصرک معمورا لہ شرف۔ فقرک الیوم فی الاجداث مندرس۔
(تیرا محل آباد تھا اور اونچا تھا پس آج تیری قبر قبروں میں مٹی جا رہی ہے)۔

وقفت علی الاحبتہ حین صفت۔ قبودھم کافراس الرھان۔
(میں ٹھہر گیا احباب کی قبور پر جب ان کی قبور صاف ہو گئیں۔ جس طرح کہ دبلے پتلے گھوڑے ہوں)۔

فلئن بکیت وفاض دمعی۔ رات عینای بینھم مکانی۔
(پس اگر میں روؤں بھی اور میرے آنسو بہنے لگیں تو میری آنکھیں ان میں اپنی جگہ کو دیکھ لیں۔

قد قلت لما قال لی قائل۔ قد صار لقمان الی رمسہ۔
(ایک کہنے والے نے جس وقت مجھ کو کہا کہ لقمان اپنی قبر میں گیا تو میں نے یوں کہا)۔

فاین من یوصف من طبہ۔ وحذقہ فی الماء مع جسمہ۔
(پس کہاں ہے وہ جس کی حذاقت اور طب میں بڑی تعریف کی جایا کرتی تھی وہ اپنے بدن کے ساتھ پانی میں ہے)۔

ھیھات لا یدفع عن غیرہ۔ من کان لا یدفع عن نفسہ۔
(افسوس وہ دوسرے سے دفع نہیں کر سکتا جو موت سے اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو)۔

یاایھا الناس کان لی امل۔ قصرنی عن بلوغہ الاجل۔

(اے لوگو میری امید تھی لیکن میری حد تک مجھے موت نے جانے ہی نہیں دیا)۔

فلیتق اللہ ربہ رجل۔ امکنہ فی حیاتہ العمل۔

(پس انسان اپنے پروردگار سے خوف کرے جس نے اس کو زندگی کے دوران عمل کا موقع بخشا)۔

ما انا وحدی نقلت حیث تری۔ کل الی مثلہ سینتقل۔

(یہاں میں اکیلا ہی منتقل نہیں ہوا جہاں تم دیکھ رہے ہو بلکہ یہاں تو ہر کسی نے منتقل ہوتا ہے)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وسلم

باب نمبر 29

آسمان اور دیگر اجناس

منقول ہے کہ سب سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے جوہر پیدا فرمایا پھر اس پر اپنی نظر ہیبت ڈالی تو وہ جوہر پگل گیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کانپنا شروع ہو گیا۔ بالآخر پانی بن گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے اوپر اپنی رحمت کی نظر کی تو اسکا نصف جم گیا اس سے عرش کو پیدا فرمایا عرش نے کانپنا شروع کر دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر فرما دیا تو عرش کو سکون ہو گیا اور پانی تا قیامت تڑپتی حالت میں ہی چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ و کان عرشہ علی الماء (ھود۔ ۷)۔ (اور اس کا عرش پانی پر تھا)۔ اسکے بعد پانی میں موجیں اٹھنے لگیں لہریں برپا ہوئیں۔ اس سے بخارات اٹھنے لگے اور ایک دوسرے پر تہ در تہ صورت میں اوپر کو چڑھ گئے اور اس کے اوپر جھاگ تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اوپر نیچے پیدا فرمایا۔ یہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تھے۔ تو ان میں ہوا کو بھر دیا اور آسمانوں اور زمین کے طبقے جدا جدا کر دیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ثم استوی الی السماء وھی دخان۔

(پھر آسمان کی جانب توجہ فرمائی اور وہ دھواں تھا۔ البقرۃ۔ ۲۹)۔

حکماء نے کہا ہے کہ آسمان کی اللہ تعالیٰ نے دھوئیں سے تخلیق فرمائی اور بخارات سے اس کو پیدا نہیں فرمایا گیا اس کا یہ سبب ہے کہ دھواں اس طرح سے پیدا فرمایا کہ اسکے اجزاء ایک دوسرے کو تھامتے ہیں اور آخری حصہ پر سکون ہے اور بخارات کی صورت یہ ہے کہ وہ الٹتے پلٹتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت کمال علم اور حکمت ہے پھر پانی پر اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت فرمائی اور پانی جم گیا جیسے کہ یہ ذکر حدیث پاک میں ہے۔

نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی عجیب اور نرالی حکمت اور کاریگری ہے

کہ دھوئیں سے سات آسمان تخلیق فرمائے۔ جبکہ ایک بھی آسمان دوسرے سے مشابہت نہیں رکھتا اور آسمان سے پانی نازل فرمایا اس سے مختلف اقسام کے نباتات اور مختلف رنگوں اور ذائقوں والے پھل پیدا فرمادیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل۔

(اور کھانے میں بعض افضل ہیں بعض سے۔ الرعد۔ ۴)

ایسے ہی آدم کی اولاد بھی مختلف فرمائی سفید اور سیاہ اور خوش اور غمزدہ ان میں بھی کچھ مومن ہیں کچھ کافر ہیں بعض عالم ہیں بعض جاہل ہیں۔ جبکہ یہ تمام ہی آدم علیہ السلام کی نسل سے ہی پیدا شدہ ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے کمال خوبی کے ساتھ ہر ایک مخلوق کو تخلیق فرمایا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وسلم



باب نمبر 30

عرش و کرسی، فرشتے مقرب، روزی اور توکل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وسع کرسیہ السموت والارض۔

(اس کی کرسی زمین اور آسمان سے وسیع ہے۔ البقرۃ۔ ۲۵۵)۔

ایک قول ہے کہ کرسی سے مفہوم علم الہی ہے دیگر ایک قول ہے کہ کرسی سے سلطنت مراد ہے۔ ایک اور قول ہے کہ معروف فلک ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کرسی فی الحقیقت ایک موتی ہے۔ جسکی لمبائی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے دیگر ایک روایت میں آیا ہے کہ سات آسمان اور زمین کرسی سمیت ایک ویرانہ میں ایک حلقہ کی مانند پڑے ہوتے ہیں۔ ابن ماجہ میں روایت ہے کہ کرسی کے شکم کے اندر آسمان ہیں اور وہ کرسی عرش کے سامنے ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ آفتاب فی الحقیقت ایک حصہ ہے کرسی کے نور کے ستر حصص میں سے اور عرش اصل میں نور ستر ہزار حجابات میں سے ایک حصہ ہے۔ اور منقول ہے کہ کرسی اٹھانے والوں اور عرش کے حاملین کے درمیان ستر پردے ظلمت کے ہیں اور ستر ہزار پردے ہی نور کے ہیں اور ہر حجاب پانچ صد سال (کی مسافت) کے فاصلہ پر ہے۔ اگر یہ (فاصلہ اسقدر) نہ ہو تو ان کے نور سے عرش کے حامل جل کر رہ جائیں اور عرش ایک جسم ہے نور کا اوپر کرسی کے پس وہ عرش سے جدا ہے۔ مگر اس میں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے اور ایک قول ہے کہ یہ سرخ یاقوت ہے اور ایک قول ہے کہ یہ سفید موتی ہے اور ایک قول ہے کہ یہ سبز جوہر ہے دیگر ایک قول ہے کہ یہ نور کا ہے۔ پس یہی بہتر ہے کہ اس کے متعلق کوئی قطعی

رائے نہ دی جائے۔

اور اس کو اہل فلک نے فلک نہم کے نام سے موسوم کیا ہے اور اس کو فلک اعلیٰ اور فلک الافلاک اور فلک اطلس کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ فلک جو بغیر ستاروں کے ہے۔ کیونکہ پہلے اہل ہیئت کیمطابق یہ آٹھویں فلک میں موجود ہیں۔ انہوں نے اس کو فلک بروج کے نام سے موسوم کیا ہے اور اہل شریعت اس کو کرسی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور تمام مخلوقات کی چھت یہ کرسی ہی ہے پس اسکے احاطہ سے باہر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور یہاں تک ہی بندوں کے علم کی رسائی ہے۔ اس سے آگے جاننا اور اس سے زیادہ کچھ طلب ہرگز نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھوالعظیمہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیمہ۔

(پس اگر وہ پھر جائیں تو کہو میرے واسطے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اس پر ہی میں نے توکل کیا ہے اور وہ پروردگار ہے عرش عظیم کا۔ التوبۃ ۱۲۹)۔

چونکہ تمام مخلوق سے عرش بڑا ہے اس لیے اس کو عرش عظیم کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے توکل کما حقہ کر کے دکھا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت کا تورات وغیرہ میں متوکل نام مذکور ہے اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس لیے کہ توکل ایک شاخ ہے توحید و معرفت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی امام ہیں جملہ اہل توحید کے اور تمام اہل معرفت کے آقا و سردار ہیں۔

واضح ہو کہ توکل کرنا اسباب کو اختیار کرنے کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایک اعرابی نے گذارش کی کہ کیا میں اپنی اونٹنی کو باندھوں یا کہ کھلا چھوڑوں اور توکل ہی کروں۔ تو آنجناب نے ارشاد فرمایا اس کو باندھو اور پھر توکل کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر تم متوکل ہو جاؤ اللہ تعالیٰ پر جیسے کہ

حق ہے توکل کیے جانے کا تو تم کو ایسے ہی روزی میسر آئے جیسے پرندوں کو دستیاب ہوتی ہے وہ صبح کے وقت بھوکے جاتے ہیں تو شام کے وقت سیر شدہ لوٹتے ہیں۔ یہاں صبح کو بھوکے جانا اسباب کو اختیار کرنے کی جانب اشارت ہے۔

حکایت:- حضرت ابراھیم ادھم اور حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ مکہ شریف میں ملے تو ابراھیم رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا۔ آپکی یہ حالت کیوں کر شروع ہوئی جس پر آپ آج پہنچے ہوتے ہیں۔ تو حضرت شفیق نے فرمایا میرا گذر ایک ویرانے سے ہوا۔ وہاں ایک پرندہ دکھائی دیا اسکے دونوں پر ٹوٹ چکے ہوتے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ دیکھنا چاہیے اسے کیسے روزی ملتی ہے پس میں کچھ دور ہو کر بیٹھ گیا۔ اچانک ہی وہاں ایک پرندہ آگیا جو چونچ میں ایک ٹڈی اٹھائی ہوتے تھا۔ وہ ٹڈی ہی اس نے اس پر شکستہ پرندے کی چونچ میں لا رکھی۔ پس میں نے کہا وہ ذات الٰہی جو اس پرندے کے ذریعے اس پر شکستہ کو روزی دے سکتی ہے مجھے بھی روزی ضرور عطا فرماتے گی۔ خواہ میں کہیں چلا جاؤں پس میں نے کام ترک کر دیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان کو فرمایا۔ کہ آپ اس سے بھی بہتر (درجہ پر) ہو سکتے تھے۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک یہ نہیں سنا کہ:

الید العلیا خیر من الید السفلی۔

(اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے)۔

اور مومن کی ایک نشانی یہ ہے کہ سب امور میں وہ اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہوتا ہے تاکہ اس سے ابرار کے درجہ کو پہنچے۔ حضرت شفیق نے ابراھیم کا ہاتھ پکڑا اور اس پر بوسہ دیا پھر کہنے لگے اے استاد اے ابو اسحاق آدمی جب اسباب کو اختیار کرتا ہے تو اس کو اسباب پر توجہ نہ رکھنی چاہیے اور اسباب پر مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اسکی نظر صرف اللہ تعالیٰ پر ہی رہے اور وہی اس کا اصلی مقصود ہونا چاہیے۔ جس طرح ایک منگتا اپنے ہاتھ میں کشکول اٹھا کر لوگوں کے پاس چلا جاتا ہے۔ لیکن اسکی نظر کشکول پر نہیں ہوتی بلکہ اس پر ہی ہوتی جو دیتا ہے۔

حدیث پاک میں مذکور ہے کہ:۔

من سرہ ان یکون اغنی الناس فلیکن بما عنداللہ اوثق منہ بما فی یدیہ۔

(جو پسند کرتا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر غنی ہو۔ وہ اپنے پاس موجود سے بڑھ کر اعتماد ان انعامات پر کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں)۔

روایت ہے کہ ابراھیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے خادم حضرت حذیفہ مرعشی تھے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے کون سی بات حیران کن دیکھی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ شریف کی طرف جا رہے تھے۔ کہ راہ میں کئی دنوں ہمیں کھانا نہ ملا پھر ہم کوفہ گئے۔ جہاں ایک غیر آباد سی مسجد میں جا بیٹھے۔ حضرت ابراھیم بن ادھم نے میری جانب دیکھتے ہوئے فرمایا۔ اے حذیفہ تجھ پر مجھے بھوک کی علامات دکھائی دیتی ہیں۔ میں نے جواب دیا ہاں۔ یہی صورتحال ہے جیسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں لایا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر کرنے کے بعد لکھا۔

انت المقصود بکل حال والمشار الیہ بکل شیئی۔

(تو ہی مقصود ہے ہر حال میں اور ہر شے سے اسی کی جانب اشارہ ہے)۔

اس کے بعد آپ نے یہ اشعار تحریر فرمائے۔

انا حامد انا شاکر انا ذاکر
انا جائع انا ضائع انا عاری

(میں حمد کرنے والا ہوں میں شکر کرنے والا ہوں۔ میں ذاکر ہوں میں بھوکا ہوں میں ہلاک ہوا جاتا ہوں۔ میں ننگا ہوں)۔

ھی ستتہ وانا الضمین لنصفھا
فکن الضمین لنصفھا یا باری

(یہ چھ ہیں اور میں ضامن ہوں ان میں سے نصف کا (یعنی تین کا) اے باری تعالیٰ اب نصف کا تو ضامن بن جا (یعنی تین کا))۔

مدحی لغیرک لھب نار خضتھا

فاجر عبیدک من دخول النار

(تجھے چھوڑ کسی اور کی میں مدح کروں تو یہ شعلہ آتش ہے جس میں میں جاؤں۔ پس پھر اپنے بندے کو آگ سے بچالے)۔

اسکے بعد آپ نے وہ رقعہ مجھ کو دیا اور فرمایا جاؤ اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے اپنا تعلق مت رکھنا اور سب سے اول جس سے تیری ملاقات ہوگی اسے یہ رقعہ دینا۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو خچر پر سوار تھا وہی سب سے قبل ملا تھا۔ میں نے اسکو رقعہ دے دیا وہ رقعہ لے کر پڑھنے لگا تو رو پڑا اور کہنے لگا کہ اس رقعے کا کاتب کہاں ہے۔ میں نے بتایا کہ وہ فلاں مسجد میں موجود ہے۔ اس نے مجھے ایک تھیلی دے دی اسکے اندر چھ صد دینار تھے پھر اور ایک سوار کو میں نے پوچھا کہ یہ خچر پر سوار شخص کون ہے تو اس نے کہا یہ عیسائی ہے۔ پھر میں نے حضرت ابراہیم کی خدمت میں آکر یہ واقعہ ان سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو تو مت چھیڑنا ایک ساعت میں وہ آنے والا ہے۔ پس ایک گھڑی بعد وہ عیسائی وہاں آ پہنچا، اندر داخل ہوا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر جھک گیا اور سر کو چوما اور پھر اسلام میں داخل ہو گیا۔

فائدہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ حاملین عرش پیدا فرمائے تو ان کو حکم فرمایا کہ میرے عرش کو اٹھاؤ لیکن وہ فرشتے عرش نہ اٹھا سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ کہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ (نہیں ہے توفیق اور نہ ہے قوت بغیر اللہ تعالیٰ کے)۔ جب انہوں نے یہ پڑھا تو عرش کو اٹھالیا اور ان کے پاؤں زمین ہفتم پر ہوا کے روش پر ٹک گئے۔ جب انکے پاؤں جم گئے تو عرش تھم گیا اس وقت سے اب تک وہ ملائکہ یہ لاحول ولا قوۃ متواتر پڑھ رہے ہیں۔ تاکہ وہ الٹ کر گر نہ جائیں اور معلوم بھی نہ پڑے کہ وہ کہاں جا پڑے ہیں یہ عرش اٹھانے والوں کا معاملہ ہے اور وہی ذات عرش کو اٹھانے کی توفیق ان کو عطا کیے ہوتے ہے۔

مروی ہے کہ جو شخص ہر صبح کو اور ہر شام کے وقت سات سات مرتبہ یہ پڑھے:

حسبی اللہ لا الہ الا ھو۔ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

(میرے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے کوئی معبود نہیں ہے سوائے اسکے میں نے اس پر ہی بھروسہ رکھا اور وہ ہی عرش عظیم کا پروردگار ہے)۔

اسکے واسطے اسکے جملہ افکار و ہموم میں اللہ تعالیٰ اسکا مددگار کافی ہو گا۔ خواہ وہ ان میں درست ہو یا وہ غلط ہو دیگر ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دنیوی اور اخروی فکر کے لیے کافی ہو گا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

باب نمبر 31

مذمت دنیا کرنا

آیات پاک کثرت سے وارد ہوئی ہیں جن میں دنیا کی مذمت کی گئی ہے۔ بلکہ قرآن پاک کا اکثر حصہ اس کی مذمت پر ہی ہے۔ خلق کی دنیا سے رغبت کو ہٹانا اور آخرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور جملہ انبیاء علیہم السلام اسی مقصد کے پیش نظر مبعوث ہوئے تھے۔ قرآن پاک میں کھلے دلائل موجود ہیں۔ لہذا وہ یہاں ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اس بارے میں چند احادیث درج کر دیتے ہیں۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک مری ہوئی بکری پر گذر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اسکے گھر والوں کے پاس یہ بکری بے بود ہی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا اسے بیکار ہونے کے باعث ہی باہر پھینک دیا گیا ہے۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ تمام دنیا عند اللہ تعالیٰ اس بکری سے بھی بڑھ کر بے وقعت ہے۔ یہ دنیا عند اللہ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت کی حامل ہوتی تو پانی کے ایک گھونٹ تک بھی کافر کو میسر نہ ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا یہ دنیا مومن کے واسطے قید خانہ ہے اور کافر کے واسطے یہ جنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے یہ دنیا ملعون ہے اور ہر وہ چیز جو اس میں موجود ہے وہ بھی ملعون ہے۔ بجز اس اثر کے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا دنیا کے ساتھ محبت جس کی ہوگی اسکی آخرت کو نقصان ہو جائے گا اور جو شخص آخرت کو پسند کرتا ہو گا اسکی دنیا کو نقصان ہو گا پس تم باقی رہنے والی کو فانی

چیز پر ترجیح دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حب الدنیا راس کل خطیئتہ۔

(حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے)۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے تو انہوں نے پینے کے واسطے کچھ چیز طلب فرمائی۔ ان کو پانی مع شہد حاضر کیا گیا جب (پینے کے لیے) نزدیک ہوا تو آپ کو رونا آگیا۔ ان کے ساتھی بھی رو پڑے اور پھر چپ ہو گئے مگر یہ دوبارہ رونے لگے۔ لوگوں نے جانا کہ ان سے کچھ دریافت نہ کر سکیں گے راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے اپنے آنسوؤں کو پونچھ لیا لوگ پوچھنے لگے۔ خلیفۃ رسول اللہ آپ کس وجہ سے روتے تو آپ نے فرمایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ان کو کوئی چیز دور کرتے ہوئے دیکھا مگر مجھے کچھ چیز دکھائی نہ دی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس چیز کو اپنے سے دور ہٹا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ دنیا تھی کہ میرے سامنے آگئی تھی۔ تو میں نے اسے کہا کہ مجھ سے ہٹ جا وہ دوبارہ واپس آکر کہنے لگی کہ آپ دور ہی مجھ سے رہا کرتے ہیں۔ آپ کے بعد والے مجھ سے دور نہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا سبز ہے اور میٹھی ہے تم کو اس کا وارث اس لیے بنایا ہے کہ وہ دیکھے کہ تم کس طرح کے عمل کرتے ہو۔

یہ دنیا بنی اسرائیل پر جس وقت زیادہ ہو گئی تو وہ لوگ زیورات و عورات اور ملبوسات و خوشبو میں کھو کر رہ گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اس دنیا کو اپنا رب مت بناؤ نہیں تو یہ تم لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھے گی جو مال والا ہے اسی پر آفت کے ورود کا خدشہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا خزانہ جس کے پاس ہو اس پر کسی آفت کا خوف نہیں ہے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا۔ اے حواریوں کی جماعت تمہارے لیے میں

نے دنیا کو اس کے منہ پر مار دیا ہے۔ میرے بعد تم اسکی زیادہ تعظیم کرنا شروع نہ کر دینا کیونکہ دنیا کے باعث ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب تک آخرت ترک نہ کریں یہ حاصل نہیں ہوتی لہذا تم اس کی طرف رغبت کیے بغیر ہی نکل جاؤ اور اسے آباد مت کرو اور تم یاد رکھو کہ تمام معاصی کی جڑ یہی دنیا ہے۔ اکثر دفعہ ایک ساعت کی شہوت طویل غم کا باعث بن جاتی ہے نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ یا تمہارے واسطے دنیا کو ہموار کر دیا گیا اور اس کے اوپر تم لوگ بیٹھ گئے اب سلطان اور عورتیں تمہیں نیچے نہ اتار دیں دنیا کے لالچ میں تم ان کے ساتھ ہرگز نہ الجھ پڑنا۔ کیونکہ اگر تم ان کو اور دنیا کو رد کر دو گے تو وہ تمہارے ساتھ کبھی نہ الجھیں گے اور عورتوں سے خود کو یوں محفوظ کرو کہ روزہ رکھ لو اور نماز ادا کرو اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ دنیا طالب ہے اور مطلوب بھی ہے۔ جو شخص آخرت کا طلبگار ہوتا ہے آخرت اس کی طالب ہوتی ہے بالآخر موت واقع ہو جاتی ہے اور اسکی گردن کو پکڑتی ہے۔

اور حضرت موسیٰ بن یسار رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی دیگر چیز اللہ تعالیٰ نے دنیا سے بڑھ کر مبغوض تخلیق نہیں فرمائی اور جس وقت سے اسے پیدا فرمایا ہے اس پر نظر نہیں فرمائی ہے۔

اور منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تخت پر سوار جا رہے تھے۔ جبکہ پرندوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا دائیں اور بائیں جانب انسان اور جنات تھے بنی اسرائیل کے ایک عابد پر ان کا گذر ہوا تو وہ کہنے لگا واللہ اے ابن داؤد آپ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم سلطنت رحمت فرمائی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا ایک صاحب ایمان کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح اس تمام سے کہیں بہتر ہے جو مجھے دی گئی ہے۔ اس لیے جو (دنیا) ابن داؤد کو حاصل ہوئی وہ ختم ہو جائے گی جبکہ تسبیح باقی رہنے والی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک میں الھکمہ التکاثر۔ (تم کو کثرت کی طلب نے غفلت میں ڈالا ہے) ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا

مال جبکہ تیرا مال صرف اتنا ہی ہے جو تو نے کھایا اور ختم کیا یا پہنا اور بوسیدہ کر دیا یا وہ جو تو نے صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کو باقی رکھ لیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولھا مجمع من لا عقل لہ وعلیھا یعادی من لا علم لہ وعلیھا یحسد من لا فقہ لہ ولھا یسعی من لا یقین لہ۔

(دنیا اسکے لیے گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کے لیے مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اسکے واسطے وہ ہی اکٹھا کرتا ہے جس کو کوئی عقل نہ ہو اور اسکے باعث وہ ہی دشمنی کرتا ہے جو علم نہ رکھتا ہو اور اس پر وہ ہی حسد کرتا جسے کچھ سمجھ نہ ہو اور اسکے واسطے کوشش وہ ہی کرتا ہے جسے یقین نہیں ہوتا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے صبح ایسے حال میں کی کہ اسے بڑی فکر دنیا ہی کی ہو تو اسکے متعلق اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی ذمہ داری نہ ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو لازم فرما دیا:۔

(۱)۔ غم جو کبھی اس سے نہ ہٹے۔ (۲)۔ ایسی مصروفیت جس سے کبھی فارغ نہ ہو۔ (۳)۔ فقر و فاقہ جس سے وہ کبھی نجات نہ پائے۔ (۴)۔ امید جو کبھی پوری نہ ہو۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے فرمایا اے ابو ہریرہ کیا میں تجھ کو دنیا اور جو کچھ اسکے اندر ہے نہ دکھادوں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مدینہ کی ایک وادی میں لے آئے وہاں پر ایک ڈھیر کوڑے کا پڑا ہوا تھا اس میں کھوپڑیاں اور غلاظت اور بوسیدہ چیتھڑے اور ہڈیاں تھیں آپ نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ یہ جو کھوپڑیاں ہیں یہ بھی تمہاری مانند حرص رکھتی تھیں۔ تمہاری ہی مانند امیدیں لگایا کرتی تھیں۔ اور آج یہ ہڈیاں (پڑی ہوئی) ہیں ان کے اوپر کھال نہیں ہے پھر یہ راکھ ہو جائیں گی۔ اور جو یہ کوڑا ہے یہ مختلف کھانے تھے جو لوگوں نے کھائے اور جہاں سے کمائی کرنی تھی۔ کمائی کی پھر لوگوں کے شکموں نے ان کو (باہر) پھینک دیا آج ان کو دیکھتے ہوئے لوگوں کو گھن آتی

ہے اور جو یہ پرانے چیتھڑے ہیں یہ لوگوں کے ملبوسات اور پر اور بازو تھے۔ آج انہیں ہوائیں (ادھر ادھر) اڑاتی ہیں یہ وہی ہڈیاں تھیں۔ جن پر یہ لوگ شہر بہ شہر گھومتے تھے اب دنیا پر جو شخص رو سکتا ہو وہ رو لے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم پر سخت رونا طاری ہو گیا۔

اور منقول ہے کہ آدم علیہ السلام کو زمین پر اتار دیا گیا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم برباد ہونے کے لیے تعمیر کرو اور مرنے کے لیے پیدا کرو۔ اور داؤد بن بلال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ صحف ابراھیم علیہ السلام میں درج ہے کہ اے دنیا نیک لوگوں کے قریب تو کسقدر غیر اہم سی چیز ہے۔ جن کے واسطے تو نے زینت اختیار کی ان کے دلوں کو میں نے متنفر کر دیا اور ان کو تجھ سے دور ہٹا دیا فنا ہو جانے والی اور حقیر اشیا۔ میں سب سے زیادہ بے وقعت چیز تجھے ہی میں نے پیدا فرمایا جس روز تجھے تخلیق کیا اسی روز میں نے فیصلہ فرما دیا کہ کسی کے لیے تو ہمیشہ نہ رہے گی اور نہ ہی کوئی تیرے لیے ہمیشہ رہے گا خواہ دنیا والے تیرے واسطے کتنی ہی کنجوسی کرتے رہیں نیک لوگوں کے لیے بشارت ہے جنکے قلوب میں رضا ہے وہ باطل میں صدق اور استقامت کے حامل ہیں۔ میرے نزدیک ان کے واسطے یہ جزا ہے قبروں سے نکل کر میرے پاس آتے وقت ان کے آگے نور اور روشنی ہوگی وہ فرشتوں کے جھرمٹ میں ہوں گے جو بالآخر اس کو میری رحمت تک پہنچائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے دنیا کو جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان معلق شدہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے نظر بھی نہیں ڈالی روز قیامت (اللہ تعالیٰ کو) کہے گی۔ اے پروردگار تعالیٰ آج تو اپنے دوستوں کو مجھ سے حصہ دینے کی توفیق عطا فرما اللہ تعالیٰ فرماتے گا رے ناچیز چپ ہو جا ان کے واسطے تو دنیا میں تیرے حصہ کے لیے راضی نہ تھا آج کیسے رضامند ہو سکتا ہوں (کہ ان کو تجھ جیسی حقیر و بے وقعت چیز دوں)۔

اور منقول ہے کہ اس منع کیے گیے شجر سے آدم علیہ السلام نے پھل کھالیا تو ان

کے معدے میں حرکت ہونے لگی تاکہ بوجھ کو باہر نکال دے۔ جنت کے دیگر کسی کھانے میں سوائے اس درخت کے ایسی خاصیت نہ تھی۔

اسی واسطے ان کو اس سے ممانعت فرمائی گئی تھی بتایا گیا ہے کہ پھر آدم علیہ السلام جنت میں گھومنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم فرمایا کہ آدم سے دریافت کرے کہ کیا مطلوب ہے تو اس کو آدم علیہ السلام نے بتایا کہ وہ اپنے شکم سے وہ تکلیف خارج کرنا چاہتے ہیں کہیں باہر۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو کہا کہ ان سے دریافت کرے کہ اسے کہاں ڈالنے کی خواہش ہے۔ فرش پر یا کہ تختوں پر یا نہروں کے اندر یا کہ درختوں کے سایہ میں۔ یہاں کون سی جگہ ہے جو اسکے واسطے موزوں ہو پس انہیں اسکے (اخراج) کے واسطے دنیا میں اتار دیا گیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے روز قیامت اس طرح کی قومیں بھی پیش ہونگی کہ تہامہ پہاڑ کے برابر انکے اعمال ہوں گے پھر ان کو حکم ہو گا کہ جہنم میں داخل ہوں صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا وہ نماز پڑھنے والے ہوں گے فرمایا ہاں وہ نماز ادا کرتے ہوں گے روزے بھی رکھتے ہوں گے مگر بوقت شب وہ برائیوں کے مرتکب ہوتے ہوں گے اور ان کے سامنے جب دنیا حاضر ہوگی تو اس پر جھپٹ پڑتے ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا مومن دو خوفوں میں ہوتا ہے ایک خوف عمر کا جو بیت گئی اسے معلوم نہیں کہ اسکے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہو گا دوسرا خوف آئندہ عمر کا جو باقی ہے اسکو معلوم نہیں کہ اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرمائے گا۔ پس بندے کو اپنے واسطے زاد راہ لے لینا چاہیئے دنیا کے اندر وہ آخرت کے لیے حصہ حاصل کرے۔ اپنی زندگی کے دوران موت کا سامان تیار کر لے دوران شباب اہتمام بڑھاپے کا کرے۔ اس لیے کہ دنیا کو تمہارے واسطے پیدا فرمایا گیا ہے اور تم کو آخرت کے واسطے پیدا فرمایا ہے مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بعد از مرگ ٹھکانے والا کام کوئی نہ ہے اور دنیا کے بعد کوئی

دوسرا ٹھکانہ نہیں ہے سوائے جنت کے یا جہنم کے۔ (یا الٰہی یا رب کریم اپنے حبیب اور رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہم کو دوزخ سے بچانا اور اپنے رحم و کرم سے جنت عطا فرمانا)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک مومن کے دل کے اندر دنیا اور آخرت دونوں کی محبت نہیں رہ سکتی جس طرح کہ آگ اور پانی ایک برتن میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے وہ نبی جو سب نبیوں سے زیادہ لمبی عمر والے ہو۔ آپ نے دنیا کو کیسا پایا ہے آپ نے فرمایا جس طرح کہ ایک مکان ہو اور اسکے دروازے ہوں ایک دروازہ سے داخل ہوا اور دوسرے دروازے کی راہ باہر آگیا۔ کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کاش آپ ایک مکان ہی رہنے کے لیے تعمیر کر لیتے تو آپ نے فرمایا مجھ سے پیشتر مخلوق کے بنے ہوئے جو مکانات ہیں وہ ہی کافی ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا سے بچو یہ ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک دن صحابہ کے پاس آئے اور انہیں ارشاد فرمایا کہ کیا کسی کی یہ خواہش ہے تم میں سے کہ اس کا اندھا پن رفع ہو جائے اور وہ دیکھنے والا ہو جائے۔ یاد رکھو جو دنیا پر راغب رہا اور طول امل رکھی اسی کے مطابق اسکے دل کو اللہ تعالیٰ نابینا کر دیتا ہے اور جس نے دنیا میں رغبت نہ کی اور امید کو مختصر کیا اس کو سیکھنے کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بتائے جانے کے بغیر ہی صراط مستقیم اس کو عطا فرمائے گا اور یاد رکھو تم لوگوں کے بعد بعض ایسے لوگ آئیں گے کہ قتل اور ظلم و زیادتی کے ساتھ ہی ان کی سلطنت قائم رہے گی اور صرف فخر اور کنجوسی کے ساتھ ہی ان کی غنا ہو گی اور خواہشوں کی اتباع ہی ان کی محبت ہو گی یاد رکھو جس شخص نے وہ زمانہ پا لیا وہ فقر پر ہی صابر رہے خواہ اسے غنا پر

قدرت حاصل ہی ہو (برے لوگوں سے) نفرت پر بھی صبر کرے خواہ محبت کرنے کی قدرت رکھتا ہی ہو۔ کمزوری پر ہی صبر کرے خواہ غالب آنے کی قدرت رکھتا ہی ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی چاہتا رہے تو اس کو اللہ تعالیٰ پچاس صدیقوں کے برابر اجر دے گا۔

منقول ہے ایک دن شدید بارش و گرج تھی۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کو پناہ کی جستجو ہوئی دور فاصلے پر ایک خیمہ نظر آیا۔ آپ وہاں گئے اس کے اندر ایک عورت موجود تھی تو آپ وہاں سے ہٹ گئے پھر پہاڑ کی ایک غار دکھائی دی وہاں جاکر دیکھا تو اسکے اندر ایک شیر تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یاالٰہی ہر چیز کو تو نے جائے پناہ دے رکھی ہے لیکن میرے لیے کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے انہیں وحی ہوئی تیرے واسطے میری رحمت ہی پناہ کی جگہ ہے میں ایک صد حوروں کے ساتھ قیامت کے دن تیرا نکاح کروں گا۔ جو میں نے دست خود سے تخلیق کی ہیں اور تیرے ولیمہ میں چار ہزار برس تک کھانا کھلاتا رہوں گا۔ جن کا ایک روز دنیا کی عمر کے برابر ہو گا اور اعلان کرنے والے کو میں حکم فرماؤں گا کہ وہ یوں اعلان کرے کہاں ہیں دنیا کے زاہد لوگ؟ دنیا کے زاہد لوگو آجاؤ عیسیٰ بن مریم کی شادی ہو رہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے ہلاکت و بربادی ہے دنیا دار شخص کے لیے اس پر موت کیسے وارد ہوگی۔ وہ دنیا کی تمام فریب کاریوں اور اس کی زینت اور ملوکات کو چھوڑ رہا ہو گا۔ (دنیا کے) کے فریب میں آنے والوں کے لیے بربادی ہے کیسی حالت ہو گی ان کی جو عذاب وہ ناپسند کرتے ہونگے اسی کو وہ دیکھیں گے جو دنیا کہ ان کو محبوب ہوگی اسی سے وہ جدا ہو جائیں گے اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ وعدہ آجائے گا۔ اور جس کی تمام تر فکر دنیا کے لیے ہی ہے اور اسکے اعمال بھی صرف معاصی ہی ہیں اسکے واسطے بربادی ہے وہ کیسا رسوا اور ذلیل ہو گا کل کو اپنے گناہوں کی وجہ سے۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی اے موسیٰ ظالم لوگوں کے گھر کے ساتھ تجھے کیا تعلق ہے تیرا یہ گھر نہیں ہے تو اپنے دل سے

اس کے خیال کو خارج کر دے اپنے ذہن سے بھی اس کو دور کر دے یہ برا ٹھکانہ ہے البتہ اس میں جو شخص عمل صالح سر انجام دے اسکے واسطے اچھا گھر ہے۔ اے موسیٰ ظالم لوگوں کی گھات میں میں ہوں بالآخر میں ان سے مظلوموں کا بدلہ لینے والا ہوں۔

منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین میں بھیجا آپ وہاں سے کثیر مال لیے ہوتے لوٹے۔ جب انصار نے اس بارے میں سنا تو (حسب معمول جب) وہ نماز فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز ادا کر لی پھر ان کی جانب رخ فرمایا اور ان کو دیکھ کر آنجناب متبسم ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ میرا خیال ہے تم نے سن لیا کہ ابو عبیدہ کچھ اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا پھر تم لوگ خوش ہو جاؤ اور اس کی امید رکھو جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ مجھے تم پر خدشہ فقیری کا نہیں بلکہ یہ خدشہ ہے کہ دنیا تم پر فراخ کر دی جائے جس طرح کہ تم سے پیشتر لوگوں پر دنیا کو فراخ کیا گیا تو دنیا کے بارے میں ہی یک دگر مقابلہ کرنا شروع کر دو جس طرح وہ لوگ کرنے لگے تھے پھر تم کو ہلاک کر دے۔ جس طرح ان کو ہلاک کر دیا۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے متعلق مجھے زیادہ خطرہ یہ ہے کہ تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ زمین کی برکتوں کو کھول دے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا زمین کی برکتیں کیا ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا دنیا کا مال۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے قلوب کو دنیا کی یاد میں نہ لگائے رکھو۔ تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دنیا سے دور رہنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ چہ جائے کہ وہ خود دنیا کو حاصل کرتے۔ حضرت عمار بن سعید نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ایک بستی سے گذرے تو اس بستی کے سب لوگ اپنے گھروں کے صحنوں میں اور راستوں میں مردہ پڑے تھے آپ نے اپنے حواریوں

کو مخاطب کر کے فرمایا اے حواریوں کے گروہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں ان لوگوں کی ہلاکت ہوئی ہے اگر دیگر کسی طور مرے ہوتے تو یہ دفن ہوتے ہوتے۔ انہوں نے عرض کیا اے روح اللہ ہماری خواہش ہے کہ ان کے بارے میں معلوم ہو جائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ سے وحی ہوئی کہ رات جب ہوگی تو ان لوگوں کو آواز دینا تو یہ تم کو جواب دیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت ان لوگوں کو آواز دی اے بستی والو تو انہوں نے جواب دیا حاضر ہیں اے روح اللہ۔ آپ نے کہا کیا حال ہے تمہارا اور تم لوگوں کا معاملہ کیا ہے انہوں نے کہا ہم نے سلامتی میں رات بسر کی اور صبح کو ذلت میں پڑ گئے آپ نے پوچھا کہ کس طرح انہوں نے جواب دیا حب دنیا اور نافرمانوں کی اطاعت کی وجہ سے آپ نے پوچھا دنیا سے تمہاری محبت کیسی تھی۔ انہوں نے کہا جس طرح بچہ ماں سے محبت رکھتا ہے کہ وہ آتی ہے تو خوش ہو جاتا ہے وہ جاتی ہے تو غمزدہ ہوتا ہے اور روتا ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے ساتھ والوں کا حال کیسا ہے وہ کیوں نہیں جواب دیتے اس نے جواب دیا کہ نہایت سخت اور تند ملائکہ کے ہاتھوں سے انہیں آتشین لگامیں ڈالی گئی ہیں۔ آپ نے پوچھا پھر تم کس حال میں ہو کہ تم مجھے جواب دے رہے ہو اس نے کہا کہ یہ اسلیئے کہ میں موجود تو انہی لوگوں میں تھا مگر میں بلحاظ عمل ان میں سے نہ تھا پس عذاب آیا تو مجھ پر بھی وارد ہوا اور میں معلق ہوں۔ جہنم کے کنارے پر مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اس سے نجات ملے گی یا کہ اس کے اندر جا گروں گا اوندھا ہو کر۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو فرمایا کہ جو کی روٹی سے تناول کر لینا موٹے موٹے پیسے ہوتے نمک کے ساتھ کھردرا سا کپڑا زیب تن کر لینا اور کوڑے پر سو لینا اگر اسکے ہاتھ دنیا اور آخرت میں آرام ملے تو اتنا ہی کافی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اونٹنی عضباء سے کوئی (دیگر اونٹ) آگے نہ نکل سکتا تھا ایک اعرابی اپنی اونٹنی کے ساتھ آیا تو وہ اونٹنی آگے نکل گئی صحابہ کو یہ بات اچھی نہ لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ دنیا کی جو بھی چیز سر اٹھائے اسکو وہ گرا

دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کون ہے جو دریا کی لہروں کے اوپر مکان تعمیر کرے گا بس یہی ہے دنیا لہذا اسکو مستقل رہنے کا ٹھکانہ نہ بناؤ۔

لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا ہم کو وہ علم تعلیم فرمائیں، جسکی وجہ سے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگے آپ نے فرمایا دنیا سے نفرت کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرنے لگے گا۔

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم بھی جانتے تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور دنیا کی تمہارے سامنے کوئی وقعت نہ ہوتی اور تم آخرت کو ترجیح دیتے۔ اسکے بعد حضرت ابو الدرداء نے اپنے طور پر فرمایا جتنا میں جانتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو تو تم جنگلات میں چلے جاتے اور جائے پناہ ڈھونڈتے تم اپنی جانوں پر گریہ کرتے اور بغیر کسی نگرانی کے تم اپنے اموال چھوڑ دیتے اور اسکی طرف دیکھتے بھی نہ۔ سوائے جسے کوئی سخت حاجت ہوتی جبکہ اب یہ حال ہے کہ تمہارے دلوں میں سے امید نے آخرت کی باتیں غائب کر دی ہوئی ہیں۔ دنیا نے تم پر اب غلبہ پالیا ہے اور تم جاہل بن چکے ہو تمہارا حال یوں ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ تو حیوانوں سے بھی زیادہ برے ہیں جو اپنی حرص کو چھوڑتے ہی نہیں اور ان کو اپنے انجام کے متعلق کوئی تشویش ہی نہیں ہے تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تم کو اللہ تعالیٰ سے کوئی محبت نہیں اور تم نصیحت بھی قبول نہیں کرتے تم دعوی کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں تم ایک دوسرے کے بھائی ہو تمہارے باطن میں مختلف قسم کی خواہشات برے باطن نے دی ہوئی ہیں اگر تمام ہی تم اکٹھے ہو کر نیک بن جاؤ تو تمہیں آپس میں محبت ہو جائے گی۔ تم لوگوں کو کیا ہو چکا ہے کہ دنیوی معاملے میں بھی نصیحت قبول نہیں کرتے نہ ہی تم کو آخرت سے متعلق نصیحت قبول ہے اور تم میں سے کوئی بھی اپنے دوست کو نصیحت نہیں کرتا ہے نہ ہی کوئی آخرت کے بارے میں دوست کا مددگار ہوتا ہے نہ رہنمائی اسکی کرتا ہے یہ علامت ہے کہ تمہارے دلوں میں ضعف ایمان

ہے جیسے تم کو دنیوی نیکی اور برائی میں یقین ہے اسی کی مانند آخرت کو چاہیے کہ تم ترجیح دو کیونکہ تمہارے عملوں پر یہ (دنیا) ہی زیادہ چھائی ہوئی ہے۔

اب اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ (سامنے موجود) دنیا کی محبت کا غلبہ ہے اس کا کیا کریں تو پھر یہ ہے کہ تمہیں ہم وہ قوم دکھاتے ہیں۔ جو آخرت کو ترک کرتی ہے دنیا حاصل کرتی ہے جن معاملات میں کامیابی حاصل ہونا یقینی نہیں ان میں مشقت اٹھاتی ہے۔ تم سب سے بری قوم ہو تم وہ ایمان ہی نہیں پا سکے جس کا نام ایمان مقبول مشہور ہے اور اگر تم کو شک ہے اس دین میں جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لائے ہیں تو پھر اس کی تم کو وضاحت ہم کرتے ہیں اور تمہیں نور دکھاتے ہیں جو دیکھو گے تو تمہارے دل اطمینان پالیں گے۔ واللہ تم پیدائش سے ناقص العقل نہیں ہو جو معذور جانے جاؤ نیز تم دنیا کے بارے میں بڑی درست رائے رکھتے ہو تھوڑی سی دنیا بھی ہاتھ سے نکلے تو غمزدہ ہو جاتے ہو اور ایسی حالت تمہارے چہروں سے ہی نمودار ہو جاتی ہے۔ تمہاری زبانوں پر بھی واضح ہوتی ہے تم ان کو مصائب کہتے اور ماتم بھی کرتے ہو۔ عام دنیا دار لوگ تو اکثر ترک دین کر چکے ہیں اور دین کا نقصان تمہارے چہروں پر نمودار نہیں ہوتا نہ ہی اس وجہ سے تمہاری حالت ہی بگڑتی ہے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے بیزار ہو چکا ہے۔ ظاہراً تم خوش ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہو تم ایک دوسرے کا استقبال برے طریقے سے نہیں کرتے کہ وہ بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک نہ کرے بالآخر تم کینہ پرور بن گئے ہو طویل امید لگا رکھی ہے۔ تم (موت گوارا نہ ہوتے ہوتے) خود کو رد کیے ہوتے ہو میرا دل چاہتا ہے مجھے تم لوگوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو میں محبوب جانتا ہوں کہ ان کو دیکھوں۔ جو زندہ ہو وہ تم لوگوں کے درمیان نہیں رہ سکتا اگر تمہارے اندر کچھ بھلائی موجود ہے تو میں نے تم کو اب سنا ہی دیا ہے تم اب یوں رہو کہ جو پروردگار تعالیٰ کے پاس ہے وہ طلب کرو اس کو تم تھوڑا سمجھتے ہو۔ اب تم لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کا طلبگار ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے گروہ حواریوں کے تم دین کی سلامتی اور

تھوڑی دنیا حاصل ہونے پر ہی راضی ہو جاؤ اور اسی ضمن میں ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

ارى رجالا بادنى الدين قدقنعوا   وما ارلهمه رضوا فى العيش بالدون۔

(لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ تھوڑے دین پر قانع ہو چکے ہیں مگر ان کو میں نہیں دیکھتا کہ وہ تھوڑی دنیا پر راضی ہو جائیں)۔

فاستغن بالدين عن دنيا الملوك كما۔ استغنى الملوك بدنيا هم عن الدين۔

(تو دین حاصل کر کے بادشاہوں کی دنیا سے مستغنی ہو جا جیسے کہ بادشاہ دنیا حاصل کر کے دین سے مستغنی ہو چکے ہیں)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے دنیا کے چاہنے والے تو نیک شخص ہو جا۔ اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دنیا میرے بعد تم لوگوں کے پاس آئے گی وہ یوں تمہارے ایمان کھانے لگے گی جس طرح لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی اے موسیٰ حب دنیا پر میلان نہ کر کیونکہ یہ اتنا بڑا گناہ کرواتی ہے جس سے عظیم تر دیگر کوئی نہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روتے ہوئے شخص کے قریب سے گذرے اور جب واپس تشریف لائے تو ابھی تک وہ رو ہی رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے پروردگار یہ بندہ تیرا تیرے خوف سے روتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابن عمران اسکی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کا دماغ بھی روتے روتے بہہ جائے اور اسکے اٹھنے والے ہاتھ بھی شکستہ ہو کر گر پڑیں پھر بھی اسکی مغفرت نہ فرماؤں گا کیونکہ اسے دنیا کے ساتھ محبت ہے۔

حقیقت دنیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص میں چھ خصائل نہ ہوں۔ جنت سے اسے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس کو دوزخ سے بچنے کی خواہش ہے۔ (۱)۔ جو اللہ کو

پہچان لے پھر اسکی عبادت کرے۔ (۲)۔ جو شیطان کو جان لے اور پھر اسکا نافرمان ہو۔ (۳)۔ جو حق کو سمجھ جائے اور پھر اسکی پیروی کرے۔ (۴)۔ جو باطل کو جان لے اور پھر اس سے بچتا رہے۔ (۵)۔ جو دنیا کو جان گیا اور پھر اس کو رد کر دیا۔ (۶)۔ جو آخرت کو جان جائے اور پھر اس کا طلبگار ہو جائے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رحم ہو ان پر جن کے پاس دنیا بطور امانت تھی۔ اور پھر انہوں نے آگے حوالے کر دی امانت دار لوگوں کو اور خود ہلکے پھلکے روانہ ہو گئے۔ اور یہ بھی فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جس پر تو نے رشک کیا دین کے بارے میں اور اس نے بھی دین کے لیے رشک کیا اور جس کے ساتھ تو دنیا کے بارے میں مقابلہ کرنے لگا لیکن اس نے دنیا کو اسکے سینہ پر مار دیا (مراد یہ کہ دنیا کو دفع کر دیا)۔

حضرت لقمان اپنے فرزند کو فرماتے ہیں اے میرے بیٹے دنیا عمیق سمندر ہے متعدد لوگ اس میں غرق ہو گئے۔ تیرے واسطے اس سمندر میں کشتی خوف خدا ہے جسکا اندرون حصہ ایمان باللہ ہو اور توکل علی اللہ اس کا لنگر ہو تو پھر ممکن ہے کہ تجھے نجات حاصل ہو جائے مگر میں تجھ کو حاصل کرتا نہیں دیکھتا ہوں۔

حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک لمبا عرصہ میں اس آیت پر سوچتا رہا تھا:

انا جعلنا ما علی الارض زینتہ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا۔ وانا لجاعلون ما علیھا صعیدا جرزا۔

(زمین پر جو کچھ ہے اسے زمین کے واسطے ہم نے زینت بنایا تاکہ لوگوں کا امتحان کریں کہ کون نیک عمل کرتا ہے۔ اور جو کچھ زمین پر ہے (معدوم فرما کر) بنجر میدان بنا دیں گے۔ (الکھف۔ ۷،۸))۔

ایک حکیم نے کہا ہے دنیا میں جس چیز کا تو مالک بنتا ہے تجھے معلوم رہے کہ اس کا تجھ سے پیشتر بھی کوئی مالک بنا رہا تھا اور تیرے بعد بھی یہ کسی کی ملکیت بنے گی۔ دنیا میں سے تیرے واسطے صرف صبح اور شام کا کھانا ہی ہے پھر تو ایک نوالے کے لیے خود

تباہ نہ ہو۔ دنیا سے روزہ رکھ لے اور آخرت پر روزہ کھول دنیا کا راس المال خواہش ہے اور منافع اس کا آتش دوزخ ہے۔

لوگوں نے ایک راہب سے دریافت کیا زمانے کو تم کیا سمجھتے ہو اس نے جواب دیا کہ جسموں کو یہ بوسیدہ کر دیتا ہے امیدوں کو نیا بناتا ہے۔ موت کو نزدیک لاتا ہے مطلوب کو دور کر دیتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اہل زمانہ کا حال کس طرح کا ہے اس نے جواب دیا جو فتح پا لیتا تھک جاتا اور جو ہار گیا اس نے مشقت ہی (بے فائدہ) برداشت کی۔ اور اس بارے میں ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

ومن یحمد الدنیا بعیش یسرہ۔ فسوف لعمری عن قلیل یلومہا۔

(اور جو شخص دنیا کی مدح سرائی کرے کہ زندگی مسرتوں سے بھرپور ہے قسم ہے کہ وہ جلدی ہی اسے مذموم کہے گا)۔

اذا ادبرت کانت علی المرء حسرۃ۔ وان اقبلت کانت کثیرۃ ہمومہا۔

(یہ دنیا جب جاتی رہتی ہے تو انسان کو حسرت ہوا کرتی ہے اور جب آتی ہے تو اس کے بہت زیادہ غم ہوتے ہیں)۔

اور ایک حکیم نے کہا ہے دنیا موجود تھی لیکن اس میں میں موجود نہیں تھا اور دنیا جاتی رہے گی اور میں نہ ہوں گا۔ لہٰذا اس کے ساتھ میں دلی لگاؤ نہیں رکھتا اس لیے کہ اسکی عیش محض عارضی سی ہے اور اسکی صفائی کے اندر گردو غبار شامل ہے اس میں باشندے ہمہ وقت خطرے میں رہتے ہیں۔ یا نعمت ہوتی ہے جس نے ختم ہو جانا ہوتا ہے یا آفت وارد ہونے والی ہوتی ہے یا موت بھی آنی ہی ہوتی ہے جو خاتمہ کر دیتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو محبت کے ساتھ دنیا کو طلب کرتا ہے اس کو کچھ حاصل ہو گیا لیکن اسکی خواہش بڑھ کر ہے اور جو محبت سے آخرت کو چاہے اسے بھی کچھ مل گیا لیکن آخرت کی خواہش ابھی اس سے زیادہ رہتی ہے۔ نہ اسکی کوئی انتہا ہے نہ اسکی کوئی انتہا ہے۔

ایک شخص نے ابو حازم سے کہا ایک دکھ ہے مجھ کو کہ میں دنیا سے محبت کرتا ہوں

لیکن میرا تو رہنے کے لیے گھر تک بھی میرے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے اسے فرمایا تو اسکو ہی دیکھ جو تجھے اللہ تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ صرف حلال حاصل کر پھر اس کو ناحق مت صرف کر اس طرح یہ دنیا تیرے حق میں نقصان دہ نہ ہوگی۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اس پر بھی ملامت کرتا تو اس کو پریشان کر دیتا بالآخر دنیا کو بالکل ہی چھوڑتے ہوتے دنیا سے نکل ہی جاتا۔

اور یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے یہ دنیا شیطانی دکان ہے۔ اس شیطان کی دکان میں سے کوئی چیز چوری نہ کرو اگر کرو گے تو شیطان اس کی جستجو میں آجائے گا اور وہ تم کو پکڑ لے گا۔

اور حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے یہ فنا ہو جانے والی دنیا سونے کی بھی بنی ہوتی اور باقی رہنے والی آخرت مٹی کی ہوتی تو پھر مٹی کو باقی رہنے والی آخرت کو ہی ترجیح دیتے اب بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ فانی مٹی کو ترجیح دیتے ہیں باقی رہنے والی سونے کی آخرت پر۔

اور ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا سے خود کو بچا کر رکھو کیونکہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جو بندہ دنیا کی تعظیم کرے گا وہ قیامت کے روز کھڑا کیا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حقیر فرمائی تو اس کی تعظیم کرتا تھا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص مہمان ہی ہے اور اس کا مال اسکے پاس مستعار ہی ہے۔ پس مہمان رخصت ہونے والا ہے اور جو شے مستعار ہے وہ واپس ہو جائے گی۔ اور اس بارے میں ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

والمال والاھلون الا ودیعتہ۔ ولا بد یوما ان ترد الودائع۔

(اور یہ مال اور اہل مال تمام امانت ہیں اور لازماً ایک روز ہو گا کہ ان امانتوں کو واپس ہونا ہے)۔

چند لوگ حضرت رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ دنیا کے بارے میں گفتگو کرنے لگے اور دنیا کی مذمت کرتے تھے۔ آپ نے ان کو فرمایا کہ دنیا

کے بارے میں گفتگو بند کر دو۔ اگر تم لوگ اپنے دلوں میں دنیا کی عزت نہ رکھتے ہوتے تو اس کا ذکر اتنا زیادہ تم ہرگز نہ کرتے کسی نے حضرت ابراھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے تو آپ نے جواب میں یوں فرمایا۔

نرقع دنیانا بتمزیق دیننا۔ فلا دیننا یبقی ولا ما نرقع۔

(ہم دین کو پھاڑتے ہیں اور یوں دنیا کی مرمت کرتے ہیں پس اس طرح دین باقی نہیں رہتا ہے اور نہ ہی وہ چیز جس کی ہم مرمت کرتے ہیں)۔

فطوبی لعبد اثر اللہ ربہ۔ وجاد بدنیاہ لما یتوقع۔

(پس بشارت ہے اس بندے کے واسطے جس نے اللہ تعالیٰ اپنے پروردگار کو ہی ترجیح دی اور جس وقت کے آنے کی توقع ہے اس کی خاطر اپنی دنیا کو خیرات کر دیا)۔

دیگر ایک شاعر نے بھی اسی بارے میں یوں کہا ہے۔

اری طالب الدنیا وان طال عمرہ
ونال من الدنیا سرورا وانعما

(میں دیکھ رہا ہوں دنیا کے حریص کو خواہ اسکی عمر لمبی ہو اور اس نے دنیا کی خوشیاں اور نعمتیں ہی دیکھی ہوں)۔

کبان بنی بنیانہ فاقامہ
فلما استوی ما قد بناہ تھدما

(وہ ایسے ہیں جیسے کہ تعمیر کرنے والے نے عمارت کو بنایا اس کو درست قائم کر دیا جب وہ مکمل ہو گئی جو اس نے تعمیر کی تھی تو وہ گر گئی)۔

حب الدنیا تساق الیک عفوا
الیس مصیر ذاک الی انتقال

(دنیا تیری طرف خود چلی آتی ہے کیا دنیا کا یہ عمل (اسکے) منتقل ہو جانے کی جانب اشارہ نہیں ہے؟)۔

وما دنیاک الا مثل فیء

اظلک ثم اذن بالزوال

(اور تیری کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ یہ ایک سایہ کی مانند ہے تمہارے اوپر جو پھر زوال پذیر ہو جائیگا)۔

اپنے بیٹے کو حضرت لقمان فرماتے ہیں اے بیٹے اپنی دنیا کو بعوض آخرت بیچ دے تجھے دونوں کا نفع حاصل ہو جائے گا۔ مگر دنیا کے عوض آخرت نہ فروخت کر دینا ورنہ تجھے دونوں کا ہی خسارہ ہو گا۔ اور مطرف بن شخیر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو سلاطین کی زندگی ان کی نزاکت اور دولت کے آرام کو مد نظر نہ رکھ بلکہ تو دیکھ کہ کس عجلت کے ساتھ وہ چلے جاتے ہیں اور کس قدر عجلت سے ان کا انجام بھی ان کے سامنے آ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تین حصوں میں کر دیا ایک حصہ برائے مومن ایک حصہ برائے منافق اور ایک حصہ کافر کے واسطے۔ منافق اپنی زادراہ لے لیتا ہے منافق زینت کرتا رہتا ہے اور کافر نفع لیتا ہے (مراد یہ ہے کہ وہ صرف دنیا سے عیش ہی کرتا ہے)۔

اور ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ یہ دنیا ایک مردار ہے اس میں کچھ جو لے لیتا ہے اسکو کتوں کے مقابلہ میں صبر کرنا چاہیے اور ایک شاعر اس بارے میں یوں کہتا ہے۔

یا خاطب الدنیا الی نفسها

تنح عن خطبتها تسلم

(اے وہ جو دنیا کو اپنی جانب بلاتا ہے اسکو اپنی جانب بلانے سے رک جا تو تو سلامت رہ جائے گا)۔

ان التی تخطب غدارة

قریبته العرس من الماتم

(جسے تو بلاتا ہے وہ غدار ہے اسکی شادی کے بعد گناہ بھی نزدیک ہی ہے)۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے یہ دنیا عند اللہ اتنی قرب حقیر ہے کہ تم دیکھ لو کہ دنیا کے اندر ہی نافرمانی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اتنا ہی حاصل ہوتا

ہے جتنا دنیا کو چھوڑ دیا جائے اور اس بارے میں ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

اذا امتحن الدنیا لبیب تکشفت
لہ من عدو فی ثیاب صدیق

(صاحب عقل شخص جب دنیا کو آزمائے تو یہ اسکے آگے دوست کے لبادے میں دشمن ثابت ہوتی ہے)۔

دیگر ایک شاعر کا کلام دنیا کے بارے میں یوں ہے۔

یارا قد الیل مسرورا باولہ
ان الحوادث قد یطرقن اسحارا

(اے رات کے اول حصہ میں مسرت کے ساتھ سونے والے کبھی بوقت سحر مصائب بھی دروازے آکر کھٹکھٹاتے ہیں)۔

افنی القرون التی کانت منعمۃ
کر الجدیدین اقبالا و ادبارا

(بہت سی صدیوں کو جو نعمت سے پر تھیں فنا کر دیا ان کو حوادث نے جو نئے آنے جانے والے تھے)۔

کم قد ابادت صروف الدھر من ملک
قد کان فی الدھر نفاعا و ضرارا

(کتنے بادشاہوں کو زمانے کے الٹ پھیر نے تباہ کر دیا جو کبھی بڑے فائدہ دینے والے اور ضرر پہنچانے والے تھے)۔

یامن یعانق دنیاہ لا بقاء لہ
یمسی و یصبح فی الدنیا سفارا

(اے وہ جو فانی دنیا کے ساتھ معانقہ کرتا ہے اس دنیا کو بقا نہیں ہے دنیا صبح و شام سفر کر رہی ہے)۔

هلا ترکت من الدنیا معانقته
حتی تعانق فی الفردوس ابکارا

(کیوں نہیں ترک کر دیتا تو دنیا سے گلے ملنے کو تاکہ تو بہشت کے اندر باکرہ حوروں سے گلے مل سکے)۔

ان کنت تبغی جنان الخلد تسکنها
فینبغی لک ان لا تا من النارا

(اگر تیری خواہش ہے کہ دائمی طور پر بہشت میں رہے تو چاہیے کہ تو دوزخ سے ہمیشہ خوفزدہ رہے)۔

اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو ابلیس کے لشکری ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ ایک نبی مبعوث ہو گیا ہے اور ایک امت کو پیدا فرمایا گیا ہے۔ تو وہ کہنے لگا وہ دنیا کے ساتھ محبت کرتے ہیں کیا؟ انہوں نے کہا ہاں تو (ابلیس نے) کہا اگر وہ دنیا سے محبت کرنے والے ہیں تو پھر کچھ پرواہ نہیں ہے اگر وہ بت پرست نہ بھی ہوں۔ میں صبح و شام کو ان کے پاس تین باتیں لیے ہوئے جایا کروں گا۔ (۱)۔ غلط طریقہ سے مال کو کھانا۔ (۲)۔ غلط راہ میں صرف کرنا۔ (۳)۔ حقداروں پر مال صرف نہ کرنا۔ اور تمام تر شر بھی یہاں سے ہی آغاز پذیر ہوا کرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص نے التماس کی یا امیر المومنین آپ دنیا کے بارے میں فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا کی میں کیا تعریف کروں بس ایک ٹھکانہ ہے۔ کہ جس میں جو تندرست ہے وہ مریض ہو گیا جو محفوظ ہے وہ شرمسار ہوا جو غریب ہے وہ غم کا شکار ہوا اور جو تونگر ہے وہ فتنہ میں پڑ گیا اسکے حلال مال کا بھی حساب لیا جائے گا اور اسکے حرام پر اس کو عذاب ہو گا۔

اور حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جادو کرنے والی سے بچ جاؤ کیونکہ یہ عالموں کے قلوب پر بھی جادو کر دیتی ہے (یہاں جادو کرنے والی دنیا کو کہا گیا

ہے)۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ دل کے اندر جب آخرت ہوتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہوتے دنیا وارد ہوتی ہے اور جب دل کے اندر دنیا ہوتی ہے تو آخرت اس کا مقابلہ نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ آخرت عزت واکرام والی شے ہے اور دنیا کمینی چیز ہے مگر یہ بات بڑی شدید ہے۔

اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سیار بن حکم کا قول زیادہ صحیح ہے۔ فرمایا ہے ایک دل میں دنیا اور آخرت دونوں اکٹھی ہو جاتی ہیں جو غالب آئے دوسری اسکے ماتحت ہو جاتی ہے۔ اور حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے دنیا اور آخرت دو سوتنیں ہیں ایک کے ساتھ جتنا خوش ہوں اتنا ہی دوسری سے محروم رہنا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ واللہ میں نے وہ لوگ دیکھے ہیں کہ دنیا ان کے نزدیک مٹی سے بھی کم قدر و قیمت رکھتی تھی جس کے اوپر لوگ چلا کرتے ہیں وہ یہ بھی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ طلوع ہوا ہے یا غروب۔ ادھر گئی ہے یا ادھر چلی گئی۔ (وہ لوگ صحابہ تھے)۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کا کیا خیال ہے ایسے آدمی کے متعلق جس کو اللہ تعالی مال عطا فرماتا ہے۔ وہ شخص صدقہ دیتا ہے صلہ رحمی بھی کرتا ہے کیا اسکے حق میں اچھا ہو گا اگر کسی قدر وہ اس مال سے عیش بھی کرے۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ خواہ تمام دنیا کا مالک بنا دیا جائے پھر بھی وہ اپنی محتاجی کے روز کے واسطے آگے ہی بھیجتا ہے (محتاجی کا دن روز قیامت ہے)۔

اور حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میرے پاس تمام کی تمام دنیا مکمل طور پر مزین ہو کر بھی چلی آئے پھر اس کا مجھ سے روز آخرت محاسبہ بھی کیا جانا ہو پھر بھی مجھے اس سے گھن آئے گی جیسے کہ مردار کے قریب سے جب لوگ گزریں تو اپنے پر کپڑا کر لیتے ہیں اور متنفر ہوتے ہیں۔

روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام میں تشریف لے گئے تو

ان کا استقبال کرنے کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح آئے جو اونٹنی پر سوار تھے۔ اونٹنی کی ناک میں بڑی سادہ قسم کی نکیل تھی۔ سلام علیکم کے بعد گفتگو ہوتی پھر حضرت عمران کے خیمہ میں گئے جس کے اندر صرف ایک تلوار ایک ڈھال اور اونٹنی کا کجاوہ ہی دکھائی دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کچھ سامان ہی بنالیا ہوتا تو وہ کہنے لگے یا امیرالمومنین ہم کو یہ آنے والے وقت پہنچا ہی دے گا۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے بدن کے واسطے دنیا سے لے لو اور دل کے واسطے آخرت سے لو۔ اور حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے واللہ قوم بنی اسرائیل بوجہ حب دنیا ہی رحمن تعالیٰ کی عبادت کے بعد بتوں کی عبادت گذار بنی تھی۔ اور حضرت وہب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کچھ کتب میں پڑھا ہے کہ اہل عقل کی غنیمت ہے یہ دنیا اور جاہل لوگوں کے لیے یہ غفلت ہے وہ اس کو نہیں جان سکتے تاآنکہ وہ اس سے نہ نکلیں اور جب اس سے نکل جائیں گے تو پھر دوبارہ واپس بھیجے جانے کے لیے عرض کریں گے مگر پھر واپسی ہرگز ناممکن ہے۔

اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا اے میرے بیٹے جس روز تو دنیا میں آگیا تھا اسی روز سے یہ دنیا پیچھے کو چل پڑی تھی اور تو آخرت کی طرف چلا جاتا ہے اور اب تو آخرت والے گھر کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور دنیا روز بروز دور چلی جارہی ہے۔ اور حضرت سعید بن مسعود رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جب تو دیکھ لے کہ کسی بندے کی دنیا زیادہ ہورہی ہے اور اسکی آخرت کم ہورہی ہے اور وہ اپنی اس حالت پر خوش ہو تو جان لینا کہ یہ دھوکا ہے۔ جس میں وہ مبتلا ہے اور وہ سمجھتا نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر فرمایا۔ واللہ میں نے ان جیسی قوم کبھی نہیں دیکھی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس چیز کی طرف قطعاً رغبت نہیں رکھتے تھے یہ لوگ اس پر (یعنی دنیا پر) بہت راغب ہیں واللہ کبھی تین یوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایسے نہ گذرے تھے۔ جن میں کہ آپ کو آرام کم نہ حاصل ہوا ہو اور محنت زیادہ نہ کرنا پڑی ہو۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ

ارشاد الٰہی پڑھا

فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا۔

(پس تم کو دنیاوی زندگی دھوکے مین مبتلا نہ کردے۔ السجدۃ۔ ۳۳)

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو یوں کہے تم اسکو یوں کہو کہ یہ دنیا کس نے پیدا فرمائی اور کون زیادہ واقف ہے اس دنیا سے؟ تم لوگ دنیا سے بچے ہی رہو کیونکہ دنیا بہت مصروف کر دیتی ہے۔ آدمی اگر اپنی مصروفیت کا ایک دروازہ کھولتا ہے تو وہ دروازہ اور دس دروازوں کو کھول دیتا ہے اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ کتنا مسکین ہے ابن آدم جو اس گھر پر ہی خوش ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کے حلال کا حساب دینا ہے اور جسکے حرام پر عذاب ہو گا۔ حلال کماتا ہے تو اس کا حساب دینا پڑے گا اگر حرام کمائی کرتا ہے تو اس پر عذاب ہوتا ہے۔ ابن آدم اپنے مال مستقل سمجھے بیٹھا ہے اور عمل نہیں کرتا ہے۔ دین مین مصیبت پر ہی خوش رہتا ہے۔ جبکہ دنیوی مصیبت پر شور مچاتا ہے۔

حضرت حسن بصری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا "السلام علیکم۔ امابعد گویا کہ تو آخری شخص ہے جس کے لیے موت مقرر ہوئی اور جو مر چکا ہے"۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تحریر کیا گویا کہ آپ دنیا میں موجود نہیں بلکہ آخرت میں ہی رہ رہے ہیں"۔

اور حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ دنیا میں آجانا تو آسان ہے مگر اس میں سے نکل جانا بڑا مشکل ہے۔ اور ایک بزرگ نے کہا ہے حیرت ہے اس شخص پر جسے علم ہے کہ موت یقینی ہے پھر بھی وہ خوش ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جس کو علم ہے کہ دوزخ بھی یقیناً موجود ہے اور پھر بھی ہنستا ہے حیرت ہے ایسے شخص پر جو دیکھ رہا ہو کہ دنیا داروں پر دنیا تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ پھر بھی وہ اس پر مطمئن ہو اور حیرت ہے اس پر جو آگاہ ہے کہ قضا و قدر برحق ہے پھر بھی تھکتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نجران سے ایک شخص حاضر ہوا اسکی عمر دو صد برس تھی۔ آپ نے اس کو پوچھا تو نے دنیا کو کیسا پایا ہے۔ اس نے جواب دیا

چند برس مصیبت کے ہیں اور چند سال فراخی کے ہیں ایک روز آسانی کا ہوتا ہے دوسرا دن تنگی کا ہے۔ اسی طرح ایک شب آرام ہے دوسری رات رنج کی ہے ایک رات میں بچہ پیدا ہوا اور ایک رات کو بچہ مر گیا اگر پیدائش نہ ہوتی تو مخلوق کا خاتمہ ہی ہو جاتا اور گر موت وارد نہ ہوتی تو اہل دنیا پر یہ دنیا تنگ ہو کر رہ جاتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو اس آدمی نے کہا میری گذشتہ عمر کو لٹا دیں یا مجھ پر موت وارد ہونے سے روک دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ایسا اختیار حاصل نہیں ہے اس نے کہا پھر مجھے آپ سے کوئی حاجت نہیں۔

حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اے ابن آدم اپنی امید رسائی پر تو خوش ہو رہا ہے لیکن تجھے یاد ہونا چاہیے کہ اپنی ساری زندگی پوری کر کے یہاں تک تو آیا ہے تو عمل کو ملتوی کرتا رہا ہے۔ گویا تو جانتا تھا کہ اس کا فائدہ کسی اور کو ہوگا بجائے تیرے۔ اور حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے دنیا طلب کی اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے (برائے محاسبہ) لمبے وقت کے لیے کھڑا رہنے کے لیے درخواست کر دی۔

اور ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تیرے لیے خوشی کا باعث بننے والی کوئی چیز دنیا میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر دنیوی چیز کے ساتھ ساتھ دکھ لگا رکھا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ ابن آدم کی جان اس دنیا میں سے تین حسرتیں لیے ہوتے نکلا کرتی ہے۔ (۱)۔ جو کچھ جمع کیا تھا اس کو خوب پیٹ بھر کر کھایا نہیں۔ (۲)۔ جو کچھ امید باندھی تھی وہ میسر نہ ہو سکی۔ (۳)۔ آئندہ اخروی زیست کے لیے سامان تیار نہ کیا۔ اور ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کیا آپ نے غنا پالی (انہوں نے جواب دیا) کہ غنا اس شخص کو حاصل ہوا کرتی ہے جو دنیا کی غلامی کو اتار پھینکتا ہے۔ اور حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم لوگ جب دنیا پر مصالحت کر بیٹھے بایں سبب ہم آپس میں ایک دوسرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو اس حال میں نہیں رہنے دیگا اور ہم نہیں جانتے کہ اسوجہ سے ہم

پر کس طرح کا عذاب ہو گا۔ اور ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں تھوڑی دنیا بھی کثیر آخرت سے انسان کو غفلت میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے دنیا کی کچھ بھی وقعت مت رکھیں واللہ اس کو جو شخص بے حقیقت رکھتا ہے اس سے زیادہ بے وقعت یہ کسی کے نزدیک نہیں ہوتی اور فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ جب بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دنیا میں سے پہلے اس کا حصہ عطا فرماتا ہے۔ بعد میں روک لیا کرتا ہے جس وقت وہ اسے نافذ کرتا ہے تو دوسری مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ بندہ اس کو بے قدر و قیمت جانے تو پھر اس پر دنیا کو زیادہ کر دیتا ہے۔ اور ایک بزرگ ہوئے ہیں جو دعا کیا کرتے تھے اے آسمان کو قائم رکھنے والی ذات تو جو اس کو زمین پر گر پڑنے سے روکے ہوئے ہے مجھ کو بھی اپنے حکم کے ذریعے دنیا سے باز رکھ۔

محمد بن منکدر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کیا آپ یہ سوچتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ روزے سے رہے افطار نہ کرے۔ ساری رات عبادت کرتا رہے اور بالکل نہ سوئے مال صدقہ کرتا رہے فی سبیل اللہ جہاد کرے حرام سے بچا رہے۔ لیکن قیامت کے دن اس حال میں اس کو لائیں کہ اسکو کہا جائے جو چیز اللہ تعالیٰ نے حقیر قرار دی تھی۔ اس چیز کو اس آدمی نے بڑی گردانا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دی (یعنی آخرت کو) اس شخص نے اسے حقیر جانا تو تم لوگ دیکھ لو اس کا کیسا حال ہو گا اور ہم میں سے کس نے دنیا کو عظیم نہ گردانا اور ساتھ ساتھ معاصی کا بوجھ بھی نہیں اٹھا رکھا۔

حضرت ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے دنیا اور آخرت ہر دو میں محنت برداشت کرنا پڑتی ہے مگر آخرت کے لیے مشقت کرنے کے لیے تجھ کو مددگار کوئی نہیں ملے گا۔ جبکہ مشقت برائے دنیا کا یہ حال ہے کہ جس کام میں ہاتھ مارے گا اس میں اس سے پیشتر ہی کوئی بدمعاش شخص ضرور (ہاتھ ڈال چکا ہو گا اور وہ) کام کر چکا ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے یہ دنیا زمین اور آسمان کے درمیان لٹکی

ہوئی ہے مانند ایک پرانے مشکیزے کے اور جس وقت سے یہ پیدا کی گئی ہے فنا ہونے تک یہ اپنے پروردگار کو آواز دیتی چلی جارہی ہے۔ اے پروردگار اے رب مجھ سے تجھے نفرت کیوں ہے تو وہ فرماتا ہے اے ناچیز تو چپ ہو جا۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے حب دنیا اور معاصی نے دل کو وحشت زدہ کیا ہوا ہے اب خیر کہاں پہنچے گی۔

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر کسی کا دل دنیا کے تھوڑے سے حصہ کے ساتھ خوش ہوتا ہو تو (جان لیا جائے کہ) اس نے حکمت کو کھو دیا اور جو شخص شہوت کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھے شیطان اسکے سائے کا بھی غلام ہوگیا اور جسکی خواہش پر اسکے علم کو غلبہ حاصل رہے وہ ہی غالب آدمی ہے۔

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کو لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے دنیا اکٹھی کی اور خود آخرت کو رخصت ہو گیا اور خود کو یوں برباد کر لیا کسی نے بتایا کہ وہ تو اس طرح کے اعمال کرتا رہا تھا مراد یہ کہ اسکے نیک کام بیان کیے تو آپ نے فرمایا یہ اسے کوئی فائدہ نہ دیں گے کیونکہ وہ دنیا کو جمع کرتا رہا تھا۔

اور ایک بزرگ نے کہا ہے دنیا ہم کو خود سے متنفر کرتی ہے۔ اسکے باوجود ہم اسکے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اگر وہ اپنے ساتھ ہم کو محبت دلایا کرتی تو پھر ہمارا حال کس طرح کا ہوتا؟ ایک حکیم سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کس کے لیے ہے یہ دنیا تو اس نے فرمایا اس کے لیے ہے جو اسکو ترک کر دے پھر پوچھا گیا کہ آخرت کس کے واسطے ہے تو فرمایا اس کے لیے ہے جو اس کی طلب رکھتا ہو۔

دیگر ایک حکیم نے کہا ہے کہ دنیا ویران سا ایک گھر ہے اس کو جو دل آباد کرتا ہو وہ اس سے بھی بڑھ کر ویران شدہ ہے اور جنت ایک آباد گھر ہے اور جو دل جنت کو طلب کرتا ہو وہ اس سے بھی بڑھ کر آباد ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ وہ بزرگ تھے جن کی زبان پر حق ہی جاری تھا انہوں نے اپنے ایک بھائی کو اس طرح سے نصیحت فرمائی۔ وہ ان کا اللہ کے لیے بھائی بنا ہوا تھا۔ آپ

نے اس کو اللہ سے ڈرتے رہنے کے لیے فرمایا اے بھائی دنیا پھسل جانے والا مقام ہے اور ذلت والی جگہ ہے یہ برباد ہو جائے گی اس میں جو رہتے ہیں انہوں نے قبروں میں جا داخل ہونا ہے۔ یہاں کے لوگ منتشر ہو جانے والے ہیں دنیا کو زیادہ کرنا تنگی کرنا ہے اور دنیا کو تنگ کر لینا حقیقت میں فراخی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لو اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق پر ہی راضی رہ اور اس فنا ہو جانے والے گھر میں ہی نہ کھویا رہ باقی رہنے والے گھر سے غافل رہ جائے گا کیونکہ زندگی تو ایک سایہ سا ہے۔ جو ختم ہو جائے گا اور دیوار ہے جو گر جائے گی عمل صالح بہت کر اور اپنی امیدوں کو مختصر کر۔

ایک آدمی سے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تو دوران خواب ایک درہم لینے کو زیادہ پسند کرتا ہے یا کہ جاتے ہوئے ایک دینار لینا اس نے جواب دیا کہ بیداری میں ایک دینار حاصل ہونا زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو غلط کہتا ہے کیونکہ جو کچھ تو دنیا کے اندر پسند کر رہا ہے وہ دوران خواب ہی لینا پسند کرنے کی مانند ہے اور جو کچھ تو آخرت میں حاصل کرنا پسند نہیں کرتا وہ گویا تو بیداری کے دوران لینا پسند نہیں کرتا۔

حضرت اسماعیل بن عیاش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے دوست دنیا کو خنزیر کے نام سے موسوم کرتے تھے اور کہتے تھے اے خنزیر ہم سے پرے ہی رہ اور اس سے بھی کوئی بدتر نام انکے پاس ہوتا تو دنیا کو اس نام سے پکارتے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے دنیا کو تم اتنا پسند کرنے لگو گے کہ تم دنیا اور اہل دنیا کی عبادت کرنے لگ جاؤ گے۔ اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ صرف تین قسم کے لوگ عقل والے ہیں:۔

(1) وہ جو دنیا کو ترک کر دیتے ہیں قبل اس کے کہ دنیا ان کو ترک کر دے۔

(2) جو قبر میں جانے سے پیشتر قبر تیار کر رکھیں یعنی خود کو مردہ تصور کرتے ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ قبریں ہی کھودتا پھرے۔

(3) وہ جو اللہ تعالیٰ سے جا ملنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتے ہیں۔

اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ دنیا بڑی ہی منحوس چیز ہے۔ ایک یہ نحوست ہے اسکی کہ جتنا زیادہ تو دنیا کو چاہنے لگتا ہے۔ اسی قدر تو (اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے) اسکی عبادت سے غفلت کرنے لگتا ہے اور اگر دنیا میں ہی منہمک ہو جائے تو پھر اپنا حال کیا ہوگا خود ہی جان لے۔

حضرت بکر بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی آدمی خواہش رکھے کہ وہ دنیا کے ذریعے ہی دنیا سے لاپرواہ ہو جائے تو یوں ہی ہے گویا کہ تنکوں کے ساتھ آگ کو بجھانا چاہتا ہے۔ اور حضرت بندار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جس وقت اہل دنیا کو زہد کے بارے میں گفتگو کرتے دیکھو تو تم سمجھ جاؤ کہ وہ شیطان مسخرہ پن کا شکار ہوتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کوئی شخص اگر دنیا پر مائل ہوگا تو دنیا کی آتش اسکو جلا کر رکھ دے گی (یہاں مراد ہے کہ حرص دنیا میں وہ جل جائے گا)۔ حتیٰ کہ وہ راکھ ہو کر رہ جائے گا اور جو شخص اپنے دھیان میں آخرت رکھے گا۔ تو وہ آگ (یعنی حرص دنیا) اسے صاف کر دے گی حتیٰ کہ وہ خالص سونا ہو جائے گا۔ جس سے اسے نفع ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوگا اس کو آتش توحید جلا کر ایک بے مثل موتی بنا دے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ دنیا چھ اشیا کا نام ہے یعنی کھانا، پینا، لباس، سواری، نکاح اور خوشبوئیں۔ پس سب سے بہتر غذا شہد ہے وہ مکھیوں کی چاٹ ہوتی ہے سب سے۔ بہتر پینے کی چیز پانی ہے جو ہر اچھے برے لوگوں کو میسر ہے برابر طور پر سب سے اچھا لباس ریشم ہے یہ بھی کیڑوں کا تھوک ہے سب سے اچھی سواری گھوڑا ہے اس پر سوار ہو کر انسان کو قتل کرتے ہیں۔ بہترین نکاح عورت سے ہے جو کہ خطرہ در خطرہ ہے عورت بڑی اچھی طرح سے زینت کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ سب سے برا معاملہ ہوتا ہے اور سب سے اچھی خوشبو مشک ہے جو کہ خون ہی ہوتا ہے (جانور کا)۔ تو عبرت پکڑو کہ یہ دنیا کیا چیز ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 32

مذمت دنیا

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ مطمئن ہو کر (نیک) عمل کرتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے رہو اور امید باندھ کر دھوکہ نہ کھاؤ اور امیدوں کے ذریعے ہی تم آزمائے جاتے ہو۔ وہ آتی یوں ہے جیسے کہ کوئی خوب زینت کردہ دلہن ہو خوبصورت آنکھوں والی کہ لوگ دیکھتے ہی رہیں اور دل اس پر مائل ہوتے جائیں لوگ اس پر عاشق ہوں اور اسکے واسطے متعدد لوگ قتل ہو گئے اور اس سے تسکین حاصل کرنے والے متعدد لوگ ذلیل ہو کر رہ گئے پس تم اس کو حق کی نظر سے دیکھا کرو اس لیے کہ یہ دنیا گھر ہے جو آفتوں سے پر ہے۔ اسکو پیدا کرنے والے نے خود اسکو مذموم فرمایا ہے اس کا جو نیا ہے وہ بھی پرانا ہو جانے والا ہے۔ اس میں موجود ملکیت بھی ختم ہونے والی ہے اس میں جو عزت والا ہے وہ بھی ذلیل ہونے والا ہے۔ یہاں کثیر جو ہے وہ قلیل ہو گا یہاں کی محبت فنا ہونے والی ہے یہاں کی بھلائی بھی ختم ہو جانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے تم غفلت سے جاگ اٹھو قبل اس کے کہ لوگ کہنے لگیں کہ فلاں شخص بیمار ہے یا فلاں بیمار پڑا ہے یا فلاں کی زندگی کا آخری لمحہ آگیا ہے پھر تو کوئی دوائی نہیں ملے گی پھر لوگ کہنے لگیں گے فلاں نے وصیت کی۔ مال گنا جاتے گا پھر کہیں گے اب اسکی زبان بے حرکت ہو گئی ہے وہ بول نہیں سکتا پڑوس والوں کو نہ پہچان سکے گا ماتھے پر پسینہ آنے لگا ہے اب کراہ رہا ہے موت روبرو ہو گئی نظریں ساکت ہو گئیں۔ احباب رو پڑے دیکھ یہ فرزند ہے تیرا یہ بھائی ہے تیرا مگر زبان بے حرکت ہے۔ زبان پر مہر ثبت ہو گئی ہے۔ اب کلام نہیں پھر موت وارد ہو گئی روح نکلی آسمان پر جا چڑھی برادری والے اہل و عیال نے مال جمع کرنا شروع کر دیا اور تو اب اپنے اعمال میں مبتلا ہو گیا۔

ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے کہا جس پر دنیا فراخ زیادہ ہوئی اور اس نے مال وجاہ زیادہ پایا اس کو چاہیے کہ لوگوں سے بڑھ کر دنیا کی مذمت کرے کیونکہ اس کو خطرہ ہوتا ہے کہ اسکے مال پر آفت وارد ہو حالانکہ وہ حاجتمند ہے اس کا یا جو چیز وہ احباب میں تقسیم کرنے سے بخل کرتا تھا اس پر آفت وارد ہو جائے لہذا اس کے لیے یہ دنیا زیادہ مذمت کے قابل ہے انعام پر جس وقت آفت وارد ہو تو اسے یہی لیتی ہے۔ جب دنیا کسی دنیادار کو ہنسائے تو دوسرا بھی اس پر ہنستا ہے (یعنی وہ جو سمجھتا ہے کہ اسکے بعد مجھے ہی ملے گی اور جب یہ دنیا دنیادار کو رلائے تو دوسرا بھی اس پر رونے لگتا ہے جب یہ دینے کے واسطے اپنے ہاتھوں کو کھولے تو دوسرے سے لے رہی ہوتی ہے اگر دنیادار کے سر پر تاج پہنا ہوا ہے تو کل کو زمین میں دفن کرتے ہیں۔ جو اسکے قریب ہوا اور جو باقی رہ گیا وہ تمام برابر ہیں اور فنا پذیر ہیں تو خود دیکھ لے گا کہ جو باقی رہا وہ بھی کل رخصت ہو رہا ہے اور یکے بعد دیگرے آ رہا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھ بھیجا یہ دنیا چلے جانے کی جگہ ہے یہ جائے قرار نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زیر عتاب کر کے دنیا میں اتار دیا تھا یا امیر المومنین آپ اس سے بچیں اسے ترک کر دینا ہی زاد راہ ہے۔ اس کے غنی میں اسکی محتاجی ہے اس کی خاطر ہر وقت قتل ہوتے جاتے ہیں۔ ہر وہ جو اس کی تعظیم کرے رسوا ہوتا ہے اس کو جمع کرنے والا فقیر ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے زہر اس کو وہ ہی کھاتا ہے جو اس سے آگاہ نہیں اور اس میں اسکی موت ہے۔ اس کے اندر یوں رہو جس طرح کہ علاج کرنے والا ہوتا ہے زخم کا کہ آغاز پر ہی علاج کرتا ہے کہ بڑھ نہ جائے مرض زیادہ ہو جانے کے خوف کے باعث دوا کی کڑواہٹ کو صبر سے برداشت کرے لہذا اسکے گھر سے بچے رہو یہ غدار ہے خیانت کرتی ہے دھوکہ دنے والی ہے اسکی زینت اس کا فریب ہے اور دھوکہ و فریب کا فتنہ کھڑا کیا ہوا ہے۔ امیدیں بندھواتی ہے اور باتوں میں ٹال دیا کرتی ہے اور ایسے ہے جیسے بناؤ سنگار کیے ہوتے دلہن ہو جسے نظریں دیکھتی ہیں دل اس پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ لوگ اس

پر عاشق ہو جاتے ہیں سب سے مختصر اس کا نکاح ہے۔ گذشتہ کے مقابلے میں باقی کا اعتبار نہیں ہے اور پہلے والے کے مقابلہ میں بعد والا عبرت کے قابل نہیں ہے۔ جو اللہ کی معرفت پا لیتا ہے وہ دنیا کو جمع ہرگز نہیں کرتا۔ اس کے عاشق کو کبھی تھوڑی سی مل جائے تو اسکے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور سرکشی اختیار کرتا ہے آخرت کو بھول جاتا ہے اور اسی میں مغز ماری کرنے میں لگا رہتا ہے اور لغزش کا شکار ہو جاتا ہے پھر اس کو بڑی شرمندگی ہوتی ہے اور حسرت ہی رہ جاتی ہے اس پر مرگ کی بیہوشیاں وارد ہوتی ہیں بری تکلیف ہوتی ہے۔ جو چھن گیا اس پر غصہ اور حسرت ہوتی ہے اور جو نہیں پایا اسکی خواہش کرتا ہے یوں اس کو کچھ نہیں ملتا سوائے تھکاوٹ و درماندگی کے بالآخر دنیا میں بغیر کسی زادراہ کے رخصت ہو جاتا ہے اور وہاں چلا جاتا ہے۔ جہاں کے واسطے پھر کچھ بھی آگے بھیجنا ناممکن ہوتا ہے۔ لھذا یا امیر المومنین خاص طور پر محتاط رہیں حتی الوسع اسکے خطروں سے بچے رہو اور ہر ممکن طور پر اسکی آفات سے آگاہ ہی رہیں۔ جب کسی خوشی کے باعث دنیا دار دنیا پر خوش ہوتا ہے تو اس کا انجام نامطلوبہ ہوتا ہے جو دنیا دار کے حق میں باعث تکلیف و بربادی ہوتا ہے اسکی مفید چیز بھی بعد میں فریب و نقصان ثابت ہوتی ہے۔ اسکی فراخی کے بعد ابتلاء ہوتی ہے۔ اس میں مستغرق ہونا تباہی ہے اسکی خوشی میں غم ملا ہوا ہوتا ہے۔ جو اس سے چلا جائے جو یہاں سے جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا اور معلوم نہیں اب کیا آنے والا ہے۔ اس کی امیدیں سب جھوٹ ہے اسکی آرزوئیں باطل ہیں اسکی صفائیں کدورت ہے اور اس کی عیش میں پریشانی ہے۔

نبی آدم ہمہ وقت خطرے میں ہیں اگر ابن آدم دیکھے اور جان لے کہ نعمتیں بھی خطرہ میں ہیں اور خوف آفات ہے۔ اگر اس کا خالق خود ہی اس کا حال نہ واضح فرما دیتا اسکی مثالوں سے وضاحت نہ کر دیتا پھر بھی فانی دنیا کا حال غافل کو بیدار کر دیتا غافل کو متنبہ کر دیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی نصیحت فرما دی ہے۔ لہذا زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ جب سے یہ پیدا ہوئی ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت نہیں فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دنیا اور اسکے خزائن کی چابیاں حاضر کی گئیں اور اگر آپ لے بھی لیتے

جب بھی خزائن الٰہی میں مچھر کے پر برابر بھی کمی واقع نہ ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تو انکار ہی فرما دیا تھا۔

اس کا تذکرہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ سے مبغوض چیز سے محبت کرنا ہے یا جسے اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر دیا ہے۔ اس کو بلند کرنا ہے۔ اسی لیے نیک لوگوں سے دنیا کو دور فرما دیا ان کی یہ آزمائش بھی ہے اور دنیا کو دشمنوں کے لیے فراواں کر دیا تاکہ وہ فریب خوردہ رہیں پس دنیا جو حاصل کر لے وہ فریب خوردہ اپنی عزت گمان کرتا ہے اور اس وقت کو فراموش کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے کس طرح کا وقت طاری فرمایا تھا کہ بوجہ بھوک پیٹ پر آپ نے پتھر باندھا ہوا تھا۔

۔ حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ جب دنیا آتی ہوتی موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو ان کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو یوں کہہ:۔

ذنب عجلت عقوبتہ۔

(کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جسکی فوراً سزا مل گئی)۔

اور تو فقر کو آتے ہوئے دیکھ لے تو یوں کہہ:۔

مرحبا بشعار الصلحین۔

(خوش آمدید تو صالح لوگوں کی نشانی ہے)۔

اور آپ اگر چاہیں تو کلمتہ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی اس بارے میں کرو وہ کہا کرتے تھے میرا سالن بھوک ہے اور خدا کا ڈر میرا اشعار ہے۔ صوف میرا پیرہن ہے اور زیادہ ثواب والی میری نماز موسم سرما والی ہے۔ سورج اور چاند میرے چراغ ہیں دو ٹانگیں میری سواری ہیں جو زمین اگاتی ہے وہ میری غذا ہیں اور پھل۔ مکانات تو موجود ہیں لیکن میرے لیے کوئی نہیں ہے میں صبح کروں تو میرے واسطے کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی جانب بھیجا تو ان کو فرمایا۔ کہ فرعون کے دنیاوی لبادہ سے مرعوب مت ہونا کیونکہ اسکی گدی پر میں قابض ہوں بلا میرے اذن کے وہ بول

نہیں سکتا اور سانس بھی نہیں لے سکتا اپنی آنکھ بھی نہیں جھپک سکتا اور اس کے پاس موجود مال و جاہ سے بھی حیرت زدہ نہ ہوتا کیونکہ یہ محض زینت دنیا ہے اور دنیا پرست لوگوں کی نمود و نمائش ہے۔ فرعون جس وقت دیکھے تو میری طرف سے تم کو عطا شدہ معجزے کے مقابلے میں بالکل عاجز و درماندہ ہے۔ وہ معاملہ جان جائے گا۔ تم کو اس سے میں بچائے رکھوں گا اور فرعون کو غرق کروں گا اسی طرح ہی میں اپنے دوستوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ ان میں میں دنیوی فانی نعمتوں کو پرے پرے ہی رکھتا ہوں۔ جس طرح کوئی شفیق گڈریا اپنی بکریاں ہلاکت کی جگہوں سے پرے رکھتا ہے۔ ان کو میں وہاں سے پناہگاہ میں لاتا ہوں جیسے کوئی مہربان گڈریا اپنے اونٹ پرخطر جگہوں سے ہٹا لیتا ہے اور محفوظ میں مقام لاتا ہے یہ بایں سبب نہیں کہ ان کی کچھ قدر نہیں میرے نزدیک بلکہ سلامتی کے اکرام و احترام سے وہ حصہ پالیں یہ میری مرضی ہے۔ میرے دوستوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ مسکنت اور خضوع و خشوع میں ہی رہا کرتے ہیں انکے قلوب میں تقوی ہوتا ہے ان کے جسموں پر ان کی یہ حالت ظاہر ہوتی ہے۔ ان کا پیرہن تقوی سے مزین ہوتا ہے وہ پرہیز گار متقی ہوتے ہیں ظاہراً اور باطناً بھی اور اس کو ہی وہ نجات کا ذریعہ جانتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے کرم کی توقع ہوتی ہے اور یہ چیز ان کے حق میں شرف کا سبب ہے اور ان پر تقوی و پرہیز گاری کی علامت ہے۔ جس کے باعث وہ پہچان لیے جاتے ہیں ان سے جب ملاقات ہو تو عاجز بن کر ملو اور اپنے دل میں انہیں محترم رکھو اور اچھی طرح سے یاد رکھو۔ اگر کسی نے میرے کسی دوست کو خوفزدہ کیا تو اس نے میرے ساتھ جنگ کھڑی کر دی اور روز قیامت اس سے میں ہی انتقام لوں گا۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ فرما رہے تھے فرماتے تھے یاد رہے کہ تم نے مرنا ہے موت وارد ہونے کے بعد تم کو زندہ کیا جانا ہے اور تمہارے اعمال کے لحاظ سے تمہیں کھڑا کیا جائے گا اور ان کا عوض تم پاؤ گے۔ لہذا دنیوی زندگی تمہیں فریب نہ دے کیونکہ دنیا کے ساتھ آفت ہے موت کا گھر ہے اس کا کام دھوکہ دینا ہے۔ دنیا میں ہر شے فنا ہونے والی ہے۔ دنیا کی نعمتیں بھی ملتی اور چھنتی رہتی ہیں۔ ایک حال پر قائم

نہیں رہتیں اسکی آفتوں سے بڑی مشکل سے ہی بچ سکتے ہیں۔ لوگوں پر بعض اوقات تنگی آجاتی ہے اور کبھی فراخی آتی ہے۔ یعنی حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں کبھی زندگی بہت دشوار ہو جاتی ہے۔ اور فراخی ہمیشہ نہیں رہتی دنیا کے اندر ہر شخص ایک مقصد رکھتا ہے۔ وہ اسے پانے کے لیے جدو جہد کرتا رہتا ہے اور تیر چلاتا رہتا ہے۔ ہر فرد کے واسطے موت معین ہے اسکا نصیبہ بھی متعین شدہ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو تمہیں یاد رہنا چاہیے۔ جس دنیا میں اب تم رہتے ہو اس میں سے پہلے جو نہایت طویل عمر پانے والے طاقتور ترین لوگ تھے وہ کر جاچکے ہیں۔ تمہاری نسبت انہوں نے زیادہ دنیا آباد کی تھی۔ انکے آثار زیادہ ہیں جبکہ آج انکی آوازیں نہیں رہیں عرصہ ہو گیا وہ گمنام ہو گئے۔ ان کے بدن بوسیدہ ہو گئے ہوئے ہیں انکے علاقے بھی اجڑ گئے انکے نشانات ختم ہو گئے انکے مستحکم محلات برباد ہو چکے انکی مسندیں اور ان کی مسہریاں اب پتھر ہیں۔ وہ قبور کے اندر بند ہو چکے ہیں۔ انکی رہائش گاہ زیادہ دور نہیں ہے۔ ان میں بسنے والے اب ویرانوں اور آبادیوں میں اجنبی ہو گئے ہوئے ہیں۔ محلے والوں کو انکا کچھ پتہ نہیں نہیں وہ جانتے کہ یہاں پر کوئی آبادی موجود ہے۔ پڑوس والوں سے ان کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ سب بھائی چارا ختم ہو گیا تو اب وہ کیسے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ جبکہ زمانے نے انہیں پیس کر رکھ دیا ہے۔ انکو کیڑوں نے کھالیا ہے۔ زندگی فنا ہو گئی انہیں خوش کرنے والی زندگی میسر تھی۔ اس میں انہوں نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور اب وہ دنیا سے چلے گئے ہیں اور زیر زمین دفن پڑے ہیں دوبارہ دنیا میں انکا آنا ناممکن ہے۔ ہائے افسوس یہ بات وہی ہے جو کسی نے کہی تھی۔ انکے لیے ازاں بعد تا قیامت عالم برزخ رہے گا۔ یعنی جس مصیبت اور تنہائی کی جانب وہ جانے والے تھے چلے گئے۔ وہ اس گڑھے میں جا پہنچے اور اس جگہ نے ان کو قابو کر رکھا ہے۔ تو جس وقت تمہیں ہولناک عذاب دکھائی دے گا۔ قبور سے اٹھا لیے جاؤ گے۔ جو کچھ تم نے اپنے سینوں میں پوشیدہ کر رکھا ہے وہ باہر نکال ڈالو گے۔ اللہ تعالیٰ مالک کے آگے کھڑے ہو گے۔ تمہاری حالت اس وقت کیا ہوگی تمہارے حواس سابقہ معاصی کے باعث باختہ ہوں گے۔ ہر شخص اپنے عمل کا اجر وصول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی وضاحت خود

فرماتی ہے۔ بد عملوں کو بد عملیوں کی سزا ملے گی۔ نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لیجزی الذین اساء وابما عملوا و یجزی الذین احسنوا بالحسنی۔ النجمہ۔

(تاکہ انہیں بدلہ دے جنہوں نے بد اعمالیاں کیں اور ان کو جزاء و خیر عطا کرے جنہوں نے نیک عمل کیے)۔

نیز فرمایا ہے:۔

و وضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ۔

(اور کتاب رکھی جائے گی پس تم مجرموں کو دیکھو گے جو کچھ اس میں ہو گا (دیکھ دیکھ کر) ڈرتے ہونگے) (الکھف۔ ۴۹)۔

اللہ تعالیٰ ہم کو کتاب اللہ کا پابند بناتے ہمیں توفیق عطا فرمائے اپنے اولیاء کی پیروی کرنے کی اور اپنا فضل و کرم فرماتے ہوئے ہمیں اور آپ سب کو اخروی مناقب پالینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی محمود ہے وہی بزرگ و برتر ہے اور ایک حکیم نے فرمایا ہے کہ

ایام تیر ہیں لگے نشانے لوگ ہیں اور روزانہ ایک تیر تجھ پر زمانہ مارتا ہے اور دن رات بسر ہو جانے کے ذریعے تجھے بوسیدہ کر کر کے پھاڑ رہا ہے۔ حتیٰ کہ بدن کے سب اعضاء ٹوٹ گئے۔ شب و روز مسلسل گذرتے رہنے کے ساتھ ممکن نہیں کہ انکے اثرات تمہارے بدن پر نہ پڑیں۔ اگر اس ٹوٹنے پھوٹنے سے آگاہ ہو جاؤ۔ تو تم حیرت زدہ رہ جاؤ اور تمہارے اوپر گذرنے والی ہر ساعت تمہیں سخت محسوس ہونے لگے۔ مگر ان تمام امور کے اوپر تدبیر خداوندی کام کرتی ہے تاکہ دنیا کی آفتوں سے بچ کر انسان مزے اڑاتا رہے۔ یہ حکیم کی تلخ معجون ہے یہ تو ظاہری دنیا ہی کی آفتیں ہیں اگر فی الحقیقت تمام آفات سامنے ظاہر ہو جاتیں تو پھر اللہ کو ہی معلوم ہے کہ کیسا حال ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ آفات سے بچائے رکھے۔

ایک حکیم نے دنیا کی توصیف یوں کی کہ دنیا کا وقت پلک ایک مرتبہ جھپکنے کی مانند

ہے۔ جو وقت گذر گیا وہ نہیں تم پکڑ سکتے اور جو وقت ابھی آیا نہیں اسکے بارے تجھے کچھ علم نہیں ہے کہ کیا ہو گا۔ زمانہ فی الحقیقت آنے والا روز ہے اسکی رات موت کی خبر دیتی ہے۔ اور دن اسکی ساعتوں کو لپیٹتا جاتا ہے۔ زمانہ کے حوادث انسان پر وارد ہو کر اسکو ختم کرتے جاتے ہیں۔ زمانے کا۔یہی کام ہے کہ وہ جماعتوں کو بکھیرتا ہے۔ آبادیاں ملیا میٹ کرتا ہے سلطنتیں تبدیل کرتا رہتا ہے طول امل قائم کر رکھی ہے۔ جبکہ عمر قلیل ہے حتیٰ کہ سارے معاملے اللہ تعالی کے پاس جانے والے ہیں۔

ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ خطبہ فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو تمہیں ایک امر کے لیے پیدا فرمایا گیا اگر تم تصدیق کرو تو احمق ہو اگر تکذیب ہو تو ہلاک کرنے والے ہو تم ہمیشہ کے لیے تخلیق نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب جاتے ہو۔ اے بندگان خدا تم اس گھر میں ہو جس میں تمہاری غذا غم ہے مشروب شرمندگی ہے مشقت کے بغیر اس میں کوئی نعمت نہیں۔ جس کی تمہیں خوشی ہو اگر ایک نعمت حاصل ہوتی ہے تو دوسری چھن جاتی ہے۔ جبکہ تمہیں نعمت کا جاتے رہنا ناپسند ہے۔ پس جس طرف جانا ہے جہاں پر زندگی ہمیشہ کی ہے اس جگہ کے لیے عمل کرو پھر آپ رونے لگے اور منبر سے نیچے آ گئے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا تم لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ اللہ تعالی سے خوف کیا کرو ترک دنیا کرو۔ کیونکہ یہ تم کو ترک کرنے والی ہے اور تم اس کو ترک کرنا پسند نہیں کرتے ہو۔ یاد رہے کہ تمہارے بدنوں کو یہ بوسیدہ کرنے والی ہے۔ جبکہ تم تجدید اجسام چاہتے ہو تمہاری مثال یوں ہے کہ ایک قوم سفر کر رہی ہو راستہ پر ہو یہ گمان کریں کہ ہم راستہ طے کر چکے ہیں اور منزل پر آ گئے ہیں۔ جبکہ حال یہ ہے ان میں سے کچھ تو مطلوب کو پا گئے ہیں۔ بعض وہ ہیں کہ انکا صرف ایک دن ہی دنیا میں باقی رہ گیا ہے اور بعض اسکی طلب کے دوران ہی دنیا سے چلے گئے۔ اب دنیا کی آفتوں سے تو پریشان مت ہو اس لیے کہ اس نے تو فنا ہی ہونا ہے دنیوی نفع اور نعمتوں پر خوشی مت کر کیونکہ یہ بھی فنا ہو جائے گی۔ مجھے حیرت ہوتی ہے طالب دنیا کو دیکھ کر

کیونکہ موت اسکی جستجو میں ہے۔ جبکہ وہ غفلت میں پڑا ہے. جبکہ موت اس سے غفلت نہیں کرتی۔

حضرت محمد بن حسین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جب اصحاب علم و فضل اور ارباب معرفت و ادب جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بے قدر قرار دیا ہے اور اپنے اولیاء کے حق میں دنیا کو ناپسند فرمایا ہے۔ کیونکہ عند اللہ دنیا حقیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام نے زہد فرمایا اسکے فتنہ سے محفوظ رہے شدید حاجت ہوتی تھی تو کھاتے تھے زیادہ مقدار میں آخرت کے لیے بھیجتے رہے صرف کفایت کی حد تک ہی انہوں نے لیا باقی کو چھوڑ دیا بقدر حاجت ہی پہنا صرف اتنا تناول کیا جس سے بھوک ختم ہو جائے۔ انہوں نے دنیا کو فانی ہی دیکھا اور آخرت پر متوجہ رہے کہ وہی باقی و دائمی ہے۔ دنیا سے مسافر کی مانند زادراہ جمع کی دنیا کو انہوں نے برباد کیا اور آخرت کو آباد کر لیا دل کو آنکھوں سے وہ آخرت کی طرف دیکھتے رہے وہ جان گئے ہیں کہ حقیقت کی نظر سے وہ اس پر نگاہ ڈالیں گے۔ پس انکی دلی رحلت بطرف آخرت ہے اس لیے کہ انکو معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے جسموں کے ساتھ اسکی طرف چلے جانا ہے۔ تھوڑی تھکن تو ہوئی مگر طویل نعمت پالی اسکی تمام تر توفیق ان کو اپنے مولائے کریم کی طرف سے میسر ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمالیا اسکے قلب میں اسکی محبت رکھی اور جس کو اس نے پسند نہ فرمایا اسکے قلب کے اندر اسکی نفرت رکھدی۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و اصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 33

قناعت کے فضائل

جو آدمی فقیر ہے اسکے واسطے ضروری ہے کہ قناعت پذیر ہو خلق سے طمع نہ رکھے جو کچھ خلق کے پاس ہے ادھر توجہ مت کرے۔ مال کھانے کی حرص سے بچا رہے ہاں سخت حاجات کے واسطے بقدر حاجت لے جیسے کہ کھانا لباس اور رہائش ہے۔ کم از کم مقدار پر قناعت کرے ایک دن کا اہتمام کر رکھے یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ کے لیے اور ایک مہینہ کے بعد کی ضرورت میں دل کو مشغول نہ کرے۔ اگر اس نے کثرت کی جانب یا لمبی امید پر دل مشغول کر لیا تو جان لے کہ قناعت کا نیک عمل جاتا رہا اور طمع اور حرص میں پڑ گیا وہ حرص اور لالچ اس کو بداخلاق کی جانب اور عدم قناعت کی طرف لے جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

لو کان لا بن آدم وادیان من ذھب لا بنغی لھما ثالثا ولا یملا جوف ابن ادم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب۔

(ابن آدم کے لیے اگر سونے کی دو وادیاں ہوں تو خواہش کرے گا کہ تیسری وادی بھی ساتھ مل جائے اور کوئی چیز ابن آدم کا پیٹ نہیں بھر سکتی سوائے مٹی کے اور اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرے)۔

حضرت ابو موسیٰ شعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سورۃ براءۃ کی مانند دیگر ایک سورۃ کا نزول ہوا تھا مگر بعد میں اس کو اٹھا لیا گیا تھا اس میں سے صرف اتنا ہی یاد رہا:۔

ان اللہ یؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم ولو ان لا بن آدم وادیتین من مال لتمنی وادیا ثالثا ولا یملا جوف ابن آدم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب۔

(بلا شبہ اس دین کی مدد اللہ تعالیٰ ان قوموں کے ذریعے بھی فرماتا ہے۔ جن کا دین میں کوئی حصہ نہ ہو اور اگر بنی آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وادی ثالث کے بھی ہونے کی آرزو کرتا ہے۔ اور سوائے مٹی کے ابن آدم کا پیٹ نہیں بھر سکتا اور جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے۔ اسکی توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو حریص شخص کبھی سیر نہیں ہوتے حریص علم اور حریص مال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ابن آدم بوڑھا ہو جاتے تو دو چیزیں ہیں جو اسکے ساتھ جوان ہو جایا کرتی ہیں۔ ایک امید اور دوسری حب مال۔ ان دونوں چیزوں کے تباہ کن ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اس کی تعریف فرمائی جو قناعت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ بشارت ہے اس کے لیے جسے اسلام کی طرف ھدایت مل گئی اس کا رزق بقدر کفایت حاجت ہوتی ہے اور وہ اسی پر قانع رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کوئی فقیر ایسا نہیں ہو گا نہ ہی کوئی تونگر جو روز قیامت یہ نہ چاہے گا کہ کاش دنیا کے اندر مجھے ہمت اور قوت میسر ہو جاتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ غنی مال کی زیادتی سے نہیں ہوتی بلکہ حقیقی غنیٰ دل کی غنیٰ ہے اور آنحضرت نے ہمہ وقت دنیا طلب کرنے میں مشغول رہنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے اے لوگو اچھے طریقے سے طلب کرو (روزی وغیرہ) کیونکہ بندہ کے واسطے وہی ہے جو اسکے حق میں لکھا جا چکا ہے اور کوئی بندہ دنیا سے رخصت نہ ہو گا تا آنکہ جو (روزی) اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے لکھ دی ہوتی ہے۔ اس تک ناک رگڑتی نہ پہنچ جاتے۔

اور منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تیرا بندہ وہ کون جو سب سے بڑھ کر غنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرے عطا کیے

ہوتے پر سب سے زیادہ قانع ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ سب سے بڑھ کر عدل کرنے والا کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سب سے زیادہ انصاف اپنی جان کے ساتھ کرتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے قلب میں روح القدس نے یہ ڈالا کہ کوئی بھی چیز مرتی ہر گز نہیں تاآنکہ وہ اپنی روزی کو پورا نہ کرلے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بہتر طریقہ طلب کا اختیار کرو۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہ جب تجھے شدید بھوک ہو تو تجھ پر لازم ہے کہ ایک روٹی اور ایک لوٹا پانی لے کر دنیا پر تف کرو۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم متقی ہو جاؤ اور مومن بن جاؤ اور آپ نے ممانعت فرمائی طمع کرنے سے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نصیحت فرمائیں اور مختصر ہی فرمائیں تو آپ نے فرمایا۔ تو جب نماز ادا کرے تو الوداعی نماز ادا کر۔ کسی کے ساتھ وہ بات ہی نہ کر جس کے لیے بعد میں عذر خواہ ہونا پڑے اور جو لوگوں کے پاس ہے تو اس سے امید ترک کر دے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں نو شخص یا آٹھ یا سات حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے ہو۔ صحابہ نے بیان کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا ہم نے آپ کی بیعت پہلے ہی نہیں کی تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے ہو تو ہم نے اپنے ہاتھ آگے کر دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی۔ ایک شخص نے عرض کیا ہم پہلے بھی تو بیعت ہوئے تھے۔

اب پھر یہ نئی بیعت کس لیے ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ بیعت اس پر ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے کوئی اس کا شریک نہ بناؤ گے پنجگانہ نماز ادا کرو گے۔ میرا حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی اور لوگوں سے تم کوئی بھی چیز طلب نہ کرو گے۔ راوی نے بتایا ہے کہ ازاں بعد صحابہ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی کا کوڑا بھی نیچے گر پڑتا تھا تو وہ دوسرے کو نہ کہتا تھا کہ یہ مجھے اٹھا کر دے دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ لالچ بھی فقر ہوتا ہے اور مایوسی (خلق سے) غنیٰ ہے اور لوگوں سے انکی چیزوں سے ناامید رہنے والا مستغنی ہوتا ہے۔

لوگوں نے ایک حکیم سے دریافت کیا کہ غنیٰ کیا ہوتی ہے اس نے فرمایا خواہشات کم ہونا بقدر کفایت حاجت پر ہی راضی رہنا۔ اسی بارے میں ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

العیش ساعات تمر

وخطوب ایام تکر

اقنع بعیشک ترضہ

واترک ھواک تعیش حر

فلرب حتف ساقہ

ذھب و یاقوت ودر

(عیش کی ساعتیں گزر جایا کرتی ہیں اور دکھ کے دن بار بار آتے ہیں۔ اپنی زندگی میں قانع رہ تو تو خوش رہے گا اور خواہشوں کو ترک کر دے اور آزاد ہو جا۔ پس بہت سی ہلاکتیں ہیں۔ جو لاتا ہے سونا اور یاقوت اور موتی)۔ اور محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ سوکھی ہوئی روٹی کو بھگو کر پانی کے ساتھ کھالیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے جو اتنی مقدار پر قانع رہے اس کو کسی جھگڑے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تمہاری سب سے اچھی دنیا وہ ہے جس کے باعث تم پر کوئی آفت وارد نہ ہو اور سب سے بدتر ابتلاء وہ ہے جو تمہارے اپنے ہاتھوں سے ہی وارد ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ روزانہ ایک فرشتہ ندا کرتا ہے اے ابن آدم تھوڑا اور بقدر کفایت حاجت اس کثرت سے بہتر ہے جو تجھے سرکش بنائے۔

حضرت ابن سمیط بن عجلان رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اے ابن آدم ایک بالشت بھر ہی تیرا شکم ہے اس نے تجھ کو اب دوزخ میں کیوں کر داخل کر دیا۔

لوگوں نے ایک حکیم سے دریافت کیا کہ تمہارا مال کیا ہے تو اس نے کہا ظاہراً زینت کرنا مگر باطن میں اعتدال پر رہنا اور جو کچھ مخلوق کے پاس ہے اس سے مایوس ہی رہنا۔

روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تمام دنیا تیری ملک ہو جائے پھر بھی تجھ کو صرف کھانا ہی ملے گا اور کھانا تجھ کو میں نے عطا کر دیا ہے اور اس کا حساب دیگر لوگوں پر ڈال دیا ہے۔ پس میں نے تجھ پر احسان کیا ہے (یعنی تمہارا محسن میں ہوں)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جب کسی کو کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ تھوڑی سی ہی طلب کرے اور لوگوں سے ارے تو، ارے تو کہہ کر نہ پیش آئے یہاں تک کہ اپنی کمر توڑ لے اور یاد رکھے کہ جو روزی اسکے مقدر میں ہے وہ لازماً اس کو ملے گی۔

حضرت ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف بنو امیہ میں سے کسی حکمران نے بڑے اصرار کے ساتھ تحریر کر بھیجا کہ اپنی حاجات مجھے تحریر کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی حاجتیں اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ازاں بعد جتنا کچھ اس نے مجھے عطا فرمایا میں نے اسے قبول کر لیا اور جو کچھ مجھ سے اس نے روک لیا اس سے میں نے قناعت کر لی ہے۔

لوگوں نے ایک حکیم سے پوچھا عقلمند آدمی کے واسطے زیادہ خوشی کی کونسی چیز ہوتی ہے اور وہ چیز کیا ہے جو غم رفع کرنے کے لیے زیادہ مدد کرتی ہے۔ اس نے فرمایا آدمی کے لیے زیادہ خوشی کی چیز اس کے ایسے نیک اعمال ہیں جو اس نے آخرت کے لیے بھیجے ہوں اور قضاو قدر پر راضی رہنا ہی وہ چیز ہے جو غم کو سب چیزوں سے بڑھ کر دور

کرنے والی ہے۔

ایک حکیم نے فرمایا ہے حاسد لوگوں کو میں نے سب سے زیادہ غمزدہ مضطرب دیکھا ہے اور جو لوگ سب سے بڑھ کر آرام و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ میں نے قناعت کرنے والوں کو دیکھا ہے اور سب سے بڑھ کر تکلیف پر صابر رہنے والے ان کو دیکھا ہے جو دنیا کے تارک ہو گئے۔ اور ان علماء کو دیکھا کہ سب سے زیادہ ندامت اٹھانے والے ہیں۔ جو (اسلام کے امور میں) افراط اور تفریط (یعنی کمی اور زیادتی) کرنے والے ہیں۔ ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

ارفه ببال فتى امسى على ثقته
ان الذى قسم الارزاق يرزقه
فالعرمن منه مصون لا يدنسه
والوجه منه جديد ليس يخلقه
ان القناعته من يحلل بسا حتها
لم يلق فى دهره شيئا يورقه

(وہ جوان سب سے بڑھ کر اطمینان سے ہے۔ جسے یقین ہو گیا کہ جس نے رزق تقسیم کیا وہ اس کو روزی ضرور عطا کرے گا۔ اسی کی وجہ سے اسکی عزت محفوظ ہے وہ خراب نہ ہوگی۔ اسی کے سبب اسکا چہرہ تازہ ہے وہ ذلیل نہ ہو گا۔ قناعت کے میدان میں جو داخل ہوا اس کو تمام عمر میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی)۔

دیگر ایک شاعر اسی ضمن میں یوں کہتا ہے۔

حتى متى انا فى حل وترحال
وطول سعى وادبار واقبال
ونازح الدار لا نفك مغتربا
عن الاحبته لا يدرون ماحال

بمشرق الارض طولا ثمہ مغربھا

لا یخطر الموت من حرصی علی بال

ولو قنعت اتا نی الرزق فی دعتہ

ان القنوع الغنی لا کثرۃ المال

(کس وقت تک مجھے سفر و حضر میں لمبی مشقت اور آمدورفت میں ہی رہنا ہے۔ اور جو گھر سے دور رہتا ہے وہ ہمیشہ مسافر ہی ہے اپنے محبت کرنے والوں سے ان کو معلوم نہیں کہ میرا حال کیسا ہے۔ کبھی زمین کے مشرق میں اور بعض اوقات اسکے مغرب ہوتا ہوں میں حرص کے باعث دل پر مرجانے کا خوف نہیں ہوتا۔ اگر میں قانع رہتا تو خود رزق میری جستجو میں آجاتی بیشک قناعت غنی ہے مال کی کثرت غنی نہیں ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کیا تم کو بتادوں کہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے حلال کتنا ہے۔ میری سردی اور گرمی والے دو جوڑے اور غذا (کپڑے اور اتنا کہ حج اور عمرہ کے واسطے میری کمر کو سیدھا رکھے ازاں بعد میری غذا ایک عام قریشی شخص جیسی ہو ان سے نہ میں بڑا ہوں نہ چھوٹا ہوں واللہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ حلال ہے یا کہ حلال نہیں۔

یعنی اس قدر مقدار میں آپ شک کرتے ہیں کہ بقدر کفایت سے کہیں زیادہ ہی نہ ہو اس پر قانع رہنا ضروری ہے۔ ایک اعرابی شخص نے اپنے بھائی کی حرص پر تنبیہ کی اور کہنے لگا۔ اے بھائی تو طالب بنا ہوا ہے۔ جبکہ مطلوب (یعنی رزاق) تجھے آپ تلاش کرتا ہے وہ تجھ سے (دور) نہ رہے گا۔ تو اس کا جویاں ہے جو تیرے واسطے کافی ہو چکا ہے اور جو تجھ سے غائب تھا۔ وہ تیرے آگے واضح ہو گیا ہے اور تو جس حالت میں ہے تجھ سے وہ علیحدہ ہو رہا ہے۔ اے بھائی یوں معلوم ہو رہا ہے کہ تو نے کوئی لالچی محروم نہیں دیکھا ہے اور تو نے کوئی زاہد روزی پاتا ہوا نہیں دیکھا ہے۔

ایک شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

اراک یزیدک الاثراء حرصا

علی الدنیا کانک لا تموت

فھل لک غایۃ ان صرت یوما

الیھا قلت حسبی قد رضیت

(میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری حرص کو تیرا مال زیادہ کر رہا ہے گویا تو نے کبھی مرنا نہیں ہے۔ کیا تیری حرص کی کوئی انتہا ہے جو تو کسی روز اس تک پہنچ جائے اور کہہ دے کہ بس اسی قدر کافی ہے میں اب راضی ہوں)۔

حکایت:- یہ حکایت امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ کی بیان کردہ ہے کہ کسی شخص نے ایک چنڈول کا شکار کر لیا۔ چنڈول کہنے لگا۔ مجھ سے تو کیا برتاؤ کرے گا۔ اس آدمی نے کہا۔ تجھے ذبح کر کے میں کھالوں گا۔ اس نے کہا۔ واللہ گوشت کفایت نہ کرے گا نہ بھوک دفع ہو گی۔ البتہ میں تین چیزیں تجھے دیتا ہوں جو کہیں بہتر ہیں بہ نسبت مجھے کھانے کے۔ ایک بات اس وقت تجھے بتاؤں گا جب تیرے ہاتھ میں ہوں گا۔ دوسری بات میں اس وقت بیان کروں گا جب وقت میں درخت کے اوپر ہوں گا اور تیسری بات میں پہاڑ پر موجود ہوتے ہوتے بتاؤں گا۔ اس آدمی نے کہا کہ اچھا۔ اب تو مجھے پہلی بات بتا تو اس نے کہا کہ جو کچھ ہاتھ سے جاتا رہے اس پر افسوس نہ کرنا چاہیے۔ اس آدمی نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر درخت پر جا کر بیٹھا تو دوسری بات بتائی اور کہا کہ جو بات ناممکن ہو اس کی تصدیق مت کرو کہ وہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ اڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھا اور کہا اے بے نصیب آدمی اگر تو مجھے ذبح کر لیتا تو میرے پیٹ میں سے دو عدد موتی بر آمد کر لیتا جن میں سے ہر موتی بیس (۲۰) مثقال وزنی ہوتا۔ کہتے ہیں کہ اس شکاری نے تاسف کرتے ہوتے اپنے ہونٹوں کو کاٹ لیا پھر کہنے لگا کہ اب تیسری بات بھی بتا دو۔ اس نے کہا کہ تو نے دو باتیں فراموش کر دی ہیں اب تیسری بات بتانے میں کیا فائدہ ہو گا۔ میں نے تجھے بتایا تھا کہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس مت کرو اور نہ ہو سکنے والی بات پر ہرگز یقین نہ کرو۔ میرا گوشت خون اور پر وغیرہ سب کچھ ملا کر بھی بیس مثقال ہونا ناممکن ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ میرے اندر سے بیس بیس مثقال وزن کے

دو موتی موجود ہوں۔ اس کے بعد وہ اڑ گیا۔ حریص شخص کے لیے یہ مثال ہی کافی ہے۔ طمع آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ درست بات نہیں جان سکتا حتی کہ وہ ناممکن کو ممکن جاننے لگتا ہے۔

حضرت ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امید ایک رسی ہے تیرے قلب کے اندر اور زنجیر ہے تیرے پاؤں کی پس تو دل سے امید کو خارج کر دے تاکہ تیرے پاؤں سے زنجیر بھی اتر جائے۔

ابو محمد یزیدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ہارون الرشید کے پاس چلا گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک کاپی سے تحریر پڑھ رہا ہے۔ جو سونے سے لکھی گئی تھی مجھے دیکھ کر وہ مسکرا پڑے۔ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین اللہ بھلائی کرے تیرے ساتھ کیا کوئی نفع بخش چیز ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میں نے یہ دو اشعار تحریر شدہ بنو امیہ کے خزانے میں دیکھ لیے ہیں اور انکے ساتھ میں نے تیسرے شعر کا اضافہ کر دیا ہے۔ پھر اس نے وہ اشعار پڑھے۔

اذا سد باب عنک من دون حاجۃ

فدعہ لاخری ینفتح لک بابھا

فان قراب البطن یکفیک ملؤہ

ویکفیک سوآت الامور اجتنابھا

ولا تک مبذالا لعرضک واجتنب

رکوب المعاصی یجتنبک عقابھا

(جس وقت تیری حاجت کا ایک دروازہ مسدود ہو جائے تو پھر تو اس کو چھوڑ دے اور کوئی دیگر دروازہ دیکھ وہ دروازہ کھل جائے گا۔ جب شکم کا مشکیزہ بھر جائے تو اتنا ہی کافی ہوتا ہے پھر دیگر فضول امور سے اجتناب کرنا کافی ہے۔ اور تو اپنی عزت کو برباد مت کر اور گناہ کرنے سے مجتنب ہی رہ پھر اسکی سزا بھی تجھ سے اجتناب کرے گی)۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے

دریافت کیا جب عالم لوگ عمل کو یاد کر لیتے ہیں۔ اور خوب سمجھ لیا کرتے ہیں پھر وہ علوم لکے دلوں میں سے کیسے نکل جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا حرص اور بڑا لالچ اور دنیوی ضروریات کی جستجو میں ایسا ہوتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وضاحت فرمائیں۔ تو انہوں نے فرمایا کوئی شخص اپنی کسی حاجت کی خاطر اتنی جدو جہد کرے کہ اپنے دین کو ہی تباہ کر لے۔ اور حرص و لالچ میں یہی کچھ ہوا کرتا ہے یہ یوں ہوتا ہے کہ تمہاری خواہش ہوتی ہے کہ تمہارے ہاتھ سے کوئی چیز بھی نہ جانے پائے فلاں ضرورت پوری ہو جائے فلاں حاجت بھی پوری ہو جائے۔ جب یہ حاجات بر آنے لگتی ہیں تو پھر تیرا واسطہ چند لوگوں سے پڑے گا۔ جب تیری حاجت کوئی پوری کرے گا تو جدھر چاہے لیے پھرے گا۔ جیسے کہ تمہاری ناک میں نکیل ڈال رکھی ہو کبھی تمہاری بعض حاجتوں کو روک کر اپنے سامنے تجھے رسوا کرے گا۔ پھر تیرا حال ایسا ہو گا کہ دنیا کے واسطے ہر آدمی کو تو سلام کرنے لگے گا۔ اگر وہ بیمار پڑے گا تو تو عیادت کو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے لیے تو کسی کو بھی سلام نہیں کرے گا اور تو اللہ ہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرے گا۔ پس تجھے اس سے کچھ بھی حاجت نہ پڑے تو یہ ہی تمہارے لیے بہتر رہے گا (یعنی قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرے)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا و حبیبنا محمد و علی الہ واصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 34

فقراء کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس امت کے اندر فقیر لوگ بہترین لوگ ہیں اور جو تیزی کے ساتھ جنت میں چلے جانے والے ہیں وہ ضعیف لوگ ہیں (یہاں ضعیف سے مراد دنیوی جاہ و مال نہ رکھنے والے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میرے دو کام ہیں۔ جس نے یہ دونوں کام پسند کر لیے اس نے مجھے محبوب رکھا اور جو ان سے متنفر ہوا اس نے مجھ سے نفرت کی اور وہ دونوں یہ ہیں فقر اور جہاد۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا محمد! (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ کیا آپ کو پسند ہے کہ اس پہاڑ کو آپ کے لیے سونا کر دوں اور آپ جس جانب بھی تشریف لے جائیں یہ آپکے ساتھ ساتھ ہی رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کچھ دیر کے لیے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور پھر فرمایا اے جبریل یہ دنیا اس کے لیے گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو اور اس کے واسطے وہ شخص ہی جمع کرے گا جو عقل نہ رکھتا ہو۔ جبریل نے عرض کیا یا محمد! (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اللہ نے آپ کو قول ثابت کے ساتھ ثابت رکھا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوران سفر ایک آدمی پر گذر ہوا جو چادر اوڑھے سویا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو جگایا پھر فرمایا۔ اے سونے والے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کر اس نے آپ کو کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں میں تو دنیا کو دنیا داروں کے واسطے ترک کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے میرے دوست پھر تو بے شک سو جا۔

ایک آدمی کے قریب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گذر ہوا۔ جو مٹی پر سویا ہوا تھا اور سر کے نیچے اس نے ایک کچی اینٹ رکھی ہوئی تھی۔ چہرہ اور ڈاڑھی گرد آلود تھی۔ اپنے تہمند باندھ رکھا تھا۔ اس پر رحم کھا کر موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ یا پروردگار اس دنیا میں تیرا بندہ اجڑ گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے موسیٰ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ جس وقت میں اپنے بندے پر توجہ فرماؤں تو اس سے تمام دنیا کو دور کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس کچھ مہمان آ گئے۔ آپ کے پاس مہمانوں کی خاطر تواضع کے واسطے کوئی چیز موجود نہ تھی تو آپ نے مجھے خیبر کے ایک یہودی کی طرف بھیجا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے تو مجھے رجب کے چاند تک آٹا مستعار دے دے یا بیچ دے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اس کے پاس چلا گیا اس نے کہا نہیں کوئی چیز رہن رکھ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کر دیا تو آپ نے فرمایا۔ واللہ میں امین ہوں آسمان والوں کے نزدیک اہل زمین کے ہاں بھی امین ہوں وہ میرے ہاتھ اگر بیچ دیتا یا ادھار ہی دے دیتا تو میں اس کو لازماً ادا کرتا۔ میری یہ زرہ لے جاؤ پس وہ زرہ رہن رکھ دی گئی۔ اور وہاں جس وقت یہ صحابی باہر نکل گئے تو اس آیت کا نزول ہوا۔

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا۔

(اور ان پر نظر نہ کریں جو ہم نے لوگوں کو دنیا کی زیب و زینت کی چیزیں جوڑوں میں دی ہیں دنیاوی زندگی کی تازگی۔ طہٰ۔ ۱۳۱)۔

اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ترک دنیا پر مطمئن فرمایا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس آدمی نے اس حال میں صبح کی کہ اسکے جسم میں عافیت ہوئی دل پر امن ہوا اس دن کے لیے غذا اس کے پاس ہو تو اسے تمام دنیا عطا کر دی گئی۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا کہ تو جب فقر آتا دیکھ لے تو یوں کہنا مرحبا بشعار الصالحین۔ (مرحبا صالحین کی صورت میں ہو)۔

حضرت عطا خراسانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ سابقہ دور کے ایک نبی علیہ السلام ساحل کے نزدیک سے جب گذرے تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص مچھلیاں پکڑ رہا ہے۔ اس نے بسم اللہ کہہ کر جال پھینکا مگر کوئی چیز جال میں نہ آئی بعد ازاں دیگر ایک آدمی کو دیکھا اس نے کہا بسم الشیطان اور جال ڈالا اس کے اندر اتنی مچھلیاں آگئیں کہ جال کو کھینچنے کے لیے اس کو جھکنا پڑا۔ اللہ کے پیغمبر نے دعا کی اے پروردگار تعالیٰ یہ کیا صورت ہے اور تجھے معلوم ہی ہے کہ تیرے قبضئہ قدرت میں ہر شے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا۔ ان دونوں شکار کرنے والوں کے جو ٹھکانے آخرت میں ہیں وہ میرے نبی کو دکھاؤ۔ مچھلیوں سے محروم رہنے والے کے حق میں عزت و کرامت نظر آئی اور دوسرے کے لیے ذلت کی جگہ کو دیکھا تو آپ نے کہا۔ اے میرے رب تعالیٰ میں راضی ہوں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے جنت کے اندر دیکھا تو زیادہ تر فقیر لوگ جنتی دیکھے اور دوزخ کو دیکھا تو اس میں زیادہ تر دولتمند لوگ اور عورتیں دیکھیں دیگر روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ اغنیاء کہاں ہیں۔ جواب دیا ان کو محاسبہ میں روکا ہوا ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے۔ میں نے دوزخ والوں میں زیادہ عورتیں دیکھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کس جرم میں ہیں تو بتایا گیا۔ انہیں دو سرخ (چیزوں) نے روکا ہے سونے اور زعفران نے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کے اندر مومن کا تحفہ فقر ہے۔ دیگر ایک روایت میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سب سے بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ انکی بڑی زبردست سلطنت تھی۔ اور جو صحابہ کرام جنت میں داخل ہوں گے ان میں آخری داخل ہونے والے حضرت عبدالرحمن بن

عوف رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ۔بہت مالدار تھے۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ مالدار شخص بڑی دشواری سے۔جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اور ایک روایت اہل بیت رضی اللہ عنہم سے روایت شدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو پسند کرنے لگتا ہے تو اسکو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور زیادہ محبت جب کرے تو پورے طور پر اسے منتخب کر لیتا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا پورا منتخب کرنے سے کیا مراد ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اہل و عیال نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اس لا مال رہنے دیتا ہے۔ اور مروی ہے کہ فقر کو جب آتے ہوئے دیکھ لو تو پھر اس طرح سے کہا کرو:۔

مرحبا بشعار الصالحین۔

(خوش آمدید صالحین کے نشان میں ہو) ذنب عجلت عقوبة۔ گناہ سرزد ہوا جسکی عقوبت جلدی مل گئی یہ اس وقت کہنے کے لیے ہے جب مال آتا ہوا دکھائی دے)۔

اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے پرودگار مخلوق میں سے سب سے پیارا تیرے نزدیک کون ہے۔ تاکہ میں بھی اس کے ساتھ محبت رکھوں۔ تو فرمایا فقیر اور فقیر۔ یہاں دوسری مرتبہ فقیر فرمایا شاید برائے تاکید ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب ہو کہ جو نہایت پریشان محتاج ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے مسکینوں سے پیار ہے اور مالداروں سے میں نفرت کرتا ہوں اور وہ زیادہ پسند یہ کرتے تھے کہ ان کو کہا جائے اے مسکین۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرب کے سرمایہ داروں اور سرداروں نے عرض کیا کہ ہمارے ملنے کے لیے ایک علیحدہ دن متعین فرمادیں اور ایک دن ان کے واسطے علیحدہ دن مقرر کر دیں کہ جب وہ آئیں ہم نہ آئیں اور جب ہم آئیں وہ نہ آئیں۔ یعنی فقراء صحابہ کرام نہ آئیں جیسے کہ حضرت بلال، حضرت سلمان، حضرت صہیب، حضرت ابوذر، حضرت خباب بن ارت، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو ہریرہ اور اصحاب صفہ وغیرہم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا مطالبہ مان لیا کیونکہ

وہ عرض کرتے کہ ہمیں ان کے کپڑوں سے بدبو آتی ہے۔ سخت گرمی میں مسلمان موٹے کپڑوں میں ملبوس ہوتے تھے۔ پسینہ آنے کے باعث بو آنے لگتی تھی۔ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصین فزاری اور عباس بن مرادا سلمی وغیرہ ہم تونگر لوگ فقراء صحابہ کے ساتھ نشست و برخاست سے متنفر تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تسلیم فرمایا کہ وہ اور یہ لوگ بیک وقت مجلس میں جمع نہ ہونگے۔ تو اللہ تعالی کی طرف سے حکم فرمایا گیا۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینک عنھم ترید زینتہ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوبہ وکان امرہ فرطا۔ و قل الحق من ربکم فمن شاء فلیو من ومن شاء فلیکفر۔

(اور لوگ جو اپنے رب تعالی کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ ان کے ساتھ ہی اپنی ذات کو مانوس رکھو اور ان سے اپنی نظریں ہٹائیں نہیں کہ تم دنیاوی زندگی کی زینت چاہنے لگو اور ہم نے اپنی یاد سے جس کا دل غفلت شعار کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز کر چکا ہے۔ اس کا کہنا مت مانیں اور یوں کہہ دو کہ یہ قرآن تمہارے رب کی جانب سے برحق ہے۔ پھر جس کا جی چاہے ایمان لے آتے اور جس کا جی چاہے کافر رہ جاتے۔ الکھف ۲۸،۲۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی جبکہ آنحضرت کے پاس قریش کے بعض بڑے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کچھ گراں گذرا تو اللہ تعالی نے یہ آیات پاک نازل فرمائیں۔

عبس و تولی ان جاءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری اما من استغنی فانت لہ تصدی۔

(تیوری چڑھالی اور رخ کو پھیر لیا بایں وجہ کہ اسکے پاس وہ نابینا آگیا اور تم نہیں سمجھتے شاید کہ وہ پاک ہو یا نصیحت لے تو نصیحت سے اس کو فائدہ ہو اور وہ جو لاپرواہ ہوتا ہے اسکے پیچھے تم پڑتے ہو۔ عبس ۱۔۶)۔

یہاں نابینا سے مراد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور لاپرواہ شخص سے مراد وہ سردار ہے جو حضور کی خدمت میں آیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ روز قیامت (اللہ تعالیٰ کے سامنے) بندہ حاضر ہو گا۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ معذرت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت اور جلال کی میں نے تمہاری ذلت کے لیے تجھ سے دنیا دور نہ رکھی تھی۔ بلکہ تیرے واسطے عزت اور شرف بنایا تھا۔ بایں سبب یہ کیا تھا اے میرے بندے ان قطاروں میں چلے جاؤ۔ جس نے میری رضا جوئی میں تجھے کھلایا پلایا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ وہ تیرا ہی ہے (مراد یہ ہے کہ تیری سفارش سے وہ جنتی ہے) اور لوگ اس روز اس حال میں ہوں گے کہ پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ پس وہ شخص قطاروں میں گھومے گا اور دیکھے گا کہ کون کون ہے اس پر احسان کرنے والا وہ اس کا ہاتھ پکڑے گا اور اس کو جنت میں لے جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ فقیروں کے ساتھ اچھی طرح جان پہچان رکھو اور انکے پاس اپنی امانتوں کو رکھو (مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کر کے اپنے لیے آخرت کا سامان تیار کر لو)۔ کیونکہ ان کو شوکت حاصل ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ان کو شوکت کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا انہیں روز قیامت کہا جائے گا۔ تم دیکھ لو کہ کس نے تمہیں روٹی کا ٹکڑا کھلایا یا پانی کا گھونٹ پلایا تھا یا تمکو لباس پہنایا اس کا ہاتھ تھام کر اسے جنت میں لے جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں جب جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے آگے (کسی کے) چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے جو دیکھا تو وہ بلال تھے اور ان کے اوپر میں نے دیکھا تو میری امت کے فقیر لوگ اور انکے بچے تھے۔ نیچے جو میں نے دیکھا تو

ان میں تھوڑے تونگر لوگ اور عورتیں تھیں۔ میں نے کہا۔ اے میرے رب تعالیٰ ان کا معاملہ کیا ہے تو فرمایا کہ عورتوں کو دو سرخ (چیزوں) سونے اور ریشم نے ضرر پہنچایا ہے اور مالداروں کو لمبے محاسبہ نے مبتلا کر لیا۔ میں نے اپنے صحابہ کو ڈھونڈا۔ لیکن مجھے عبدالرحمان بن عوف دکھائی نہ دیئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بھی آئے اور وہ روتے تھے۔ میں نے دریافت کیا تم کیوں مجھ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں آپ جناب تک آنے تک بہت سی تکالیف دیکھ چکا ہوں۔ میں سوچتا تھا کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ میں نے پوچھا کس وجہ سے تو عرض کیا میرے مال کے بارے میں مجھ سے محاسبہ جاری تھا۔

اب (قارئین) خود ہی سوچ لیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑی عزت اور شرف والے صحابی رسول ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہے اور عشرہ بشرہ میں شامل ہیں۔ جنہیں بشارت دی گئی ہے جنت میں داخل ہونے کی پھر ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے مال کے سبب سے ایسے حالات بتائے ہیں پھر اور لوگوں کا حال کیسا ہوگا۔

ایک فقیر شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آئے۔ اسکے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ نے فرمایا اس شخص کے نور کو اگر تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیں تو وہ سب کے لیے کافی ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں جنتیوں کے بادشاہ تم کو نہ بتا دوں عرض کیا گیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ تو آپ نے فرمایا ہر ضعیف، کمزور، غبار آلود، پریشان حال پھٹے پرانے لباس والا جس کی خلق پرواہ نہیں کرتی۔ اگر وہ اللہ پر قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نزدیک میرا ایک خاص مقام تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمران ہمارے نزدیک تیرا ایک مرتبہ و مقام ہے۔ کیا تو فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کی عیادت کرو گے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر نثار۔ پس آپ اٹھے میں بھی آنجناب کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو۔ ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر جا پہنچے۔ آنحضرت نے دروازے کو کھٹکھٹایا اور فرمایا السلام علیکم اادخل (کیا میں اندر آجاؤں)۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ اندر تشریف لائیں آپ نے فرمایا۔ عمران ساتھ ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اس کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے کہ میرے پاس صرف ایک چادر ہی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا یوں کر لو اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میں نے اپنا جسم ڈھانپ لیا ہے۔ لیکن بال کس طرح ڈھانپے جائیں۔ آنحضرت نے ان کی جانب کپڑا پھینک دیا جو آنجناب کے خود اپنے پاس تھا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اسے اپنے سر پر لے لو۔ اسکے بعد انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ پس آپ اندر داخل ہو گئے اور آنحضرت نے فرمایا السلام علیکم اے میری بیٹی آج کیسا حال ہے۔ عرض کیا واللہ آج تو بڑی تکلیف میں ہوں اور بڑی تکلیف سب سے یہ ہے کہ میں ایک شخص کا کھانا فراہم نہیں کر سکتی ہوں اور بھوک نے حالت غیر کر رکھی ہے۔ (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم رو پڑے اور پھر فرمایا۔ اے میری بیٹی تو گھبرا نہیں میں نے تین یوم سے کھانا چکھا تک نہیں ہے۔ جبکہ عند اللہ مجھے تم سے زیادہ عزت حاصل ہے اور اگر اپنے رب تعالیٰ سے میں طلب کرتا تو وہ مجھے کھلا ہی دیتا لیکن میں آخرت کو ترجیح دیتا ہوں پھر آنحضرت نے انکے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا خوش ہو جا۔ واللہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ عرض کیا پھر فرعون کی زوجہ آسیہ اور عمران کی بیٹی مریم رضی اللہ عنہما کس مقام پر ہوں گی۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا آسیہ رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو گی اور مریم رضی اللہ عنہا اپنے عہد کی عورتوں کی سردار ہو گی اور تو ان مکانات میں ہو گی جو گھاس کے بنے ہونگے۔ ان میں کوئی تکلیف نہ ہو گی نہ ہی کوئی شور وغل ہو گا۔ کوئی محنت مشقت بھی ہر گز وہاں نہ ہو گی۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اپنے چچا کے فرزند کے ساتھ قناعت پذیر رہتی چلو واللہ میں

نے تیری شادی دنیا کے سردار اور آخرت کے سردار کے ساتھ کی ہوئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فقیروں سے جس وقت لوگ متنفر ہو جائیں گے اور دنیاوی زیب و زینت کا اظہار کریں گے اور درہم جمع کرنے کی خاطر اپنی جانوں کو کھپائیں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ چار طرح کے عذاب وارد کرے گا۔ (1) وہ قحط کا دور ہو گا۔ (2) سلطان ظالم ہو گا۔ (3) سرکاری اہلکار خائن ہوں گے۔ (4) دشمنوں کو شوکت حاصل ہوگی اور وہ غالب ہوں گے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک درہم والے سے بڑھ کر سخت حساب دو درہم والے کے لیے ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار دینار ارسال کئے۔ ان کو بہت غم ہوا۔ ان کی زوجہ نے دریافت کیا کہ کیا کوئی واقعہ ہو گیا ہے۔ فرمایا اس سے زیادہ سخت بات ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنا پرانا دوپٹہ مجھے دو۔ وہ لیا اور اس کو پھاڑا اور اس مال کو تھیلیوں میں بند کر کے غریبوں میں بانٹ دیا۔ اس کے بعد اٹھے اور نماز شروع کر دی اور صبح ہو جانے تک روتے ہی رہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے فقیر لوگ مالدار لوگوں سے پانچ صد برس پیشتر جنت میں جائیں گے۔ یہاں تک کہ ایک مالدار شخص فقرا کے ہجوم میں شامل ہو جائے گا تو اس کو اس کا ہاتھ تھام کر ان سے باہر کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جنت میں تین شخص بلا حساب چلے جائیں گے۔ ایک وہ شخص جو اپنا کپڑا دھونا چاہتا ہو۔ مگر اس کے پاس پرانا کپڑا موجود نہ ہو جسے وہ پہن سکتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جس نے اپنے چولہے پر کبھی دو قسم کی ہنڈیاں نہ چڑھائی ہونگی اور تیسرا شخص وہ ہو گا کہ جس کو کہا نہ جائے کہ تمہیں کیا چاہیے جب وہ پینے کے لیے کچھ طلب کرے (یعنی اسکو اسقدر حقیر و بے وقعت گردانا جائے)۔

اور منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک فقیر شخص

آگیا۔ آپ نے اسے فرمایا اگر تو مالدار ہے تو یہاں سے چلا جا۔ میرے نزدیک نہ آنا اور آپ کے دولتمند دوست بھی یوں ہوتے تھے کہ فقیر ہی نظر آیا کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے فقیروں کو اپنے قریب کیا ہوا تھا اور تونگروں کو دور کیا ہوا تھا۔

حضرت مؤمل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میں نے مالدار شخص سے بڑھ کر ذلیل آدمی حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں کبھی کسی کو نہیں دیکھا نہ ہی کبھی فقیر سے زیادہ عزت والا انکے نزدیک دیکھا ہے۔

ایک حکیم نے فرمایا ہے۔ ابن آدم کتنا مسکین ہے کہ اگر وہ جہنم سے اتنا ہی خوفزدہ ہوتا جتنا وہ فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے۔ تو ان سے دو باتوں سے بچ جاتا اور جنت کی جانب وہ اتنا ہی میلان رکھتا جتنا وہ مال کی جانب مائل ہے تو دونوں میں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا اگر وہ باطن میں اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی ڈرتا جتنا وہ خلق سے ظاہراً خوفزدہ ہوتا ہے تو ہر دو عالم میں وہ خوش نصیب ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے ملعون ہے وہ شخص جو مالدار کا احترام کرے اور فقیر کی توہین کا مرتکب ہو۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ کسی شخص کو بھی اس کا پرانا پیرہن دیکھ کر حقیر مت خیال کرنا۔ کیونکہ اس کا رب اور تیرا پروردگار وہی ایک ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فقیروں سے محبت کرنا انبیاء کا طریقہ ہے ان کے ساتھ مجلس کرنا نیک ہونے کی نشانی ہے اور انکی بزم سے دور بھاگنا منافقت کی علامت ہوتی ہے۔

پرانی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اپنے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ میری ناراضگی سے بچے ہی رہنا۔ کیونکہ اگر تیرے ساتھ مجھے ناراضگی ہو گئی تو یہ دنیا ہی تیرے اوپر بہادوں گا اور تو میری نظر میں گر جاتے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عامر رضی اللہ عنہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں مال بھیجا کرتے تھے۔ تو وہ ایک دن میں ہی ایک

لاکھ درہم بانٹ دیا کرتی تھیں۔ مگر پھر بھی ان کے اپنے دوپٹہ میں پیوند ہوا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کی ایک لونڈی نے عرض کیا کہ آپ ایک درہم ہی رکھ لیتیں کہ ہم اس کا گوشت خرید لیتے اور اس کے ساتھ روزہ کھول لیتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تو نے مجھے یاد کرادیا ہوتا تو پھر ایسا کر لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر مجھ سے ملنے کی تجھے خواہش ہو تو پھر فقیروں کی مانند زندگی بسر کرنا دولتمندوں کی مجالست سے دور رہنا اور جب تک دوپٹے کو پیوند نہ لگالینا اسے مت اتارنا۔

ایک شخص نے دس ہزار درہم حضرت ابراھیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو پیش کیے۔ آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ آدمی ضد کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کیا تیری خواہش ہے کہ دس ہزار درہم کے بدلے میں میرا نام فقیروں میں سے خارج ہو جائے میں تو ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے حق میں خوشخبری ہے جسے اسلام پر ہدایت حاصل ہوتی۔ گزارہ بقدر کفایت ہو اور وہ قانع ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اے فقیروں کے گروہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے راضی ہو جاؤ تو تم کو فقرا کا اجر عطا ہو گا ورنہ نہیں پہلا شخص وہ ہے جو قناعت کرتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو راضی برضا الہی ہے۔ اسکی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حریص کو فقیری کا کوئی اجر نہیں ہے۔ لیکن دیگر روایتوں میں فقر کی فضیلت بیان ہوئی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ثواب لازماً حاصل ہو گا جیسے آئندہ ہم اس بارے میں بحث کریں گے۔

ممکن ہے۔ یہاں عدم رضا سے دنیا کا رک جانا مراد ہو جو اس کو پسند نہیں ہوتا۔ مگر متعدد ایسے مال چاہنے والے بھی ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر انکار نہیں کرتے ہیں اور انکار نہ ہوتے ہوئے اس میں کوئی کراہت نہیں ہوتی اور ہاں کراہت فقر کا ثواب ختم کر دیا کرتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ

آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر چیز کی چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی مسکینوں اور فقیروں سے محبت کرنا ہے۔ کیونکہ یہ صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور روز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں مجلس حاصل ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو فقیر ہو قانع ہو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی پر وہ خوش ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ یا اللہ تعالیٰ محمد کی آل کی غذا بقدر کفایت عطا فرما۔ آدمی مالدار ہو یا فقیر ہو ہر آدمی قیامت میں آرزو کرے گا کہ اسے دنیا کے اندر صرف کفایت کی مقدار تک ہی غذا میسر ہوتی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں میں تلاش کرو۔ عرض کیا وہ کون لوگ ہیں تو فرمایا جو سچے فقیر لوگ ہیں (مراد یہ کہ صابر قناعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فقیر جب اللہ تعالیٰ پر خوش ہوتا ہے تو اس سے زیادہ فضیلت والا کوئی نہیں ہوتا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے گا۔ میری مخلوق میں جو سب سے عمدہ ہیں وہ کہاں ہیں۔ ملائکہ عرض کریں گے اے پروردگار وہ کون لوگ ہیں تو ارشاد ہوگا فقیر مسلمان لوگ۔ جنہوں نے میری عطا پر قناعت کی میری تقدیر پر وہ راضی رہے۔ انہیں جنت میں داخل کردیں۔ ایسے لوگ وہاں پر کھا پی رہے ہونگے۔ جبکہ دیگر لوگ محاسبہ میں پڑ جائیں گے۔ یہ مقام صابر قانع کا ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہم اور بھی فضائل بیان کریں گے۔

اور بڑی تعداد میں آثار قناعت و رضا کے بارے میں روایت ہوئے ہیں اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ قناعت کا متضاد طمع ہے۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ طمع در حقیقت تنگدستی ہے اور (مخلوق سے) عدم امید غنیٰ ہے اور جو آدمی لوگوں کے پاس موجود چیز سے مایوس رہا اور قانع رہا وہ لوگوں سے مستغنی ہوگیا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے عرش سے روزانہ ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے

کہ اے ابن آدم تھوڑی چیز جو کفایت کرتی ہو تیرے واسطے وہی زیادہ اچھی ہے بجائے اسکے جو تجھے سرکشی پر آمادہ کر دے۔ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ہر شخص کی عقل میں فتور ہے کیونکہ اس کے پاس زیادہ دنیا آجاتے تو اسکو خوشی ہوتی ہے۔ جبکہ شب و روز اسکی عمر کم کرنے لگے ہوتے ہیں اور وہ غم زدہ نہیں ہوتا اور وہ مال بے فائدہ ہی ہے جو زیادہ ہو اور عمر گھٹتی جا رہی ہو۔ ایک حکیم سے لوگوں نے پوچھا کہ غنا کیا ہے تو اس نے کہا تمنا تھوڑی کر اور بقدر کفایت پر ہی راضی رہنا غنیٰ ہے۔

روایت ہے کہ خراسان کے اندر حضرت ابراھیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ بڑے سرمایہ دار شخص تھے۔ ایک دن اپنے محل سے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ محل کے دالان میں ایک شخص دکھائی دیا۔ جو ہاتھ میں روٹی لیے ہوتے کھا رہا تھا۔ پھر کھانے کے بعد وہ سو گیا۔ حضرت ابراھیم مذکور نے ایک خادم کو فرمایا کہ یہ شخص جب جاگے گا تو اسے میرے پاس لے آنا پس وہ بیدار ہوا تو غلام اسکو آپ کے پاس لے آیا۔ حضرت ابراھیم بن ادھم نے اسے فرمایا اے شخص تو بھوکا تھا پھر تو نے روٹی کھالی اور سیر ہو گیا پھر تو مطمئن ہو کر سو گیا۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ تو حضرت ابراھیم نے اپنے دل ہی دل میں خیال کیا کہ پھر اتنی زیادہ دنیا کو میں نے کیا کرنا ہے۔ جبکہ آدمی اس قدر تھوڑی سی مقدار پر ہی قناعت پزیر ہو سکتا ہے۔ لھذا مزید دنیا لے کر میں نے کیا کرنی ہے۔

عامر بن عبدالقیس رحمتہ اللہ علیہ کے قریب سے ایک شخص گذرا اس وقت سبزی نمک کے ساتھ کھا رہے تھے۔ اس آدمی نے آپ سے پوچھا۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندے تو اتنی تھوڑی سی دنیا پر ہی راضی ہو چکا ہوا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تجھے میں اس سے بھی بد تر نہ بتا دوں۔ اس نے کہا ہاں بتا دیں تو آپ نے فرمایا۔ آخرت کے بدلے میں جو شخص دنیا لے کر راضی ہو جاتا ہے (وہ اس سے بڑھ کر برا ہے)۔

حضرت محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ پانی میں روٹی بھگو لیا کرتے تھے اور اس کو نمک کے ساتھ کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اتنی دنیا پر راضی ہو جائے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ ایسی قوموں پر لعنت الٰہی

ہو جنکا رزق اللہ تعالیٰ نے تقسیم فرما دیا۔ لیکن وہ اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں۔ اسکے بعد آپ نے اس آیت کریمہ کو پڑھا:

وفی السماء ورزقکم وماتوعدون فورب السماء والارض انہ لحق۔

(اور رزق تم لوگوں کا آسمان میں ہے اور جو بھی تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی یہی حق ہے۔ الذاریات۔ ۲۳،۲۲)۔

ایک روز جبکہ لوگوں کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ انکی زوجہ نے آکر کہا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہو اور گھر کے اندر واللہ کھانے پینے کو کچھ موجود نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا اے عورت ہمارے آگے گھاٹی ہے بڑی دشوار گزارہ جس سے ہلکے پھلکے انسان کو ہی چھٹکارا مل سکتا ہے (یہ سن کر) وہ خوش ہو کر لوٹ گئی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تمام لوگوں میں قریب الکفر وہ ہوتا ہے۔ جس پر فقر و فاقہ ہوتا ہے اور وہ صبر نہ کرتا ہو۔ ایک حکیم سے لوگوں نے پوچھا آپ کے پاس کتنا مال موجود ہے تو فرمایا بظاہر زینت کرنا باطن مین اعتدال پر رہنا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے ناامید ہی رہنا۔

روایت ہے کہ کسی سابقہ کتاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ابن آدم اس تمام دنیا کو بھی اگر تیری ملکیت بنا دیا جاتے پھر بھی تجھے تو غذا ہی ملے گی اور ہم نے تو تجھے غذا سے زیادہ دے دیا ہے اور اس کا حساب بھی دوسرے پر ہی رکھا ہے۔ تو تجھے یاد رہنا چاہیے کہ میں احسان کرنے والا ہوں تیرے اوپر۔ اور قناعت کرنے کے ضمن میں ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

اضرع الی اللہ لا تضرع الی الناس
واقنع بیاس فان العز فی الیاس
واستغن عن ذی قربی وذی رحم
ان الغنی من استغنی عن الناس

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

یا جامعا مانعا والدهر يرمقه

مقدرا ای باب منه تغلقه

مفكرا كيف تاتيه منيته

اغاديا ام بها يسرى فتطرقه

جمعت مالا فقل لی هل جمعت له

یا جامع المال ایاما تفرقه

المال عندک مخزون لوارثه

ماالمال مالک الا یوم تنفقه

ارفه ببال فتى يغدو على ثقته

ان الذى قسم الارزاق يرزقه

فالعرض منه مصون لا یدنسه

والوجه منه جدید یس یخلقه

ان القناعته من یحلل بساحتها

لم يلق فى ظلها هما يورقه

(اللہ تعالیٰ سے زاری کر اور عوام کے آگے زاری مت کر اور (عوام سے) مایوس رہ کر قناعت کر کیونکہ مایوسی میں ہی عزت ہے۔

اپنے قریبیوں اور رشتہ داروں سے مستغنی ہو جا اسلیے کہ وہ ہی غنی ہے جو لوگوں سے مستغنی رہتا ہے۔

اے دنیوی مال کو جمع کرنے اور روک رکھنے والے وقت تیری گھات میں ہے اور دیکھ رہا ہے کہ کونسے دروازہ سے بند کر رہا ہے۔

سوچتا ہے کہ کس طرح موت وارد ہوگی دروازے پر صبح کو کھٹکھٹاہٹ کرے گی

یا کہ شام کو۔

تو نے مال اکٹھا کر رکھا ہے اے مال جمع کر رکھنے والے مجھے بتا تو سہی کہ کیا تو نے وہ دن گن لیے جو اس کو برباد کر دیں گے۔

تیرے پاس مال تو تیرے ورثاء کے لیے جمع شدہ ہے تیرا تو اسی قدر مال ہے جو فی سبیل اللہ تو نے صرف کیا۔

وہ جوان سب سے زیادہ مطمئن ہے جسے یقین ہو گیا کہ جس نے رزق تقسیم کیا ہے وہ اس کو بھی روزی دے گا۔

اس کی عزت تب محفوظ ہو جاتی ہے، کبھی اس پر میل نہیں آتا اور اس کا منہ بھی کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

جس کے صحن میں قناعت وارد ہو گئی وہ اسکے سائے میں کسی غم واندوہ کو نہ دیکھے گا جو اسکے لیے پریشان کن ہو سکے)۔

اللھم صل علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 35

صرف اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

(اور ظلم کرنے والوں کی جانب مت جھکو ورنہ تم کو آگ مس کرے گی۔ ھود۔۱۱۳)۔

کچھ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اہل لغت متفق ہیں کہ رکون کے معنی ہیں مطلق طور پر تھوڑا یا زیادہ میلان اور توجہ۔ اور حضرت عبدالرحمن بن زید نے فرمایا ہے کہ اس مقام پر رکون سے مراد مداہنت کرنا ہے (مداہنت حقیقت چھپا رکھنے کو کہتے ہیں)۔ پس یہ مطلب ہوا کہ لوگ اگر کفر کرتے ہوں یا برائی کے مرتکب ہوں تو یہ ان پر انکار نہ کرے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہاں یہ مراد ہے کہ ان کو اپنانہ بنایا جائے۔ اور بظاہر آیت کا مفہوم ہے کہ اہل شرک کی جانب مائل نہ ہوں اور ایسے ہی فاسق مسلمانوں کی جانب بھی میلان نہ ہو۔ علامہ نیشا پوری تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ اہل تحقیق علماء نے فرمایا ہے۔ کہ جو میلان منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ظالموں کے ظلم پر راضی ہونا یا مجرموں کے طریقے کو آراستہ کر دکھانا اور لوگوں کو کہنا کہ یہ اچھی بات ہے۔ اس طرح ان کے ظلم میں خود شریک ہو جانا۔ ہاں کسی ضرر کو دفع کرنے کی خاطر اگر مداہنت کی جائے تو یہ محض وقتی سا فائدہ ہے جو رکون میں داخل نہیں ہے۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا کی زندگی کے امور سے درست ہے۔ لیکن تقویٰ یہ ہے کہ ان تمام سے کلی طور پر دور رہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کافی اور مدد کرنے والا ہے۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے صحیح کہا ہے کہ زمانہ حال میں کفار اور فاسقوں کی جانب میلان کی جڑ ہی ختم کی جائے اس لیے کہ اب میلان اور دوستی قائم رکھتے ہوئے برائی کے ارتکاب سے روکنا مشکل ہو چکا ہے اور نیکی کا حکم نہیں دے سکتے ان کی طرف میلان (ہر حال میں) دھوکہ اور فریب ہی ہو گا۔ آپ خود بھی تدبر فرمائیں کہ اس طرح کے اشخاص کی طرف مائل ہونا. جہنم کی آتش لگ جانے کی طرح ہے تو جو آدمی نہایت ظالم اور برا ہے۔ اسکے ساتھ بڑی رفاقت اور بے تکلف ہونا کتنی بڑی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ ان کے ساتھ راہ و رسم رکھنا بجز برے انجام کے اور کچھ نہ ہو گا۔

ایسے ظالم و فاسق لوگوں کی معاشرت رکھنے والا ان کے لباس کو. بہتر جاننے والا ان کے فنا پذیر جاہ و مال پر رشک کرنے والا خود برباد ہوتا ہے۔ کہ اپنی ہر چیز کو برباد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کا مال و جاہ ایک دانہ برابر بھی نہیں ہوتا یہ تو مچھر کے ایک پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔ لہذا ان کی طرف دلی میلان ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس دیکھ لو کہ تم کس کو اپنا رفیق بناتے ہو۔ اور منقول ہے کہ صالح ہم نشین اسطرح ہوتا ہے جیسے مشک والا ہوتا ہے۔ تیرے حکم کے تابع وہ نہ بھی ہو گا پھر بھی اس سے خوشبو ضرور حاصل ہوگی اور بد ہم نشین یوں ہوتا ہے جیسے کوئی آگ کی دھونکنی والا ہوتا ہے۔ تجھے وہ نہ بھی جلائے گا تو اس کا دھواں تجھے لازماً پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا۔

(جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنے دوست بناتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی کی مثال جو گھر بناتی ہے۔ (بڑا ہی کمزور) العنکبوت۔ ۴۱)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے کبھی مالدار شخص کی تعظیم روا رکھی اسکے مال کے باعث، اس کا دو تہائی دین چھن گیا۔ اور آپ نے فرمایا ہے

جب کسی فاسق کی مدح سرائی کی جاتی ہے۔ تو اسکے باعث عرش عظیم کو جنبش ہونے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ ندعوا کل اناس بامامھم۔ (جس دن ہر ایک جماعت کو ان کے امام سمیت طلب کرلینگے)۔ یعنی قیامت کے روز میدان حشر میں۔

لفظ امام کی تشریح کرتے ہوئے اہل تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کا اعمالنامہ مراد ہے اس سے۔ یعنی اس کے اعمالنامہ سمیت ہر شخص کو طلب کیا جائے گا اور اس مفہوم میں تاکید اس آیہ کریمہ سے ہے۔ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ۔ (الانشقاق۔ ع ۷) (پس جسے اس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے)۔ اور حضرت زید نے فرمایا ہے۔ امام سے مراد وہ کتب ہیں جو آسمان سے نازل ہوئیں۔ پس کہا جائے گا۔ اے اہل تورات اے اہل انجیل، اے اہل قرآن۔

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہما نے فرمایا ہے۔ امام سے مراد انکے متعلقہ انبیاء ہیں اور یوں کہا جائے گا۔ اے ابراھیم علیہ السلام کے فرمانبردارو آجاؤ۔ اے موسیٰ علیہ السلام کے متبعین آجاؤ۔ اے عیسیٰ علیہ السلام کے فرمانبردارو آؤ اور اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیروکارو آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ امام سے مراد ہے ان کے زمانے کا سردار۔ پس ہر زمانے کے لوگ اپنے سردار کی معیت میں آئیں گے جس کے حکم پر وہ عمل کرتے رہے اور جس کے منع کرنے سے منع ہو جاتے رہے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ سب اگلوں اور پچھلوں کو جمع کرے گا اور غداروں اور عہد شکنوں کے بارے میں ایک جھنڈا لہرایا جائے گا اور فرمائے گا کہ یہ فلاں غدار کا جھنڈا ہے۔

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ ان میں سے ایک کو طلب کیا جائے گا اور اس کو داہنے ہاتھ میں کتاب دی جائے گی (اعمالنامہ) اور اسکے بدن کو ساٹھ گز کیا جائے گا۔ چہرہ سفید ہو گا سر پر موتی کا تاج پہنا ہو گا وہ چمک رہا ہو گا وہ

اپنے رفقاء کی جانب جاتا ہو گا اور دور سے ہی دیکھتے ہوتے وہ کہیں گے۔ اے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے پاس لا اور ہمارے واسطے اس میں برکت ڈال دے وہ ان کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ تم میں سے ہر شخص کے واسطے (اتنا انعام واکرام) ہے۔

اور کافر کا چہرہ کالا ہو گا۔ اسکے بدن کو بھی ساٹھ گز تک کر دیں گے وہ انسانی شکل میں ہو گا سر پر سیاہ تاج بھی ہو گا جب اسکے ساتھ والے اسے دیکھیں گے تو کہنے لگیں گے۔ ہم اس برائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یاالٰہی یہ ہمارے پاس نہ آئے۔ راوی کا بیان ہے کہ ان کے پاس وہ آجائے گا اور وہ کہنے لگیں گے اے اللہ تعالیٰ اسکو ذلیل فرما اور وہ ان کو کہے گا اللہ تعالیٰ تم کو رحمت سے دور کر دیا ہے۔ تم میں سے ہر شخص کے واسطے اتنی (سزا) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا۔

(جب زمین میں سخت زلزلہ آجائے گا اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ الزلزال۔ ۱،۲)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں وضاحت کی فرمایا کہ نیچے سے حرکت پذیر ہوگی اور جتنے پیٹ کے اندر مردہ لوگ اور دفینے ہیں۔ سب کو باہر نکال لائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا۔ **یومئذ تحدث اخبارھا۔** (جس روز خود ہی یہ اپنی خبروں کو بیان کرے گی)۔

پھر فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ اسکی کیا اخبار ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا خبریں یہ ہیں کہ زمین کے اوپر جو کچھ ہر مرد اور ہر عورت نے کیا ہو گا۔ زمین اسکے عمل کی گواہی دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ ارشاد فرمایا زمین سے بچ کر رہو یہ ماں ہے تم لوگوں کی۔ تم جو بھی اچھا برا عمل اس پر کرو گے یہ وہ بتا دے گی (طبرانی شریف)۔

اللھم صل علی سیدنا محمد والہ اصحابہ وسلم

باب نمبر 36

محشر کا میدان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عیش کس طرح کی جا سکتی ہے. جبکہ صور پھونکنے والا اپنے منہ میں قرن لیے ہوتے ہے۔ سر کو جھکاتے ہوتے ہے اور کان لگا رکھے ہیں منتظر ہے کہ کب حکم ہو جاتے تو فوراً ہی بجا دوں۔

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے صور ہی قرن ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسرافیل علیہ السلام نے سنکھ (قرن) پر منہ لگایا ہوا ہے۔ سنکھ ایسے ہے جیسے بگل (Bugal) اور اس سنکھ کا منہ سب آسمانوں اور زمین کی گولائی کے برابر ہے نظر عرش پر لگی ہے اور منتظر ہے کہ جبھی حکم فرمایا جاتے فوراً صور پھونک دیا جاتے۔

صور پھونکا جاتے گا تو زمین و آسمان میں موجود ہر چیز پر صعقہ وارد ہو جاتے گا۔ یعنی شدید طور پر گھبرا کر ہر جاندار چیز مر جاتے گی ہاں جس کو اللہ چاہے گا وہ صعقہ سے محفوظ رہیگا۔ یعنی حضرت جبریل میکائیل، اسرافیل اور موت کا فرشتہ اول صعقہ سے بچے رہیں گے۔ اسکے بعد ملک الموت کو فرمایا جاتے گا کہ جبریل علیہ السلام پھر میکائیل علیہ السلام اور پھر اسرافیل علیہ السلام کی ارواح کو قبض کو لے۔ انکے بعد موت کے فرشتہ کی روح کو قبض کیا جاتے گا۔ صور اول مرتبہ پھونکی جانے کے بعد چالیس سال تک مخلوق برزخ کے عالم میں مردہ حالت میں رہے گی پھر اسرافیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا اور اس کو فرماتے گا کہ دوسری مرتبہ صور پھونکے:۔

ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون۔

(پھر اس میں دوبارہ پھونکا جاتے گا پس وہ دیکھتے کھڑے ہونگے۔ الزمر۔ ۶۸)۔

یعنی وہ دوسری مرتبہ اپنے پاؤں کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دوسری مرتبہ جب اٹھنا ہو گا تو صور کو پھونک مارنے والا فرشتہ آجائے گا۔ اس پر اپنا منہ رکھے گا ایک قدم آگے کی طرف بڑھالے گا دوسرے قدم کو پیچھے کی طرف کرلے گا اور منتظر ہو گا کہ پھونکنے کا حکم کب ہوتا ہے۔

پس تم خبردار ہو جاؤ۔ اب ذرا اس وقت کے بارے میں خیال کرو کہ دوبارہ اٹھنے کے وقت صعقہ کے ڈر کے باعث مخلوق کتنی ہراساں اور ذلیل اور درماندہ و عاجز ہوگی۔ منتظر ہوگی کہ انکے بارے میں کیا فیصلہ کیا جاتا ہے سعادت یا بد بختی۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندے تو نے بھی ان میں ہونا ہے بڑا عاجز اور سرگرداں۔ اور اگر اس دنیا کے اندر دولتمند اور فضول خرچیوں کا مرتکب ہو گا تو تجھے بھی یاد رہنا چاہیے کہ آخرت میں دیگر لوگوں سے بڑھ کر بادشاہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ یہ پاؤں کے نیچے پامال ہو رہے ہونگے۔ بادشاہ اور حاکم مانند چیونٹیوں کے۔ جنگلی جانور بھی جنگلوں سے آبادیوں میں اس روز آداخل ہونگے۔ پہاڑ گر پڑیں گے جانور لوگوں میں گھس رہے ہونگے حیرت زدہ و متحیر وہ صور کی آواز اور صعقہ کی شدت کی وجہ سے لوگوں سے دور بھاگ جانا ان کو یاد بھی نہ ہو گا۔ سب حیران و ششدر ایک دوسرے میں اختلاط کئے ہوتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واذا الوحوش حشرت۔ (جب وحوش کو اکٹھا کیا جائے گا۔ التکویر) پھر شیطانوں کو اور بڑے سرکشوں کو حاضر کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری سے نہایت خوفزدہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فو ربک لنحشر نھم والشیاطین ثم لنحضر نھم حول جھنم جثیا۔ (مریم۔ ۶۸)

(پھر قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ان کو اور شیطانوں کو اٹھالیں گے پھر ان کو دوزخ کے گرد زانوؤں کے بل حاضر کرلیں گے)

اب تم خود اپنے دلوں کا حال دیکھ لو کہ وہاں پر کیسا ہو گا اور یہ سوچ لیں کہ قیامت کے دن خلق برہنہ پا برہنہ بدن اٹھیں گے۔ تمام بغیر ختنہ کے ہوں گے اور میدان محشر ہموار اور سفید ہو گا۔ کوئی نشیب و فراز نہ ہو گا کہ انسان کو کسی چیز کی اوٹ میں چھپنے

کے گنجائش ہو سکتی ہو اور کوئی پستی بھی وہاں نہ ہو گی کہ اس میں ہی گر کر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو سکے۔ وہ زمین بالکل سپاٹ وسیع کھلی ہو گی۔ لوگ گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے۔ پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے قسم قسم کی مخلوق کو دور دور سے ایک مقام پر اکٹھا کر دیا کہ پہلی دفعہ صور پھونکی گئی۔ پھر دوسری مرتبہ نفخہ ہو گا تو اس روز دلوں کا خوفزدہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روز قیامت ایک سفید و صاف (ہموار میدان) میں لوگ محشور ہوں گے جس طرح کہ صاف سپاٹ ٹکیہ ہوتی ہے۔ اس میں کسی کے واسطے کوئی سایہ موجود نہ ہو گا اور یہ نہ سمجھیں کہ وہ زمین اس موجودہ زمین کی مثل ہو گی۔ اس کا صرف نام ہی زمین ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات**۔ (جس روز کہ زمین تبدیل شدہ دوسری آجائے گی اور آسمان۔ ابراہیم۔ ۴۸)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس میں کمی بیشی ہو گئی ہو گی۔ شجر و جبل تمام معدوم ہو جائیں گے۔ اس کی وادیاں اور ان میں موجود تمام اشیاء ختم ہو چکی ہوں گی اور عکاظی چمڑے کی مانند اسے بڑھا کر سفید کر دیا جائے گا جیسے کہ چاندی ایسی سفید کہ جس پر خون نہ گرا ہو اور اس پر کوئی گناہ بھی سرزد نہ ہوا ہو۔ آسمانوں کے سب سیارے، ستارے اور چاند سورج وغیرہ ختم ہو جائیں گے۔ اے مسکین تو بھی اس روز کے خوف و ہراس کو دیکھ۔ تمام مخلوق اس زمین پر جمع ہو گی تو اوپر سے آسمانی ستارے گر جائیں گے۔ سورج و ماہتاب بجھ گئے ہوں گے۔ ہر سمت اندھیرا ہو جائے گا۔ خلق کا حال یہ ہو گا کہ سروں پر آسمان پھٹ رہا ہو گا۔ اپنی موٹائی اور سختی کے باوجود وہ پانچ صد سال تک پھٹا ہی رہے گا۔ کسقدر ہیبتناک صورت حال ہو گی۔ مضبوط آسمان پھٹ پھٹ کر چاندی پگھلی ہوئی کی مانند بہنا شروع ہو جائے گا جس میں کہ زردی سی ہو جیسے کہ سرخ چمڑا ہوتا ہے اور آسمان یوں ہو گا جیسے پگھلا ہوا تانبہ ہوتا ہے۔ پہاڑ یوں اڑتے ہوئے ہوں گے جیسے روئی ہوتی ہے۔ خلق برہنہ پا اور برہنہ بدنوں کے ساتھ مانند پتنگوں کے حرکت کر رہے ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے لوگوں کو ننگے پاؤں برہنہ بدنوں کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ وہ پسینے میں غرق ہوں گے۔ پسینے کا پانی ان کے کانوں کی لو تک آیا ہوا ہو گا۔

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی روایت کردہ حدیث میں فرمایا ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سب ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہاں تمام لوگ (اپنی برہنگی سے) غافل ہوں گے۔ ہر شخص اس روز اپنے ہی حال میں ڈوبا ہوا ہو گا۔ وہ نہایت سخت روز ہے جس میں ستر کھلے ہوں گے۔ اس روز نظر و دھیان کیسے ہو سکتا ہے۔ لوگ تو اس حال میں ہوں گے کہ چہروں اور پیٹوں کے بل چل رہے ہوں گے۔ کسی اور جانب دیکھنے کا ہوش ہی نہ ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روز قیامت لوگوں کی تین اقسام ہوں گی۔ (۱) سوار۔ (۲) پیدل چلنے والے۔ (۳) چہروں کے بل چلنے والے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ چہروں کے بل کیسے چلیں گے۔ تو آپ نے فرمایا جس (اللہ تعالیٰ) نے ان کو پاؤں پر چلایا ہے اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ ان کو چہروں کے بل بھی چلائے۔

یہ تو عام انسانی فطرت ہے کہ جس چیز سے وہ مانوس نہیں ہوتا اس سے انکار کر دیتا ہے حتیٰ کہ اگر اس نے بڑی تیز رفتار لی پو سانپ کو حرکت کرتے ہوئے پیٹ کے بل دیکھ نہ لیا ہوتا تو بجز پاؤں کے کسی دوسری صورت میں چل سکنے سے انکار ہی کر دیتا بلکہ اس نے پاؤں پر چلنے کو نہ دیکھا ہوتا تو اسے بھی وہ بعید از عقل ہی تصور کرتا۔ لہذا دنیا پر قیاس کے ساتھ قیامت میں واقع ہونے والی کسی بھی بات سے انکار ہرگز نہ کریں کیونکہ اگر عجائبات دنیا تو نہ دیکھ چکا ہوتا اور پھر یہ تیرے سامنے کر دئے جاتے تو یقین ہے کہ تو ان کو ہرگز نہ مانتا۔

اب دل میں ذرا اس منظر قیامت کا تصور تو کرو کہ قیامت کا دن ہے تم وہاں بالکل ننگے ذلت کی حالت میں حیران و ششدر پریشان صورت کھڑے ہو اور منتظر ہو کہ

معلوم نہیں اب خوشخبری ملے گی یا کہ بدبختی ملتی ہے۔ یاد رکھو یہ نہایت ہی سخت معاملہ ہو گا اور یہ بھی سوچ لو کہ تمام مخلوق اکٹھی کی گئی ہو گی۔ میدان محشر میں تمام ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے جملہ ملائکہ تمام جنات و شیاطین جنگل کے تمامتر جانور درندے اور پرندے وغیرہ کا ایک بڑا ہجوم ہو گا۔ آفتاب پوری تمازت میں ہو گا۔ شدید گرمی ہو گی۔ نرمی وہاں کسی بات میں نہیں ہو گی۔ پھر وہ سروں کے نزدیک ہو جائے گا اور اس وقت سوائے عرش رب العالمین کے سائے کے، دیگر کوئی سایہ نہ ہو گا اور وہ سایہ صرف مقرب لوگوں کو نصیب ہو گا۔ بعض لوگ سایہ عرش میں اور دوسرے لوگ آفتاب کی شدید گرمی میں ہوں گے۔ غش کھا رہے ہوں گے شدید گرمی کی وجہ سے۔ اور گرمی کی بو سے بڑی تکلیف ہو رہی ہو گی نیز مخلوق اتنی زیادہ کہ دھکم پیل ہوتی ہو گی۔ پاؤں پر پاؤں پڑتے ہوں گے۔ پھر وہ شرمندگی و رسوائی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا شدید خوف، حرارت آفتاب، حرارت سانس اور آتش ندامت میں دلوں کی سوزش اور خوف وہراس سب کچھ وہاں ہو گا۔ ہر بال سے پسینہ بہتا ہو گا اور محشر کے میدان کی زمین پر گر رہا ہو گا اور بہہ رہا ہو گا (مانند سیلاب کے) عند اللہ جتنا بڑا درجہ برائی کے لحاظ سے کسی کا ہو گا اسی قدر وہ پسینہ میں غرق شدہ ہو گا۔ کسی کی کمر تک کسی کے کانوں تک ہو گا اور کچھ ایسے بدبخت بھی ہوں گے جو پورے غرق ہو کر رہ جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت میں اتنا پسینہ لوگوں کو آتا ہو گا کہ ستر باع زمین بھر جائے گی (یعنی ستر گز) اور ان کو لگام دیتا ہو گا۔ اور ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری و مسلم)۔ دیگر ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں گی جانب آسمان۔ چالیس سال تک تکلیف شدید کے باعث ان کا پسینہ لگام (منہ) تک آ جائے گا۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے روز آفتاب زمین کے زیادہ نزدیک ہو جائے گا زیادہ۔۔ لوگوں کا پسینہ آنے لگے گا۔ کچھ کو ایڑیوں تک، بعض کو گھٹنوں تک، بعض لوگوں کو

ان کی رانوں تک ، کچھ لوگوں کو ان کے کولھوں تک اور بعض کے منہ تک پسینہ آ جائے گا۔ پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ منہ کو لگام دے گا اور کچھ وہ ہوں گے جنہیں پسینہ غرق ہی کر دے گا اور یوں سر پر ہاتھ کیا۔

پس اے مسکین انسان محشر کے میدان میں اس پسینے اور تکلیف کا سوچ کہ کچھ لوگ پکار اٹھیں گے کہ اے پروردگار تعالیٰ ایسی پریشانی اور دکھ سے ہمیں رہا فرما خواہ ہم کو جہنم میں ہی ڈال دے۔ (یا الٰہی ہمیں ایسی صورت حال سے اپنی حفاظت ہی میں رکھنا تو بڑا ہی غفور رحیم اور کریم ہے)۔

(مندرجہ بالا) صورت حال وہ ہے کہ ابھی محاسبہ اعمال نہیں ہوا وہ اصل عذاب ابھی شروع نہیں ہوا۔ تم بھی ان تمام کے ساتھ شامل ہو اور تم کو معلوم نہیں کہ کہاں تک تمہارے پسینہ ہو گا۔ تم ابھی سوچ لو کہ جو پسینہ فی سبیل اللہ مشقت میں نہیں نکلتا حج، جہاد، روزے، صلوۃ اور حاجات مسلم کو پورا کرنے کے لیے چلنے میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی محنت میں نہیں بہتا وہ قیامت کے میدان میں ندامت و خوف کے ساتھ بہہ نکلے گا اور اس میں طویل پریشانی ہے۔ آدمی دھوکہ و جہالت سے اگر خود بچے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ عبادات کرتے ہوئے پسینہ بہانا زیادہ آسان اور تھوڑے وقت کے لیے ہے۔ بجائے قیامت میں اس دکھ اور انتظار والے پسینہ کے کیونکہ قیامت کا وہ روز نہایت سخت اور بڑا لمبا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم۔

باب نمبر 37

مخلوق کا فیصلہ کیوں کر ہو گا

حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم ہے۔ کہ کون مفلس ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم میں وہ مفلس ہے جو نہ درہم و دینار رکھتا ہے اور نہ اسکے پاس مال ہو زندگی کے لیے۔ آپ نے فرمایا میری امت کا وہ شخص مفلس ہے۔ جو روز قیامت صوم وصلوۃ اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا۔ لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر کوئی تہمت لگا چکا ہو گا۔ کسی کا مال کھالیا ہو گا۔ کسی کا خون اس نے بہایا ہو گا اور کسی کو پیٹا ہو گا۔ اسکے باعث اسکے نیک عمل اسے دے دیے جائیں گے۔ جتنے اس نے حقوق العباد غصب کیے ہوں گے۔ ان کی ادائیگی ہو جانے سے قبل ہی اسکی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ پھر ان کی برائیوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا۔ اور اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس روز کی وہ مصیبت سوچو۔ کہ اس کی ریا کاری اور اسکے شیطانی حیلوں کی وجہ سے اسکی کوئی بھی نیکی باقی نہیں بچے گی (ذرا سوچ لو)۔ کہ اگر لمبا عرصہ تو اپنی نیکی کو سنبھالے رکھے مگر تیری اس نیکی کو تیرے دشمن لے لیں (بہ سبب غیبت وغیرہ جو تو نے کی ہوگی)۔ اگر تو خود اپنا حساب لیتا رہے تو تو دیکھ لے گا کہ صوم وصلوۃ سب کچھ ادا کر کے بھی تو روزانہ مسلمانوں کی غیبت کرتا ہے۔ جو تیری کی ہوئی نیکیوں کے برابر نہیں (بلکہ ان سے کہیں بڑھ کر برائی ہے)۔

اپنی دیگر برائیوں کا تیرے پاس علاج کیا ہے حرام کھالیتے ہو مشکوک مال کھالیتے ہو۔ عبادات میں بھی تو کمی کرتا ہے۔ جس روز بغیر سینگ کے جانوروں کا بدلہ سینگ والے جانوروں سے لیا جانا ہے۔ تو اس روز اپنے کیے ہوئے ظلم و زیادتیوں سے کیسے چھوٹ سکے گا۔

حضرت ابو ذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دو بکریاں دیکھیں۔ جو ایک دوسری کو اپنے سینگوں سے مارتی تھیں۔ فرمایا اے ابو ذر کیا تجھے معلوم ہے کہ ایک دوسری کو سینگ کیوں مار رہی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہی علم میں ہے اور وہ روز قیامت ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وما من دآبۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔

(زمین میں جو بھی چوپایہ ہے اور پروں پر اڑنے والا ہر پرندہ ہے۔ تمہارے مانند وہ سب امتیں ہیں۔ (الانعام۔۳۸)۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ساری مخلوق، حیوان چلنے والے جاندار اور پرندوں وغیرہ سب کو محشور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ عدل فرمائے گا۔ سینگ والی سے بدلہ لے گا بغیر سینگ والی کا اسکے بعد (بجز انس و جن کے) تمام کو حکم فرمائے گا۔ کہ مٹی ہو جاؤ اس وقت کافر بھی کہنے لگے کاش میں بھی مٹی ہی بن جاتا۔

اے مسکین! تو سوچ تو اس روز کس حال میں ہو گا اگر نامہ اعمال تیرے میں نیکیاں نہ ہوئیں تو طویل ابتلا ہو گی تو اپنے نیک اعمال کو یاد کرے گا اور وہ کہیں گے کہ ہم تو تمہارے دشمن کے کھاتے میں ڈال دیے گئے ہیں۔ اور تو دیکھے گا کہ تیرا کھاتہ اعمال برے اعمال سے بھرپور ہے اور تجھے بڑی لمبی مشقت اٹھانی پڑے گی۔ تو کہے گا اے میرے پروردگار میں نے یہ برے اعمال نہ کیے تھے۔ تو تجھے بتایا جائے گا کہ یہ ان کے نامہ اعمال سے تمہارے کھاتے میں آئی ہیں۔ اس قوم سے جن کی تو نے غیبت کی تھی۔ (اب) یہ انکی نیکیاں ہیں تو نے اسے گالی دی تھی۔ اس کو رنج پہنچایا۔ ان کا تو پڑوسی تھا ان کو بیہودہ طریقے سے خطاب کرتا تھا۔ ان سے جھگڑتا تھا اور یوں ان پر تو زیادتی کرتا تھا یعنی سارے معاملات میں ظلم وستم بیان کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے

فرمایا ہے۔ عرب کے علاقہ میں بت پرستی کے بارے میں شیطان اب ناامید ہو چکا ہے۔ مگر تم سے وہ اس امر میں خوش ہوتا ہے۔ کہ تم چھوٹے چھوٹے جرائم کا ارتکاب کرو اور یہی ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ لہذا تم حتی الامکان ظلم کرنے سے بچے رہو۔ قیامت کے روز ایک شخص پہاڑوں کے برابر نیک اعمال کے ساتھ پیش ہوگا اور اسکی نیکیاں اسکی نظروں کے سامنے ہی اس کو چھوڑ دیں گی۔ ایک شخص آکر عرض کرے گا۔ اے رب تعالیٰ مجھ پر فلاں شخص نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسی قدر اسکے نیک اعمال تم لے لو۔ یوں اسکی نیکیاں ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ اسکے حق میں اس کی یوں مثال ہے کہ چند مسافر لوگ کسی جنگل میں اتریں انکے پاس ایندھن نہیں وہ ایندھن جمع کریں اور اچھی طرح سے آگ جلائیں اور سارا ایندھن ختم کر دیں۔ مراد یہ ہے کہ معاصی کا مرتکب جو دوسروں پر ظلم کرتا ہے۔ یوں اپنی نیکیوں کو کھو بیٹھتا ہے جب اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا۔

انک میت وانھم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون۔

(بے شک تم نے انتقال کرنا ہے اور بے شک انہوں نے بھی مرنا ہے۔ پھر بے شک قیامت کے روز اپنے رب کے پاس تم جھگڑو گے)۔

تو حضرت زبیر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا جو نتائج دنیا کے اندر معاصی کے ہیں وہ دوبارہ پھر آخرت میں بھی ہوں گے۔ آنحضرت نے فرمایا ہاں یہ مقدمات دوبارہ بھی ہوں گے۔ تم ہر حق والے کا حق ادا کر دو۔ حضرت زبیر نے عرض کیا اللہ کی قسم یہ تو بہت سخت معاملہ ہے۔ یہ کتنی سخت بات ہے کہ ایک قدم بھی کوئی شخص درگذر نہ کرتا ہوگا۔

حضرت انس نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو میں نے ارشاد فرماتے خود سنا ہے۔ کہ اس دن خلق کو بھوک اور برہنگی میں اللہ تعالیٰ محشور فرمائے گا۔ راوی نے کہا ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ انکے پاس کیا چیز ہوگی۔ تو فرمایا کچھ بھی نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ آواز دے گا جو دور والے کو بھی اسی طرح سنی جائے گی۔ میں ہوں بادشاہ۔

میں ہوں حساب لینے والا۔ کسی جنتی کو بھی جنت میں جانے کی اجازت نہیں تا آنکہ اس پر کسی جہنمی کا حق (واجب الادا) ہو۔ جب تک کہ اس سے بدلہ نہ لے لوں خواہ وہ ایک چپت کا ہی حق ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ وہاں ہماری حالت کیا ہوگی لوگ تو برہنہ اور خالی ہاتھ ہوں گے تو آنحضرت نے فرمایا نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ بدلے لیے اور دیے جائیں گے۔

پس اے بندگانِ خدا لوگوں پر ظلم کرنے سے ڈرتے رہو اور ان کا مال غصب کرنے انکی عزت تباہ کرنے اور انکے دلوں کو رنج پہنچانے اور انکے ساتھ میل جول میں برا برتاؤ رکھنے سے خود کو بچاتے ہی رہو۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندے کے درمیان مخصوص رابطہ ہوتا ہے۔ معفرت تیزی کے ساتھ آجاتی ہے اور جس شخص کے ذمہ لوگوں کے حقوق جمع ہو جائیں وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے۔ لیکن حقوق والوں سے حقوق کی معافی چاہنا اگر ناممکن یا دشوار ہو تو وہ نیکیاں بہت زیادہ کرے اور اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بالکل خاموش رہتے ہوئے ہی حقوق والوں کو کچھ نیکیاں دیتا رہے اور مخلصانہ کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کام کا علم رکھتا ہو۔ ممکن ہے یوں کرنے سے قرب الٰہی حاصل ہو جائے اور ایمانداروں کو نیکیاں منتقل کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ لطف و کرم فرماتے ہوئے حقوق والوں سے اسکو معاف کرا دے۔ جیسے کہ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما تھے تو (صحابہ کرام کا بیان ہے کہ) ہم نے دیکھا کہ آنحضرت ہنسے اور آپ کے دندان مبارک دکھائی دیے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ نثار۔ آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے میرے دو امتی گھٹنوں کے بل (حاضر) ہوں گے۔ ایک عرض کرے گا یا رب مجھ پر کیے گیے ظلم کا بدلہ میرے بھائی سے لے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ ظلم کا بدلہ اپنے بھائی کو دو وہ عرض کرے گا۔ اے پروردگار میرے پاس اب کوئی نیکی باقی نہیں رہ گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اس کے پاس تو نیکی کوئی باقی ماندہ نہیں ہے۔ اب تو کیا کرے گا تو وہ عرض کرے گا اے رب

تعالیٰ میرے معاصی وہ لے لے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اس دعویدار کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اپنا سر اوپر اٹھا کر جنت کو دیکھ وہ سر اوپر اٹھائے گا اور کہے گا۔ اے پروردگار تعالیٰ یہ شہر ہیں چاندی کے اونچے سونے سے بنائے گئے محلات ہیں جو موتیوں کے ساتھ چمکتے ہیں۔ انکو کونسے نبی یا کون سے شہید یا کون سے صدیق کی خاطر بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ اسکے واسطے ہیں جو انکی قیمت مجھے ادا کردے۔ وہ عرض کرے گا کون ہے جو انکی قیمت تجھے ادا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تو قیمت دے سکتا ہے وہ کہے گا کیا قیمت ہے تو ارشاد ہو گا۔ اپنے بھائی کو معافی دے دینا۔ اس پر بندہ عرض کرے گا میں نے اس کو معاف کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور جنت میں داخل کر دو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اپنے تعلقات کو درست کر لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان لوگوں کی اصلاح فرماتا ہے۔

یہ سب ہماری آگاہی کے لیے ہے کہ اخلاق الٰہیہ کو اپنانا چاہیے۔ (یعنی عفو و کرم کرنا) اور یہ ہی ہے آپس میں تعلقات کی اصلاح کرنا اور جملہ اخلاق اسی طرح اصلاح والے ہونے ضروری ہیں۔ اب ذرا غور کرو کہ اگر تمہارے اعمالنامے میں گناہ اور ظلم نہ ہوں اور تجھے کرم فرماتے ہوئے معاف فرما دیا جائے اور تجھے یقین ہو جائے کہ کامیابی ہو گئی ہے۔ تو تجھے کتنی خوشی ہوگی۔ کہ تو عدالت سے کامیاب نکلا اور رضامندی حاصل ہو گئی۔ ایسی سعادت کے بعد کبھی بد بختی نہ ہوگی۔ نعمت پھر زوال پذیر نہ ہوگی تو اس لمحے تیرا دل مسرت و شادمانی کے باعث اڑنے کو تیار ہو گا۔ تیرا چہرہ سفید چمکتا ہو گا۔ مانند بدر منیر کے اب تو تمام لوگوں کے سامنے نازاں و فرحاں سبک خرام ہو گا۔ تیرے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت و رضامندی کی چمک ہوگی۔ اگلے پچھلے سب تجھ کو دیکھ رہے ہوں گے اور تیرے حسن و جمال پر رشک کناں ہوں گے۔ تیرے آگے اور پیچھے ملائکہ چل رہے ہوں گے۔ اور سب کی موجودگی پکارتے ہوں گے۔ یہ فلاں ہے بیٹا فلاں

کا اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور اسے راضی کر دیا اس نے وہ سعادت پالی کہ اس کے بعد کبھی بد بختی نہیں ہے۔

پس اے بندہ خدا! اس طرح کا مقام تجھے نصیب ہو جائے تو یہ اس مرتبہ سے کہیں افضل ہے۔ جو تو تلاش کرتا ہے۔ دنیا والوں سے ریا کاری اور ظاہری زیب و زینت کے ذریعے اور اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ آخرت میں حاصل ہونے والے اس مرتبہ کے مقابل یہ دنیوی مرتبہ تو ہیچ ہے تو پھر تو اپنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑے پر خلوص انداز میں اپنے معاملہ کو صحیح کر کیونکہ ایسا کیے بغیر وہ مرتبہ پانا ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ تیرے نامہ اعمال میں وہ گناہ ہوں جو تو نے معمولی سے جانے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو سخت معاملہ ہے تو وہ تجھ پر سخت ناراض ہو گا اور کہے گا اے بندے تجھ پر لعنت مجھے تیری عبادت بھی قبول نہیں ہے۔ جب تو یہ سنے گا تو تیرا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ چونکہ تجھ پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گا۔ لہذا فرشتے بھی تیرے لیے غضبناک ہوں گے وہ بھی تجھ پر لعنت کریں گے اور تمام مخلوقات کی بھی لعنت کہیں گے۔ تو فوراً عذاب کے فرشتے آگے آئیں گے جو اللہ تعالیٰ کے غضبناک ہونے کے باعث وہ بھی غضبناک ہوں گے۔ تیرے ساتھ سخت برتاؤ کریں گے۔ خوفناک صورت میں ہوں گے تجھے تیری پیشانی سے پکڑے ہوتے چہرے کے بل گھسیٹ کر لے جا رہے ہوں گے۔ لوگوں کو تیری ذلت اور تمہارا سیاہ چہرہ دکھائی دے رہا ہو گا۔ تو شور مچا رہا ہو گا ہائے ہلاک ہو گیا اور ملائکہ تجھے کہتے ہوں گے۔ آج ایک ہلاکت نہیں بلکہ متعدد ہلاکتیں ہیں۔ فرشتے آواز بلند کریں گے یہ فلاں ہے بیٹا فلاں اسکی ذلت و رسوائی اللہ تعالیٰ نے سر عام واضح کر دی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسکے گناہوں کی وجہ سے لعنت فرمائی ہے۔ اسکے لیے ایسی بد بختی ہے کہ کبھی سعادت نہ ملے گی۔

بعض اوقات آدمی خفیہ گناہ بھی کرتا ہے تاکہ لوگ نہ دیکھیں یا اس واسطے کہ لوگ اس کو نیک ہی جانتے رہیں یا کہ خلق میں رسوائی نہ ہو۔ یہ شخص کتنا بڑا جاہل ہے کہ لوگوں میں رسوا ہونے سے دنیا میں خوفزدہ ہے۔ اور آخرت میں بہت بڑی رسوائی سے نہ فرزدہ

نہیں جو ختم ہی نہ ہوگی۔ جبکہ ساتھ غضب الٰہی اور سخت عذاب بھی ہوگا۔ اور عذاب والے فرشتے اس کو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لے جائیں گے۔ اے انسان اس طرح کا حال ہے تیرا پھر بھی تجھے خطرے کا کوئی احساس نہیں ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 38

مال کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:۔

یایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون۔ (المنافقون۔۹)۔

(اے ایمان والو تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جن لوگوں نے ایسا کیا وہ ہی خسارے میں ہیں۔

دیگر ایک قوم پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

انما اموالکم و اولادکم فتنتہ واللہ عندہ اجر عظیم۔

(بلا شبہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ (التغابن۔۱۵)۔

۔اور جو شخص رضائے الہی اور جنت کی بجائے مال اور اولاد کو زیادہ محبوب جانے وہ بڑے گھاٹے میں رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا۔

(جو دنیا کی زندگی اور اسکی زیب و زینت چاہے۔ ھود۔۱۵)۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں:۔

الھکم التکاثر۔

(کثرت کی طلب نے تم کو غافل بنا دیا)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مال و جاہ کی حب دل میں نفاق پیدا کرتی ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بکریوں کے ریوڑ میں دو بھیڑیے

اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مسلمان شخص کے دین میں حب مال و جاہ نقصان دہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے مال کی کثرت کے طالب ہلاک ہو گئے۔ سوائے اس کے کہ جنہوں نے بندگان خدا پر مال خرچ کیا۔ اور یوں کہا اور وہ قلیل ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت میں کیا خرابی ہے۔ تو آنحضرت نے فرمایا مالدار لوگ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ تم لوگوں کے بعد ایسی قومیں ہوں گی۔ وہ دنیا کی بہت عمدہ اور مختلف نعمتیں کھاتی ہوں گی۔ حسین ترین عورتوں سے نکاح کریں گے۔ نہایت عمدہ اور قسم قسم کے لباس زیب تن کریں گے۔ تھوڑے کے ساتھ ان کے شکم بھریں گے نہیں اور نہ ہی ان کے دل کثرت پر قناعت پذیر ہوں گے۔ دنیا پر ہی ٹوٹ پڑیں ہیں دنیا پر شب و روز دل دیے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کو اپنا خدا بنائے بیٹھے ہوں گے۔ بجائے رب تعالیٰ کے انہوں نے دنیا کو اپنا رب بنایا۔ دنیا کے لیے ہی ان کی تمام تر جدو جہد محدود ہو کر رہ گئی ہوگی۔ اپنی خواہشات پر ہی عامل ہوں گے۔ پس محمد بن عبداللہ کا تمہیں سخت ترین حکم یہ ہے کہ جو شخص وہ زمانہ پائے اور ان لوگوں کو دیکھ لے ان کو سلام مت کرے۔ ان کے مریضوں کی عیادت نہ کرے ان کے جنازے میں شامل مت ہو۔ ان کے بڑوں کا ادب و تعظیم مت کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا (یعنی سلام و تعظیم وغیرہ) تو (جان لو کہ) اس نے اسلام کو منہدم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ترک کر دو دنیا داروں کے حق میں۔ وہ شخص اپنی موت ہی لیتا ہے جو بقدر حاجت سے زیادہ لیتا ہے۔ لیکن اسے شعور نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابن آدم میرا مال میرا مال کہتا رہتا ہے حالانکہ تیرا مال تو اتنا ہی ہے۔ جو تو نے کھا لیا اور ختم کر دیا یا پہنا اور بوسیدہ کیا یا صدقہ کیا اور آگے بھیج دیا۔

جناب رسول کریم کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں موت کو

پسند نہیں کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا مال تو آگے بھیج دے کیونکہ مومن کا دل اسکے مال کے ساتھ ہوتا ہے مال آگے بھیجا ہو گا تو خود بھی چاہنے لگے گا کہ اس مال کے ساتھ جا ملے اور اگر پیچھے ہی چھوڑ دیا تو وہ بھی اسکے ساتھ پیچھے رہنا پسند کرے گا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ تین دوست ہیں ابن آدم کے۔ ایک وہ جو اسکی روح قبض کیے جانے تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرا قبر تک رہتا ہے اور تیسرا محشر کے میدان تک ساتھ رہتا ہے۔ روح قبض ہونے تک مال ساتھ رہتا ہے۔ قبر تک اسکے اہل و عیال ہوتے ہیں اور میدان محشر تک اس کا عمل جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حواریوں نے عرض کیا۔ آپ پانی پر کیوں کر چل لیتے ہیں۔ ہمیں یہ قدرت حاصل نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے نزدیک درہم و دینار کا مرتبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے نزدیک یہ دونوں اور مٹی کے ڈھیلے یکساں ہیں۔

حضرت ابو الدرداء کی طرف حضرت سلمان فارسی تحریر کیا اے برادر اتنی دنیا اکٹھی کرنے سے باز رہو کہ جس کا شکر تو ادا نہ کر سکے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد میں نے سنا ہے۔ کہ دنیا والے کو سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کا مطیع رہا ہو گا اور اس کا مال بھی اسکے سامنے موجود ہو گا۔ وہ پل صراط پر چلنے کے وقت کہے گا جا تو نے میرے اندر سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا۔ اسکے بعد دوسرے دنیا دار کو لائیں گے۔ جس نے مال میں اطاعت الٰہی نہ کی ہو گی۔ اسکے کندھوں کے درمیان اس کا مال بھی موجود ہو گا۔ وہ پل صراط پر چلنے لگے گا۔ تو اس کا مال اسے کہے گا برباد ہو تو۔ کیونکہ تو نے میرے اندر اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کیا تھا ہو یوں ہی کہتا رہے گا اور دعائے ہلاکت و تباہی مانگتا رہے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ جس وقت پر مرنے لگتا ہے۔ تو ملائکہ کہتے ہیں۔ کہ تو نے آگے کیا کچھ بھیجا ہوا ہے۔ جبکہ لوگ اس وقت کہا

کرتے ہیں کہ کیا کچھ ترکہ ہے اس کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جاگیریں قائم نہ کرو ورنہ تم کو دنیا کے ساتھ محبت ہو جائے گی۔

منقول ہے کہ کسی آدمی نے حضرت ابو الدرداء کے ساتھ کچھ برا سلوک کیا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ یا الہی مجھ سے بد سلوکی کرنے والے کے بدن کو تندرست ہی رکھ اسے طویل عمر دے اور مال زیادہ اسکو عطا کر دے۔ اس دعا پر غور کرو کہ مال کی زیادتی کے ساتھ لمبی عمر اور تندرستی کو بڑی آفت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسکے سبب اس کا سرکش ہو جانا ضروری ہے۔

حضرت علی اپنے ہاتھ پر درہم رکھے ہوئے تھے اور فرمایا اگر تو مجھ سے نہ گیا تو فائدہ نہ دے گا۔ (مراد یہ ہے کہ فی سبیل اللہ صرف نہ ہوا تو کچھ فائدہ نہیں تجھ سے)۔

منقول ہے کہ حضرت عمر نے ہدیہ بخدمت جناب ام المومنین زینب بنت جحش ارسال کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ ان کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی خدمت میں حضرت عمر بن خطاب نے بھیجا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے۔ پھر آپ نے اپنا دوپٹہ پھاڑا اس کی تھیلیاں بنائیں اور وہ مال اہل بیت اور رشتہ داروں اور یتامیٰ میں تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اس برس کے بعد مجھے عمر سے ہدیہ نہ ملے پس یہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی برس میں وصال پا گئیں۔

اور حضرت حسن نے فرمایا اللہ کی قسم جس شخص نے درہم کی تعظیم روا رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل و رسوا کیا اور یہ بھی ایک قول ہے۔ کہ درہم و دینار کو جب بنایا گیا تھا۔ تو ان کو اٹھا کر ابلیس نے ماتھے پر رکھ لیا اور ان کو چومایوں کہتے ہوئے کہ تم سے جو محبت کرے گا۔ وہ میرا صحیح غلام بنے گا۔

اور حضرت سمیط بن عجلان رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ درہم و دینار کفار کے لیے لگامیں ہیں۔ ان کو آگ کی جانب ان کے ساتھ ہی چلایا جائے گا۔ اور حضرت یحیی بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ درہم بچھو ہے اس کا منتر صحیح اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اسے

ہرگز نہ لیں۔ تمہیں اس نے ڈنگ مار دیا تو یہ ہی اس کا زہر ہے۔ اور حضرت علاء بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ دنیا شکل اختیار کر کے میرے سامنے آئی۔ ہر طرح سے خوب زیب و زینت کیے ہوئے تھی۔ میں نے کہا تیری شر سے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں (اس نے مجھے کہا) اگر تجھے یہ عزیز ہے کہ تو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہی رہے تو درہم و دینار سے متنفر رہو۔

یہ اسوجہ سے ہے کہ تمام تر دنیا درہم و دینار ہی ہیں۔ اس لیے کہ انہی کے ذریعے ہر قسم کی دنیا حاصل ہوتی ہے۔ ان سے صبر کر لینے والا دنیا سے صبر کر گیا۔ اور ایک شاعر اس بارے میں یوں کہتا ہے۔

لا یغرنک من المرء قمیص رقعہ
او ازار فوق عظم الساق رفعہ

(کوئی شخص تجھے دھوکہ نہ دے کہ اسکی قمیض میں پیوند لگے ہوئے ہوں یا موٹی پنڈلی سے اوپر اسکا تہبند ہو)۔

او جبین لاح فیہ اثر قد خلعہ
ارہ الدرھم تعرف حبہ او ورعہ

(یا ماتھے پر سجدے کے نشان پڑے ہوں اس کو درہم دکھا دو تو پہچان لو گے دنیا سے اسکی محبت یا اس کا تقویٰ)۔

● دیگر ایک شاعر اس طرح سے کہتا ہے۔

انی وجدت فلا تظنوا غیرہ
ان التورع عند ھذا الدرھم
فاذا قدرت علیہ ثم ترکتہ
فاعلم بان تقاک تقوی المسلم

(میں نے پا لیا ہے اسکے علاوہ نہ سوچنا۔ فی الحقیقت اس درھم کے وقت ہی پرہیز گاری ہے۔ جب وقت تم کو قدرت ہو جائے اس درہم پر پھر اس کو ترک کر دو

تو جان لو کہ تیری پرہیز گاری ایک مسلمان والا تقویٰ ہے)۔

اور حضرت مسلمہ بن عبدالملک کے متعلق نقل کیا گیا ہے۔ کہ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ جب وہ قریب الوفات تھے۔ اور ان کو کہا اے امیر المومنین آپ نے وہ کام کر دیا جو آپ سے پیشتر کسی نے نہ کیا۔ آپ اپنی اولاد دریں حالت چھوڑے جاتے ہیں۔ کہ انکے پاس کوئی درہم و دینار نہیں ہیں۔ اور یہ معلوم رہے کہ آپ کے تیرہ بچے تھے۔ حضرت عمر نے جواب دیا مجھے بٹھاؤ۔ ان کو بٹھا دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تمہاری یہ بات کہ بچوں کے واسطے میں کوئی درہم یا دینار چھوڑ کر نہیں جارہا۔ تجھے یاد رہے کہ میں ان کا حق غصب نہیں کیا نہ ہی دیگر لوگوں کا حق ان کو دیا ہے۔ میرے بچے دو طرحوں میں سے ایک طرح کے ہوں گے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت گذار ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی ان کے واسطے کافی ہو گا اور یا وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے بارے میں میں پرواہ نہیں کرتا کہ ان کا کیا بنا۔

روایت ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی کو بہت سا مال مل گیا تو ان کو کسی شخص نے کہا کہ یہ مال اپنے بیٹے کے واسطے جمع رکھ چھوڑیں۔ انہوں نے فرمایا۔ ہرگز نہیں یہ مال میں اپنے پروردگار کے پاس بھیجتا ہوں اور اپنے بچے کے واسطے میں اپنے رب تعالیٰ کو رکھوں گا۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے ابو عبداللہ کو کہا کہ یوں نہ کرنا کہ خود تو اپنے ساتھ برائی لیے ہوئے جاؤ اور اپنی اولاد کو بھلائی کے ساتھ پیچھے چھوڑ جاؤ۔ پس ابو عبداللہ نے اسی وقت اپنے مال میں ایک لاکھ درہم فی سبیل اللہ تقسیم کر دیے۔

اور حضرت یحییٰ بن معاذ نے فرمایا ہے کہ دو مصیبتیں وہ ہیں جو نہ اہل سلف نے سنیں نہ اہل خلف نے جو کہ مالدار انسان پر موت کے وقت وارد ہوتی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہیں تو فرمایا اس کا تمام مال اس سے لے لیا جاتا ہے اور پھر تمام مال کا حساب بھی لیا جاتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ و بارک و سلم

باب نمبر 39

اعمال و میزان و عذاب و ثواب

اے میرے بھائی روز قیامت اعمال کی میزان اور دائیں یا بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جانا ہرگز نہ بھول کیونکہ سوال و جواب ہونے کے بعد تین اقسام کے لوگ ہوں گے۔

(1) یہ گروہ ایسے افراد کا ہو گا۔ جن کے پاس نیکی کوئی نہ ہوگی۔ تو دوزخ میں سے ایک سیاہ رنگ کی گردن بر آمد ہو کر پرندوں کے دانہ چننے کی مانند ان لوگوں کو اخذ کرے گی اور ان کو لپیٹتے ہوتے اچک لے گی پھر دوزخ میں جا پھینکے گی۔ ان کو آتش دوزخ خود میں جذب کرے گی پھر ان کے متعلق ایک آواز آئے گی یہ ازلی بد بخت لوگ ہیں جن کو کبھی سعادت نصیب نہ ہوگی۔

(2) دوسرا گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہو گا۔ جن کی کوئی برائی نہیں ہوگی۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا تو وہ لوگ اٹھیں گے۔ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کیا کرتے تھے اور وہ جنت کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ پھر ایسے ہی قیام اللیل کرنے والوں (تہجد گذاروں) کے واسطے ندا ہوگی۔ ازاں بعد تجارت میں کاروبار کے دوران ذکر اللہ سے غفلت نہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔ وہ بھی جنت کو چلے جائیں گے۔ ان سب کے متعلق آواز دی جائے گی یہ خوش بخت لوگ ہیں جنہیں کبھی بد بختی نہ ہوگی۔

(3) اس تیسرے گروہ میں لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ جو نیک و برے اعمال کرتے رہے اور انکے بعض اعمال لوگوں سے چھپے بھی رہے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ تھے۔ ان کے نیک اعمال زیادہ ہوں گے یا برے اعمال جو وزن کر کے اللہ تعالیٰ دکھادے گا۔ تاکہ اگر معافی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے اور سزا ہوئی تو عدل الٰہی سامنے آجائے۔ پس صحیفے اور اعمالنامے اڑتے ہوں گے۔ جن میں نیک و بد اعمال درج ہوں

گے۔ میزان قائم کردی جائے گی۔ نظریں اعمالناموں پر لگی ہوں گی کہ دیکھیں داہنے ہاتھ میں آتے ہیں یا کہ بائیں ہاتھ میں۔ ازاں بعد میزان کا کانٹا مد نظر ہوگا کہ دیکھ لیں کونسا پلڑا زیادہ وزنی ہے۔ نیکیوں والا یا کہ برائیوں والا یہ نہایت کیفیت خوف ہوگی۔ مخلوق کو اس بابت ہو رہی ہوگی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سر قدس ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود مبارک میں تھا۔ سیدہ کو آخرت کی یاد آگئی اور رو پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رخ مبارک پر انکے آنسو گرے آپ جاگے اور دریافت فرمایا۔ اے عائشہ تو کیوں روتی ہے عرض کیا آخرت کی یاد آئی ہے کہ کیا روز قیامت آپ اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے۔ فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تین مقامات ہیں کہ جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ بجز اپنی جان کے۔

(۱) جس وقت میزان قائم ہو گئی تاکہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ وزن کم ہوا ہے یا کہ زیادہ۔ اتنا جتنا کہ ایک اونٹ کے پہلو پر تل ہو یا چوپائے کے بازو پر کوئی داغ ہو۔

پس اے غفلت شعار انسان! تو نفس سے فریب زدہ ہے۔ دنیا کے کاموں میں محو ہو کر رہ گیا ہے تو کنارہ مرگ پر ہے۔ جو چیز تو چھوڑ کر جانے والا ہے۔ اسکے بارے میں سوچنا ترک کر دے اور اس کا سوچ جہاں تو جانے کو ہے۔ کیونکہ تو یہ اطلاع پا چکا ہے کہ تمام لوگوں کے وارد ہونے کی جگہ ہے وہ دوزخ۔

و ان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا۔

(اور کوئی ایسا نہیں تم میں سے مگر یہ کہ اسکو گذرنا ہے اس پر۔ یہ تمہارے حتمی طور پر مقرر ہے پھر ہم متقی لوگوں کو نجات دیں گے اور ظالم لوگوں کو اس کے اندر گھٹنوں پر پڑے ہونے ہی چھوڑ دیں گے) (مریم، ۷۱،۷۲)۔

پس یقینی امر ہے کہ تم نے اس میں جانا ہے۔ لیکن اپنی نجات مشکوک ہی ہے۔ پس

اس جانے کا بھی ڈر رکھو کہ نجات کے لیے فکر کر سکو۔ مخلوق کا حال سوچو جو قیامت کے آلام و مصائب میں پڑے ہوں گے پریشان حال کھڑے ہوں گے۔ کسی سفارش یا خبر کے منتظر ہوں گے کہ جرم کرنے والوں کو گھیر لیا جائے گا۔ اندھیرا تہ در تہ طاری ہو جائے گا۔ ان کے شعلوں نے سایہ کر لیا ہو گا۔ آگ کا شور اور گڑگڑاہٹ سنائی دیگی۔ جو شدید غضبناک پھٹ رہی ہوگی۔ تو مجرم لوگوں کو اپنی ہلاکت یقینی محسوس ہوتی ہوگی۔ عاصیوں کی جماعتیں اپنے گھٹنوں پر گر جائیں گی یہاں تک کہ نیک لوگوں کو بھی برے انجام کا خدشہ ہو گا۔ پھر عذاب کا ایک فرشتہ ندا کرے گا۔ فلاں شخص بیٹا فلاں کا دنیا میں طول امل میں پڑا رہا اور یوں اپنی زندگی برباد کر دی۔ لوہے کے ہنٹر لیے ہوئے اسکی جانب آئیں گے اور اسکو گھسیٹ کر سخت عذاب میں لے جائیں گے پھر دوزخ کی گہرائی میں ڈال دیں گے۔

(2) دوسرا مقام وہ ہے جس وقت اعمالنامہ ملے گا جب تک کہ یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ دائیں ہاتھ میں مل رہا ہے یا کہ بائیں میں۔

(3) اور تیسرا مقام پلصراط کے پاس ہونے کا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز قیامت بنی آدم کو میزان کے دونوں پلڑوں کے سامنے لا کھڑا کریں گے۔ اس پر ایک فرشتہ متعین ہو گا۔ اگر نیکیوں والا پلڑا زیادہ وزنی نکلا تو وہ فرشتہ ندا کرے گا جو تمام مخلوق سن رہی ہوگی۔ فلاں شخص خوش بخت ہو گیا۔ اس پر اب کبھی بد بختی نہ ہوگی۔ اگر نیکیوں کا پلڑا ہلکا ثابت ہوا تو فرشتہ ندا کرے گا فلاں آدمی بد بخت ہے اب وہ کبھی بھی خوش بخت نہ ہو گا۔ نیکیوں والا پلڑا ہلکا نکلنے پر اسکے سامنے عذاب کے فرشتے آ جائیں گے۔ ہاتھوں میں لوہے کے ڈنڈے لیے ہوئے اور آتشیں لباس میں۔ پس ایسے لوگ آگ اور آگ کا عذاب پائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت جس میں کہ آدم علیہ السلام بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آواز دے گا۔ اے آدم اٹھ اور دوزخی گروہ کو بھیج آدم

علیہ السلام عرض کریں گے۔ جہنمی گروہ کتنا بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتاتے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانویں (999) ہیں۔ یہ قول پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم سن کر صحابہ شدید مغموم ہو گئے۔ ہنسی جاتی رہی شدید غم کو ملاحظہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ عمل کرو اور خوش ہو جاؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تمہارے ساتھ اور بھی دو مخلوق ہیں جو شمار میں دیگر کسی کے ساتھ نہ تھیں۔ انکو ہم زیادہ کر دیں گے۔ ان کے ساتھ جو بنی آدم کے ساتھ والوں یا ابلیس کی اولاد کے ساتھ ہیں سے ہلاک ہو گئیں۔ صحابہ نے گذارش کی کہ وہ دو کون ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ یاجوج اور ماجوج ہیں۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ پھر صحابہ کرام کا غم رفع ہوا۔ آنجناب نے فرمایا کہ عمل کرو اور خوش ہو جاؤ مجھے سوگند ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

ذق انک انت العزیز الکریم۔

(چکھ، تو۔ بے شک بڑا معزز اور مکرم ہے۔ الدخان۔ 49)۔

وہ انہیں ہمیشہ کیلیے تنگ اطراف والے مکان میں لے جا کر قید کریں گے۔ جہاں ہلاکتیں ہوں گی، دوزخ بھر کا دیا جائے گا۔ مشروب ابلتا ہوا پانی ہو گا ان کے دوزخی ٹھکانے کا نام جحیم ہو گا۔ عذاب دینے والے فرشتے انہیں ہنٹر مارتے ہوں گے اور ان کو ہاویہ جمع کرے گا وہ آرزو کریں گے کہ مر جائیں مگر نجات نہ ہو گی۔ ان کے پاؤں کو ہاتھوں کے ساتھ جکڑ دینگے۔ معاصی کی ظلمت کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ہر طرف شور پڑا ہو گا کہ اے مالک ! ہمارے واسطے عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اے مالک یہ لوہے بہت زیادہ وزن کے ہیں۔ اے مالک ہماری جلدیں پک چکی ہیں۔ اے مالک ہمیں یہاں سے باہر نکال دے۔ اب کے بعد ہم کبھی برا عمل نہ کریں گے۔ عذاب کے فرشتے کہیں گے۔ نہیں تم کو امان نہیں ہے۔ ذلت و رسوائی کے گھر سے باہر جانے کی کوئی راہ نہ ہے۔ اس کے اندر ذلیل ہو جاؤ اور مت بولو۔ تم کو اگر نکال بھی دیا جائے تو تم وہی کچھ

پھر کرو گے جو منع کیا گیا ہے۔ پھر وہ ناامید ہو جائیں گے اور بہت متاسف ہوں گے کہ کیوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ مگر اب ندامت سے چھٹکارا نہ ہو گا۔ افسوس کرنا بھی بے فائدہ ہی ہو گا۔ بلکہ جکڑے ہوئے ہی منہ کے بل ڈال دیے جائیں گے۔ ان کے اوپر نیچے دائیں بائیں آتش ہی آتش ہو گی اور اس کے اندر وہ غرق شدہ ہوں گے۔ ان کے اکل و شرب آگ ہی ہو گی۔ لباس بھی آگ، بچھونا بھی آگ ہو گی یعنی وہ بڑے بڑے آتشیں شعلوں میں پڑے ہونگے۔

گندھک کے لباس میں ہوں گے ہنٹر مارے جاتے ہونگے۔ بوجھل زنجیریں ہونگی۔ جہنم کی گہرائی میں سرگرداں ہونگے۔ دوزخ کی وادیوں میں پسے جاتے ہوں گے۔ اندھیروں میں بھٹکے پھریں گے اور مانند ہنڈیا کے حرارت آتش میں ابلتے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے برباد ہو گئے جتنا وہ ہائے کرتے ہوں گے اتنا ہی ان کے سروں کے اوپر گرم پانی ڈالا جاتا ہو گا۔ ان کے ماتھے زخمی ہو چکے ہوں گے آنکھیں گالوں پر بہہ رہی ہوں گی رخساروں سے پوست گر جائے گا جلدیں اور بال بھی گر جائیں گے۔ ہڈیوں پر گوشت نہ رہے گا۔ ان کی رگوں پٹھوں کے ساتھ جائیں چپک چکی ہوں گی اور آتشیں شعلوں میں کراہتے ہوں گے وہ تمنا کریں گے مر جائیں مگر اب موت کہاں پھر تمہاری حالت انہیں دیکھ کر کیسی ہو گی جب دکھائی دے گا کہ ان کے چہرے راکھ سے زیادہ سیاہ ہو چکے ہیں۔ بینائی ان کی ختم ہو جائیگی۔ زبانیں ساکت ہو گئیں کمریں شکستہ ہو گئیں ہڈیاں سرمہ بن گئیں کان جھڑ گئے۔ چمڑے مسلے گئے ہاتھوں کو گردنوں سے جکڑ دیا گیا۔ پاؤں پیشانیوں کے ساتھ باندھے گئے اور چہروں کے بل آتش کے اوپر چلتے ہوں گے۔ آنکھوں میں گرم لوہے کی سلاخیں پھرتی ہوں گی۔ اعضاء کے اندر بھی شعلہ ہائے آتش رواں ہونگے اور ظاہری اعضاء پر دوزخ کے بچھو ڈستے ہوں گے۔

مختصر طور پر یہ صورت حال ہے۔ اب تم خود ہی غور کرو۔ جہنم کے حالات پر (یا الٰہی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو جہنم سے بچائے رکھنا۔ آمین)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کے اندر ستر ہزار وادیاں

ہیں پھر ہر ایک وادی کی مزید ستر ہزار شاخیں ہیں۔ ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدھا ہیں اور ستر ہزار بچھو بھی۔ جب کافر و منافق لوگ یہاں پہنچیں گے تو اس کے اندر جا پڑیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب الحزن یا فرمایا وادی الحزن سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرو (جب الحزن سے مراد غم کے گڑھے ہیں)۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ جب الحزن یا وادی الحزن کیا ہے فرمایا دوزخ کے اندر ایک وادی ہے۔ اس سے خود جہنم بھی ستر ہزار مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے۔ یہ ان کے لیے تیار شدہ ہے جو ریا کار ہیں۔ یہ وسعت جہنم ہے یا اسکی وادیوں کی شاخیں ہیں اور یہ دنیوی شہوتوں کے مطابق ہیں اور اسکے دروازے سات اعضاء کے مطابق ہیں۔ جن کے ذریعے آدمی نافرمانی کیا کرتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اوپر والا جہنم پھر سقر پھر لظی ہے پھر حطمہ اور پھر سعیر پھر جحیم اور اور پھر ہاویہ ہے۔ پس یہاں سے ہاویہ کے عمق کو سمجھو اسکی گہرائی بے حد ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بخدمت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حاضر تھے۔ اچانک ہی دھماکا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا تمکو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ تعالی اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے جو ستر برس قبل جہنم میں ڈالا گیا اور وہ اب اسکی گہرائی پر پہنچا ہے۔

پس اندازہ کرو کہ دوزخ کی وادیاں بھی کتنی متفرق ہیں آخرت کے درجات بہت بڑے ہیں۔ کچھ لوگ ایک خاص حد تک دنیا میں مشغول ہیں ایسے ہی ان کے واسطے درجات دوزخ ہیں اور اللہ تعالی ایک ذرہ جتنا بھی ظلم و زیادتی کسی سے نہیں کرتا اس لیے تمام اہل دوزخ پر یکساں عذاب نہیں اور یہ کیونکر ممکن ہے۔ وہاں ہر گنہگار کے لیے اسکے گناہ کے مطابق سزا ہے اور عذاب کی شدت بھی۔ سوچیں کہ جس کو سب سے تھوڑا عذاب ہو۔

اگر وہ تمام تر دنیا اور دنیوی آسائشات دے کر اس سے رہائی پا سکتا ہو تو فوراً ہی دے دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے روز قیامت سب سے تھوڑا

عذاب پانے والا وہ ہے جسے دو آتشیں جوتے پہنائیں گے۔ ان جوتوں کی حرارت سے اس کا دماغ ابل رہا ہو گا یہ سب سے کم عذاب والے کو دیکھ لو کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے اسی سے عبرت لو اگر پھر بھی شدت عذاب میں کچھ شک باقی ہو تو اپنی انگلی کو آتش کے نزدیک کر کے ہی جان لو مگر یاد رہے کہ یوں بھی اندازہ کرنا غلط ہی ہو گا۔ کیونکہ دنیا کی آگ کو دوزخ کی آگ سے کچھ نسبت نہیں ہے۔ اگر اس دنیا کی آگ ہی اتنی شدید ہے تو دوزخ کی آگ کا عذاب کس قدر شدید ہو گا۔ بلکہ اہل دوزخ کو اگر دنیا کی آگ کے مانند آگ دکھائی دے تو دوڑیں اور اس میں کود پڑیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایتوں میں نصیحت کے طور پر کہا گیا ہے۔ دنیا کی آتش رحمت کے ستر پانیوں سے دھوئی گئی پھر وہ اس قابل ہوئی کہ دنیا والے اس کو برداشت کریں (یعنی آگ سے بچے دور رہ سکیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دوزخ کی آگ کی وضاحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آگ کو ایک ہزار برس تک بھڑکائیں پھر وہ سرخ ہو گئی پھر اور ایک ہزار سال بھڑکائی گئی تو وہ سفید ہو گئی پھر مزید ایک ہزار سال بھڑکائی گئی تو وہ سیاہ ہو گئی اور اب وہ سیاہ کالی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دوزخ کی آگ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی کہ یارب تعالیٰ میرے بعض حصہ نے میرے بعض حصہ کو ہڑپ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت عطا فرمائی کہ وہ دو سانس لے سکتی ہے۔ ایک سردیوں میں اور ایک گرمیوں میں پس جو گرمی کے موسم میں تم بڑی گرمی جانتے ہو۔ وہ اسی وجہ سے ہے اور سردی کے موسم میں جو شدید سردی ہوتی ہے وہ اسکے زمہریر سے ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ دنیا میں جس کافر پر سب سے زیادہ انعامات فرمائے گئے اس کو لایا جائے گا اور فرمایا جائے گا اس کو آگ میں ایک مرتبہ ڈبکی لگواؤ پھر اس سے دریافت کیا جائے گا کیا تو نے کبھی آرام پایا تو جواب دے گا کبھی نہیں اور دنیا میں سب سے بڑھ کر تکلیف پانے والے ایک مسلمان کو لائیں گے اور فرمایا جائے گا۔ اس کو ایک مرتبہ جنت میں غوطہ لگواؤ پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نے

کبھی کوئی تکلیف پائی تھی۔ وہ جواب دے گا کبھی نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ مسجد کے اندر ایک ہزار آدمی یا اس سے بڑی تعداد میں ہوں پھر ایک دوزخی شخص سانس لے تو یہ تمام ہی مر جائیں۔ ایک بزرگ تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد تلفح وجوھھم النار۔ (آگ ان کے چہرے جھلسانے گی)۔ کے بارے میں فرمایا انہیں ایک مرتبہ آگ جلائے گی۔ تو تمام ہڈیوں کا گوشت ایڑیوں پر آ رہے گا۔ اسکے بعد پھر اس پیپ کا خیال کرو جو بدن سے نکلی ہوئی وہ اس کے اندر ڈوبتے ہوں گے اسے غساق کہتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ کی پیپ ایک ڈول ہی اگر دنیا پر گرائیں تو تمام دنیا ہی بدبودار ہو جائے گی۔ یہ مشروب کا حال ہے جب پیاس لگے گی۔ تو گرم پیپ انہیں دی جائے گی وہ اس کو ایک ایک گھونٹ کر کے پیتے ہوں گے مگر نگلی نہ جائے گی۔ ہر جانب سے موت آتی ہوئی لیکن مریں گے ہرگز نہیں۔

وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔

(اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی پگھلے ہوئے تانبے کی مانند گرم پانی سے فریاد رسی ہوگی جو منہ کو جھلس دے۔ برا ہے مشروب اور بری ہے آتش فائدہ لینے میں)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر زقوم کا صرف ایک ہی قطرہ دنیا کے تمام سمندروں میں ڈالا جائے تو اہل دنیا کی زندگی ہی تباہ ہو کر رہ جائے۔ پھر اس کو کھانا کتنا دشوار ہو گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس چیز پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں راغب فرمایا ہے اس میں رغبت کرو اور جس عذاب اور جہنم سے خوفزدہ فرمایا ہے اس سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ جنت سے اگر ایک قطرہ ہی تمہاری دنیا میں آئے۔ جس میں تم موجود ہو تو یہ معطر اور خوشبودار ہو جائے گی اور اگر ایک ہی قطرہ دوزخ سے اس دنیا میں آ گرے جس میں تم ہو تو

تم پر زندگی کو خراب کر دے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اہل دوزخ پر اتنی شدید بھوک طاری کریں گے کہ وہ بھی عذاب کی مانند ہوگی کھانا طلب کریں گے تو کھانا وہ دیں گے جو گلے میں اٹک کر ہی رہ جائے پھر پانی طلب کریں گے تو آہنی سلاخوں پر گرم مشروب دیا جائے گا۔ منہ نزدیک ہو گا تو منہ جھلس جائیں گے یہ گرم مشروب جب پیٹ میں چلا جائے گا تو پیٹ کٹ جائیں گے پھر اہل دوزخ کہیں گے کہ داروغہ جہنم کو بلاؤ داروغہ کو عرض کریں گے کہ اپنے رب تعالیٰ سے ہمارے لیے درخواست کرو کہ کسی دن ہم پر سے عذاب کو کھٹا دے۔ فرشتے کہیں گے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے پاس معجزات لیے ہوئے تشریف فرما ہوتے تھے۔ وہ جواب دیں گے ہاں۔ تو فرشتے کہیں گے پھر تم پکارو کفار کی پکار رائیگاں جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ کہیں گے مالک دوزخ کو بلاؤ وہ پکار کر کہیں گے اے مالک (ہم گذارش کرتے ہیں کہ) تیرا پروردگار ہماری زندگی کو ختم فرمادے۔ راوی کا بیان ہے کہ ان کو جواب ملے گا کہ تم نے باقی رہنا ہے۔ حضرت اعمش نے فرمایا ہے کہ انکے پکارنے اور مالک کے جواب دینے میں ایک ہزار برس کا فرق ہو گا۔

اور دوزخیوں کی خوراک کا اندازہ کریں جو کہ تھوہر ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لا کلون من شجر من زقوم فمالئون منھاالبطون۔ فشار بون علیہ من الحمیم۔ فشار بون شرب الھیم۔

(پھر تحقیق اے گمراہ لوگو جھٹلانے والو تم تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہو پس اس سے ہی شکم پر کرنے والے ہو پھر تم گرم پانی کو پینے والے ہو پھر تم پیاسے اونٹوں کی مانند پینے والے ہو۔

دیگر ایک مقام پہ یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

انھا شجرۃ تخرمنھاج فمالؤن فی اصل الجحیم طلعھا کانہ رء وس

الشیاطین۔ فانھم لا کلون منھا البطون۔ ثم ان لھم علیھا لثوبا من حمیم۔ ثم ان مرجعھم لالی الجحیم۔

(بلا شبہ وہ ایک شجر ہے وہ دوزخ کی جڑ سے برآمد ہوگا اس کا سر گویا کہ سانپوں کے سر ہوں تو بے شک وہ اس سے کھانیوالے ہیں پھر وہ اس سے پیٹوں کو پر کرنے والے ہیں پھر انہیں ابلتا ہوا مشروب دیا جائے گا پھر تحقیق انکو دوزخ کی طرف ہی مراجعت کرنی ہے)۔

نیز ارشاد فرمایا ہے:۔

تصلی نارا حامیۃ تسقی من عین انیۃ۔

(وہ پہرے جلتی ہوئی نار میں داخل ہوں گے پلائے جائیں گے ابلے کھولتے چشمہ سے)۔

نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے:۔

ان لدنیا انکالا و جحیما۔ و طعاما ذا غصۃ و عذابا الیما۔

(بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور عذاب ہے دردناک)۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم پر ہماری بد بختی نے غلبہ پا لیا اور فی الواقع ہم گمراہ تھے۔ ہم کو اس میں سے باہر نکال اگر دوبارہ بھی ہم ایسا ہی کریں گے تو ہم ظالم ہوں گے۔ ان کو جواب ہوگا کہ اسی کے اندر ہمیشہ ذلت میں رہو اور گفتگو مت کرو۔ پھر اہل دوزخ ہر نوع کی بھلائی سے مایوس ہوں گے۔ وہ تاسف کرتے ہوئے واویلا کرنے اور چلانے میں مشغول ہو جائیں گے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے درج ذیل آیہ کریمہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

و یسقی من ماء صدید یتجرعہ و لا یکاد یسیغہ۔

(اور پیپ سے پلایا جائے گا گھونٹ گھونٹ پئے گا اور گلے میں اتار نہ سکے گا)۔

راوی کا بیان کیا ہے کہ یہ (پیپ) ان کے نزدیک کریں گے مگر اسے وہ ناپسند کریں گے اور جس وقت اور نزدیک کیا جائے گا تو ان کے سر کی جلد گر جائے گی اور مجبوراً جب پی لیں گے تو انتڑیاں بھی کٹ جائیں گی اور وہ ان کے پیچھے سے خارج ہو جا. اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وسقوا ماء حمیما فقطع امعائہم۔ اب دیکھ لو کہ یہی انکی خوراک و مشروب ہونگے بھوک پیاس کے وقت۔ دوزخ کے وہ بچھو اور سانپ ان کے زہر اور شدت اور عظمت اور انکی ہیبت ہوگی ان پر مسلط شدہ ایک لمحہ بھی ڈسنا اور کاٹنا بند نہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ کے اندر لمبی گردنوں والے سانپ ہوں گے۔ جو کاٹیں گے پھر ان کی سوزش چالیس سال تک جاری رہے گی اور خچر جتنے بڑے بچھو ہوں گے جو ان پر مسلط ہو جائیں گے جو لوگ دنیا میں کنجوسی بداخلاقی اور لوگوں کو دکھ دینے کی عادت رکھتے ہوں گے۔ اور ان بری عادتوں سے بچا رہنے والا ان سانپوں سے بھی بچا رہے گا۔

علاوہ ازیں اہل دوزخ کے بڑے جسموں کے بارے میں بھی سوچ لو۔ ان کے بدنوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبائی چوڑائی میں بڑھا دیا ہو گا تاکہ بایں وجہ زیادہ عذاب ہو اور وہ بیک وقت جسم کے ہر حصہ پر آگ کی جلن اور سانپوں بچھوؤں کے ڈسنے کا عذاب لیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کافر کی ڈاڑھ بھی احد پہاڑ جتنی بڑی ہوگی اور جلد کی موٹائی تین یوم کی مسافت کے برابر ہوگی اس کا نیچے والا ہونٹ اسکی چھاتی پر لٹکتا ہو گا اور اوپر والا ہونٹ اوپر کو چڑھا ہوا اسکے چہرے کو ڈھانپ رہا ہو گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روز قیامت قید کے اندر کافر کی زبان گھسٹ رہی ہوگی لوگ اسکو پامال کریں گے جسم بڑے ہوں گے اور آتش بار بار ان کو جلاتے گی جلدیں اور گوشت از سر نو اگاتے جاتے ہوں گے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیہ کریمہ:

کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا غیرھا۔

(انکی جلدیں جب جل جایا کریں گی تو تبدیل کر کے نئی اگا دی جایا کریں گی)۔

کے متعلق فرمایا ہے کہ انکی کھالوں کو آگ روزانہ ستر ہزار مرتبہ جلا دیا کرے گی اور جب بھی جل جائے گی نئی جلد پھر پیدا کر دی جائے گی۔ تو اس پر اسی طرح پھر عذاب ہونے لگے گا۔

اہل دوزخ کی چیخیں اور آہ و پکار کا عالم یوں ہو گا کہ دن کے آغاز سے ہی دوزخ کے اندر ان پر آہ و بکا طاری ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس روز دوزخ کو لائیں گے۔ اسے ستر ہزار لگامیں پڑی ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار ملائکہ ہوں گے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اہل دوزخ پر گریہ طاری کر دیا جائے گا۔ بالآخر ان کی انتڑیاں قطع ہو جائیں گے پھر وہ خون کے آنسو رونے لگیں گے حتیٰ کہ ان کے گالوں پر گڑھے بن جائیں گے کہ ان کے اندر کشتیوں کو بہایا جائے تو وہ بہنے لگیں اور جس وقت تک انکو آہ و بکا کرنے اور چیخنے چلانے کی اجازت ہوگی اس وقت تک ان کو تھوڑا سا آرام ہو گا مگر آخر میں وہ بھی منع کر دیا جائے گا۔

محمد بن کعب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اہل دوزخ پانچ مرتبہ دعا مانگیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو چار مرتبہ جواب دے گا پھر جب پانچویں مرتبہ دعا کر لیں گے تو اسکے بعد پھر کبھی وہ بات نہیں کر سکیں گے۔ وہ اس طرح سے عرض کریں گے۔

قالو اربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل۔

(کہیں گے اے ہمارے رب تو نے دو مرتبہ ہم کو مارا اور دو مرتبہ زندہ کر لیا پس ہم نے اعتراف کر لیا اپنے معاصی کا پس کیا اب کوئی نکل جانے کی راہ ہے؟۔ المومن۔ ۱۱)۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ انہیں فرماتے گا۔

ذلکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہ تؤمنوا فالحکم للہ العلی الکبیر۔

(یہ اس واسطے ہے کہ جب واحد اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تم (اس وقت) انکار کرتے تھے اور اگر اسکے ساتھ شریک کیے جاتے تھے تو تم ایمان لاتے تھے۔ پس حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو بڑا بزرگ ہے۔ المومن۔ ۱۲)

پھر اہل دوزخ اس طرح سے کہنے لگیں گے:۔

ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا۔

(اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا پس ہم کو واپس بھیج دے تاکہ ہم اچھے اعمال بجا لائیں۔ السجدۃ۔ ۱۲)۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ یہ دے گا۔

اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال۔

(کیا قبل ازیں تم قسم نہ کھاتے تھے کہ تمہارے لئے کچھ بھی زوال نہ ہے۔ ابراہیم۔ ۴۴)۔

پھر اس طرح دعا مانگیں گے:۔

ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل۔

(اے ہمارے رب ہم کو باہر نکال ہم نیک عمل کریں انکے علاوہ وہ جو ہم عمل کرتے رہے تھے)۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں ہو گا۔

اولم نعمر کم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر۔

(کیا تم لوگوں کو ہم نے اتنی عمر عطا نہ کی تھی کہ اس میں نصیحت پکڑ و جو نصیحت کرنے والا کرے اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا آیا تھا۔ پس اب تم چکھو پس ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں۔ فاطر۔ ۳۷)۔

اہل دوزخ پھر یہ کہیں گے۔

ربنا غلبت علینا شقوتنا و کنا قوما ضالین۔

(اے ہمارے رب ہم پر بدبختی کا غلبہ ہو گیا اور ہم گمراہ قوم ہو گئے)۔

ربنااخرجنامنهافان عدنافاناظالمون۔

(اے ہمارے رب ہم کو نکال اس میں سے پھر ہم اگر دوبارہ کریں تو ہم زیادتی کرنے والے ہوں گے۔ المومنون۔ ۱ تا ۶)۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

قال اخسئوافیهاولا تکلمون۔

(کہے گا دور ہو جاؤ اسکے اندر اور کلام مت کرو مجھ سے۔ المومنون۔ ۱ تا ۸)۔

ازاں بعد وہ کبھی بات نہ کر پائیں گے اور ان کو بہت شدید عذاب ہونے لگے گا۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں زید بن اسلم نے یہ فرمایا:

سواء علیناا جزعناام صبرنامالنامن محیص۔

(برابر ہے ہم پر خواہ ہم واویلا مچائیں یا صبر کریں ہمارے کوئی فرار کا مقام نہیں ہے۔ ابراہیم۔ ۲۱)۔

اور (یہ پڑھ کر) پھر فرمایا ایک صد سال تک صبر کریں گے پھر ایک صد سال چیخ و پکار کرتے رہیں گے۔ پھر ایک صد برس صبر کریں گے۔ اسکے بعد پھر یوں کہیں گے:

سواء علیناا جزعناام صبرنامالنامن محیص۔

(برابر ہے ہم پر ہم واویلا کریں یا ہم صبر کریں ہمارے واسطے فرار کی جگہ نہیں ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت موت حاضر کی جائے گی جیسے کہ سیاہ و سفید مینڈھا ہوتا ہے۔ اسکو پھر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا اے اہل جنت تم ہمیشہ ہی رہو۔ اب موت ہرگز نہ ہوگی اور اے اہل دوزخ تم بھی ہمیشہ رہو موت کبھی نہ آئے گی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ ایک شخص دوزخ میں سے ایک ہزار برس

کے بعد باہر آئے گا۔ پھر فرمایا کاش کہ وہ میں ہی ہو جاؤں (مراد یہ ہے کہ آپکو دوزخ کا سخت خوف تھا)۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک گوشہ میں رو رہے تھے۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ رونے کی وجہ کیا ہے تو فرمایا کہ ڈر رہا ہوں کہ کہیں دوزخ میں ڈال دیا گیا اور پھر میری کوئی پرواہ ہی نہ کی جائے (یا الٰہی ہمیں آگ سے بچائے رکھنا آمین ثم آمین)۔

یہ اختصار سے عذاب دوزخ کا بیان ہے۔ ورنہ دوزخ کے عذاب اور دکھوں کا تو اندازہ ہی نہیں ہے۔ دوزخ کے عذاب شدید کے ساتھ اور بھی ایک سزا ہوگی کہ جنت ہاتھ نہ آنے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہونے اور رضائے الٰہی حاصل نہ ہونے کا افسوس و رنج بھی ہو گا۔ یہ بد نصیب تمام نعمتوں کو چند سکوں کے بدلے میں فروخت کر بیٹھے۔ مراد یہ کہ گنتی کے چند ایام دنیا کے اندر حقیر شہوات کے عوض انہوں نے سب کچھ ہی گنوا دیا۔ جبلہ ان دنیا کے انعامات میں سکون بھی نہیں تھا۔ عموماً غم و غصہ ملے ہوئے ہوتے ہیں ان میں۔ لہذا روز قیامت یہ لوگ کہتے ہوں گے۔ کہ افسوس ہم نے خود کو نافرمانی کرکے برباد کر دیا۔ ہم چند یوم صبر نہ کر سکے صبر کرنے سے بھی دن گذر ہی جاتے پھر ہم اپنے پروردگار کے ہاں نعمتوں میں اور اسکی رضا میں رہا کرتے۔

ایسے لوگوں پر نہایت افسوس ہی ہے جو رہ گیا بس وہ رہ ہی گیا۔ اب آفت زدہ ہو گئے اور ان کے پاس دنیا کی نعمتوں سے اب کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر یہ انعامات جنت دیکھ نہ لیتے تو پھر اس قدر افسوس ان کو نہ ہوتا مگر وہ تو (اللہ تعالیٰ کی مرضی سے) انہیں دکھا دیے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت بعض لوگوں کو دوزخ میں سے جنت کی جانب لایا جائے گا۔ وہ جنت کے نزدیک آئیں گے تو جنت کی خوشبو سونگھی جائے گی اور اسکے سارے محلات اور انعامات ان کو دکھائی دیں گے۔ جو اہل جنت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھے ہیں پھر ان کو ندا آئے گی کہ تم یہاں سے دور ہو جاؤ۔ اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے تو وہ اتنے افسوس زدہ ہوں گے اور واپس مڑیں گے

کہ اتنا افسوس سلف و خلف میں کبھی کسی کو نہ ہوا ہو گا۔ پھر یہ کہیں گے اے پروردگار تو نے یہ جو ثواب اور انعامات اپنے دوستوں کے لیے رکھے ہیں۔ اگر ہم کو تو یہ نہ دکھاتا تو ہم کو اسقدر افسوس نہ ہوتا ہمیں دکھائے بغیر ہی دوزخ میں ڈال دیتا تو ہمارے لیے آسانی ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے یہ اس واسطے کرنا چاہا ہے کہ تم جب اکیلے ہوتے تھے تو بڑے بڑے معاصی کے مرتکب ہو کر میرا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں کے ساتھ تو منکسر ہو کر ملتے تھے مگر دلوں میں میری بابت جو ہوتا تھا وہ کچھ اور ہوتا تھا اور تم لوگوں کے سامنے تقویٰ دکھایا کرتے تھے۔ لوگوں سے تو ڈرتے رہے مگر میرا تم کو ڈر نہ تھا۔ لوگوں کی تم تعظیم کرتے رہے میری تعظیم تم نے نہ کی لوگوں کے لیے تم تارک عصیاں بنے میرے لیے برائی کو نہ چھوڑا۔ پس تم کو میں آج ہمیشہ کے ثواب سے محروم کرتا ہوں اور عذاب الیم دیتا ہوں۔

اور احمد بن حرب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم ہر شخص کے لئے سائے کو بہتر جانتے ہیں دھوپ کی بجائے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ہر شخص جنت کو دوزخ سے زیادہ پسند نہیں کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کتنے زیادہ لوگ تندرست حسین رخ اور شیریں زبانیں کل دوزخ کے اندر چلا رہے ہوں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی یا الٰہی تیرے آفتاب کی تمازت پر مجھے صبر نہیں ہے۔ پھر دوزخ کی حرارت پر کیوں کر صبر کیا جاسکتا ہے۔ تیری رحمت کی صدا پر سننے کا مجھے حوصلہ نہیں ہے تو دوزخ کے عذاب کی صدا پر کیوں کر صبر کیا جاسکتا ہے۔

اے بنی نوع انسان ان حالات کی روشنی میں تو خود ہی اب دیکھ لے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اسکی خاص صفات کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے اور آگ میں جانے والے بھی پیدا فرماتے ہیں وہ کم یا زیادہ نہ ہوں گے یہ امر ہے کہ ہو چکا ہے اور وہ اس سے فارغ ہو چکا ہوا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون۔

(اور انہیں حسرت والے دن سے ڈراؤ جب امر کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ مریم۔ ۳۹)۔

یہاں اشارہ ہے روز قیامت کی طرف بلکہ ازل الازل کی طرف مگر پہلی قضاو قدر قیامت کے روز ظاہر کی گئی ہے۔ پس اے انسان حیرت ہے کہ تو ہنس رہا ہے کھیلتا ہے۔ دنیا کے حقیر امور میں مستغرق ہے تو نہیں جانتا کہ تیرے حق میں فیصلہ فرمایا جا چکا ہے۔ اگر تو یہ کہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے کس جگہ جانا ہے۔ میرا انجام کیا ہونے والا ہے میرے بارے میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے۔ تو اس کا وہ طریقہ ہے جس سے تجھے کچھ امید ہو سکتی ہے اور انس ہو سکتا ہے کہ اپنے اعمال و احوال پر دھیان کر۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے ایسا ہی آسان ہے جسکی خاطر وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر خیر کی راہ تجھ پر آسان ہے تو پھر تو خوش ہو کہ تو دوزخ سے پرے ہے اور اگر تجھ پر خیر کی طرف جانا گراں ہے بجز جکڑ کر لے جانے کے نہیں جاتا اور نیکی کو دور ہی کرتا ہے اور برائی کی طرف مائل ہے۔ تو تو سمجھ جا کہ تیرے خلاف فیصلہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت حال پر خطر انجام کی علامت ہے۔ جس طرح مینہ برسنا علامت ہے نباتات کی اور دھواں علامت ہے آگ کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:۔

ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم-

(بے شک ابرار لوگ نعمتوں میں ہیں اور بے شک فاجر لوگ جحیم میں ہے۔ الانفطار۔ ۱۳۔ ۱۴)۔

اپنے آپ کو مذکورہ بالا دو آیات کی روشنی میں دیکھ لو کہ دارین یعنی جنت و دوزخ دو گھروں میں سے تمہارا ٹھکانہ کس میں ہے تم کو معلوم ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

باب نمبر 40

فضائل عبادت

یاد رکھو تمام تر خیر اور بھلائی عبادت الٰہی میں ہے۔ کتاب اللہ میں بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عبادت پر ترغیب فرمائی ہے۔ یہی کام سرانجام دینے کے لیے سب رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انسانوں کو نفس کے اندھیروں سے نکالیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور کی طرف لے جائیں اور نعمت کے مقام (یعنی جنت) سے مستفید ہوں جو ہر متقی کے واسطے بنائی گئی ہے۔ وہ جنت مع اپنے انعامات کے کسی آنکھ نے دیکھی ہے نہ کان نے سنی ہے نہ ہی کسی انسان کے دل میں وہ انعامات آتے ہیں۔ یہ اسلیے کہ انسان بلا مقصد تخلیق نہیں کیا گیا بلکہ اس کو پیدا کیا ہے کہ بد عمل ہو تو سزا دی جائے اور نیکو کار کو اجر ملے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے نہ ہی اسکو لوگوں کی نافرمانی ضرر دیتی ہے نہ ہی نافرمانی اس کے کمالات میں کمی کا ہی باعث بنتی ہے۔ یہ (جنات و انسان اگر) سب کافر ہی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت فرشتے ہیں۔ جو شب و روز اسکی تسبیح کرتے ہیں۔ تھکتے نہیں ہیں۔ پس جو نیک کام کرے وہ اپنے لیے ہی کرتا ہے۔ جو برائی کرتا ہے وہ اسی پر ہی وارد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ٹھہری اور تم سب اسکے محتاج ہو۔

تعجب تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص غلام خریدتے وقت خواہش کرتا ہے کہ غلام ہمہ وقت خدمت میں حاضر رہے بالکل درست ہو فرمانبردار ہو۔ اگر غلام اس طرح کا نہ ہو تو اس پر فانی اور تھوڑا سا مال بھی صرف نہیں کرتے ہیں۔ تھوڑی سی غلطی کرے تو اس پر غضب ناک ہوتے ہیں اور اکثر دفعہ اس کو پیٹتے بھی ہیں یا پھر بیچ ہی دیتے ہیں تو پھر اب کیا ہوا ہے کہ خود ہم اپنے رب تعالیٰ کے فرمانبردار نہیں جس نے ہم کو پیدا فرمایا

اور (خوبصورت بناتے ہوئے) ہمیں ہموار کیا۔ بے شمار معاصی میں مبتلا ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں اور تعاون کو ہم پر سے بند نہیں فرماتا وہ ہم پر انعامات نہ کرے تو ہم ختم ہی ہو کر رہ جائیں۔ حالانکہ ایک خطا پر ہی وہ ہمیں گرفت کر سکتا ہے۔ پھر بھی مہلت عطا کیے ہوتے ہے کہ ہم توبہ کر لیں اور وہ توبہ قبول کرتا ہے۔ گناہوں کی مغفرت فرماتا اور پردہ پوشی فرماتا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ہر ذی عقل جان سکتا ہے کہ فرمانبرداری کا حقدار سب سے زیادہ کون ہے۔ پس انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنا چاہیے۔ خطا سرزد ہو تو توبہ کرے۔ اپنے خالق کی جانب متوجہ ہو اور اسکی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اسکی نعمتوں کا شکر گزار ہوتے ہوئے اسکے ساتھ محبت کرے اور ہمیشہ طاعت گذار رہے۔ پھر شاید ایسا وقت آجائے کہ اسکو اللہ تعالیٰ محبت کرنے والوں میں شمار کر لے پھر آدمی پر موت جب وارد ہو تو وہ اپنے مولا کریم کا اشتیاق رکھے گا اور اللہ تعالیٰ خود اس سے ملاقات کا مشتاق ہو گا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے تورات کی خاص آیت بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نیکو کاروں کو مجھ سے ملنے کا شوق طویل ہو گیا اور میں بھی ان کے ساتھ ملاقات کا زیادہ شوق رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اسکے ایک طرف تحریر شدہ ہے۔ جس نے مجھے تلاش کیا اس نے مجھے پا ہی لیا اور جب میرے علاوہ کسی کو خواہش کی تو اس نے مجھے نہ پایا۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد میری زمین والوں کو بتا دیں کہ مجھ سے جو محبت کرتا ہے، میں اس کا حبیب ہوں اور میرا جو ہم نشین بنتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں اور جسے میرے ذکر سے انس ہو میں بھی اس کا انیس ہوتا ہوں۔ جو میری مصاحبت کرتا ہے میں بھی اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ جو مجھے منتخب کر لیتا ہے میں بھی اس کو چن لیتا ہوں۔ میں اسکی دعا قبول کرتا ہوں۔ دلی یقین کے

ساتھ جو بندہ میرے ساتھ محبت کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے واسطے قبول کر لیتا ہوں۔ میری مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے سبقت نہیں لے جاسکتا جو حق کے ساتھ میرا مشتاق ہو اس نے مجھے پالیا اور جو میرے علاوہ کسی کو چاہے اس نے مجھے نہ پایا۔ پس اے زمین والو تمام تر فریب ختم کرو اور میرے ہی کرم اور مصاحبت اور میری مجلس کی جانب ہی آجاؤ۔ میرے ساتھ انس رکھو میں بھی تمہارا انیس ہوں گا اور بڑی محبت کروں گا۔ کیونکہ میں نے اپنے محبوبوں کی مٹی کو اپنے خلیل ابراھیم علیہ السلام اور مناجات کرنے والے موسیٰ علیہ السلام اور اپنے مصطفیٰ حبیب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مٹی سے پیدا کی ہوئی ہے۔ اپنے عاشقوں کے دل اپنے نور سے پیدا کیے ہیں اور انکی نعمتیں میری عظمت سے ہے۔

بعض اہل سلف نے روایت کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صدیق کو الہام فرمایا کہ میرے کچھ ایسے بندے ہیں جو میرے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور انکے ساتھ میں محبت کرتا ہوں۔ وہ میرا شوق رکھتے ہیں میں ان کا شوق رکھتا ہوں۔ وہ مجھے یاد کرتے ہیں میں انہیں یاد کرتا ہوں۔ وہ میری جانب دیکھتے رہتے ہیں میں ان پر دھیان رکھتا ہوں تو اگر انکے طریقے پر گامزن ہو تو تیرے ساتھ میں محبت کروں گا۔ اگر تو نے ان سے منہ پھیرا تو تجھ سے میں خفا ہو نگا۔ اس نے عرض کیا۔ اے رب تعالیٰ ان کی کیا نشانی ہے فرمایا دن کے دوران وہ سائے کو دھیان میں رکھتے ہیں۔ جیسے شفیق گڈریا اپنے بکریوں کے ریوڑ پر دھیان رکھتا ہے اور سورج غروب ہونے کی طرف وہ یوں متوجہ رہتے ہیں جیسے بوقت غروب آفتاب پرندے گھونسلوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پس جب رات ہو جائے اندھیرا ہو جائے لوگ چارپائیاں لگا لیتے ہیں بستر بچھ جاتے ہیں اور دوست اپنے دوست کے ساتھ خلوت میں ہو جاتے ہیں۔ تو وہ میری طرف قدم جما لیتے ہیں۔ (مراد ہے نماز میں قیام کرتے ہیں)۔ اپنے چہروں کو میرے آگے بچھاتے ہیں اور میری مناجات کرنے لگتے ہیں۔ میرے انعام کی خاطر میرے آگے عاجزی کرتے ہیں۔ بعض چیختے اور روتے ہیں۔ بعض آہیں بھر رہے ہوتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں۔ بعض کھڑے ہوتے ہیں۔

بعض بیٹھے ہوتے ہیں۔ بعض رکوع و سجود میں ہوتے ہیں۔ جو فریاد میری محبت کے باعث وہ کرتے ہیں میں وہ سنتا ہوں اور میں سب سے قبل انہیں تین چیزیں دیتا ہوں:۔

(1) ایک یہ کہ انکے قلوب میں اپنا نور داخل کر دیتا ہوں وہ مجھ سے ہی (علم وغیرہ) بتایا کرتے ہیں۔ جو میں انکو بتاتا ہوں۔

(2) دوسرے یہ کہ انکی میزان میں اگر زمین و آسمان اور مافیہا سب کچھ ہی ہے پھر بھی ان کے لیے اسے کم ہی سمجھتا ہوں (مراد یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ دینا چاہتا ہوں)۔

(3) اور سوم یہ کہ انکی جانب میں اپنا رخ کر لیتا ہوں اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں جس کی جانب رخ کر لوں اس کو وہ باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں جو میں دیگر لوگوں سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات سے ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ اے داؤد تو کب تک جنت طلب کرتا رہیگا اور میرا عشق طلب نہ کرے گا۔ انہوں نے عرض کیا یا الٰہی تیرے عاشق لوگ کون ہیں۔ فرمایا میرے عاشق وہ لوگ ہیں جنہیں ہر طرح کی مشقت سے میں نے پاک فرما دیا ہے۔ انکو منہیات سے متنبہ کر کے بنا دیا انکے قلوب ہر طرف سے موڑ کر اپنی طرف لگا لیے۔ وہ مجھے دیکھا کرتے ہیں انکے دل میں نے اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ ان کو میں اپنے آسمان پر رکھا کرتا ہوں (مراد یہ کہ وہ ہمہ وقت سوتے آسماں دیکھتے ہیں یعنی میری طرف متوجہ رہتے ہیں)۔ پھر اپنے منتخب فرشتے بلاتا ہوں۔ میں انکو کہتا ہوں کہ اس لیے تم کو طلب نہیں کیا کہ مجھے سجدہ کرو بلکہ بلانے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے سامنے اپنے عاشقوں کے دل دکھا کر ان کی وجہ سے تم پر فخر کروں۔ یہ میرے عاشق لوگ ہیں میرے آسمان میں ملائکہ کے سامنے ان کے قلوب یوں منور ہوں گے جیسے کہ باشندگانِ زمین کے لیے آفتاب روشن ہے۔ اے داؤد اپنے عاشقوں کے دل میں نے اپنی رضا سے تخلیق فرماتے ہیں۔ میرے نور رخ سے انکی نعمت ہے۔ میں نے اپنے واسطے گفتگو کرنے کی خاطر ان کا انتخاب کیا ہے۔ زمین پر اپنی نگاہ کرم کے مقام پر ان

کے جسموں کو کیا۔ انکے واسطے راہ متعین کی جس راہ پر وہ مجھ پر نظر جماتے ہوتے ہیں دن بدن ان کا اشتیاق بڑھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار تعالیٰ مجھے بھی وہ محبت کرنے والے دکھا دے۔ فرمایا اے داؤد لبنان کے اندر فلاں پہاڑ پر چلے جائیے۔ پہاڑ پر چودہ شخص موجود ہیں۔ بعض جوان بعض بوڑھے اور درمیانی عمر کے ہیں۔ انکے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور ان سے کہہ دیں کہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنی کوئی حاجت کیوں طلب نہیں کرتے ہو۔ کیونکہ تم میرے محبوب ہو اور میرے خاص بندے ہو تم میرے دوست ہو تمہاری خوشی کے ساتھ میں خوش ہوتا ہوں۔ میں تیزی کے ساتھ تم سے محبت کرتا ہوں۔ پس داؤد علیہ السلام آتے تو ایک چشمہ کے قریب انہیں موجود پایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں فکر میں مشغول تھے۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھ اٹھ کھڑے ہوتے کہ کہیں ادھر ادھر ہو جائیں۔ داؤد علیہ السلام نے انہیں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم کو رب تعالیٰ کا پیغام دینے آیا ہوں۔ تو وہ آپکی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سننے کے لیے کان لگا دیے اور اپنی نظروں کو زمین پر جما لیا۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں۔ آپ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ تمہارا رب تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم مجھ سے اپنی کوئی حاجت کیوں طلب نہیں کرتے ہو۔ تم مجھے پکارتے کیوں نہیں ہو۔ میں تمہاری آواز و کلام سننے والا ہوں۔ تم میرے محبوب اور خاص میرے بندے اور میرے دوست ہو۔ تم خوش ہوتے ہو تو تمہارے ساتھ میں بھی خوش ہوتا ہوں۔ تیزی کے ساتھ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں ہر ساعت میں تم پر یوں نظر رکھتا ہوں۔ جیسے کوئی شفقت و نرمی بھرے دل والی والدہ اپنی بچے پر نظر رکھتی ہے۔

بتایا گیا ہے کہ ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے پھر انہیں میں سے ایک بوڑھا بولا تو پاک ہے۔ تو پاک ہے۔ ہم تیرے بندے ہیں ہم بندے ہیں تیرے تو ہمیں گذشتہ اوقات کی نافرمانی کی معافی عطا فرما۔ جن میں ہم تیرا ذکر نہ کر سکے پھر دوسرا شخص بولا تو

پاک ہے تو پاک ہے۔ ہم تیرے بندے ہیں تو اپنے اور ہمارے درمیان ہم پر کرم کی نظر فرما پھر ایک اور کہنے گا۔ تو پاک ہے تو پاک ہے۔ ہم تیرے بندے ہیں کیا ہم جرات کر سکتے ہیں کہ ہم تجھ سے طلب کریں۔ جبکہ تجھے خود ہی معلوم ہے کہ ہمیں کوئی ضرورت لاحق نہیں ہے۔ تو ہمیں اپنے راستہ پر ہی ہمیشہ کے لیے گامزن فرما اور ہم پر اپنا کامل احسان فرمائے رکھ اسکے بعد دیگر ایک یوں کہنے لگا ہم تو تیری رضا کی طلب میں بھی ناقص ہی رہے ہیں۔ تو کرم فرماتے ہوئے ہماری مدد کر۔ پھر دیگر ایک نے کہا تو نے ہماری تخلیق نطفہ سے فرمائی۔ اب تو ہم پر اپنی عظمت میں فکر کرنے میں ہمیں مدد دے اور تیری عظمت و جلال کی فکر میں مستغرق شخص دعا کرنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہے۔ ہم تو تیرے نور کے قرب کے طالب ہیں۔ پھر ایک اور یوں گویا ہوا کہ تیری عظمت و شان اور تیرے دوستوں کے قرب اور اہل محبت پر تیرے احسان کثیر کی وجہ سے ہمارے زبانیں گنگ شدہ ہیں۔ پھر دیگر ایک نے یوں کہا تو نے ہمارے قلوب کو اپنی جانب ھدایت فرمائی اور فراغت عطا فرمائی کہ تیری یادیں لگے رہیں۔ جو قصور ہم ادائیگی شکر میں کر چکے ہیں وہ معاف فرمادے۔ پھر اور ایک نے یوں کہا ہماری حاجت تجھے معلوم ہی ہے یعنی تیری طرف ایک نظر۔ آقا کے سامنے غلام کو کیا جرات ہے اب تو نے ہم پر مہربانی فرمائی ہے۔ تو ہمیں تو اپنا نور عطا کر کہ ہم آسمانوں کی تہ در تہ ظلمتوں میں تیری راہ پا سکیں۔ ایک اور کہنے لگا میری دعا ہے کہ تو ہم پر ایسی نظر (رحمت) فرما کہ ہماری عبادت قبول فرما اور اپنی مصاحبت ہمیشہ کے لیے ہمیں عطا فرما۔ پھر اور ایک یوں گویا ہوا کہ جو کچھ تاحال تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے اور ہمیں جو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ ہم تجھ سے کامل نعمت کی درخواست کرتے ہیں۔ ایک اور نے یہ کہا کہ تیری مخلوق سے ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ ہمیں اپنے جمال کا دیدار عطا فرما۔ پھر ایک اور یوں گویا ہوا کہ مجھے دنیا اور اہل دنیا کی طرف سے اندھا کر دے اور میرا دل صرف آخرت میں لگائے رکھ۔ پھر ایک اور نے عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ تجھے اپنے اولیاء کے ساتھ محبت ہے۔ اب تو ہم پر یہ احسان فرمادے کہ ہمارا دل تیرے سوا ہر چیز سے لاپرواہ ہو

جائے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ ان سے فرمادیں کہ تمہاری باتوں کو میں نے سن لیا ہے۔ جو کچھ تمہیں پسند ہے میں نے وہ قبول کیا ہے۔ پس تم سب ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاؤ اور ہر ایک اپنے واسطے خلوت کی جگہ مقرر کرلے۔ کیونکہ اب میں اپنے اور اسکے درمیان سے حجاب اٹھانے والا ہوں۔ یہاں تک کہ تم میرے نور اور میرے جلال کو ہی دیکھو گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا الٰہی انہوں نے تجھ سے یہ مرتبہ کس طرح حاصل کیا فرمایا کیا کہ میرے ساتھ حسن ظن ہونے دنیا اور دنیا داروں سے جدا ہو جانے اور میرے ساتھ ہی تنہائی اختیار کرلینے اور میرے آگے مناجات میں مشغول ہو جانے سے انہوں نے یہ درجہ پالیا اور یہ مرتبہ وہی حاصل کرسکتا ہے۔ جو دنیا اور دنیا والوں کو ترک کردے اور کسی دنیوی امر میں خود کو مشغول نہ کرے اور صرف میرے واسطے ہی اپنے دل کو خالی کر رکھے اور صرف مجھے ہی اپنا کارساز جانے بمقابلہ جملہ مخلوق کے۔ پھر اس پر ارزانی فرماتا ہوں۔ دنیا کے تعلقات سے اسکے دل کو علیحدہ کر دیتا ہو۔ اسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہوں تو وہ میری جانب یوں دیکھنے لگتے ہیں جیسے وہ فی الواقع کسی چیز کو دیکھ رہے ہوں۔ ہر ساعت میں اسکو عزت عطا فرماتا ہوں۔ اپنے نور کا قرب عطا فرماتا ہوں۔ وہ بیمار پڑے تو میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔ جس طرح کوئی شفیق ماں اپنے بچے کا خیال رکھا کرتی ہے۔ انکو پیاس محسوس ہو تو میں سیراب کر دیتا ہوں اور ان کو اپنی یاد کی غذا کھلایا کرتا ہوں۔

اے داؤد جب یہاں تک وہ گزرتے ہیں تو دنیا اور اہل دنیا سے انکے دل اعراض کر لیتے ہیں۔ ان کی چاہت وہ نہیں کرتے اور ایک ذرہ برابر بھی میرے ذکر سے غفلت کے مرتکب نہیں ہوتے۔ وہ خواہش رکھتے ہیں کہ جلدی میرے پاس آجائیں۔ مگر مجھے پسند نہیں ہوتا کہ ان پر موت وارد کروں کیونکہ وہ میری مخلوق میں سے میری نظر میں رہتے ہیں۔ سوائے میرے وہ کسی اور کو دیکھتے ہی نہیں اور میں بھی انکے علاوہ کسی پر نظر نہیں فرماتا ہوں۔ اے داؤد اگر تجھے دکھائی دے کہ اسکی جان پگھل چکی ہے اور جسم بھی گھل چکا

ہے۔ اعضائے بدن شکستہ ہو رہے ہیں دل اکھڑتا چلا جاتا ہے۔ جس وقت میرے ذکر کو وہ سنے تو میں اسکے باعث اہل آسمان اور ملائکہ پر فخر کیا کرتا ہوں۔ اس میں میرا ذکر اور میری عبادت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اے داؤد مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی میں اس کو لازما بہشت میں داخل فرماؤں گا۔ اور اسے شرف عطا فرماؤں گا۔ کہ میری طرف دیکھ دیکھ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرے۔ یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے اور اسکی رضا سے بھی زیادہ اونچا مرتبہ عطا کرتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میری محبت کی جانب متوجہ اشخاص سے کہو کہ اپنی مخلوق سے جب میں پردہ کر لوں اور میرے اور تیرے درمیان سے پردہ کھل جائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ جس وقت کہ تم میری جانب اپنے دل سے دھیان کرو گے اور اس وقت بھی تمہیں کوئی نقصان واقع نہ ہو گا۔ جب میں دنیا کو تجھ سے پرے ہٹا دوں گا۔ ہاں تمہارے واسطے دین کی فراخی عطا کروں گا اور جب تم میری رضا کے طلبگار ہو گے اور دنیا خفا ہو جائے گی ۔ پھر بھی تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تجھے گمان ہے کہ تو مجھ سے محبت کرتا ہے پھر تو دنیا کی محبت اپنے دل سے خارج کر دے۔ کیونکہ دنیا کی محبت اور میری محبت ایک دل میں کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اے داؤد تو خلوص رکھ میرے کے ساتھ اور دنیا والوں سے صرف اختلاط ہی کر۔ اور صرف مجھ سے ہی دین حاصل کر لوگوں سے اپنا دین مت لے تو اسکے ساتھ ہی تعلق رکھ جو میری محبت سے تیرے سامنے آجائے اور مشتبہ کے بارے میں تو مجھ سے ہدایت حاصل کر مجھے یہ حق ہے ہے کہ تمہاری رہنمائی تیزی کے ساتھ کروں اور تجھے اپنا دوست بنائے رکھوں اور میں تیرا رہنما ہوں بن مانگے تجھے عطا کروں گا مصائب میں تیرا مددگار رہوں گا۔ میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ میں صرف ایسے بندے کو اجر و ثواب عطا کروں گا۔ جو طلب رکھتا ہو اور ملاقات کی نیت کا حامل ہو وہ خود میرے سامنے ہوتا ہے اور بغیر ہے میرے وہ کچھ نہیں

کر سکتا تو جب اس طرح ہو جائے گا تو وحشت و ذلت تجھ سے دور کر دوں گا۔ تیرے دل میں غنیٰ رکھ دوں گا۔ کیونکہ میں نے قسم اٹھار کھی ہے کہ میرا بندہ اپنے نفس کے ساتھ اطمینان نہ پائے گا۔ بلکہ اسکی نظر مہربانی کرنے والے پر ہو گی اور میں اسکو سپرد کر دوں گا چیزیں جو میری طرف منسوب ہوں گی اور یہ تیرے عمل کے بر عکس نہ ہو گا کہ محنت تو برداشت کر تا رہے اور تیرا ساتھی فائدہ اٹھائے اور میری معرفت کی کوئی انتہا نہیں لامحدود ہے۔ تو نے جب بھی مجھ سے طلب کیا میں عطا کروں گا اور زیادہ دینے کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ پھر تو بنی اسرائیل کو آگاہ کر دے کہ ان کے اور میرے درمیان نسبی واسطہ نہیں ہے۔ لہذا وہ اچھی طرح رغبت کریں۔ میرے پاس ہی ان کے مطلوب ہیں۔ ان کو میں وہ عطا کروں گا جو کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا ہو نہ ہی کسی انسان کے دل پر ہی کبھی گزرا۔ مجھے ہی اپنی نگاہوں میں رکھیں دل کی آنکھوں کے ساتھ مجھے دیکھا کریں اور ظاہر آنکھ سے ایسے لوگوں کی جانب نہ دیکھیں۔ جن کی عقلیں زیر حجاب کر دی گئیں۔ انہیں اجر نہ عطا کر کے انکی فضائیں نے بگاڑ دی۔ میں اپنی عزت و جلال کی قسم اٹھا چکا ہوں کہ محض تجربے کی خاطر جس نے میری فرمانبرداری کی اسکے لیے در ثواب وا نہ کروں گا۔

جسے تو تعلیم کرے اس کو اختیار دے دنیا تواضع کے ساتھ۔ سالکوں پر زیادتی نہ کرنا۔ اگر اہل محبت آگاہ ہو جاتے کہ مرتبہ سالکوں کا میرے ہاں کیا ہے۔ تو وہ ان کے واسطے زمین بنے رہتے جس کے اوپر وہ چلتے اے داؤد تو اگر کسی ارا تمند کو بے ہوشی سے نکالتا ہے۔ تو اس کو میں مجاہد درج کر لیتا ہوں۔ اور جسے میں نے مجاہد لکھ دیا اس پر کبھی وحشت وارد نہ ہوگی نہ ہی وہ مخلوق کی جانب کبھی مائل ہو گا۔ اے داؤد میرے کہے پر پکا ہو کر لگ جا اور اپنے لیے خود سے کچھ حاصل کر لے ایسا نہ ہو کہ میں تیرے ساتھ اپنی محبت زیر حجاب کر دوں۔ میری رحمت سے میرا بندہ ناامید نہ کر دینا تو اپنی خواہش میرے لیے چھوڑ دے۔ کیونکہ اپنی ضعیف مخلوق پر میں نے خواہشات مباح کی ہیں۔ قوت والوں کے لیے خواہشات پر چلنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ خواہشات بندے کے لیے

میری مناجات کی علامت میں کمی کر دیتی ہیں۔ قوت والوں کے لیے کم از کم عتاب ان کی عقلوں پر پردہ کر دیتا ہوں۔ اپنے پیارے کے لیے میں دنیا پسند نہیں فرماتا بلکہ اس سے دنیا کو چھین لیتا ہوں۔

اے داؤد اپنے اور میرے درمیان وہ شخص مت رکھنا جو میری محبت کو پسند نہ کرتے ہوئے حجاب میں کر دے میرے ارادتمندوں کے لیے ایسے لوگ ڈاکوؤں کی مانند ہیں۔ دائمی روزہ رکھ کر ترک شہوات میں قوت حاصل کرو اور افطار میں مشغول مت ہونا اور روزہ سے میری محبت اسی صورت میں ہے کہ روزہ دائمی رکھا جاتے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 41

شکر کی ادائیگی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی تلقین کے ساتھ شکر ادا کرنا بھی فرمایا ہے۔ ذکر کے بارے میں البتہ یوں بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

ولذکر اللہ اکبر۔

(اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہے۔ العنکبوت۔ ۴۵)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون۔

(تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔ البقرہ۔ ۱۵۲)۔

مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم۔

(اگر تم شکر ادا کرو گے اور ایمان لاؤ گے تو پھر تم کو عذاب دے کر اللہ نے کیا کرنا ہے۔ النساء۔ ۱۴۷)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وسنجزی الشاکرین۔ (اور شاکر لوگوں کو ہم جلد ہی اجر عطا فرمائیں گے۔ آل عمران۔ ۱۴۵)۔ نیز لعین ابلیس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

لاقعدن لھم صراطک المستقیم۔

(لازماً میں ان کے لیے تیری راہ مستقیم پر بیٹھوں گا۔ الاعراف۔ ۱۶)۔

اور اس معلون ابلیس نے طعن آمیز انداز میں زمین مخلوق کے متعلق یوں کہا۔

ولا تجد اکثرھم شاکرین۔

(اور تو زیادہ تر کو شکر ادا کرنے والے نہیں پائے گا۔ الاعراف۔ ۱۷)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وقلیلٌ من عبادی الشکور۔

(میرے تھوڑے سے بندے ہی شکر گزار ہیں۔ السبا۔ ۱۳)۔

اور شکر گذار بندوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو مزید عطا فرمائے گا۔ اور وعدہ بغیر کسی استثناء کے فرمایا ہے۔

لئن شکرتم لا زیدنکم۔

(اگر تم شکر ادا کرو گے تو تم کو اور عطا فرمائیں گے۔ ابراھیم۔ ۷)۔

اور صرف پانچ امور میں استثنا فرمایا ہے۔ وہ ہیں مالدار کرنے میں، قبولیت میں، رزق کے لحاظ سے، بخشش میں اور توبہ کرنے میں جیسے کہ فرمایا گیا ہے:۔

فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء۔

(پس جلدی ہی تمہیں غنی کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر اس نے چاہا۔ التوبتہ۔ ۲۸)۔

علاوہ ازیں یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء۔ (الانعام۔۴۱)۔

پس تم جسکی جانب اسے پکارتے ہو وہ کھولے گا اگر اس نے چاہا)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ویرزق من یشاء بغیر حساب۔

(اور جس کو وہ چاہے بلا حساب رزق عطا فرماتا ہے)۔

اور یہ بھی ارشاد الٰہی اسی ضمن میں ہے:۔

ویغفر مادون ذلک لمن یشاء۔

(اور اسکے سوا جسے وہ چاہے بخش دیتا ہے۔ ۱۱۶)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ویتوب اللہ علی من یشاء۔

(اور اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا ہے جسکی وہ چاہے)۔

اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ ہے:۔

واللہ شکور حلیم۔

(اور اللہ تعالیٰ قدر کرنے والا حلم والا ہے)۔

اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ جنتیوں کا اول کلام شکر ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ۔

(اور کہیں گے اللہ کے لیے ہی تمام تر تعریف ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنے وعدہ کو سچا کر دیا۔ الزمر۔ ۷۴)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

واخر دعولھم ان الحمد للہ رب العلمین۔

(اور ان کا آخری یہ پکارنا ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ یونس۔ ۱۰)۔

شکر سے متعلقہ احادیث:۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانے والا شکر گذار شخص ایسے روزہ دار کی مانند ہے جو صبر کرنے والا ہے۔ اور حضرت عطا۔ رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ وہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس حاضر ہوئے۔ اور انکی خدمت میں عرض گذار ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے متعلقہ عجیب ترین بات مجھے بتائیں۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا کہ کون سا عمل آنحضرت کا ایسا ہے جو بڑا تعجب خیز اور رشک کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ایک رات وہ میرے پاس تشریف فرما ہوئے۔ میرے بستر میں آ گئے یا فرمایا کہ لحاف کے اندر یہاں تک کہ آپ کا بدن میرے بدن کے ساتھ لگ گیا۔ پھر آنجناب نے فرمایا کہ اے دختر ابو بکر کی مجھے جانے ہی دو تاکہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کرلوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے عرض کیا گو مجھے آپ کا قرب مطلوب ہے پھر بھی آپ کی خواہش کو ہی اولیت دیتی ہوں۔ پھر آپ پانی کے

مشکیزہ کے نزدیک چلے گئے وضو فرمایا۔ کثرت سے پانی نہ بہایا پس اٹھے اور نماز شروع کر دی اور اس قدر گریہ کیا کہ آنسو آپ کے سینہ مبارک پر گرتے تھے پھر رکوع فرمایا اور روتے رہے پھر سر اوپر اٹھا لیا اور روئے حتی کہ یوں تمام رات آپ روتے ہی رہے۔ بالآخر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور (فجر کی) نماز کی اطلاع کی تو میں عرض گزار ہوئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ روتے کیوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کے گذشتہ و آئندہ کے تمام معاصی معاف فرما چکا ہے۔ تو آنجناب نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اور میں یوں کیوں نہ عمل کروں اللہ تعالیٰ نے تو میرے اوپر یہ آیات کریمہ نازل فرمائی ہیں۔

ان فی خلق السموت والارض۔ واختلاف الیل والنہار لایت لاولی الالباب۔

(بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات و دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کیلیے۔ البقرۃ۔ ۱۶۴)۔

ان آیتوں سے معلوم ہو جاتا ہے رونا نہ چھوڑا جائے اور اس روایت سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے کہ ایک روز ایک نبی علیہ السلام کا ایک پتھر کے پاس سے گذر ہوا۔ اس میں سے بہت پانی خارج ہوتا تھا۔ آپ بہت متحیر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو قوت گویائی عطا فرمائی تو وہ کہنے لگا۔ جب سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم میں نے سنا ہے۔

وقودھا الناس والحجارۃ۔

(دوزخ کا ایندھن لوگ ہیں اور پتھر)۔

اس وقت سے میں خوفزدہ روتا رہتا ہوں تو پیغمبر علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اس کو آگ سے اللہ تعالیٰ پناہ عطا فرمائے پس اللہ تعالیٰ نے پناہ عطا فرمائی۔ عرصہ گذرنے کے بعد ان کا پھر وہاں سے گذر ہوا تو دیکھا کہ اب بھی پتھر روتا ہے دریافت کیا کہ اب رونے کا سبب کیا ہے۔ اس نے عرض کیا وہ رونا بوجہ خوف تھا۔ اور اب خوشی اور شکر کا رونا ہے اسی کی مانند بندے کا دل بھی مانند پتھر کے یا اس سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے اور وہ سختی

و شدت خوف کے باعث یا شکر ادا کرتے ہوتے رونے کے ذریعے جاتی رہتی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت ندا ہوگی۔ حمد کرنے والے لوگ اٹھ کھڑے ہوں تو لوگوں کی ایک جماعت اٹھے گی۔ ان کے واسطے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حمد کرنے والے کون لوگ ہیں تو فرمایا کہ وہ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ دیگر ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جو دکھ میں اور سکھ میں اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ حمد چادر ہے اللہ رحمن کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ میں اپنے دوستوں کی طویل باتوں کے بدلے میں شکر پر راضی ہوں یہ روایت لمبی ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کو وحی فرما کر صبر کرنے والوں کا حال بتایا کہ ان کا گھر سلامتی کا گھر ہے۔ وہ گھر میں داخل ہو رہے ہوں تو میں شکر ادا کرنا ان کے دل میں ڈال دیتا ہوں۔ اور یہی سب سے بہتر کام ہے اور شکر کے وقت میں ان سے اور زیادہ شکر چاہتا ہوں اور میری جانب وہ نظر رکھتے ہیں۔ تو میں ان کو اور زیادہ عطا کرتا ہوں۔

فتوحات کے مواقع پر جب خزائن آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے کہ کون سا مال ہم لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ زبان ذاکر اور دل شاکر لے یعنی آپ نے حکم فرمایا کہ بجائے مال کے شکر گذار دل حاصل کرو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ "شکر ادا کرنا نصف ایمان ہے۔"

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ شکر دل و زبان اور اعضاء سے تعلق رکھتا ہے۔ دل یوں شکر کرتا ہے کہ نیکی کرنے کی نیت کرے اور تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنا سوچے زبان یوں شاکر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے سے اور اعضاء یوں شکر کرتے ہیں کہ نعمت ہائے الٰہی کو اسی کی فرمانبرداری میں استعمال کریں۔

ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے باز رہے۔ یہاں تک کہ آنکھیں یوں شکر کریں کہ کسی مسلمان کا عیب نظر آئے تو پردہ پوشی کریں کانوں کا شکر ہے کہ عیب کی بات سن لیں تو اس کو راز میں رہنے دے۔ یہ سب کچھ اللہ کی نعمتوں کے شکر میں شمار ہوتی ہیں زبان اللہ تعالیٰ پر راضی رہ کر شکر ادا کرتی ہے اور صاحب زبان اس پر پابندی بھی کرے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک آدمی سے دریافت فرمایا کہ صبح کس طرح ہوئی اس نے عرض کیا کہ بس ٹھیک ہی ہوئی۔ آپ نے دوبارہ پوچھا اس نے دوبارہ جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ آنحضرت نے پھر دریافت فرمایا تو تیسری مرتبہ اس نے کہا ٹھیک الحمد للہ اور شکر ہے اللہ تعالیٰ کا تو آپ نے فرمایا مجھے بھی تجھ سے یہی مطلوب تھا۔

اور اہل سلف نیک لوگوں کا معمول اسی طرح تھا کہ وہ اس طرح کے سوال کرتے تھے اس لیے کہ پوچھا جانے والا بھائی شکر کا حکم ادا کر کے شکر کرنے والوں میں شمار ہو سکے اور جو کہلواتا ہے وہ بھی عابد شمار ہو جاتا ہے اور شوق ظاہر کرنے میں ان کا مقصد ریا کاری نہ ہوتا تھا اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ انسان کا حال ایسا ہے کہ اس سے حال دریافت کریں تو وہ شکر کرے یا شکایت اور یا پھر چپ ہی رہے۔ شکر عبادت ہے۔ جبکہ شکایت کرنا دینداروں کے نزدیک گناہ ہوتا ہے اور اگر موت کے فرشتہ کے سامنے شکوہ کیا جائے تو زیادہ سخت گناہ ہے۔ کیونکہ بندہ کے متعلقہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ خود تو بندہ کو کسی بات پر قدرت حاصل نہیں ہے۔ پس موزوں یہ ہی ہے کہ اگر بندے سے بوقت ابتلاء اور قضاالٰہی صبر نہ ہو سکتا ہو اور کمزوری کی وجہ سے شکایت و فریاد کرنے پر مجبور ہی ہو جائے تو شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرے اس لیے کہ وہی مبتلا کرتا ہے اور وہ آفت دور کرنے پر وہی قادر ہے۔ اپنے مالک کے آگے ذلت میں عزت ہے اور کسی اور کے سامنے ذلت، رسوائی ہے اور اپنی ہی طرح کے کسی شخص کے سامنے اپنی ذلت دکھانا نہایت شدید ذلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عنداللہ الرزق واعبدوہ واشکروالہ۔

(تحقیق سوائے اللہ تعالیٰ کے تم جنکی عبادت کرنے والے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں پس اللہ سے ہی رزق مانگو اور اسکی عبادت کرو اور اسکا شکر ادا کرو)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں:

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم۔

(بلاشبہ وہ تمہاری مثل بندہ ہی ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو۔ الاعراف۔ ۱۹۴)۔

اور نقل ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک وفد گیا۔ وفد کے لوگوں میں سے ایک جوان گفتگو کرنے کے لے اٹھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ کوئی بڑا شخص اٹھے وہ کہنے لگا یا امیر المومنین اگر عمر کے لحاظ سے ہی یہ ہوا کرتا تو اہل اسلام میں آپ سے زیادہ عمر والے بھی موجود ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اچھا تم بات کرو اس نے کہا ہم بنی رغبت کا وفد نہیں ہیں (یعنی طلب کرنے والے نہیں)۔ نہ ہم رہبت والے ہی ہیں (یعنی پریشانی یا خوف کی خبر دینے والے)۔ آپکے احسان کی وجہ سے ہمیں رغبت کی جانے والی چیزیں مل چکی ہین اور آپ کے عدل نے ہمیں رہبت سے بھی محفوظ کر دیا ہوا ہے۔ البتہ ہم شکر ادا کرنے والوں کا وفد حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارے یہاں آنے کی غرض یہ ہے کہ اپنی زبان سے بھی آپ کا ہم شکر ادا کریں اور رخصت ہو جائیں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ واہل بیتہ وبارک وسلم

باب نمبر 42

تکبر مذموم ہے

قرآن کریم کے اندر بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ تکبر کی مذمت فرماتا ہے اور تکبر کرنے والے اور ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں کو مذموم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

(زمین پر بلا جواز تکبر کرنے والوں کو میں اپنی نشانیوں سے پھیر دوں گا)۔

(الاعراف۔ ۱۴۰)۔

نیز فرمایا ہے:۔

کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

(ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے قلب قلت پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔ المومن۔۳۵)۔

دیگر ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے:۔

واستفتحوا وخاب کل جبار عنید۔

(اور انہوں نے فتح مانگی اور ہر سرکش عناد کرنے والا نامراد ہو گیا۔ ابراھیم۔ ۱۵)۔

نیز فرمایا ہے:۔

انہ لا یحب المستکبرین۔

(بلاشبہ وہ متکبروں کو محبوب نہیں جانتا۔ النحل۔ ۲۳)۔

نیز فرمایا ہے:۔

لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا۔

(انہوں نے اپنے دل میں تکبر کیا اور بہت بڑی سرکشی کی۔ الفرقان۔ ۲۱)۔
اور فرمایا ہے:۔
ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنمہ اخرین۔
(میری عبادت سے جو لوگ متکبر ہیں وہ رسوا ہو کر۔ جہنم میں جائیں گے۔ المومن۔ ۶۰)۔

ایسے ہی مزید مقامات پر بھی قرآن پاک میں متکبر کی مذمت ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا اور جس کے دل میں رائی کے برابر ہی ایمان موجود ہو گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار (تہمد) ہے۔ جس شخص نے ان دونوں باتوں میں مجھ سے جھگڑا کیا اس کو جہنم میں داخل کروں گا اور مجھ کو کچھ پرواہ نہ ہے۔

اور حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صفا (پہاڑ) کے اوپر حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ملے۔ دونوں میں موافقت ہو گئی۔ اسکے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو وہاں سے رخصت ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو عبدالرحمن آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا (یعنی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) گمان ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے سماعت کیا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ برابر تکبر موجود ہوا اس کو منہ کے بل دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے انسان چلا جاتا ہے (یعنی زندگی بسر کرتا جاتا ہے) حتی کہ اس کو جبار لوگوں میں درج کر دیا جاتا ہے (جبار سے مراد ہے

متکبر اور ظلم کرنے والے)۔ پھر اس کو وہ عذاب ہی ملتا ہے جو جباروں (تکبر کرنے والے ظالموں) کو ہوتا ہے۔

اور سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ پرندوں، انسانوں، جنات اور جانداروں کو حکم فرمایا کہ سب باہر آجائیں۔ پس دو لاکھ انسان اور دو لاکھ جنات باہر آگئے۔ یہ تخت نشین ہو کر بلندی پر چلے گئے حتیٰ کہ آسمان پر ملائکہ کی تسبیح سنائی دی۔ اسکے بعد نیچے آگئے حتیٰ کہ سمندر کو پاؤں آلگے۔ تو یہ آواز سنائی دی۔ اگر تم لوگوں کے اس ساتھی (یعنی سلیمان علیہ السلام) کے دل کے اندر ذرہ بھر تکبر موجود ہوتا تو جتنی رفعت پر اس کو لے جایا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر پستی میں دھنسا دیا جاتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے (روز قیامت) دوزخ میں سے ایک گردن بر آمد ہوگی جس کے سننے والے کان دو ہوں گے آنکھیں بھی دیکھنے کے لیے دو ہوں گی ایک زبان ہوگی بولنے والی جو کہتی ہوگی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تین پر تسلط دے دیا ہے۔ اول ہر سر کش غنڈے شخص پر۔ دوم ہر اس پر جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دیگر کو خدا بنائے اور اس کو پکارے۔ سوم ان پر جو تصویریں بناتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جنت کے اندر بخیل نہیں جائے گا نہ کوئی سر کش اور نہ ہی بد خلق شخص (بخیل سے مراد ہے جو زکوۃ واجب ہوتے ہوئے ادا نہ کرتا ہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ۔ جنت و دوزخ دونوں میں مناظرہ ہوا۔ دوزخ کہنے لگی۔ مجھے متکبر و سر کش لوگ دیے گئے اور یوں مجھے بڑائی دی گئی۔ جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور گرے ہوتے اور مساکین لوگ ہی آتے ہیں۔ اس پر جنت کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں رحمت کرنا وہ تیرے ذریعے ہی فرماتا ہوں اور دوزخ کو کہا تو میرا عذاب ہے جسے سزا دینا چاہوں تیرے ذریعے دیتا ہوں۔ اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھر دینے کے لیے ایک گروہ رکھا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بد ترین شخص وہ ہے جو سر کش

ہو اور ظلم کرتا ہو اور اس کبیر ترین جبار کو فراموش کر دے۔ بد ترین شخص وہ ہے جو سر کشی کرتا ہوا تکبر کرتا ہے اور کبیر تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کو بھولا ہوا ہو اور بد ترین وہ آدمی ہے جو غفلت شعار ہو گیا اور توجہ نہیں کرتا قبور اور بوسیدگی کو فراموش کر رکھے اور بد ترین شخص وہ ہے جو سر کشی کرے اور باغی ہو اور آغاز اور انجام فراموش کر دے۔

اور حضرت ثابت روایت کرتے ہیں کہ ہمیں روایت پہنچتی ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلاں میں کتنی بڑائی۔ فرمایا کیا اسکے لیے موت نہ ہوگی؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ نوح علیہ السلام قریب الوفات ہوئے تو اپنے دو فرزندوں کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ تم دونوں کو دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں میں تمہیں تکبر اور شرک سے منع کرتا ہوں۔۔ اور لا الہ الا اللہ کی و سبحٰن اللہ و بحمد نصیحت بھی کرتا ہوں (کہ اسے زیادہ سے زیادہ پڑھتے رہو)۔ کیونکہ اگر آسمانوں اور زمینوں اور مافیھما ایک پلڑا ترازوں میں رکھیں اور دوسرے پلے میں لا الہ الا اللہ ڈال دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا زیادہ وزنی ہو گا۔ اور اگر آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ انکے اندر ہے۔ ان تمام کا ایک حلقہ (بنا ہوا) ہو پھر اس (حلقے) کے اوپر لا الہ الا اللہ کو رکھ دیں تو یہ اس کو توڑ دے گا اور تم کو میں سبحان اللہ و بحمدہ کے ورد کرنے کا حکم فرماتا ہوں۔ کیونکہ ہر چیز کی عبادت ہے اور اسی سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ خوشخبری ہے ایسے شخص کے واسطے جسے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تعلیم فرمائے اور پھر وہ سر کش بن کر نہ مرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے تمام اہل دوزخ برے اخلاق والے اجڈ اور جمع کرنے والے (مال یا معاصی) اور (صدقات کی) ممانعت کرنے والے ہونگے اور اہل جنت ضعیف لوگ ہوں گے۔ تھوڑے (مال) والے (مراد یہ ہے کہ کمزور اور مفلس لوگ جنتی ہوں گے)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم میں سے زیادہ میرا پسندیدہ اور اور زیادہ میرے نزدیک روز آخرت میں وہ ہی ہو گا جو زیادہ خوش اخلاق ہو گا اور

ہمارے نزدیک زیادہ نفرت کے قابل اور ہم سے دور زیادہ بکواس کرنے والے اپنی باچھوں کو چلانے والے اور اپنے منہ کو دوران گفتگو پھیلانے والے ہوں گے (یہاں مراد ہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں باتیں کرنے والے باتیں بنانے والے وغیرہ)۔

آپ کی خدمت میں صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بک بک کرنے والے اور باچھیں چلانے والے تو ہم نے جان لیے ہیں۔ مگر اپنے منہ پھیلانے والے لوگ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ متکبر لوگ ہیں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت تکبر کرنے والوں کو چیونٹی کی صورت و شکل میں لایا جائے گا۔ تو لوگ ایسی انسانی چیونٹیوں کو پامال کریں گے ہر چھوٹی شے ان پر اونچی ہو جائے گی۔ ان کو زندان دوزخ میں لائیں گے جو بولس کہلاتی ہے۔ ان پر آتشوں کی آتش (یعنی بڑی سخت آگ) مسلط ہو جائے گی۔ اور ان کا مشروب طین الخبال ہو گا (دوزخ کے لوگوں کے زخموں سے بہنے والی رطوبت)۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے روز سرکشی اختیار کرنے والوں اور تکبر کرنے والے لوگوں کو بصورت چیونٹیاں پیش کیا جائے گا۔ ان کو لوگ زیر پا روندتے ہوں گے کیونکہ عند اللہ وہ سب سے بڑھ کر ذلیل ہیں۔

حضرت محمد واسع رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کہ میں بلال بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا اے بلال آپ کے باپ نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا اور مجھے بتایا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ دوزخ کے اندر ایک وادی ہبہب کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ہر ایک سرکش شخص کو اس وادی میں مقیم کرنے کا حق ہے۔ پس اے بلال ان میں سے تو مت ہونا جنہیں (اللہ تعالیٰ) اس کے اندر قرار پذیر کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے ایک محل دوزخ میں ہے۔ اسکے اندر تکبر کرنے والوں کو داخل کر کے اسکے اندر بند کیا جائے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اللھم انی اعوذبک من نفختہ الکبریاء۔

(اے میرے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں تکبر کی برائی سے)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کی روح اسکے جسم سے نکلے ۔ اگر وہ تین چیزوں سے محفوظ رہا ہو تو وہ جنتی شخص ہے۔ یعنی تکبر، قرض اور خیانت۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کوئی بھی شخص کسی بھی مسلمان کو حقارت سے نہ دیکھے کیونکہ عنداللہ چھوٹا مسلمان بھی بڑا ہے۔ اور حضرت وہب رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے جنت عدن تخلیق فرمائی تو پھر اس پر نظر فرمائی اور فرمایا تو ہر تکبر کرنے والے شخص کے لیے حرام ہوگی۔

حضرت احنف بن قیس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی ان کی چارپائی پر بیٹھ جایا کرتے تھے ۔ وہ ایک روز آئے تو مصعب نے اپنی ٹانگیں پھیلائی ہوئی تھیں۔ آپ نے ٹانگوں کو اکٹھا نہ کیا۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ بیٹھے تو انہوں نے کچھ مزاحمت کی یعنی لگے چہرہ پر اس کا ظہور ہوا۔ فرمایا کہ حیرت ہے کہ ابن آدم متکبر بن جائے ۔جبکہ وہ مردو پیشاب والی جگہوں سے نکلا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تعجب ہے کہ ابن آدم ہر روز اپنے ہاتھوں سے پاخانہ صاف کیا کرتا ہے۔ پھر بھی یہ اس جبار تعالیٰ کے مقابل آتا ہے۔

وفی انفسکم افلا تبصرون۔

(تمہارے اندر ہی نشانیاں موجود) ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ الذریات ۔ ۲۱)۔

اسی آیت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ (مراد ہے) تمہارے بدن سے پیشاب پاخانہ خارج ہوتا ہے پھر سوچ تو سہی کہ کیا چیز ہو اور پھر یہ تکبر کیوں۔

اور محمد بن حسین بن علی نے فرمایا ہے۔ جس شخص کے قلب میں ایک ذرہ ہی تکبر آئے اسکی عقل اسی نسبت سے کم ہو جاتی ہے۔ جتنا یہ تکبر آتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

عقل اتنی ہی کم ہو جاتی ہے۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ ایسی برائی کیا ہے جسکے ساتھ نیکی بیکار ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ تکبر ہے۔

اور حضرت نعمان بن بشیر نے برسر منبر فرمایا۔ شیطان کی شکار کی جگہیں ہیں اور جال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو انعامات ہوتے ہیں ان پر شکر ادا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا پر فخر دکھانا اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلہ میں متکبر ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا (ناجائز طرح کی) خواہش کی اتباع کرنا۔ شیطان کی شکار گاہیں اور اسکے جال ہیں۔

ہم دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ سے عفو و کرم اور عافیت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اسکے فضل اور احسان کے صدقہ و وسیلہ سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر (رحمت) نہیں۔ جو شخص بوجہ تکبر اپنے تہبند کو گھسیٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص اپنی چادر میں تکبر کر رہا تھا۔ اور اپنے نفس پر عجب کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں نیچے دھنسا دیا اور وہ تا قیامت نیچے دھنستا ہی چلا جائے گا۔

اور حضرت زید بن اسلم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا تو وہاں سے عبداللہ بن واقد گذرے۔ جو نئے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ میں نے ان کو فرماتے سنا۔ اے بیٹے اپنے تہبند کو اوپر کر لو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی جانب نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ جو تکبر کرتے ہوئے تہبند کو گھسیٹتا ہو۔

روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر تھو کا پھر اس کے اوپر انگلی رکھ دی اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اے ابن آدم کیا تو مجھے اپنے غلبہ میں کر سکتا ہے۔ حالانکہ میں نے اس طرح کی چیز سے تیری تخلیق فرمائی۔ جب تجھ کو میں نے برابر کیا تو دو چادروں میں تو چلنے لگا اور تجھ کو زمین کے اندر دفن کیا

جائے گا۔ تو دنیا جمع کرتا رہا اور (فی سبیل اللہ، صرف کرنے سے روک رکھا یہانتک جان لبوں پر آنے کے وقت کہا۔ اب میں صدقہ کرتا ہوں۔ لیکن یہ وقت صدقہ کا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت جب اکڑ اکڑ کر چلنا شروع کر دے گی اور اہل فارس ان کی خدمت کرنے والے ہوں گے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ میں بعض کو بعض پر تسلط دے دے گا(یہاں مراد ہے کہ آپس میں لڑنے لگیں گے اور ایک دوسرے پر مسلط ہوں گے)۔

ابن عرابی نے فرمایا ہے دو چادروں میں اکڑ کر چلنے سے مراد ہے۔ یوں چلنا جس میں تکبر ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جو خود بڑا بنے اور چال میں تکبر کرنے والا ہو وہ ایسے حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہو گا۔

حضرت ابو بکر حذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے کہ اس وقت ہمارے قریب سے ابن الھیثم کا گذر ہوا۔ وہ اپنے گھر کی طرف جاتا تھا اسکے اوپر ریشمی جبے تھے۔ ایک دوسرے پر چڑھائے ہوئے تھے جو پنڈلیوں تک تھے۔ اسکی وجہ سے قبا۔ کھلی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور کہا ناک سے کتنا بلند اور بوجہ تکبر دوہرا ہو ہو جاتا اور رخسار بوجہ اکڑ ٹیڑھے اور بدن کے پہلوؤں پر دیکھتا ہوا اکڑتا ہوا چل رہا ہے۔ یہ ایسی نعمتوں سے ہے جن کا شکر ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں کی۔ نعمتوں کے حق کی ادائیگی نہیں کی ہے۔ جبکہ اسکے بدن کے ہر عضو میں نعمت الہی موجود ہے اور اسی پر شیطان کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ واللہ اگر یہ اپنی فطری چال چلتا یا کسی پاگل کی مانند گرتا لڑکھڑاتا ہوا چلتا تو اچھا تھا۔ اس نے واپس آکر معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس معذرت مت کر بلکہ اپنے پروردگار سے معافی مانگ۔ کیا تو نے یہ نہیں سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا۔

(اور مت چل اکڑ کر زمین پر بلا شبہ تو زمین ہرگز نہیں پھاڑ سکتا اور نہ تو لمبائی میں پہاڑوں کے برابر پہنچ سکے گا۔ بنی اسرائیل۔ ۳۷)۔

ایک جوان شخص کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قریب سے گذر ہوا۔ وہ خوبصورت ریشمی لباس میں ملبوس تھا۔ آپ نے اس کو بلا کر اسے کہا اے آدم کے بیٹے حیرت ہے تیری جوانی پر۔ تیری عادتیں ناگوار ہیں۔ گویا کہ قبر نے تیرے جسم کو چھپایا ہوا ہے۔ اور گویا کہ تیرا عمل تجھ سے آملا ہے۔ تیرے دلی مرض نے تجھے برباد کر دیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کہ بندوں کے دلوں کی اصلاح ہو۔

نقل ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے قبل از خلافت حج ادا کیا وہاں ان کو حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں دیکھا کہ وہ اترا اترا کر چلتے تھے۔ تو ان کی طرف اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا۔ اس کی چال ایسی نہیں ہوتی جسکے شکم میں پاخانہ ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے معافی چاہتے ہوئے کہا کہ مجھے (اس بات سے) اپنی اس چال کی وجہ سے اتنی مار پڑ گئی ہے۔ کہ مجھے سمجھ آ گئی ہے۔ حضرت محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ کو انکا فرزند اکڑ اکڑ کر چلتا ہوا دکھائی دیا۔ تو آپ نے اس کو بلا کر فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری والدہ کون ہے۔ میں نے اس کو ایک سو درہم (مہر کے) میں خرید کیا تھا اور تیرا والد یہ ہے کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ اس طرح کے آدمیوں کی کثرت نہ ہی کرے (آپ نے خود انکساری طور پر یوں کہا)۔

ایک آدمی اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے جارہا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھ لیا تو فرمایا شیطان کے برادر بھی متعدد ہیں۔ آپ نے اس جملے کو دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ اور منقول ہے کہ مطرف بن عبداللہ بن شیخر نے مہلب کو ریشمی جبے میں متکبرانہ طور پر چلتے ہوئے جاتے دیکھا تو فرمایا۔ اے بندہ خدا یہ ایسی چال ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول متنفر ہیں مہلب بولا کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں تجھ سے واقف ہوں۔ تو ایک گندے قطرہ سے آغاز پذیر ہوا اور بدبودار مردار تیرا انجام ہے اور اس درمیان کی مدت میں تو اپنے اندر گندگی اٹھائے پھرتا ہے۔ اسنے یہ سنا تو اس چال کو چھوڑ دیا ایک شاعر نے اس طرح سے کہا ہے۔

عجبت من معجب بصورتہ

وکان بالامس نطفتہ مذرة
وفی غد بعد حسن هیئتہ
یصیر فی القبر جیفتہ قذرة

(مجھے حیرانی ہوتی ہے اپنی صورت پر اکڑنے والے سے کہ ابھی کل ہی تو یہ ایک گندہ قطرہ ہی تھا۔ پھر اس خوبصورتی کے بعد آئندہ کل کو اس نے پھر قبر میں قابل نفرت مردار ہی ہو کر رہ جانا ہے)۔

لنا صاحب مولع بالخلاف
کثیر الخطاء قلیل الصواب
اشد لجاجا من الخنفساء
وازهی اذا ما مشی من غراب

(ہمارے ساتھی کو عشق ہے وعدہ خلافی سے، کثرت سے خطائیں کرنے والا ہے اور اچھا عمل کم ہی کرتا ہے۔ ایک خنفساء (جھگڑالو عورت) سے بھی بڑھ کر جھگڑا کرنے والا اور جب چلے تو کوے سے بھی بڑھ کر تکبرانہ انداز اختیار کرنے والا)۔

دیگر ایک شاعر نے بھی اس طرح سے کہا ہے۔

قلت للمعجب لما
قال مثلی لا یراجع
یا قریب العهد بالمخرج
لم لا تتواضع

(متکبر کو میں نے کہا جب اس نے کہا کہ مجھ جیسوں سے پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔ کہ تو تو قریب عہد میں دنیا سے جانے والا ہے پھر کیوں تواضع اختیار نہیں کرتا)۔

اور حضرت ذوالنون نے اس طرح سے فرمایا ہے۔

ایها الشامخ الذی لا یرام

نحن من طینتہ علیک السلام
انما ھذہ الحیاۃ متاع
ومع الموت نستوی الاقدام

(اے تکبر سے اونچے جس کو کوئی پوچھے تک نہیں ہم مٹی سے پیدا ہوئے تیرے اوپر سلامتی ہو۔ یہ زندگی تو عارضی سا فائدہ ہی ہے اور بعد از مرگ تمام برابر ہو گئے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ثم ذھب الی اھلہ یتمطی۔

(پھر وہ اپنے اہل خانہ کی جانب لمبا ہوتا ہوا گیا۔ القیامتہ ۔ ۳۳)۔

اسکے متعلق حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہاں مراد ہے کہ وہ اکڑتا ہوا گیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اصحابہ و اھل بیتہ و بارک وسلم



باب نمبر 43

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں تدبر کرنا

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرو اور سوچو جیسے کہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:۔

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنہار۔

(بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز میں تبدیلی واقع ہونے میں نشانات ہیں) (آل عمران۔ ۱۹)۔

بتایا گیا ہے کہ باری باری دن اور رات بدل کر آتے ہیں۔ ایک کے جانے پر دوسرا آجاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وھو الذی جعل الیل والنہار خلفتہ۔

(اور وہ ہی ہے جس نے رات کو بنایا اور پیچھے پیچھے (آنے والا) دن۔ الفرقان، ۶۲)۔

اس ضمن میں حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ دن رات کے اختلاف سے مراد ہے روشنی اور ظلمت اور کمی اور زیادتی۔ ایک شاعر کا قول ہے۔ کہ

یارا قد الیل مسرورا باولہ
ان الحوادث قد تطرقن اسحارا
لا تفرحن بلیل طاب اولہ
فرب آخر لیل اجج النارا

(اے وہ جو شروع رات میں خوش خوش سوتا ہے کبھی سحری کے وقت بھی حادثات آ کھٹکھٹاتے ہیں۔ تو اس رات پر مت مسرور ہو۔ جو شروع میں اچھی ہے کیونکہ بعض

اوقات شب کے آخری حصہ میں آگ بھڑک اٹھی ہے)۔

دیگر ایک شاعر اس بارے میں یوں گویا ہے:۔

ان اللیالی للا نام مناھل

تطوی و تنشر دونھا الاعمار

فقصار ھن مع الھموم طویلۃ

وطوالھن مع السرور قصار

(لوگوں کے واسطے یہ راتیں گھاٹ ہیں اور ان کے اوپر لوگوں کی عمریں لپیٹی جاتی ہیں اور پھیلائی بھی جاتی ہیں۔ اگر غم ہوں تو پھر چھوٹی رات بھی بڑی لمبی ہوتی ہے اور اگر خوشی ہو تو پھر طویل رات بھی بہت چھوٹی ہے)۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تعریف فرماتا ہے جو آیات الٰہی میں تدبر اور فکر کرنے والے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:۔

الذین یذکرون اللہ قیما و قعودا وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا (آل عمران، ۱۹۱)۔

(وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر ہوتے ہوئے بھی اور تخلیق آسمان اور زمین میں سوچتے ہیں (پھر کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ سب کچھ یونہی بے فائدہ تخلیق نہیں فرمایا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ عزوجل میں تدبر کرتی ہے (مراد یہ کہ وہ بڑا محسن اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے وہ وحدہ معبود ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور کریں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں مت سوچیں کیونکہ تم لوگ اسکی حقیقت کے شعور سے قاصر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ آپ اہل اسلام کے ایک گروہ کے پاس تشریف فرما ہوتے اور ان سے آپ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔

تم لوگ بات کیوں نہیں کرتے ہو۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسے ہی کیا کرو۔ اسکی مخلوق میں فکر کیا کرو اور خود اسکی ذات میں فکر مت کرنا۔ کیونکہ مغرب میں زمین سفید ہے۔ اسکی سفیدی ہی اس کا نور ہے اور اسکا نور اسکی سفیدی ہے۔ آفتاب اگر چالیس روز تک چلتا جائے تو پھر وہاں پہنچتا ہے اس (زمین) کے اندر اللہ تعالیٰ کی مخلوق پیدا ہوئی ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی مرتکب نہیں ہوئی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شیطان کہاں رہا (مراد یہ ہے کہ پوچھا شیطان نے انہیں کیوں نہ گمراہ کیا)۔ آنحضرت نے فرمایا ان کو معلوم ہی نہیں کہ شیطان کی تخلیق بھی ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ عرض کیا آدم اولاد (پیدا ہونے) کا ان کو علم ہے؟۔ تو آنجناب نے فرمایا ان کو نہیں معلوم کہ آدم کی تخلیق ہوئی ہے یا کہ نہیں۔

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ایک روز میں اور عبید بن عمیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ ہم نے کلام کیا۔ انکے اور ہمارے درمیان حجاب تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا۔ اے عبید ہماری ملاقات سے کیا چیز تمہارے لیے رکاوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کبھی کبھی ملاقات کیا کرو تاکہ محبت زیادہ ہو۔ ابن عمیر نے کہا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کیا چیز آپ نے حیران کن دیکھی۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ رو پڑیں اور فرمایا۔ آنجناب کی تو ہر چیز ہی حیرت افزا تھی۔ پھر انہوں نے حدیث بیان کی اور فرمایا کہ ایک آپ نے فرمایا کہ مجھے جانے دو تاکہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کرلوں۔ آپ اٹھے مشکیزہ کے پاس چلے گئے وضو فرمایا پھر کھڑے ہوئے اور نماز شروع کی اور آپ رونے لگے یہاں تک کہ ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر آپ سجدہ ریز ہوئے تو زمین تر ہو گئی۔ پھر آپ اپنے پہلو پر لیٹ گئے حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز فجر کی اطلاع کرنے کے لیے آ گئے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کیوں روتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام گذشتہ و

آئندہ کے گناہ معاف کیے ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے بلال کونسی چیز مجھے گریہ کرنے سے روکتی ہے۔ جبکہ اس رات اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے:۔

ان فی خلق السموت والارض و اختلاف الیل والنھار لآیات لاولی الالباب (آل عمران)۔

(تحقیق آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور لیل و نہار کے تبدیل ہونے میں اہل عقل کے واسطے نشانیاں ہیں)۔

محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے وصال پا جانے کے بعد بصرہ سے ایک شخص ام ذر رضی اللہ عنھما کے پاس حاضر ہوا اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کرنے کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ان کا تمام دن ہی گھر کے ایک گوشہ میں فکر میں بسر ہوتا تھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک ساعت فکر کرنا تمام رات کے قیام سے بہتر ہے۔ حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تیرا فکر تیرا آئینہ ہے۔ جو تجھے تیرے نیک و بد اعمال دکھاتا ہے۔ حضرت ابراھیم رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کیا وجہ ہے کہ آپ بہت دیر تک فکر میں مستغرق ہوتے ہیں تو فرمایا کہ فکر کرنا مغز عقل ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ اس شعر کے مصداق دکھائی دیتے تھے۔

اذا المرء کانت لہ فکرۃ
ففی کل شیئی لہ عبرۃ

(کسی شخص کو جب کوئی فکر لگ جاتی ہے تو اسکے واسطے ہر شے میں عبرت ہوتی ہے)۔

حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں گذارش کی۔ اے روح اللہ کیا زمین پر آپکی مانند بھی کوئی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں جس کا کلام ذکر الٰہی ہو سکوت فکر ہو دیکھنا عبرت ہو تو وہ مانند عیسیٰ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ جس کی گفتگو مبنی بر حکمت نہیں ہوتی وہ لغو ہے۔ جس کی

خاموشی تفکر نہیں وہ غفلت ہے اور حس کا دیکھنا عبرت نہیں
وہ محض تماشہ ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

(انکو اپنی نشانیوں سے میں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں)۔ (الاعراف ۔۱۴۶)۔

ان کے متعلق ارشاد ہے۔ کہ میں اپنے حکم میں انکے دل تدبر کرنے سے روک دوں گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ آنکھوں کی عبادت سے ان کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عبادت سے حصہ آنکھوں کا کیا ہے۔ فرمایا قرآن کو دیکھنا اور اس میں فکر کرنا اور اسکے عجائبات سے نصیحت پکڑنا۔

مکہ شریف کے نزدیک جنگل میں ایک عورت رہا کرتی تھی۔ کہ تقویٰ والے لوگوں کے دلوں کے تفکر کی وجہ سے انکے واسطے حجابات غیب میں جو خیر محفوظ کی گئی ہے۔ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو دنیا میں ان کی زندگی کدورت بھری ہو کر رہ جائے اور کبھی انکی آنکھیں دنیا کے اندر ٹھنڈی نہ ہو سکیں (مراد یہ کہ ہمیشہ متنفر رہیں دنیا سے)۔ حضرت لقمان علیہ السلام کافی دیر اکیلے تفکر میں بیٹھے رہے انکے آقا انکے قریب سے گذرے جاتے تھے تو کہتے تھے۔ اے لقمان تو ہمیشہ تنہا بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ لوگوں میں بیٹھے تو تجھے زیادہ انس حاصل ہو۔ لقمان جواب دیتے تھے کہ طویل وقت تنہائی حاصل ہونا فکر کے واسطے زیادہ دوام کا سبب ہوتی ہے اور طویل فکر سے ہی راہ جنت دکھائی دیتی ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جو شخص طویل فکر والا ہوا اسکو علم حاصل ہوتا ہے اور جسے علم حاصل ہو وہ عمل کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز حضرت سہل بن علی کو دیکھا جو بے حس و حرکت فکر میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہاں تک جا چکے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ پل صراط تک۔

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت میں فکر کریں۔ تو اسکے نافرمان ہر گز نہ ہوں اور ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہوا ہے کہ تفکر کے ساتھ دو درمیانی سی رکعت نماز بہتر ہے۔ بہ نسبت تمام رات بغیر حضور دل قیام کے۔ حضرت ابو شریح رحمتہ اللہ علیہ چلتے جاتے تھے پھر فوراً ہی بیٹھ گئے اپنے اوپر کمبل اوڑھ لیا اور رونا شروع کر دیا پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے تو فرمایا کہ میں نے سوچا کہ عمر کتنی گذر چکی اور عمل کم کیا اور موت نزدیک ہو گئی۔ حضرت ابو سلمان رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آنکھوں کو رونے کی اور دل کو فکر کرنے کی عادت ڈالو اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ دنیا کے بارے میں فکر کرنا آخرت سے حجاب کا سبب بنتا ہے اور اہل ولایت کے حق میں عذاب ہوتا ہے۔ جبکہ آخرت میں فکر کرنا حکمت حاصل ہونے کا سبب بنتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے۔ حضرت حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے۔ ذکر سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور تفکر سے خوف میں زیادتی ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا ہے۔ خیر میں فکر بھلائی پر عمل کی رغبت دلاتا ہے۔ برائی پر شرمساری اسکو ترک کر دینے پر راغب کرتی ہے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ایک کتاب میں ارشاد ہے کہ ہر حکیم کی بات کو میں قبول نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ اسکی سوچ اور خواہش کو دیکھا کرتا ہوں۔ اگر وہ میرے واسطے فکر و خواہش رکھتا ہو تو اسکی خاموشی سراسر فکر کر دیتا ہو اور اسکے کلام کو حمد بنا دیتا ہوں خواہ وہ نہ ہی کلام کرے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عقل والے حضرات ہمیشہ ذکر بالفکر کرتے رہتے ہیں۔ حتی کہ انکے دل ہی کلام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر حکمت پر مبنی کلام کرتے ہیں۔ حضرت اسحاق بن خلف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ایک چاندنی روشن رات تھی اور داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ مکان کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔ وہ آسمان اور زمین کے متعلق فکر کرنے لگے۔ آسمان کو دیکھ کر روتے تھے اور روتے ہوئے وہ

پڑوس کے گھر میں جا گرے۔ پڑوسی فوراً اپنے بستر سے اٹھا اسکے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اس کا گمان تھا کہ کوئی چور آ دھمکا ہے۔ پھر وہ حضرت داؤد کو دیکھ کر لوٹ گیا تلوار رکھی اور آپ سے پوچھنے لگا کہ کس نے آپ کو چھت سے نیچے پھینک دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ مجھے اس کی کوئی خبر ہی نہیں ہوئی۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ ایسی مجلس عمدہ ترین اور اعلیٰ مرتبہ کی ہوتی ہے جس میں توحید کی فکر ہو۔ نسیم معرفت سے استفادہ ہو۔ محبت کے سمندر سے محبت کا جام پیتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کتنا لذت بخش ان کا مشروب ہے۔ جس کو یہ حاصل ہو جائے اسکے حق میں خوشخبری ہے۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خاموشی کے ساتھ کلام کرنے اور فکر کے ساتھ استنباط کرنے میں مدد لو اور یہ بھی فرمایا کہ تمام امور میں صائب نظر ہونا ذریعہ ہے فریب سے چھٹکارے کا اور رائے میں عزم پختہ ہی افراط و تفریط اور شرمساری بچے رہنے کا سبب ہوتا ہے دیکھنے اور فکر کرنے سے ذہن کو جلا ملتی ہے۔ حکماء کے ساتھ مشاورت سے نفس ثابت قدم اور عقل و بصیرت قوی ہوتی ہے۔ پس عزم کرنے سے پہلے سوچ لو حملہ آور ہونے قبل سوچ لو اور حملہ آور ہونے سے قبل غور و فکر کر لو اور آگے قدم رکھنے سے قبل مشورہ کرو اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ چار فضائل ہیں۔ ایک حکمت ہے اور وہ فکر سے درست ہوتی ہے۔ دوم عفت ہے وہ شہوت پر کنٹرول کرنے سے درست ہوتی ہے۔ سوم قوت ہے وہ غصہ کنٹرول کرنے سے درست ہوتی ہے۔ چہارم عدل وہ قوائے نفس اعتدال پر ہیں تو درست ہوتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اہل بیتہ و بارک وسلم

باب نمبر 44

موت کی تلخی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے موت اور اس میں سختی کے بارے میں ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ اتنی تلخ ہے کہ جیسے تلوار کے ساتھ تین صد مرتبہ ضرب لگائی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے موت کی تلخی سے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا سب سے زیادہ آسان موت یہ ہے کہ روئی میں کانٹوں والی جھاڑی ہو جب وہ روئی سے نکالی جائے تو کچھ روئی اسکے ساتھ ہی رہ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک بیمار شخص کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس کو کیا تکلیف ہو رہی ہے۔ اسکی ہر رگ جدا جدا موت کے درد میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد کی ترغیب دے رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ اگر تم شہادت سے سرفراز نہ ہوئے تو بھی مر جاؤ گے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ بستر پر مرنے کی بجائے تلوار کی ایک ہزار ضرب لگنا میں آسان تر سمجھتا ہوں۔

امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم تک یہ بات پہنچتی ہے کہ ایک مردہ دوبارہ اٹھنے تک موت کی تلخی کو محسوس کرتا رہتا ہے (موت یہ ہے کہ اس کو موت کی تکلیف یاد رہتی ہے)۔ اور حضرت شداد بن اوس رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا اور آخرت کے اندر مومن کے لیے خوفناک ترین چیز موت ہے یہ اس سے بڑھ کر شدید و تکلیف دہ ہے۔ کہ آرے کے ساتھ چیرا جائے قینچیوں کے ساتھ کاٹا جائے اور دیگوں کے اندر ڈال کر ابالا جائے۔ اگر مردے کو پھر سے زندہ کیا جائے اور دنیا میں بھیجا جائے اور اہل دنیا کو وہ موت کی کیفیت بیان کرے تو دنیا والے زندگی سے ہرگز مفاد نہ لیں نہ ہی ان کو

نیند میں لذت حاصل ہو۔

حضرت زید بن اسلم اپنے باپ سے راوی ہیں کہ مومن جب اس درجہ و مرتبہ سے محروم رہے جو وہ عمل کے ذریعے حاصل نہیں کر سکا۔ تو اس کے لیے موت کو شدید کر دیا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ وہ سکرات موت اور تکلیف کی وجہ سے جنت میں اس مقررہ درجہ کو حاصل کر سکے۔ اور کافر کا کوئی نیک عمل اگر ایسا ہو جس کا بدلہ اسے دنیا کے اندر ہی نہ دیا گیا ہو تو اس پر موت آسان کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اسکی اس نیکی کا اجر پورا مل جائے ازاں بعد وہ دوزخ میں جا وارد ہو۔

بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ عام طور پر وہ بیمار لوگوں سے دریافت کرتے تھے کہ تم نے موت کو کیسا پایا پھر جب وہ خود ہی بیمار پڑے تو ان سے پوچھا کہ تم نے موت کو کیسا پایا تو فرمایا کہ جیسے آسمان زمین پر بند ہے۔ جیسے کہ سوئی کی ناکے میں سے میری جان نکل رہی ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ موت کا اچانک وارد ہو جانا مومن کے لیے باعث راحت ہوتا ہے اور کافر کے لیے باعث افسوس۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت مکحول رحمتہ اللہ علیہ راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ اگر مردے کے ایک بال کو آسمان و زمین والوں کے اوپر رکھ دیں تو وہ اللہ تعالٰی کے حکم سے سب مر جائیں۔ کیونکہ ہر ایک بال کے اندر موت ہے۔ اور جس چیز پر بھی موت وارد ہو وہ مر جاتی ہے۔ اور نقل ہے کہ اگر ایک قطرہ موت دنیا کے سب پہاڑوں کے اوپر رکھ دیں تو وہ تمام ہی پگھل کر رہ جائیں اور منقول ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وصال پایا۔ تو ان سے اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا تو انہوں نے عرض کیا گویا کہ روئی تر ہو۔ اس میں گرم سلائی ڈال کر کھینچی جائے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا میں نے تجھ پر اس کو آسان کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق روایت کی گئی ہے کہ جس وقت ان کی روح اللہ تعالٰی کے پاس پرواز کر گئی۔ تو اللہ تعالٰی نے اس سے دریافت کیا۔ اے موسیٰ تو نے موت کو کیسا

پایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے خود کو ایسی چڑیا کی مانند پایا جو کڑاہی میں بھونی جارہی ہو کہ نہ وہ مرتی ہو کہ آرام ہو جائے اور نہ ہی نجات پاتی ہو کہ اڑ کر جا سکے۔ اور ان ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ کہا کہ میں نے زندہ بکری کی مانند خود کو پایا جو قصاب کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور اس کی کھال اتاری جارہی ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ بوقت وصال آنجناب کے پاس پانی بھرا ایک پیالہ موجود تھا۔ آپ اس میں اپنا ہاتھ تر کر کے اپنے چہرے پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے۔

اللھم ھون علی سکرات الموت۔

(اے میرے اللہ تعالیٰ میرے اوپر موت کی بیہوشیوں کو آسان کر دے)۔

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنھا فرماتی تھیں۔ ہائے اباجان کتنی تکلیف ہے آپ کو، افسوس تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے تھے۔ تیرے والد پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اے کعب تو ہمیں موت کے متعلق کچھ بیان کر تو انہوں نے فرمایا۔ اچھا یا امیر المومنین۔ موت ایسی شاخ کی مانند ہوتی ہے جو بہت سے کانٹوں بھری ہو۔ وہ کسی شخص کے پیٹ کے اندر داخل ہو اس کا ہر ایک کانٹا ایک رگ میں چبھا ہوا ہو۔ پھر کوئی آدمی اس کو شدت سے کھینچ لے پھر جو گھسٹ جائے وہ ساتھ ہی گھسٹ جائے اور جو رہ جائے وہ رہ جائے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انسان پر سکرات موت اور تکلیفیں وارد ہوتی ہیں اور اسکے (بدن کے) جوڑ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ علیک السلام (تجھ پر سلامتی ہو) تو مجھے چھوڑ رہا ہے اور تجھ سے تا قیامت میں جدا ہو رہا ہوں۔ پس ایسا حال تو اولیاء اللہ اور اسکے محبوبوں پر ورود موت کا ہے۔ مگر ہم لوگ کہ ہمہ وقت گناہوں میں ڈوبے ہوتے ہیں ہمارا حال کیسا ہو گا ہمارے اوپر موت کی سکرات (بیہوشیاں) آخر حوادث تک طاری ہی رہیں گی۔ کیونکہ موت کے تین حوادث ہیں ان میں

سے دو یہ ہیں۔ اول وہ تکلیف جو بوقت نزع ہوتی ہے جیسے کہ ہم نے بیان کی ہے۔ اور دوم ملک الموت کی صورت و شکل کو دیکھنا اور اسکا خوف اور اسکی ہیبت کا دل پر چھا جانا کہ اگر تمام انسانوں سے بڑھ کر قوت والا انسان بھی کسی گنہگار انسان کی روح قبض کرنے والے اس ملک الموت کو ایک نظر دیکھ لے تو ہرگز برداشت نہ کر سکے۔

روایت ہے کہ موت کے فرشتہ کو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تو مجھے وہ صورت اپنی دکھا سکتے ہو جو تمہاری شکل اس وقت ہوتی ہے۔ جب تو کسی گنہگار انسان کی روح قبض کرتا ہے۔ فرشتے نے عرض کیا کہ آپ وہ برداشت نہ کر پائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی برداشت ہے۔ فرشتہ نے کہا اچھا آپ ذرا اپنے رخ کو دوسری جانب موڑلیں۔ آپ نے رخ پھیر لیا۔ پھر آپ نے جو دیکھا کہ سیاہ شخص کھینچے تنے ہوتے بال بدبودار سیاہ لباس اور منہ اور نتھنوں میں سے آتشیں شعلے نکلتے ہوئے ہیں اور دھواں برآمد ہو رہا ہے۔ اس کو دیکھا تو ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت بد عمل شخص کو صرف تیری شکل ہی موت کے وقت دکھائی جائے تو اسکے لیے اتنی ہی (سزا) کافی ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام غیرت مند شخص تھے۔ آپ جب باہر نکلتے تھے تو دروازے بند کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز دروازوں کو بند کر کے باہر چلے آتے۔ گھر کے اندر ان کی زوجہ کو ایک شخص دکھائی دیا تو آپ نے کہا کہ اس آدمی کو گھر کے اندر کس نے آنے دیا ہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام آ گئے تو آپ نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں وہ ہوں جسے بادشاہوں کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی پردہ میرے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا واللہ پھر تو ملک الموت ہے تو داؤد علیہ السلام نے وہاں پر اپنے اوپر چادر لے لی۔

مروی ہے کہ ایک کھوپڑی پر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ہوا اس کو آپ نے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول۔ اس کھوپڑی نے کہا

یا روح اللہ میں فلاں عہد کا بادشاہ ہوں۔ میں اپنی سلطنت میں براجمان تھا۔ سر پر تاج پہنے ہوئے تھا۔ میرے ارد گرد میری فوج موجود تھی۔ پورے جاہ و جلال کے ساتھ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے تخت پر حکمران صورت میں کہ میرے سامنے موت کا فرشتہ آ گیا۔ میرا ہر ہر عضو جدا ہو گیا پھر جان نکل گئی۔ افسوس مانوس انسان وحشت زدہ ہو گیا۔

یہ حادثہ بڑا خطرناک ہے جو نافرمان لوگوں کو پیش آئے گا اور عابد لوگوں کے لیے (انکے حق میں بھلائی کے واسطے) کافی ہے اور انبیائے کرام نے موت کے وقت صرف نزع کی سختی کو بیان فرمایا ہے اور بغیر گھبراہٹ کے موت (مطلق سکرات) کا ذکر موجود ہے۔ جو ملک الموت کو دیکھنے والے پر وارد ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص دوران خواب بھی ملک الموت کو دیکھ لے تو اس کا کیا حال ہو جائے گا۔

نیک و خوش اعمال شخص کو ملک الموت نہایت حسین صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے غیور انسان تھے۔ وہ ایک علیحدہ کمرے کے اندر عبادت کیا کرتے تھے جب باہر نکلتے تھے اس کو بند کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز جب آپ واپس آئے تو دیکھا کہ کمرے کے اندر ایک آدمی موجود ہے۔ آپ نے اس کو پوچھا کہ میرے گھر میں تجھے کس نے اندر آنے دیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے اسکے مالک نے داخل کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر کا مالک تو میں ہوں۔ ملک الموت نے کہا کہ مجھے اس میں داخل کرنے والا وہ ہے۔ جو مجھ اور تجھ سے بڑھ کر اس کا مالک ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون سا فرشتہ ہے۔ اس نے کہا ملک الموت ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا کیا تو وہ صورت اختیار کر سکتا ہے جو کسی مومن کی روح قبض کرنے کے وقت تمہاری صورت ہوتی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ اپنی نظر ذرا دوسری جانب کریں۔ انہوں نے دوسری طرف دھیان کر لیا پھر آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک نوجوان تھا بڑا حسین چہرہ تھا۔ لباس بڑا خوبصورت خوشبو میں اٹا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ملک الموت مومن کو بوقت مرگ تیری صرف شکل و صورت ہی دکھا دیں تو یہ بھی اسکے لیے انعام کافی ہو گا۔

علاوہ ازیں دو محافظ فرشتے بھی دکھائی دیں گے۔ حضرت وہب نے فرمایا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے۔ کہ مرنے والے شخص کو دو فرشتے اسکے اعمال دکھاتے ہیں (یہی وہ نیکی بدی درج کرنے والے فرشتے ہیں)۔ اگر وہ عابد شخص ہو تو اسے کہتے ہیں کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ اچھی جزا عطا فرمائے۔ تو ہم کو متعدد اچھی مجلسوں میں بٹھاتا رہا ہے اور ہمارے سامنے تو نے متعدد نیک اعمال کیے اور اگر وہ کوئی برا شخص ہو تو اسے وہ کہتے ہیں۔ اللہ تجھے اچھی جزا نہ دے تو نے ہمیں متعدد بار بری مجالس میں بٹھایا اور ہماری موجودگی میں تو نے برے عمل کئے اور ہم کو تو نے بری باتیں سنائیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے ہمارے طرف سے اچھی جزا نہ دے۔ مرنے والے کی نظریں ان کی جانب ہی ہوتی ہیں اور وہ دنیا میں پھر کبھی واپس نہ آئے گا۔

سوم یہ ہے کہ نافرمان لوگ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھتے ہیں اور دیکھنے سے قبل خوف و خطرہ ہوتا ہے۔ جس وقت وہ سکرات موت میں ہوتا ہے۔ قوتیں تباہ ہو گئی ہوتی ہیں۔ ان کی روحیں تیار ہوتی ہیں کہ باہر نکلیں مگر دو میں سے ایک بشارت جس وقت تک وہ فرشتے سے سن نہ لیں۔ روح باہر نہیں نکلتی ہے ایک یہ ہے کہ اے دشمن اللہ تعالیٰ کے تجھے دوزخ کی خوشخبری ہے یا یہ کہ اے اللہ تعالیٰ کے دوست جنت کی بشارت لے لے۔ اہل عقل اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی دنیا میں سے نہ نکلے گا۔ تاآنکہ وہ یہ نہ جان لے کہ وہ کہاں جاتے گا۔ جب تک کہ وہ اپنے مقام کو جنت میں یا دوزخ مشاہدہ نہ کر لے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واہل بیتہ وبارک وسلم

باب نمبر 45

قبر اور قبر میں سوال و جواب ہونے کا بیان

جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد پاک ہے کہ مردے کو جب قبر کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔ تو اس مردے سے قبر مخاطب ہوتی ہے۔ اے ابن ادم تیرا ستیاناس ہو۔ میرے متعلق تو کیوں فریب میں ہی پڑا رہا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں آزمائش کا گھر ہوں۔ ظلمت کا گھر ہوں دار خلوت ہوں۔ اور میں کیڑوں والا گھر ہوں۔ کیوں تو میرے متعلق فریب خوردہ ہی رہا۔ تو میرے قریب سے لاپرواہی میں گذر جایا کرتا تھا۔ اگر وہ مرنے والا شخص نیک عمل والا ہو۔ تو اسکی طرف سے قبر کو ایک آدمی جواب دیتے ہوئے قبر کو کہتا ہے۔ کہ اگر وہ نیک عمل کرتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا تو پھر اسکے بارے میں تیرا خیال کیا ہے۔ تو قبر کہتی ہے۔ کہ پھر میں اسکے اوپر سبزہ ڈالوں گی اس کا جسم منور ہو جائے گا اور اسکی روشنی اللہ تعالیٰ کی جانب بلند چلی جائے گی۔ فذاذا کے معنی ہیں جو ایک قدم آگے بڑھائے اور دوسرا قدم پیچھے کو لے جائے مراد یہ ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے نہ پائے۔ حضرت عبید بن عمیر لیثی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت مرنے والا شخص مرتا ہے۔ تو جس گڑھے میں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے۔ وہ گڑھا اس کو آواز دیتا ہے۔ میں خلوت و ظلمت اور تفرد کا گھر ہوں۔ اگر تو اپنی زندگی میں عبادت کرتا رہا ہو گا تو میں بھی آنے تجھ پر رحمت والا ہو جاؤں گا اور اگر تو دوران حیات نافرمانی کرتا رہا ہے تو میں آج تیرے لیے سزا بن جاؤں گا میں وہ جو مجھ میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو کر آتا ہے۔ تو وہ مسرور ہو جاتا ہے اور جو نافرمان میرے اندر داخل ہو وہ برباد ہو گیا۔

محمد بن صبیح رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص کو قبر میں داخل کیا گیا اس کو عذاب ہونے لگا اور یا فرمایا کہ اس کو کچھ ناپسندیدہ حالت

پہنچ گئی پھر مرے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے اسکو آواز دیتے ہوئے کہا۔ اے وہ جو اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کے مر جانے کے بعد دنیا میں پیچھے رہ گیا تھا ہم سے۔ کیا ہم تیرے لیے باعث عبرت نہ تھے۔ ہم جو تجھ سے پہلے آ گئے تھے۔ ہمارا یہ آگے آ جانا تیرے لیے سوچنے کی بات نہ تھی کیا تو نے نہ دیکھا کہ ہمارا عمل کرنا منقطع ہو گیا اور تجھے ابھی مہلت ملی ہوئی تھی۔ پھر کیوں نہ تو نے کچھ عمل کر لیا جو تیرے بھائی نہ کر سکے۔ اس شخص کو زمین کا وہ ٹکڑا بھی ندا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ظاہری دنیا کے فریب خوردہ شخص تو اپنے ان اہل خانہ سے کیوں عبرت پذیر نہ ہوا تھا۔ جو دنیا کے فریب میں آ گئے تھے اور پھر زمین کے شکم میں روپوش ہو گئے تھے۔ موت وارد ہوئی اور وہ قبروں میں آ وارد ہوتے۔ اور ان کے جنازے اٹھتے ہوئے بھی تم نے دیکھے انکے احباب ان کے جنائز کو اٹھا اٹھا کر منزل پر پہچاتے رہے جو ایک ضروری منزل تھی۔

حضرت یزید رقاشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم کو یہ روایت پہنچی ہے کہ مرنے والے کو جس وقت اسکی قبر میں رکھتے ہیں۔ تو اسکے اعمال اسے وحشت زدہ کر دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو کلام کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور وہ کہتے ہیں۔ اے شخص جو گڑھے میں اب اکیلا ہی رہ گیا ہے۔ تیرے تمام احباب اور اہل خانہ واپس تجھ سے دور جا چکے ہیں اور آج تیرا کوئی انیس ہمارے علاوہ نہیں ہے۔ حضرت کعب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کوئی نیک بندہ جب قبر میں رکھ دیتے ہیں تو اسکے کیے ہوئے نیک اعمال بھی اس شخص کو وحشت زدہ پاتے ہیں یعنی حج، نماز، روزہ، جہاد، صدقہ۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ پھر پاؤں کی جانب سے عذاب کے ملائکہ آ جاتے ہیں تو انہیں اسکی نماز کہتی ہے۔ اس سے پرے ہٹ جاؤ اسکی جانب تمہیں راستہ میسر نہیں ہے۔ یہ شخص اپنی ان ٹانگوں پر نماز پڑھا کرتا تھا۔ اسکے بعد وہ فرشتے از جانب سر آنے لگتے ہیں۔ تو روزہ ان سے کہتا ہے اسکی جانب آپ کو راستہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ دنیا میں فی سبیل اللہ پیاس برداشت کرتا رہا ہے۔ لہذا اسکی طرف تم کو راہ حاصل نہیں۔ ازاں بعد وہ بدن کی جانب سے آتے ہیں اس وقت حج اور جہاد کلام کرتے ہیں۔ اس سے دور چلے جاؤ۔ اس نے اپنی جان کو

محض اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کیا اور اپنے جسم کو تھکاتا رہا۔ اس نے حج ادا کیا۔ جہاد کیا لھذا اسکی طرف تم کو راہ میسر نہیں ہے۔ اسکے بعد وہ سامنے سے آتے ہیں تو صدقہ کلام کرتا ہے کہ میرے ساتھی سے باز آجاؤ۔ اس نے متعدد صدقات کیے جو صرف رضائے الٰہی کے تحت ہی اسکے ہاتھوں سے نکلتے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں چلے گئے پس اسکی جانب آپ کے لیے کوئی راہ نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اسکو کہہ دیا جاتا ہے۔ تجھے مبارک ہو تو اپنی زندگی میں اچھا ہی رہا اور موت میں بھی تو خوب رہا ہے۔ (بقول راوی) اسکے پاس رحمت کے فرشتے آجاتے ہیں اور اسکے واسطے۔ جنت کے اندر بستر بچھایا جاتا ہے اور اس کو اوڑھنے کے واسطے جنتی چادریں عطا ہوتی ہیں۔ اور اسکی حد نگاہ تک اسکی قبر کو وسعت دے دی جاتی ہے۔ جنت سے قندیل فراہم ہو جاتی ہے اور اسکی قبر اس کے ذریعے منور رہتی ہے تاآنکہ اللہ تعالیٰ اس کو اٹھائے گا۔

حضرت عبید بن عمیر نے ایک جنازے میں کہا کہ مجھ تک یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے والا دفن ہو جائے تو پھر اسے بٹھا دیتے ہیں اور جنازہ پڑھنے والے لوگوں کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ لیکن سوائے قبر کے اور کوئی اس سے کلام نہیں کرتا وہ کہتی ہے۔ اے ابن آدم تیرا ستیاناس کیا مجھ سے تجھے خوفزدہ نہ کیا گیا ہے۔ میری تنگی اور بدبو اور میرے اندر موجود کیڑوں کا خوف نہ تجھے دلایا گیا تھا۔ پھر اسکے باوجود تو نے کیا تیاری کی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک انصاری شخص کے جنازے میں باہر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کی قبر پر اپنا سر جھکا کر بیٹھے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر۔

(اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے)۔

آپ نے تین مرتبہ دعا کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کوئی ایک ایمان دار شخص جب آخرت کے اول مرحلے میں ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارسال کرتا ہے۔ جن کے چہرے

مانند آفتاب کے روشن ہوتے ہیں۔ وہ کفن اور خوشبو لیے ہوتے ہوتے ہیں۔ اسکی حد نگاہ تک وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ جس وقت اسکی روح جسم سے برآمد ہوتی ہے۔ تو زمین و آسمان کے درمیان میں موجود ہر فرشتہ اور آسمان پر موجود ہر فرشتہ اس کی روح پر رحمت بھیجتا ہے۔ آسمانی دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ہر دروازے کی خواہش ہوتی ہے کہ اسکی روح اس میں سے داخل ہو۔ اسکی روح جب اوپر کو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں۔ اے پروردگار تیرا فلاں بندہ حاضر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اسکو لے جاؤ اور اس کو اس مقام کرامت کا مشاہدہ کراؤ جو اسکی خاطر میں نے تیار کیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ میں نے وعدہ کیا ہوا ہے۔

منہا خلقنکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخرای (طہ۔۵۵)۔

(اس میں سے ہم نے تمہاری تخلیق کی اور اسی میں دوبارہ تم کو لوٹا دیں گے اور اس سے ہی پھر تم کو نکالیں گے)۔

اور جنازہ پڑھ لینے کے بعد جب لوگ واپس جارہے ہوتے ہیں تو صاحب قبران کے جوتوں کی زمین پر لگنے کی آواز کو سن رہا ہوتا ہے۔ بالآخر اسے کہا جاتا ہے۔ اے فلاں تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔ جواب میں وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ اور میرا نبی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ اس میں بہت شدید انتباہ ہے۔ اور یہ آخری امتحان ہے مرنے والے کا۔ ازاں بعد ایک آواز دینے والا کہتا ہے تو نے سچ بتا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بھی یہی مفہوم ہے:

یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت۔

(ثابت قدم رکھتا ہے اللہ ایمان والے لوگوں کو پختہ قول کے ساتھ۔ ابراھیم۔ ۲۷)۔

بعد ازاں ایک حسین چہرے والا بڑی عمدہ خوشبو والا خوش لباس آتا ہے اور کہتا ہے خوشخبری ہو تجھے اپنے پروردگار کی رحمت اور باغوں کی جن میں دائمی نعمتیں موجود ہیں۔ وہ اسے کہتا ہے کہ تجھ کو بھی اللہ تعالیٰ بشارت خیر دے تو کون ہے وہ کہتا ہے تیرا

عمل صالح ہوں۔ واللہ مجھے معلوم ہے کہ تو تیز چلنے والا تھا بجانب عبادت الٰہی۔ اور سست تھا اللہ کی نافرمانی میں اللہ تعالیٰ تجھے بہتر جزا عطا فرمائے۔ بتایا گیا ہے کہ اسکے بعد ایک آواز دینے والا کہتا ہے کہ اسکے واسطے جنت کا ایک بستر بچھا دیا جائے اور ایک دروازہ جنت کا اسکے واسطے کھول دیں۔ پس جنتی بچھونا بچھایا جاتا ہے۔ دروازہ جنت بھی کھل جاتا ہے اور وہ پھر کہتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ قیامت کو جلدی برپا کر دے تاکہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جاؤں اور بتایا گیا ہے کہ کافر کی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ جس وقت وہ بطرف آخرت روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ تو اسکے پاس سخت مزاج فرشتے آ جاتے ہیں۔ اپنے ساتھ وہ آتشین کپڑے لیے ہوتے ہیں۔ شلوار گندھک کی ہوتی ہے وہ اس کو خوف دلاتے ہیں۔ اسکی جان جب نکل جاتی ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان والا ہر ایک فرشتہ اور آسمان پر موجود ہر ایک فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ اسکے واسطے آسمان کے سب دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور کسی ایک دروازے کو گوارا نہیں ہوتا کہ اسکی روح اس میں سے گذر نا پائے۔ اسکی روح اوپر کو بلند ہوتی ہے تو اس کو دور پھینکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ اے پروردگار یہ تیرا فلاں بندہ ہے۔ آسمان وزمین اس کو قبول نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو لے جاؤ اور اسکے لیے جو عذاب میں نے تیار کیا ہوا ہے اسے اس کا مشاہدہ کرا دو اور اسکے ساتھ میں نے وعدہ کیا ہوا ہے:۔

منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارۃ اخری۔

(اس میں سے تم کو ہم نے تخلیق فرمایا اور تم کو ہم اس میں ہی لوٹا دیں گے اور اس میں سے ہی پھر دوبارہ تم کو نکالیں گے۔ طہ۔ ۵۵)۔

اور وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز کو سن رہا ہوتا ہے۔ جب وہ جا رہے ہوتے ہیں۔ آخر اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے تیرا نبی کون ہے۔ وہ جواب میں کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے سمجھا ہی نہیں۔ ازاں بعد ایک بدصورت بدبودار بدلباس فرشتہ اسکے پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خفگی اور اسکے ہمیشہ رہنے والے عذاب کی خوشخبری لے لے وہ اسے کہتا ہے اللہ تجھ کو بھی تکلیف کی خوشخبری

دیوے۔ کون ہو تم وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا بد عمل ہوں۔ واللہ تو تیز ہی رہا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور سست رہتا تھا اسکی عبادت میں اللہ تعالیٰ تجھ کو برا ہی بدلہ دے۔ اسکے بعد بہرے گونگے اور نابینا فرشتے کو اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے وہ آہنی گرز لیے ہوتے ہوتا ہے۔ جس کو اگر تمام جنات اور انسان اٹھائیں تو اٹھا نہ سکیں۔ وہ اگر پہاڑ پر مارتو پہاڑ مٹی کا بن کر رہ جائے۔ پس اسکو اس گرز سے مارتا ہے اور وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر دوبارہ اس میں روح ڈالتے ہیں۔ پھر اسکی آنکھوں کے درمیان مارتے ہیں۔ جسے تمام سنتے ہیں۔ سوائے جنات اور انسانوں کے اور پھر یہ بتایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اسکے واسطے آتشین دو تختیاں بچھاؤ اور اسکے لیے دوزخ کی جانب کا ایک دروازہ کھول دیتے ہیں۔

اور حضرت محمد بن علی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آدمی جب مرتا ہے تو اسکے تمام کیے ہوئے نیک و بد اعمال اسکے سامنے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ نیکیوں کی طرف نظر لگاتا ہے اور برائیوں کو دیکھ کر اپنے سر کو (ندامت وافسوس کے باعث) جھکالیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایماندار شخص جب قریب المرگ ہوتا ہے تو ریشم کا کپڑا لیے ہوئے فرشتے آجاتے ہیں۔ جس میں مشک اور ریحان ہوتے ہیں۔ اس میں اسکی روح نکل جاتی ہے۔ جس طرح کہ گوندھے گئے آٹے میں سے بال نکل جائے اور اسکو کہہ دیا جاتا ہے کہ اے جان مطمئنہ تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور کرم کی جانب خوشی سے نکل آ۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے پس وہ روح خارج ہوتی ہے۔ تو اس مشک و ریحان کے اوپر اسے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ریشمی پارچہ میں لپیٹ لیا جاتا ہے اور علیین کی جانب بھیج دیا جاتا ہے۔

(اسکے برعکس) جب کافر قریب المرگ ہو تو اسکے پاس آکر شدت کے ساتھ اسکی روح کو نکالا جاتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں۔ اے جان بد تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ذلت کی جانب نکل آ بغیر کسی خوشی کے اور اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے ناخوش ہے۔ اس کی روح جب نکل آئے تو اسے آگ کے انگارے پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس انگارے میں سے گرمی کی

شدت کے باعث آواز آرہی ہوتی ہے۔ پھر اسے کھردرے سے سوزش والے کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے اور اسکو پھر سجین میں لے جاتے ہیں۔

اور ابن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھتے تھے:۔

حتی اذا جاء احد هم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت۔

(حتی کہ ان میں سے کسی ایک پر جب موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار مجھے واپس بھیج تاکہ میں وہ عمل صالح کرلوں جو میں نے ترک کر دیا۔ المومنون۔ ۹۹۔۱۰۰)۔

اور پھر فرماتے تھے کہ اسے کہا جاتا ہے کہ کیا ارادہ ہے تیرا۔ تو کیا چیز چاہتا ہے۔ کیا تیری خواہش ہے کہ تو مال اکٹھا کرنے کے لیے اور کھیتی باڑی کا کام کرنے عمارتیں تعمیر کرنے اور نہریں جاری کرنے کے لیے واپس جائے۔ آدمی جواب دیتا ہے کہ تاکہ میں عمل صالح کرلوں۔ جو ترک کیا ہے۔ پھر آپ نے بتایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

کلاانھا کلمتہ ھو قائلھا۔

(ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے وہ اس کا کہنے والا ہے۔ المومنون۔ ۱۰۰)۔

موت کے وقت کافر اس طرح کہے گا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایماندار شخص اپنی قبر میں سبز باغ میں رہتا ہے۔ قبر کو ستر گز تک وسیع کر دیتے ہیں۔ اور وہ یوں چمکتی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ یہ آیت فان لہ معیشتہ ضنکا۔ (اسکی معیشت تنگ ہوگی) کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ یہ کافر کے عذاب کے بارے میں نازل شدہ ہے اسکی قبر کے اندر اژدھاؤں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تنین کیا ہے۔ تنین فی الحقیقت ننانوے سانپ ہیں اور ہر سانپ سات سروں والا ہوتا ہے وہ تاروز

قیامت اسے ڈستے رہتے ہیں ڈنگ مارتے ہیں (زہر بھری)، پھونکیں مارتے ہیں۔

(مذکورہ بالا) مخصوص عدد پر حیران نہ ہوں۔ کیونکہ ایسے سانپوں بچھوؤں کی تعداد اسکے برے اخلاق تکبر ریا حسد خیانت کینہ اور جملہ اخلاق کے برابر ہوتی ہے۔ ان سب صفتوں کے معینہ اصول ہیں۔ پھر ان سے مقرر شدہ شاخیں نکلتی ہیں پھر ان شاخوں کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں اور یہ صفات ہی اسے ہلاک کرتی ہیں۔ یہ ہی سانپ اور بچھو بن جاتی ہیں۔ جو برائی اس کافر میں زیادہ راسخ ہوگی وہ تنین کی مانند سخت ڈستی ہے جو ذرا کم ہوگی وہ بچھو کی طرح ڈنک مارے گی اور درمیان والی سانپ کی مانند ڈسیں گی۔ اہل دل اور بصیرت والے لوگ نور بصیرت سے ان مہلک چیزوں کو ان کی شاخوں کو دیکھتے ہیں۔ مگر ان کی تعداد کو نور نبوت سے ہی جانا جاتا ہے۔

ان روایتوں کے صحیح ظواہر اور پوشیدہ اسرار ہیں اور اہل بصیرت کے نزدیک یہ واضح ہیں اور جس پر ان کی حقیقت واضح نہ ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ ظواہر کا انکار مت کرے بلکہ کمتر مرتبہ ایمان تصدیق اور اقرار کرنا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 46

علم الیقین اور عین الیقین

ارشاد الٰہی ہے۔

کلالو تعلمون علم الیقین۔

(ہرگز نہیں اگر تم کو علم ہوتا علم الیقین)۔

یعنی اگر تم لوگوں کو قیامت برپا ہونے کا پکا یقین ہوتا تو اسکے باعث تم زیادہ مال کی حرص اور غرور جتانے سے غافل ہو کر رہ جاتے اور تم نیک کام ہی کرتے اور برائی کو ترک کر دیتے۔ ایک یہ قول بھی ہے۔ اگر تم لوگوں کو وہ علم الیقین ہوتا جو رسولوں علیہم السلام نے تعلیم کیا ہے کہ حسب و نسب اور مال باعث فخر نہیں۔ روز قیامت تمہیں ان سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اگر مال اور افراد کی کثرت پر تم نے فخر جتایا تو پھر تم نے جہنم ہی دیکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سوگند اٹھائی کہ روز قیامت تم جہنم اور اسکی شدت واضح طور پر لازماً دیکھ لو گے۔ ارشاد الٰہی ہے:۔

لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین۔

(تم نے لازماً جہنم کو دیکھنا ہے پھر تم لازماً اس کو دیکھو گے یقین کی آنکھ سے۔ التکاثر ۶،۷)۔

مراد یہ ہے کہ تم کو جہنم بالکل کھلے طور پر دکھائی دے رہی ہو گی کہ (اس یقین میں اب کوئی کمی نہ ہوگی)۔ تم کو پکا یقین ہو جائے گا اس مشاہدے میں ہرگز شک وشبہ قطعاً نہ ہو گا۔ اگر پوچھا جائے کہ علم الیقین اور عین الیقین میں فرق کیا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے نبوت کے علم کی وجہ سے علم الیقین ہوتا ہے۔ جبکہ ملائکہ اپنی آنکھوں سے جنت اور دوزخ، قلم و لوح اور عرش و کرسی کا مشاہدہ کر رہے

ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو عین الیقین حاصل ہوتا ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ جو لوگ زندہ ہیں وہ موت اور قبور کا علم الیقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ مرے ہوئے لوگ قبروں میں ہیں۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ قبروں میں وہ کس حال میں ہیں۔ جبکہ وہی چیز خود مردوں کے لیے عین الیقین ہے۔ کیونکہ وہ اندرون قبور خود کو دیکھ رہے ہیں۔ کہ قبر کا اندرون جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا وہ دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اور جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علم الیقین قیامت کا علم ہے اور عین الیقین کے معنی ہیں قیامت کو اور اس کی ہولناکیوں اور خطرات کو دیکھنا۔ اور ایک یہ بھی جواب دے سکتے ہیں کہ علم الیقین علم ہے۔ جنت اور دوزخ کا اور عین الیقین سے مراد ہے ان کو دیکھنا۔

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔

(پھر تم کو لازماً پوچھا جانا ہے اس دن نعمتوں کے متعلق۔ التکاثر۔ ۸)۔

یعنی روز قیامت لوگوں سے سوال ہو گا۔ دنیا میں انہیں عطا شدہ نعمتوں کے بارے میں جیسے کہ صحت، سماعت، بصارت اور کاروبار اور کھانا پینا وغیرہ کہ کیا ان نعمتوں کا بندے نے شکر ادا کیا عطا کرنے والے کی بارگاہ میں۔ یا کہ اس سے انکار ہی کرتا رہا کیا اسے پہچانا اور اس پر ایمان لایا یا کہ اس سے منکر ہی رہا۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت زین بن اسلم سے اور وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو پڑھا۔

الھکمہ التکاثر حتی زرتم المقابر۔ کلا سوف تعلمون ثمہ کلا سوف تعلمون کلالو تعلمون علم الیقین۔ لترون الجحیم۔ (التکاثر ۶-۱)۔

(کثرت کی خواہش نے تم کو غفلت شعار بنایا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کو جا دیکھا (یعنی تم مر گئے) ہر گز نہیں۔ جلدی ہی تم کو معلوم ہو جائے گا پھر ہر گز نہیں تم جلدی ہی جان لوگے۔ ہر گز نہیں کاش تم علم الیقین سے جانتے تو ضرور تم دوزخ کو دیکھ لیتے)۔

کیونکہ دوزخ کے درمیان پر پل صراط رکھا جائے گا۔ پھر بعض مسلمان نجات پالیں گے۔ بعض زخمی ہو جائیں گے اور بعض کو نار دوزخ سے جھلسنے سے زخم ہو جائیں گے۔

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔

(پھر تم کو ضرور پوچھا جانا ہے اس دن نعمتوں کے بارے میں۔ التکاثر۔۸)

مثلاً پوچھا جائے گا کہ تم ٹھنڈا پانی نوش کیا کرتے مکانات کے سائے تم کو میسر آئے تم لوگوں میں بہتر حالت میں رہتے تھے تم نیند سے بھی لطف اندوز ہوئے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عافیت ہی نعمت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے۔ جس نے گندم کی روٹی کھائی اور فرات سے ٹھنڈا پانی نوش کیا اور اسکا رہائشی مکان ہے۔ پس یہی نعمتیں ہیں جن کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیہ کریمہ کے متعلق سوال عرض کیا تو آپ نے فرمایا میری امت سے بعض لوگ صاف گھی میں شہد ملائیں گے اور گاڑھا کر کے کھائیں گے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اس آیت کے نزول پر صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم کونسی نعمت میں ہیں۔ جبکہ ہم نصف شکم تک نان جویں کھاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمایا کہ ان کو بتادیں کہ کیا تم جوتے نہیں پہنتے ہو ٹھنڈا پانی نہیں پیتے ہو یہ بھی نعمتیں ہی ہیں۔

اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ وقت الھکم التکاثر کا نزول ہوا تو آنحضرت نے اس آیت سے النعیم تک پڑھا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے کون کون سی نعمت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ دو اشیاء۔ پانی اور کھجوریں ہیں اور ہماری گردنوں پر ہماری سیوف ہیں اور سامنے ہمارے دشمن ہیں۔ اب کونسی نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ نعمتیں عنقریب آرہی ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ روز قیامت بندے سے اولین پرسش نعمتوں کی ہوگی۔ اسکو کہا جائے گا کیا تیرا صحتمند جسم نہ بنایا تھا۔ کیا تجھ کو وہاں ٹھنڈا پانی نہ پلایا تھا؟ اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم باہر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ملے آپ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت کونسی چیز تمہیں گھر سے باہر لائی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ بھوک۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۃ قدرت میں میری جان ہے۔ جو چیز تم کو گھر سے نکال لائی ہے۔ اسی نے مجھے بھی نکالا ہے ھذا اٹھو پس وہ وہ دونوں آپ کے ساتھ اٹھے اور انصار میں سے ایک صحابی کے گھر جا پہنچے وہ (صحابی اپنے) گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کی زوجہ نے دیکھ کر کہا خوش آمدید۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ فلاں کہاں ہے۔ اس نے عرض کیا وہ ہمارے واسطے ٹھنڈا اور میٹھا پانی لینے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ اچانک ہی وہ انصاری صحابی بھی آ پہنچے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دونوں صحابہ کو دیکھ کر کہنے لگے:۔

الحمد للہ ما احد الیوم اکرم اضیافا منی

(حمد تمام تر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ آج کے دن مکرم ترین مہمان میرے ہاں تشریف لائے)۔

پس وہ چلے گئے اور ایک خوشہ کھجوروں کا لے آئے جو خشک و تر کھجوروں پر مشتمل تھا اور عرض کیا ابھی آپ یہ کھائیں۔ ازاں بعد اس نے بکری کو پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح مت کرنا تو (دوسری بکری) ذبح کر لی۔ انہوں نے بکری کا گوشت تناول فرمایا اور اس کا دودھ نوش فرمایا۔ جب آپ کھا پی کر خوب سیر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس نعمت کے بارے میں روز قیامت ہم سے پوچھا جائے گا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 47

اللہ تعالیٰ کا ذکر

ارشاد الٰہی ہے ۔ فاذ کرونی اذ کر کم۔ (پس تم میرا ذکر کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔البقرہ ۔ ۱۵۲)۔ حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار کس وقت مجھے یاد فرماتا ہے۔ لوگوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے تو فرمایا جب میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں۔ وہ مجھے یاد فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اذ کر و اللہ ذ کرا کثیرا۔

(اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ الاحزاب ۔ ۴۱)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فاذا افضتم من عرفت فاذکر واللہ عند المشعر الحرام فاذکروہ کما ھدلکمہ۔

(پس جب تم عرفات سے واپس آؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو مشعر الحرام کے نزدیک اور اس کا ذکر کرو جیسے تمہیں اس نے ھدایت فرمائی ہے۔ البقرہ۔ ۱۹۸)۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:۔

فاذاقضیتم مناسککم فاذکر واللہ کذکر کم اباء کمہ او اشد ذکرا۔

(پس جس وقت تم اپنے مناسک ادا کر لیتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو۔ جس طرح تم آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ ذکر۔ البقرۃ۔ ۲۰۰)۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

الذین یذکرون اللہ قیما و قعودا و علی جنوبھم۔

(وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل۔ آل عمران۔ ۱۹۱)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

فاذاقضیتم الصلوۃ فاذکر واللہ قیما و قعودا و علی جنوبکم۔

(پس جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔ النساء۔ ۱۰۳)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ہے شب و روز بحر و بر سفر و حضر فقر و غنا میں اور صحت و بیماری اور ظاہر و باطن یعنی بہر حال اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی یہ فرما کر مذمت فرمائی ہے۔

ولا یذکرون اللہ الا قلیلا۔

(اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا سا۔ النساء۔ ۴۲)۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:۔

واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ و دون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغفلین۔

(اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیا کر عجز سے اور خوف سے اور پست آواز سے بات میں اور صبح کو اور شام کو اور غفلت شعار لوگوں میں سے نہ ہو۔ الاعراف۔ ۲۰۵)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ولذکر اللہ اکبر۔

(اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ العنکبوت۔ ۴۵)۔

اسکے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا ہے کہ دو طرح سے اسکی توجیہہ ہوتی ہے:۔

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کا تمہیں یاد رکھنا افضل ہے تمہارے ذکر اللہ سے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا علاوہ ازیں سب سے افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ غافلوں میں جو شخص ذکر اللہ کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے سر سبز درخت ہوتا ہے خشک علاقہ میں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ غافل لوگوں میں ذکر اللہ کرنے والا شخص اس طرح ہے جیسے فرار کرنے والوں میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اسکے ہونٹ میری خاطر ہلتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ابن آدم کو اللہ تعالیٰ کا عذاب سے چھٹکارا دلانے والی چیز اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اور فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا اور نہ فی سبیل اللہ جہاد ہی سوائے اسکے کہ تو اپنی تلوار کے ساتھ مارتا جائے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے پھر اسکے ساتھ تو مار یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے (بار بار جہاد کرے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا عمل افضل ترین ہے تو آنجناب نے فرمایا یہ عمل کہ تیری موت آئے اور تیری زبان تر ہو ذکر الٰہی سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم صبح و شام اس طرح کیا کرو کہ تمہاری زبان تر ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے پھر تم یوں صبح و شام کرو گے کہ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہ ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ صبح و شام ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا افضل ہے فی سبیل اللہ سیوف کو توڑنے سے اور سخاوت کے ذریعے مال دینے سے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرا کوئی بندہ جس وقت مجھے اپنے دل میں یاد کرے۔ تو میں بھی اس کو اپنے دل تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب کسی جماعت کے ساتھ مجھے وہ یاد کرے تو میں بھی اس کو اسکی جماعت سے بہتر جماعت کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ جس وقت وہ میری طرف ایک بالشت نزدیک

آئے تو میں ایک باع اسکی طرف قریب ہوتا ہوں۔ جب وہ چلتا ہوا میری جانب آئے میں دوڑتا ہوا اسکی طرف جاتا ہوں (لفظ باع کے معنی وہ فاصلہ ہے جو دونوں بازو پھیلاتے جائیں تو درمیان کا ہوتا ہے اور ایک گز سے کچھ زیادہ سمجھا جاتا ہے)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے سات اشخاص ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا جس روز کہ کوئی سایہ نہیں ہوگا بجز سایہ الٰہی کے۔ ان میں ایک شخص وہ ہے جو تنہائی میں ذکر الٰہی کرتا ہے اور پھر اسکی آنکھوں میں خوف الٰہی سے آنسو آجائیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم کو میں تمہارے ایسے اعمال نہ بتادوں جو تمہارے آقا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اور سب سے زیادہ پاک ہوتے ہیں۔ تمہارے درجات کو سب سے بڑھ کر بلند کرنے والے ہوں۔ تمہارے سونا چاندی خیرات میں دینے سے بھی افضل ہی ہوں۔ اور اس سے بھی وہ بہتر ہی ہوں کہ تم دشمن کا سامنا کرو۔ وہ تمہاری گردنوں کو کاٹے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کیا ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی کرتے رہنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ جس شخص کو میرا ذکر مجھ سے طلب کرنے سے باز رکھے میں اس کو طلب کرنے والوں سے بھی بہتر عطا کروں گا۔

حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ہم کو یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بندے تو مجھے بعد از صبح ایک ساعت اور بعد از عصر ایک ساعت یاد کر میں اسکے درمیان تیری (حاجتوں) کا کفالت کرنے والا ہوں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس بندہ پر میں نے اپنی نظر ڈالی اور اسکے دل کا زیادہ تر حصہ میں نے اپنے ذکر کے ساتھ وابستہ دیکھا تو میں اسکے امور کا کارساز ہوں گا۔ میں اسکا ہم نشین ہوں اس سے ہمکلام ہونے والا اور اس کا انیس ہوں

اور اس کا غمخوار۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دو قسم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہی کرنا یہ کتنا خوب ہے اور کیا ہی ثواب ہے اس کا لیکن اس سے بھی افضل تر یہ ہے کہ جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ ایسے کام کے وقت ذکر الٰہی کرنا (مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور اس حرام کام سے خود کو بچائے رکھنا)۔

مروی ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ہر جان پیاسی ہوتی ہے۔ سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اہل جنت کو کسی امر میں حسرت نہ ہوگی بجز اس ساعت کے کہ جو گذر چکی اور اس میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کو یاد نہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس وقت کوئی جماعت کسی ایک مقام پر بیٹھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔ تو اس کو فرشتے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں اسکو یاد کرتا ہے (مراد فرشتے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی قوم اکٹھی ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی چاہے۔ تو آسمان سے ندا کرنے اولا ایک یہ ندا، کرتا ہے اٹھو تم مغفرت کیے گیے ہو۔ میں نے تمہاری برائیاں نیکیوں میں تبدیل فرمادیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی قوم اگر کسی مقام پر بیٹھ جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی اور نہ ہی وہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام پر درود ہی بھیجے تو روز قیامت وہ مجلس ان کے لیے باعث افسوس ہوگی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ اے میرے اللہ تعالیٰ جس وقت بھی تو مجھ کو دیکھے کہ میں تیرا ذکر کرنے والوں کی مجلس سے آگے بڑھ کر غافل لوگوں کی مجلس میں جاتا

ہوں۔ تو میری ٹانگ کو توڑ دینا کیونکہ یہ ٹانگ تیری نعمت ہے اسکے ذریعے تو نے میرے اوپر انعام فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک نیک مجلس دو کروڑ بری مجلسوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اہل آسمان اہل زمین کے ایسے گھروں کو مانند ستاروں کے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ایک قوم جب اکٹھی ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتی ہے تو شیطان اور دنیا اس سے دور چلے جاتے ہیں۔ شیطان دنیا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کیا تو نہیں دیکھتی ہے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ دنیا جواباً کہتی ہے انکو ترک کر دے کیونکہ جب یہ بکھر جائیں گے میں ان کی گردنوں کو دبوچ کر تیرے پیش کر دوں گی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہوا ہے کہ وہ بازار میں آ گئے اور فرمایا میں تم لوگوں کو بازار میں دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی میراث کی تقسیم جاری ہے لوگ (یہ سن کر) مسجد میں چلے آئے اور بازار چھوڑ دیا مگر (مسجد میں) کوئی میراث دکھائی نہ دی۔ حضرت ابو ہریرہ سے انہوں نے پوچھا کہ ہم نے مسجد میں کسی میراث کو تقسیم کیا جاتا نہیں دیکھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے وہاں کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک قوم دیکھی ہے۔ جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہے اور قرآن کی تلاوت کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی میراث یہی تو ہے۔

حضرت اعمش حضرت ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے وار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے راوی ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائکہ زمین میں سیر کرنے والے ہیں اور وہ انکے علاوہ ہیں جو لوگوں کے اعمال درج کرتے ہیں۔ جس وقت کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہوئی وہ

دیکھیں تو وہ ایک دوسرے کو ندا کرتے ہیں کہ آجائیں وہ اپنے مطلوب کی جانب آجاتے ہیں اور انکو آسمان تک گھیرے میں لے لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرے بندوں کو کیا کرتے ہوئے تم نے چھوڑا وہ (جوابا) کہتے ہیں ہم نے انکو اس حال میں چھوڑا کہ وہ تیری حمد و ثنا کرتے تھے۔ تیری تسبیح پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں نہیں۔ تو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔ اگر انہوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو پھر وہ کس طرح ہوتے فرشتے۔ عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری بہت ہی زیادہ تسبیح و حمد کرتے پھر اللہ تعالیٰ انکو فرماتا ہے۔ وہ لوگ کون سی چیز سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں۔ دوزخ سے انہوں نے اس کو دیکھا ہوتا تو پھر کس طرح کرتے وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے اسے دیکھا ہوتا تو اس سے دور فرار ہوتے اور دور رہتے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وہ کیا چیز طلب کرتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں (وہ) جنت (کے طلبگار ہیں)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہوا ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر جنت کو وہ دیکھ چکے ہوتے تو پھر کیسے ہوتے عرض کرتے ہیں اگر جنت کو انہوں نے دیکھا ہوتا تو اسکی حرص بہت ہی زیادہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتے ہوئے کہتا ہوں کہ انکو میں نے بخش دیا پھر فرشتے کہتے ہیں ان میں فلاں شخص بھی موجود تھا جس کی یہ نیت نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے واسطے انکے پاس آئے وہ تو ایک حاجت سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ قوم ایسی ہے کہ انکے ساتھ بیٹھ جانے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سب سے افضل کلام وہی ہے جو میں نے اور مجھ سے پیشتر تمام نبیوں نے کیا ہے اور وہ ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

(نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے اس کا ساجھی کوئی نہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دعا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ

قدیر۔

(کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ واحد ہے اس کا شریک کوئی نہیں۔ اسی کے لیے سلطنت ہے اور اسی کے واسطے حمد ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے)۔

کو روزانہ ایک صد مرتبہ پڑھے اسکے حق میں دس غلاموں کو آزاد کرنے (کے برابر) ثواب ہے۔ اس کی ایک صد نیکیاں درج کی جاتی ہیں اور اسکے ایک صد گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس روز وہ شیطان سے بھی بچا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ شام ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ افضل عمل کوئی نہیں ہوتا سوائے اسکے کہ جو یہ ہی (عمل) اس سے زیادہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو بندہ وضو کرتا ہے اور وہ بہت اچھی طرح سے وضو کرتا ہے۔ پھر وہ جانب آسمان اپنا رخ کر کے یہ پڑھتا ہے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

(میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ واحد ہے اسکے لیے کوئی سا بھی نہیں ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں)۔

اسکے واسطے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ وہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلا جائے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 48

فضائل نماز

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا۔

(بے شک نماز ایمانداروں پر مقرر اوقات پر ادا کرنا فرض ہے۔ النسا۔ ۱۰۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نمازیں پانچ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں۔ جو شخص وہ ادا کر کے آئے گا اور ان کے حق کو ہلکا جانتے ہوئے ان میں سے کچھ ضائع نہ کرے گا۔ اسکے واسطے عند اللہ وعدہ ہے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور جو شخص ان کو ساتھ لیے ہوئے نہ آئے گا۔ عند اللہ اسکے واسطے کچھ وعدہ نہیں ہے وہ چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اسے جنت میں داخل فرما دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ نماز پنجگانہ کی مثال یوں ہے۔ جیسے بہت زیادہ میٹھے پانی والی نہر تم میں سے ہر شخص کے دروازہ پر (بہہ رہی) ہو۔ اس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے پھر کیا جانتے ہو تم کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں (رہے گا)۔ تو آپ نے فرمایا یہ پنجگانہ نماز کی مثال ہے کہ معاصی یوں دھل جایا کرتے ہیں۔ جس طرح میل کو پانی صاف کر دیا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ نمازیں کفارہ ہیں (ایک سے دوسری نماز تک) درمیانی وقت کے لیے اگر کبیرہ معاصی سے محفوظ رہے جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے۔

ان الحسنات یذھبن السیات۔ (بلا شبہ نیکیاں بدیوں کو مٹا دیا کرتی ہیں۔ ھود۔ ۱۱۴)۔ اور یذھبن سے مراد ہے کہ برائیاں یوں دور کر دیتی ہیں۔ جیسے کہ وہ ہوئی ہی نہ تھیں۔ شیخین

اور دیگر محدثین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو گیا اور اسے بیان کیا یعنی وہ اسکے کفارہ کو جاننا چاہتا تھا۔ تو اس وقت اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا۔ **واقم الصلوۃ طرفی النہار الخر۔** (اور قائم کر نماز کو دن کی دونوں طرف۔ آخر تک۔ ھود۔۱۱۴)۔ وہ شخص عرض گذار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا میرے ہی واسطے ہے یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے ہر اس شخص کے واسطے ہے جو اس پر عمل پیرا ہو گا۔

مسند احمد اور مسلم شریف میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے اوپر اللہ تعالیٰ کی حد جاری فرمائیں۔ اس نے ایک مرتبہ کہا یا دو مرتبہ عرض کیا۔ آپ نے اسکی جانب سے اپنا رخ پھیر لیا۔ پھر نماز کھڑی ہو گئی نماز سے آپ کو جب فراغت ہو گئی تو آپ نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا میں یہاں ہوں۔ آپ نے اسے فرمایا کہ کیا تو نے وضو کیا اور آغاز سے ہی ہمارے ساتھ تو نے نماز ادا کی۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اب تمہارے گناہ یوں دھل گئے ہیں جیسے اس روز کہ تیری والدہ نے تجھے جنم دیا تھا۔ اب پھر ارتکاب نہ کرنا اس وقت ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **واقم الصلوۃ طرفی النہار۔** (اور قائم کرو نماز کو دن کی دونوں طرف)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہم میں اور منافقوں میں فرق عشاء اور فجر کی نمازوں میں حاضری کا ہے۔ ان کو ان دو نمازوں کے لیے توفیق نہیں ہوتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ نماز ستون ہے دین کا جو اسے منہدم کر بیٹھا اس نے دین کو منہدم کر دیا۔

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اپنے (مقررہ) وقتوں پر نماز پڑھنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے پوری طہارت اور اوقات کو ملحوظ رکھا۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کی روز قیامت اسکے واسطے یہ نور ہوگی اور دلیل اور جو اس کو ضائع کر بیٹھا وہ فرعون اور ہامان کے ساتھ حشر میں ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ نماز چابی ہے جنت کی اور آپ نے فرمایا کہ توحید کے بعد خلق کے اوپر محبوب ترین چیز نماز ہی ہے۔ اگر دیگر کوئی چیز اس سے محبوب تر ہوتی تو اسکے ساتھ ملائکہ بھی عبادت کرتے۔ ان میں بعض فرشتے رکوع (کی حالت) میں ہیں اور بعض سجدے میں اور بعض قیام میں اور بعض قعود میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے عملاً نماز چھوڑی اس نے کفر کیا مراد یہ ہے کہ اللہ کی رسی کھل جانے اور ستون منہدم ہونے کے باعث وہ ایمان سے خارج ہو جانے کے قریب ہو گیا۔ جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شہر کے نزدیک پہنچ گیا ہے۔ یعنی وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا جو جان بوجھ کر نماز ترک کرے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذمہ سے خارج ہو گیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ جو وضو کرتا ہے اور بہت اچھی طرح سے وضو کرتا ہے۔ پھر وہ نماز کا ارادہ لے کر نکلتا ہے تو وہ نماز میں ہوتا ہے تاآنکہ نماز کے ارادہ سے رہے اور اس کے حق میں ہر قدم پر ایک نیکی درج ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر ایک برائی مٹا دی جاتی ہے۔ جس وقت تم میں کوئی اقامت سن لیتا ہے۔ تو اسکے لیے پیچھے ہٹ جانا درست نہیں۔ کیونکہ تم میں سے زیادہ اجر اسے حاصل ہو گا۔ جس کا گھر زیادہ دور ہوتا ہے۔ پوچھا گیا اے ابو ہریرہ ایسے کیوں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کثرت سے قدم اٹھانے کی وجہ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پوشیدہ طور پر کیے ہوئے سجدہ سے بڑھ کر افضل چیز کوئی نہیں جو بندہ کو قرب الٰہی عطا کرتی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہر وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اسکی وجہ سے اس کا ایک درجہ اللہ تعالیٰ بلند فرما دیتا ہے۔ اور

اس کا ایک گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے۔

اور منقول ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان میں کر دے جو آپ کی شفاعت پانے والے ہیں اور مجھے جنت کے اندر آپ کی مصاحبت عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تو کثرت سجود سے میری مدد کر۔

اور ایک قول ہے کہ اس وقت بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب سب سے زیادہ ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔ اس ارشاد الٰہی کا مفہوم بھی یہ ہی ہے۔ **واسجد واقترب** (علق-۱۹)۔ (اور سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود**۔ (انکے چہروں پر سجدوں کے باعث نشان ہیں۔ الفتح۔ ۲۹)۔

اور ایک قول اس طرح سے ہے کہ سجدہ کہ وقت زمین سے جا ملنا مراد ہے دیگر ایک قول میں اس سے مراد خضوع و خشوع کا نور ہے۔ کیونکہ باطن سے ظاہر پر روشن ہے اور یہ ہی زیادہ صحیح ہے۔ ایک اور قول میں مراد سفیدی اور چمک ہے۔ جو روز قیامت وضو کے باعث چہروں پر ہونے والی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ابن آدم جب سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ میں پڑ جاتا ہے۔ تو شیطان علیحدہ ہو کر گریہ کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس ہے کہ اسے سجدہ کرنے کو فرمایا گیا اور وہ سجدہ میں چلا گیا۔ اسکے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا گیا میں نے انکار کر دیا اب میرے واسطے دوزخ ہے۔

اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباس کے بارے میں مروی کہ روزانہ وہ ایک ہزار مرتبہ سجدہ کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کو سجاد نام دیا ہوا تھا اور منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز صرف مٹی پر ہی سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور یوسف بن اسباط نے کہا۔ اے نوجوانو کے گروہ! قبل از مرض صحت کے دوران ہی تیزی سے کچھ عمل کر لو۔ اب صرف ایک ہی شخص باقی ہے جس پر مجھے (شک ہے وہ ہے پورا پورا رکوع و سجود ادا کرنے والا۔ لیکن اسکے اور میرے درمیان اب رکاوٹ وارد ہے (مراد یہ ہے کہ وہ دور ہے لہذا

ملاقات ممکن نہیں ہے)۔ اور حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا ہے۔ مجھے دنیا کی کسی شے پر کوئی افسوس کبھی نہیں ہوا سوائے سجدہ کے (مراد یہ ہے کہ سجدہ ترک ہو جائے تو رنج ہوتا ہے)۔ حضرت عقبہ بن مسلم نے کہا ہے کہ بندے کی صرف یہ ہی خصلت اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہو اور بندے کی صرف وہی ساعت سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہوتی ہے۔ جس میں وہ سجدے میں ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں سب (وقتوں) سے بڑھ کر اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ سجدہ کرتا ہے لہذا اس وقت خوب دعا مانگا کرو۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 49

نماز چھوڑ دینے والے کے لیے سزا

اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کا اس طرح سے ذکر فرمایا ہے:۔

ما سلککم فی سقر - قالوا لم نک من المصلین - و لم نک نطعم المسکین - و کنا نخوض مع الخائضین -

(تمکو کس چیز نے دوزخ میں ڈال دیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز ادا کرنے والے نہ تھے۔ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے اور ہم بحث کرتے رہتے تھے بحث کرنے والوں کے ساتھ۔ المدثر۔ ۴۲ تا ۴۵)۔

مسند احمد میں مروی ہے کہ انسان اور کافر میں ترک نماز کا فرق ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آدمی اور شرک کے درمیان یا فرمایا کفر کے درمیان نماز ترک کرنے کا ہی فرق ہے اور ابو داؤد اور نسائی میں آیا ہے کہ بندے اور کفر کے درمیان صرف ترک نماز ہی کا فرق ہے اور ترمذی میں لکھا ہے کفر اور ایمان کے درمیان نماز کو ترک کرنے کا فرق ہے۔ ابن ماجہ میں ہے بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنا فرق ہے اور یہ درست ہے۔ جیسے کہ ترمذی وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ہمارے اور انکے (یعنی کافروں کے) درمیان نماز عہد ہے جس نے اسکو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

طبرانی نے روایت کیا ہے، لا باس بہ کہتے ہوئے (حدیث کی وہ سند جس پر اعتبار کرنے میں کچھ خرابی نہ ہو)۔ جو عمداً ترک نماز کرے اس نے واضح کفر کا ارتکاب کیا۔ دیگر ایک روایت ہے۔ کہ بندے اور کفر کے درمیان یا فرمایا کہ شرک کے درمیان ترک نماز ہی فرق ہے اور جس نے نماز کو چھوڑ دیا تو بالیقین وہ مرتکب کفر ہو گیا۔ ایک اور

روایت میں یوں ہے۔ بندے اور شرک کے درمیان ترک نماز ہی تو فرق ہے۔ جب اس نے اس کو ترک کر دیا تو اس نے ارتکاب شرک کیا۔

دیگر ایک روایت میں حسن سند سے روایت کیا گیا ہے کہ شوکت اسلام اور دین کے تین ستون ہیں۔ ان پر ہی اسلام مبنی ہے۔ (۱)۔ شہادت دینا لا الہ الا اللہ۔ (۲)۔ فرض نماز۔ (۳)۔ روزے ماہ رمضان مبارک۔

حسن سند کے ساتھ ایک اور روایت آئی ہے کہ ان میں سے جو ایک کو بھی ترک کر دے وہ اللہ سے کفر کا مرتکب ہے۔ اس سے کوئی حیلہ اور فدیہ کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا اور اس کا خون و مال حلال ہو گا (مراد یہ کہ مال لے کر بیت المال میں داخل کر لیا جائے)۔ اور لاباس بہ کے ساتھ طبرانی وغیرہ نے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ کو چار باتیں وصیت فرمائیں:

(1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ تجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے یا تجھ کو سولی پر ہی چڑھایا جائے۔

(2) جان بوجھ کر نماز ترک مت کرنا۔ جس نے نماز ترک کر دی وہ ملت اسلام سے خارج ہو گیا۔

(3) ارتکاب گناہ مت کرنا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

(4) شراب نوشی مت کرنا کیونکہ یہ سب برائیوں کی جڑ ہے۔ (الحدیث)

ترمذی میں ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اعمال میں کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے سوائے ترک نماز کے۔

اور صحیح روایت میں وارد ہے کہ ایمان اور کفر میں صرف نماز ہی فرق کرتی ہے جس نے نماز چھوڑی اس نے شرک کیا۔ اور بزاز میں ہے کہ اس کا کچھ بھی حصہ اسلام میں نہیں ہے جو نماز ادا نہیں کرتا۔ اور جس کا وضو نہیں اسکی نماز نہیں۔ طبرانی میں مروی ہے کہ جس میں امانت نہیں ہوتی اس کا ایمان نہیں اور جس کی طہارت نہیں ہوتی اسکی نماز نہیں ہوتی (طہارت میں وضو شامل ہے)۔ جس کی نماز نہیں اس کا کچھ دین نہیں دین میں نماز کا

مقام اس طرح ہے جس طرح جسم میں سر کا مقام ہوتا ہے۔

ابن ماجہ اور بیہقی شریف میں حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک مت کرنا خواہ تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ خواہ تجھ کو جلا دیا جائے یا تو سولی پر چڑھا دیا جائے اور فرض نماز کو ترک نہ کرنا جس نے جان بوجھ کر اس کو چھوڑا اس سے میری ذمہ داری جاتی رہی اور شراب نوشی مت کرنا کیونکہ یہ جڑ ہے ہر برائی کی۔ اور بزاز وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے بسند حسن روایت ہوا ہے کہ جب میری بینائی ختم ہو گئی۔ جبکہ ان کی آنکھ کا ڈھیلہ درست ہی تھا تو انہیں کہا گیا آپ تھوڑے دنوں کے لیے نماز ترک کر دیں ہم آپ کا علاج کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ولم کا ارشاد ہے کہ جس نے نماز ترک کی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہو گا۔

اور بسند لا باس بہ طبرانی میں متابعات میں روایت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتا دیں کہ میں وہ عمل کروں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آنحضرت نے اس کو فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک مت کر خواہ تجھے سزا ہی دی جائے اور جلایا جائے۔ اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کر خواہ تجھ کو تیرے مال اور تیری ہر شے سے الگ کیا جائے اور جان بوجھ کر نماز مت چھوڑ کیونکہ جس نے عملاً نماز ترک کر دی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے خارج ہو گیا۔ (الحدیث)۔ اور بسند صحیح ایک روایت میں وارد ہے۔ البتہ اس میں انقطاع بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شرک مت کر خواہ تو قتل کیا جائے اور جلا دیا جائے اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہو خواہ تجھے وہ حکم فرمائیں کہ اپنے مال اور اہل (زوجہ) کو چھوڑ دے۔ جان بوجھ کر نماز مت چھوڑ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے خارج ہو گیا اور شراب مت پی اس لیے کہ یہ سب برائیوں کی جڑ ہے اور (اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی سے بچے رہو۔ کیونکہ نافرمانی کے باعث اللہ تعالیٰ کا غضب وارد

ہوتا ہے اور جنگ کے میدان سے مت بھاگنا خواہ لوگ مارے ہی جائیں اور اگر لوگوں پر موت وارد ہو جائے (یعنی کوئی وبا۔ پھوٹ پڑے جسکے باعث اموات ہوں) تو ثابت قدم رہو (یعنی وبا۔ سے ڈرتے ہوئے علاقہ نہ چھوڑیں) اور اپنی وسعت کے مطابق اپنے اہل خانہ پر خرچ کرو اور ان سے ادب کے واسطے ڈنڈے کو دور مت کرنا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں خوف دلاتے رہنا۔

اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ بادل والے روز نماز جلدی ادا کرو کیونکہ جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے عمداً نماز کو چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نام دوزخ کے دروازے پر درج کر دیتا ہے۔ جس میں اس نے داخل ہونا ہے۔ اور طبرانی اور بیہقی میں آیا ہے جس نے نماز ترک کی گویا اس کے اہل اور مال تباہ ہو گئے۔ حضرت حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اے گروہ قریش واللہ تم کو نماز لازماً ادا کرنا ہے۔ زکوۃ ادا کرنا ہے ورنہ تم پر اس طرح کا شخص مسلط کیا جائے گا۔ جو دین پر تمہاری گردن زدنی کرے گا۔ (الحدیث) مراد یہ ہے کہ وہ دین پر تم کو عمل پیرا کرنے کے لیے اور یا باوجود دیندار ہونے کے وہ ایسا کرے گا۔ واللہ اعلم۔

مسند بزاز میں آیا ہے کہ جس کی نماز نہیں اس کا کچھ حصہ اسلام میں نہیں اور جس کا وضو نہ ہو اس کی نماز نہیں اور مرسل روایت مسند احمد میں آئی ہے کہ چار چیزیں ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کیا ہے۔ جس نے ان میں سے تین کو کر لیا اسکے پھر بھی وہ کسی کام نہیں آئیں گی۔ تاآنکہ وہ تمام (نماز زکوۃ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج) نہ ہوں۔ اصبہانی نے روایت کیا ہے۔ کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اللہ تعالیٰ اس کا ہر عمل نیست کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے جاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرے۔ ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔ حضرت محمد بن نصر نے فرمایا ہے کہ حضرت اسحاق کو فرماتے ہوئے میں نے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم سے صحیح روایت ہوا ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وقت سے ہی اہل علم کی یہی رائے ہے۔ کہ جو آدمی وقت گذر جائے اور بلا عذر نماز چھوڑ دے۔ ایسا شخص کافر ہے۔ حضرت ایوب نے فرمایا ہے کہ نماز چھوڑنا کفر ہے اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فخلف من بعدهم خلف اضاعو الصلوة واتبعوا الشهوت فسوف يلقون غيا-الا من تاب۔ (مریم-۵۹)۔

(پس ان کے بعد ان کے جانشین ہو گئے برے لوگ جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کی اتباع کی وہ جلدی ہی غیی سے ملیں گے مگر جنہوں نے توبہ کرلی)۔ (یہاں غیی سے مراد سخت عذاب ہے)۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے۔ اضاعوا کا مفہوم یہ نہیں کہ نماز بالکل ہی ترک کر دی۔ بلکہ اس سے مراد ہے کہ مقررہ وقت سے نماز میں تاخیر کردی۔ حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا ہے۔ کہ اس سے مراد ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرے جب عصر کا وقت قریب ہو جائے اور نماز عصر اس وقت ادا کرے جب نماز مغرب کا وقت نزدیک آجا ئے۔ نماز مغرب اس وقت ادا کرے جب عشاء ہونے والی ہو اور نماز عشاء ادا کرے جب فجر قریب ہو جائے اور فجر کی نماز تب ادا کرے جب طلوع آفتاب ہونے لگے۔ ایسے حال پر اصرار کرتا ہوا ہی جو فوت ہو گیا اور اس نے توبہ بھی نہ کی۔ اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے غیی کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اصل میں دوزخ کے اندر غیی ایک وادی ہے جو نہایت عمیق ہے۔ اس میں شدت کے ساتھ عذاب ہو گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یا یہا الذین امنو لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون۔

(اے اہل ایمان لوگو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا وہی گھاٹا پانے والے ہیں۔ المنافقون۔۹)۔ اور اہل تفسیر کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد ہے پنجگانہ نماز۔ جو شخص بوقت نماز

اپنے مال، کاروبار دستکاری وغیرہ یا اپنی اولاد میں لگا رہا وہ خسارہ پائے گا۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روز قیامت بندے سے جس چیز کا اولین محاسبہ ہو گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست نکلی تو وہ نجات پا گیا اور کامیاب ہو گیا۔ اگر نماز میں کمی ہوئی تو نامراد ہو گا اور خسارے میں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون۔

(پس خرابی ہے ان نمازی لوگوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہوتے ہیں۔ الماعون۔ ۴۔۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں۔ جو نمازوں میں ان کے اوقات سے تاخیر کر دیتے ہیں۔ مسند احمد میں جید سند کیساتھ، صحیح ابن حبان اور طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ جس نے اسکی حفاظت کر لی تو روز قیامت اسکے واسطے یہ نور بنے گی۔ برہان ہو جائے گی اور نجات ہو گی اور جس نے اس کو محفوظ نہ کر لیا اسکے لیے نہ یہ نور ہے۔ نہ برہان ہے اور نہ ہی نجات ہے اور روز قیامت قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ وہ محشور ہو گا۔ بعض عالموں نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ اسکا حشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مال میں مشغول رہا اور نماز سے غفلت کی تو اب وہ قارون کی مانند ہو گیا۔ لہذا اسکے ساتھ ہی محشور ہو گا اگر ملک کی مصروفیت میں نماز نہیں پڑھی تو فرعون کے طرح ہو گیا اور اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا یا وزارت میں مشغول ہو گیا تو یوں ہامان سے مشابہت ہو گئی پس اسکے ساتھ حشر ہو گا یا وہ تجارت میں لگا رہا تو اسوجہ سے ابی بن خلف کے ساتھ مشابہ ہوا۔ وہ مکہ شریف میں ایک کافر تھا اور تجارت کرتا تھا۔ لہذا اب یہ اسکے ساتھ محشور ہو گا۔ بزاز میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میں نے ارشاد الہی، الذین ہم عن صلاتہم ساہون (الماعون۔۵)۔ (جو لوگ اپنی نمازوں کے متعلق غافل ہیں) کا مطلب دریافت کیا تو آنجناب نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو (اصل) وقت سے تاخیر کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔

حضرت مصعب بن سعد سے مسند ابی یعلی میں بسند حسن روایت ہوا ہے کہ میں نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے ارشاد الٰہی تو پڑھا ہی ہے۔ **الذین هم عن صلاتهم ساهون۔** (جو اپنی نمازوں سے بھولے جاتے ہیں)۔ اب کون ہے ہم میں سے جو نہ بھولتا ہو کون ہے جو خود سے باتیں نہ کرتا ہو (یعنی جسکو وسوسہ نہ آتا ہو)۔ انہوں نے فرمایا اس سے مراد یہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وقت کو برباد کرے (یعنی دیر کرے نمازوں میں)۔ اور ویل کا معنی سخت عذاب ہے اور ایک قول ہے کہ دوزخ کی وادی ویل ہے کہ اس میں اگر دنیا کے پہاڑوں کو رکھا جائے تو وہ اسی وقت سخت حرارت کی وجہ سے پگھل کر رہ جائیں۔ یہ اس شخص کی جائے قرار ہوگی جو نماز میں غفلت کرتا ہے اور دیر سے نماز ادا کرتا ہے۔ البتہ اگر وہ توبہ کرلے اور سابقہ گناہ پر شرمسار ہو۔ تو پھر اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے۔ اور صحیح ابن حبان میں آیا ہے کہ جس شخص کی ایک نماز چلی گئی تو گویا اسکے اہل اور مال کو برباد کردیا گیا۔

اور حاکم کی ایک روایت ہے۔ اسکی توثیق میں اختلاف رائے موجود ہے۔ مگر اکثریت کا اختلاف نہیں ہے۔ اس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بلا عذر اکٹھی کرلیں اس نے کبیرہ گناہ کیا (مراد یہ ہے کہ ایک نماز میں اتنی زیادہ تاخیر کردی کہ دوسری نماز کا وقت ہو گیا)۔

صحاح ستہ میں ہے کہ جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوئی تو گویا اس کا اہل اور عیال اور مال ضائع ہو گئے۔ صحیح ابن خزیمہ میں اس قدر مزید ہے۔ مالک نے فرمایا ہے کہ اسکی وضاحت یہ ہے کہ وقت گذر جائے اور نسائی میں ہے کہ نمازوں میں ایک نماز وہ ہے جسکی وہ فوت ہو جائے تو گویا اسکے اہل و عیال اور مال ضائع ہو گئے یعنی نماز عصر۔ اور مسلم اور نسائی میں لکھا ہے کہ اس نماز سے مراد ہے نماز عصر اسے تم سے پیشتر والے لوگوں پر پیش کیا گیا۔ لیکن انہوں نے اسکو ضائع کیا (مراد ہے وہ نہ پڑھتے تھے یا وہ تاخیر کر کے پڑھتے تھے)۔ اب تم میں سے جس نے اس کی حفاظت کرلی اسکے حق میں دو اجر ہوں گے اور ازاں بعد شاہد یعنی ستاروں کے نمودار ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے (مراد یہ کہ بعد اسکے

مغرب کی نماز ہوگی) اور مسند احمد اور صحیح بخاری اور نسائی میں ہے۔ جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کا عمل برباد ہو گیا اور مسند احمد میں بسند صحیح اور ابن شیبہ میں ہے کہ جس نے عمداً عصر کی نماز کو چھوڑا۔ یہاں تک کہ وہ جاتی ہی رہی اس کا عمل ہی برباد گیا۔

عبدالرزاق میں مرسل روایت آئی ہے۔ کہ جس نے بالقصد عصر کی نماز کو چھوڑا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو گویا اسکے اہل اور مال ضائع ہو گئے اور شافعی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک نماز چلی گئی تو گویا کہ اس کے اہل اور مال تلف ہو گئے۔

بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم اپنے اصحاب کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کیا کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہے۔ پھر وہ اس کو بیان کر دیتا تھا جو اللہ چاہتا اور آنحضرت اس کی تعبیر فرما دیتے تھے۔ ایک روز بوقت صبح آپ نے فرمایا کہ رات کے وقت میرے پاس دو آنے والے آ گئے۔ میرے ساتھ انہوں نے عجلت برتی اور کہنے لگے کہ چلو میں انکے ہمراہ چل دیا۔ ہم ایک آدمی کے پاس آ گئے جو لیٹا ہوا تھا اور اسکے اوپر ایک اور آدمی پتھر لیے کھڑا تھا۔ وہ اسکے سر پر پتھر مارتا تھا۔ اس سے اسکا سر کچل جاتا تھا اور پتھر گر جاتا تھا وہ اسکو دوبارہ پکڑ لیتا تھا اور اسکے واپس آنے تک اس شخص کا سر درست ہو جاتا تھا۔ حسب سابق وہ پھر ایسے ہی کرتا تھا جیسے اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ میں نے دونوں کو کہا سبحان اللہ ! یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا چلو چلو پھر ہم ایک شخص کے پاس آ پہنچے۔ جو گدی کے بل لیٹا تھا اور ایک آدمی لوہے کی سلاخ پکڑے کھڑا تھا۔ جس کا منہ مڑا ہوا تھا وہ اسکے چہرے کی ایک جانب آ کر اسکے جبڑے کو گدی تک اور اس کے نتھنے کو گدی تک اور گدی تک ہی اسکی آنکھوں کو چیرتا تھا۔

راوی نے بیان کیا ہے۔ بسا اوقات ابو رجاء فرمایا کرتے تھے "پس چیر دیتا"۔ فرمایا کہ پھر وہ دوسری طرف چلا جاتا تھا اور ادھر بھی ایسے ہی کرتا تھا جیسے پہلی جانب کیا تھا۔ فرمایا کہ جب ادھر سے فارغ ہو جاتا تھا تو پہلے والی جانب درست ہو جاتی تھی جیسے کہ پہلے تھی۔ پھر وہ اسی طرح کرتا تھا جو پہلی مرتبہ کیا تھا فرمایا کہ میں نے کہا سبحان اللہ یہ کیا ہے۔ وہ

دونوں کہنے لگے چلو چلو۔ ہم آگے کو چل پڑے پھر ایک تنور کی مانند (چیز) پر آ گئے۔ راوی نے بتایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ اس کے اندر شور تھا اور آوازیں آتی تھیں۔ ہم نے اسکے اندر جھانکا تو اسکے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں ان کے اوپر نیچے سے شعلہ آتا تھا اور شعلہ جس وقت آتا تھا۔ یہ شور مچاتے تھے۔ فرمایا کہ میں نے کہا یہ کون ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ چلو چلو۔ فرمایا کہ ہم آگے چل دیے تو ایک نہر پر آ گئے میرا گمان ہے آپ فرماتے تھے کہ (وہ نہر) مانند خون کی سرخ تھی۔ اس نہر میں ایک شخص تیرتا تھا۔ ایک اور آدمی نہر کے کنارے پر موجود تھا۔ اس نے اپنے ساتھ بہت سے پتھر اکٹھے کیے ہوئے تھے۔ اس کو وہ پتھر مارتا تھا۔ تو وہ دور چلا جاتا تھا پھر وہ تیرتے ہوئے آ جاتا تھا۔ جب اسکی جانب (قریب) آ پہنچتا تھا تو وہ ایک اور پتھر اسے مار دیتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے (پھر) کہا کہ چلو چلو۔ ہم چل پڑے پھر ہم ایک خوفناک صورت والے آدمی کے پاس آ گئے۔ جتنی بھی خوفناک صورت تم دیکھو اسکے پاس آتش تھی وہ اس کو بھڑکاتا تھا اور اسکے گرد بھاگتا تھا۔ میں پوچھا کہ یہ کون ہے تو انہوں نے کہا چلو چلو۔ ہم چل پڑے تو پھر ایک خوفناک صورت عورت کے پاس آ گئے جتنی زیادہ خوفناک عورت کبھی تم نے دیکھی ہو اسکے پاس بھی آگ تھی۔ اور وہ اس کو بھڑکا رہی تھی اور اسکے گرد دوڑتی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ چلیں چلیں۔ ہم چل دیے اور ایک گھنے باغ کے اندر آ پہنچے۔ باغ کے درمیان میں ایک لمبے قد کا آدمی تھا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا سر آسمان میں ہے۔ اس شخص کے گرد وہ بچے موجود تھے جنہیں میں نے دیکھا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا چلو چلو۔ ہم چلے آتے ہم ایک بڑے مکان کے نزدیک آ گئے اتنا بڑا اور خوبصورت مکان کبھی نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا اس پر چڑھیں ہم اسکے اندر چلے گئے تو ایک شہر ہے۔ سونے چاندی کی مانند اینٹوں سے بنا ہوا ہے۔ ہم دروازہ شہر پر آ گئے۔ ہم نے دروازے کو کھلوایا۔ تو وہ کھول دیا گیا ہم اندر چلے گئے۔ ہم کو آدمی ملے جن کی ایک طرف اتنی حسین تھی کہ شاید ہی کبھی دیکھی گئی ہو اور دوسری جانب ان کی اس قدر بدصورت تھی کہ شاید ہی کبھی دیکھنے میں آئی

ہو۔ ان دونوں نے ان کو کہا کہ جاؤ اور اس نہر کے اندر کود پڑو۔ فرمایا کہ وہ فراخ نہر تھی اس کے اندر صاف پانی بہتا تھا۔ وہ چلے گئے اور اس کے اندر چھلانگ لگا دی۔ پھر وہ ہماری جانب آتے تو ان کی وہ بد صورتی جاتی رہی تھی اور وہ انتہائی حسین ہو گئے تھے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور آپ کا یہ مقام ہے۔ میری نظر اوپر کو اٹھی (میں نے دیکھا کہ) سفید ابر کی مانند ایک محل ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مکان ہے آپ کا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ مجھے تم چھوڑ دو تاکہ میں اس (مکان) کے اندر داخل ہوں۔ انہوں نے کہا ابھی نہیں۔ مگر آپ اس میں جائیں گے۔ میں نے انہیں کہا آج شب میں نے عجیب چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ جو کچھ میرے دیکھنے میں آیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔

انہوں نے کہا ہم ابھی آپ کو بتا رہے ہیں۔ جس پہلے آدمی کے پاس ہم آئے جس کے سر کو کچلا جاتا تھا پتھر کے ذریعے یہ وہ تھا جس نے قرآن کو سیکھ لیا اور پھر ترک کر دیا (مراد یہ کہ پھر اس کو بھلایا اور عمل نہ کیا) اور وہ فرض نماز چھوڑ دیتا اور سو جایا کرتا تھا اور وہ شخص جس پر آپ کا گذر ہوا کہ اسکے جبڑے گدی تک۔ اسکے نتھنے بھی اسکی گدی تک اور اسکی آنکھوں کو بھی اسکی گدی تک چیرا جاتا تھا۔ یہ شخص صبح کو اپنے گھر سے برآمد ہوتا تھا اور اس طرح کا جھوٹ بیان کرتا تھا جو آفاق تک پھیل جاتا تھا۔ اور جو ننگے مرد اور ننگی عورتیں تنور کی مانند جگہ کے اندر تھیں وہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں تھیں اور جس شخص کو نہر کے اندر تیرتا ہوا ملاحظہ کر چکے ہیں اور وہ پتھر کھاتا تھا وہ سود خوار آدمی ہے اور جو بڑی ڈراؤنی شکل والا آدمی آگ بھڑکاتا ہوا دیکھا کہ جو آگ کے گرد دوڑ رہا تھا۔ وہ داروغہ دوزخ فرشتہ مالک ہے اور جو باغ کے اندر طویل قامت شخص ہے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے انکے ارد گرد ہیں۔ وہ فطرت اسلام پر فوت ہوتے تھے۔ کچھ مسلمان اشخاص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا شرک کرنے والوں کی اولاد بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں مشرکین کے بچے بھی اور عرض کیا گیا وہ کون کہ ان کی ایک جانب خوبصورت اور دوسری جانب بدصورت تھی فرمایا وہ

ایسے لوگ ہیں انہوں نے عمل صالح کیے مگر ساتھ برے اعمال کے بھی مرتکب ہوتے بالآخر ان سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمائی۔

اور بزاز کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ فرمایا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک قوم پر سے گذرے ان کے سروں کو پتھر مار مار کر توڑا جاتا تھا وہ ٹوٹ جاتے تھے تو دوبارہ پہلے کی مانند (ٹھیک) ہو جاتے تھے (اور یہ عمل ایسے ہی جاری رہتا تھا)۔ اس میں کمی واقع نہ ہوتی تھی۔ آپ نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں۔ جواب دیا گیا یہ ایسے لوگ جن کے سر نماز سے بھاری ہو گئے (مراد یہ کہ نماز میں سستی کرتے تھے)۔ ابن خطیب اور ابن نجار روایت کرتے ہیں کہ اسلام کا جھنڈا نماز ہے۔ اسکے واسطے جس شخص نے اپنا دل فارغ کر لیا۔ اسکی حدوں کی اسکے اوقات اور سنتوں کی حفاظت کر لی تو وہ صاحب ایمان ہے۔ اور ابن ماجہ میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ آپ کی امت پر میں نے نماز پنجگانہ فرض فرمائی اور اپنے پاس ایک عہد لے لیا کہ ان کے اوقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ان کی حفاظت کرنے والا ہو گا۔ میں اس کو جنت میں داخل فرماؤں گا اور جس نے ان کی حفاظت نہ کی اسکے واسطے میرے ہاں کچھ بھی عہد نہیں ہے۔

اور مسند احمد اور حاکم میں یوں آیا ہے۔ جس کو یہ علم الیقین حاصل ہو گیا کہ اس کے اوپر نماز لازمی حق ہے اور (اس نے) وہ ادا کر دیا وہ جنت میں جائے گا۔

ترمذی بسند حسن غریب روایت کرتے ہیں اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے کہ روز قیامت بندے کا جو عمل اولین محاسبہ میں آئے گا۔ وہ نماز ہے۔ اگر درست ہوئی تو کامران ہو گا اور نجات حاصل کر لی۔ اگر خراب رہا تو نامراد ہوا گھاٹے میں رہا اور اگر اس کے فرضوں میں کچھ کمی واقع ہوئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ دیکھیں کہ آیا کچھ نوافل بھی میرے بندہ کے پاس ہیں ان کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کر لیں پھر باقی سب کی ایسے ہی کریں گے۔

نسائی میں یوں ہے۔ روز قیامت سب سے پیشتر بندے کی نماز کا حساب لیا جائے گا۔ (اس نے) اگر اسے مکمل کیا ہو گا تو اس کو مکمل ہی درج کیا جائے گا اور اگر اس کو

پورا نہیں کیا تو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ لیں۔ کیا میرے بندے کے کچھ نوافل بھی تمہیں ملتے ہیں۔ پھر ان سے فرضوں میں تکمیل کر دو پھر ایسے ہی زکوۃ کا حساب لیا جائے گا۔ پھر دیگر اعمال بھی ایسے محاسبہ میں آئیں گے۔

طبرانی شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز بندے سے دریافت کیا جائے گا۔ تو تمام (چیزوں) سے پیشتر نماز کو دیکھا جائے گا اگر وہ ٹھیک نکلی تو وہ کامیاب رہ گیا اور اگر وہ خراب ہوئی تو (وہ بندہ) نامراد رہا اور خسارے میں۔

طیالسی، طبرانی، المختارہ میں ضیاء سے راوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو کہا اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے آپ کی امت کے لیے نماز پنجگانہ فرض فرمائی ہے۔ جس شخص نے ان کو وضو کر کے ان کے وقتوں میں رکوع اور سجود مکمل ادا کیا۔ ان کے باعث اس (بندے) کے لیے (میرے ہاں) وعدہ ہے کہ اس کو میں جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو ایسے حال میں مجھے ملے گا کہ ان میں کچھ کمی ہوئی۔ اسکے واسطے میرے ہاں کچھ وعدہ نہیں ہے اگر میں چاہوں گا تو عذاب کروں گا اور چاہوں گا تو رحم کروں گا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ نماز شیطان کے چہرہ کو کالا کر چھوڑتی ہے اور صدقہ اسکی کمر شکستہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھنا اور علم کی خاطر دوستی رکھنا (شیطان) کی جڑ ہی منقطع کر دیتا ہے۔ تم لوگ جب یوں کر پاؤ گے تو وہ تم سے اتنی دور چلا جائے گا جتنی دور آفتاب کے طلوع کا مقام (مشرق) مغرب سے دور ہے۔

صحیح ابن حبان اور ترمذی اور حاکم کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کھاؤ۔ پانچوں نمازیں ادا کرو ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو۔ اپنے مالوں سے زکوۃ ادا کرو۔ اپنے حاکم کے فرمانبردار رہو (وہ حاکم جو مسلمان ہو اور کتاب و سنت کی پابندی کرتا ہو) اور اپنے پروردگار کی (تیار کردہ) جنت میں چلے جاؤ۔

صحیحین اور ابوداؤد اور نسائی اور مسند احمد میں مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر پسندیدہ عمل وقت پر نماز ادا ہونا ہے۔ پھر والدین کے ساتھ نیک برتاؤ پھر فی سبیل

اللہ جہاد کرنا ہے۔

بیہقی حضرت عمر سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بار گاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل اسلام میں اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر پسند ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے وقت پر نماز ادا کرنا اور جس نے نماز کو ترک کیا اس کا کچھ بھی دین نہیں ہے اور نماز ستون ہے دین کا۔

ایسی وجوہات کی بنا پر ہی حضرت عمر کے زخمی ہونے پر ان سے عرض کیا گیا تھا کہ یا امیر المومنین نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ جو نماز کو تلف کر دے اس کا کچھ حصہ نہیں اسلام میں۔ تو حضرت عمر نے ایسی حالت میں نماز ادا کی جبکہ خون جاری تھا (یہ واقعہ آپ کی شہادت کے وقت کا ہے)۔

ذہبی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بندہ جب اول وقت میں نماز ادا کرے تو نماز آسمان پر ایسی حالت میں جاتی ہے کہ اس کا نور تا عرش ہوتا ہے۔ نماز ادا کرنے والے کے حق میں تا قیامت دعائے معفرت کرتی جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے۔ جب کوئی شخص بے وقت نماز ادا کرتا ہے (یعنی انتہائی دیر سے) تو وہ ایسے حال میں آسمان پر جاتی ہے کہ اس پر اندھیرا ہوتا ہے۔ جب آسمان پر جاتی ہے تو اسے بوسیدہ کپڑے میں لپیٹ کر (واپس) اس (بندے) کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔

اور ابو داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخصوں کی نماز کو اللہ قبول نہیں فرماتا۔ ان میں سے ایک وہ (شخص) فرمایا جو وقت گذر جانے کے بعد نماز ادا کرتا ہے۔

اور حدیث پاک میں مذکور ہے کہ جس شخص نے نماز کو محفوظ کر لیا اسے اللہ تعالیٰ پانچ انعامات عطا فرماتا ہے۔ (۱)۔ اس پر سے زندگی کی تنگی کو رفع کر دے گا۔ (۲)۔ اس پر سے قبر کا عذاب دور کر دے گا۔ (۳)۔ اس کو اسکے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دے گا۔ (۴)۔ وہ بجلی کی مانند پل صراط پر سے گذر جائے گا تیزی کے ساتھ۔ (۵)۔ اس کو بغیر

حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

اور نماز میں سستی اور غفلت جس نے کی اس کو اللہ تعالی پندرہ (قسم کی) سزائیں دے گا۔ دنیا کے اندر پانچ، موت کے وقت تین (اور پھر) قبر کے اندر تین (اور پھر) قبر سے باہر آنے کے وقت تین۔ دنیا میں ہی دی جانے والی سزائیں یہ ہیں:

(۱)۔ اسکی عمر میں سے برکت کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ (۲)۔ اسکے چہرے پر سے نیک لوگوں والی علامت ختم کر دی جاتی ہے۔ (۳)۔ وہ جو کچھ بھی عمل (نیک) کرے اللہ تعالی اس کا ثواب عطا نہ کرے گا۔ (۴)۔ اسکی دعا کو آسمان تک چڑھنے ہی نہ دیا جائے گا۔ (۵)۔ صالحین کی دعاؤں میں اس کا کچھ حصہ نہ ہو گا۔

پھر بوقت مرگ اس کو یہ سزائیں دی جاتی ہیں:

(۱)۔ وہ ذلت میں مرے گا۔ (۲)۔ وہ بھوک میں مرے گا۔ (۳)۔ وہ پیاس میں مرے گا۔ وہ اگر دنیا کے تمام سمندروں کو بھی (فرض کرو کہ) پی جائے تو پھر بھی اسکی پیاس دور نہ ہوگی۔

پھر قبر کے اندر درج ذیل سزائیں پائے گا:

(۱)۔ اس پر قبر کو تنگ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکی پسلیاں ٹوٹ کر ایک دوسری کے اندر گھس جائیں گی۔ (۲)۔ اسکی قبر کے اندر آتش بھڑکائی جائے گی پھر وہ شب و روز انگاروں کے اوپر لوٹتا رہے گا۔ (۳)۔ قبر کے اندر اس کے اوپر اژدھا کا تسلط ہو جائے گا اس کا نام ہو گا شجاع الاقرع (گنجا سانپ جو نہایت زہر والا ہوتا ہے)۔ اسکی آنکھیں آگ سے بنی ہوئی ہوں گی اور ناخن اسکے آہنی ہوں گے اس کے ہر ایک ناخن کی لمبائی ایک دن کی مسافت (کے برابر) ہوگی۔ وہ اس مردہ کے ساتھ بات بھی کرے گا اس کو کہے گا میں ہوں گنجا سانپ اسکی آواز ایسی ہوگی جیسے بجلی کی گرج وہ کہے گا۔ میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ نماز تلف کر دینے کے جرم کے باعث تجھے صبح سے لے کر طلوع آفتاب تک مارتا رہوں اور نماز ضائع کرنے کے جرم کی وجہ سے تجھے ظہر سے عصر تک مارتا رہوں اور نماز تلف کرنے کی وجہ سے تجھے میں عصر سے مغرب تک مارتا رہوں

اور نماز کو ضائع کرنے کے جرم پر میں تجھے مغرب تا عشاء۔ماروں پھر تجھے میں نماز ضائع کرنے کے جرم پر عشاء سے فجر تک مارتا رہوں۔

اسکو جس وقت وہ مارے گا تو وہ (شخص) زمین میں ستر گز تک (نیچے) دھنس جائے گا۔ اس طرح سے وہ اپنی قبر کے اندر تا قیامت عذاب میں مبتلا رہے گا۔ پھر جب وہ قیامت کے میدان میں قبر سے نکلے گا تو اسے یہ سزائیں ملیں گی۔

(۱)۔ اس پر محاسبہ میں سختی کی جائے گی۔ (۲)۔ اس پر اللہ تعالیٰ غضب فرمائے گا۔ (۳)۔ وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ایک روایت میں آیا ہے کہ روز قیامت وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اسکے چہرے کے اوپر تین سطور تحریر شدہ ہوں گی۔

اول سطر:۔ اے اللہ تعالیٰ کے حق کو برباد کرنے والے

دوم سطر:۔ اے وہ جو اللہ کے غضب کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوم سطر:۔ تو نے جیسے دنیا میں اللہ کے حق کو برباد کر دیا آج تو رحمت الٰہی سے نا امید ہے۔

مندرجہ بالا روایت میں پندرہ باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ جو بتائی گئی ہیں وہ چودہ ہیں۔ پس گنتی میں موافقت نہیں ہے ممکن ہے کہ راوی کو پندرھویں بھول چکی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ قیامت کا روز ہو گا۔ایک آدمی کو پیش کیا جائے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اس کو دوزخ میں وارد کر دینے کا حکم اللہ تعالیٰ فرما دے گا وہ کہے گا۔ اے رب تعالیٰ ایسا کیوں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اس کو فرمائے گا نماز کے وقت میں تیرے تاخیر کرنے کے باعث۔

بعض عالموں نے فرمایا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ دعا مانگا کرو۔ **اللھم لا تدع فینا شقیا و لا محروما**۔ (اے اللہ ہم میں سے کسی کو بد بخت اور محروم نہ کرنا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے۔ بد بخت اور محروم کون ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نماز کا تارک۔

مروی ہے کہ روز قیامت سب سے پیشتر بے نماز کا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا اور دوزخ میں ایک وادی لملم کہلاتی ہے۔ اس کے اندر سانپ ہیں کہ ہر ایک سانپ اونٹ کی گردن جتنا موٹا ہے اور وہ ایک مہینے کی مسافت کے برابر لمبا ہوتا ہے۔ وہ نماز چھوڑنے والے کو کاٹے گا اس کا زہر (اس بے نماز بندے) کے جسم کے اندر ستر سال تک جوش کرتا رہے گا پھر اس کا گوشت زرد ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بنی اسرائیل کی ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا یا نبی اللہ میں بڑے سخت گناہ کی مرتکب ہو گئی ہوں۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ کی معافی عطا فرمائے اور میری توبہ کو قبول فرمائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تیرا گناہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ زنا کیا اور بچے کو جنم دیا اسکے بعد اس کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بدکار یہاں سے نکل جا ایسا نہ ہو کہ آسمان سے آگ کی بارش ہونے لگے جو تیری بدبختی کے باعث ہم کو بھی نہ جلا دے۔ اس کا دل ٹوٹ گیا وہ چلی گئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو نے توبہ کرنے والی کو کیوں نکال دیا ہے۔ اے موسیٰ کیا میں اس سے بھی بدتر تجھے نہ بتا دوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے جبریل اس سے بڑھ کر برا کون ہے جبریل نے کہا جو نماز کو ترک کرے عمداً۔

اور بعض اہل سلف سے منقول ہے کہ اسکی ایک ہمشیرہ تھی جو مر گئی۔ اس کو دفن کیا گیا تو اسکی قبر کے اندر ہی ایک تھیلی گر پڑی اور اندر ہی رہ گئی۔ تھیلی میں مال تھا۔ بالآخر تدفین کے بعد رخصت ہو گئے۔ بعد میں یاد آیا تو دوبارہ قبر پر گئے اور لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تو اس نے قبر کو کھودا تو دیکھا کہ قبر میں آگ بھڑکتی تھی۔ اس نے مٹی پھر ڈال دی اور وہ روتے ہوئے غمزدہ اپنی والدہ کے پاس آئے اور کہا۔ اے والدہ صاحبہ مجھے میری بہن بہت کے متعلق بتا دے کہ وہ کیا کیا کرتی تھی۔ اس نے کہا کہ تو کیوں پوچھتا ہے۔ انہوں نے بتایا۔ اے والدہ صاحبہ میں نے قبر میں دیکھا ہے اس میں آگ کے شعلے

بھڑ کتے ہیں۔ والدہ کو رونا آگیا اور کہنے لگی۔ اے بیٹے تیری ہمشیرہ نماز میں کاہلی کیا کرتی تھی اور اصل وقت سے تاخیر کر کے نماز ادا کرتی تھی۔

پس نماز میں تاخیر کر کے ادا کرنے والے کا حال ایسا ہوتا ہے۔ اور جو بالکل ہی نہ پڑھے اس اکیسا حال بنے گا۔ ہماری بارگاہ الہی میں دعا ہے کہ ہم کو اللہ تعالی نماز کی حفاظت کرنے اور اسکے کمال اور اسکے درست اوقات کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے وہ بلاشبہ سخی کریم اور مہربان فرمانے والا رحیم ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ و بارک وسلم



باب نمبر 50

دوزخ و عذاب دوزخ

ارشاد الٰہی ہے:۔

لھا سبعة ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم

(اسکے دروازے سات ہیں ان میں سے ہر دروازے کے واسطے ایک حصہ علیحدہ علیحدہ تقسیم شدہ ہے۔ الحجر۔ ۴۴)۔

جزء سے مراد لوگوں کا گروہ اور جماعت ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ ابواب سے مختلف طبقے یعنی بلند و پست طبقے مرد اہیں۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ دوزخ میں سات درکات ہیں (درکات نیچے جانے والے درجوں کو کہا گیا ہے ۔ ان کے نام یہ ہیں۔ جہنم پھر لظیٰ پھر حطمہ پھر سعیر پھر سقر پھر جحیم اور پھر ہاویہ۔ سب سے اوپر کا درکہ (یا درجہ) گناہ کے مرتکب توحید پرستوں کے لیے ہے۔ دوسرا۔ یہود کے لیے سوم نصاریٰ کے لیے چہارم صابئین کے واسطے پنجم مجوس کے لیے ششم مشرکوں کے واسطے اور ہفتم منافقوں کے لیے ہے۔ سب سے اوپر کا درجہ جہنم ہے ۔ پھر اسکے بعد والے علی الترتیب نیچے کے درجات ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ شیطان کی فرمانبردار سات جماعتیں سزا پائیں گی۔ پس ہر حصہ (لوگوں کا) دوزخ کے ایک طبقہ میں ڈالا جائے گا۔ یہی بات ہے کہ کفر اور سرکشی کے متعدد درجے ہیں۔ ایسے ہی دوزخ کے اندر بھی ان کے درجے جدا جدا ہیں۔ ایک قول ہے کہ سات اعضائے بدن کے مطابق (درجے) رکھے گئے ۔ یعنی آنکھیں کان زبان شکم شرمگاہ ہاتھ اور پیر ہیں۔ ان سے ہی اور ان پر ہی برائیاں کرتے ہیں۔ لہذا انکے داخل ہونے کے لیے بھی سات دروازے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے دوزخ کے طبقے سات ہیں۔ وہ ایک

دوسرے کے اوپر نیچے ہیں پہلا درجہ بھرے گا۔ پھر دوسرا بھرا جائے گا۔ پھر تیسرا طبقہ بھرا جائے گا اور پھر تمام طبقات بھر جائیں گے۔

مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنن ترمذی میں اور تاریخ بخاری میں بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ ایسے شخص کے واسطے ہے۔ جس نے میرے امتی کے اوپر تلوار کو اٹھایا۔

اور طبرانی اوسط میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت جبریل ایک ایسے وقت پر حاضر ہوئے۔ جس وقت کہ وہ نہ آیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی جانب اٹھے اور فرمایا اے جبریل کیا بات ہے۔ کہ تمہارا رنگ میں تبدیل شدہ دیکھتا ہوں۔ عرض کیا میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ دھو نکنے والوں کو حکم فرما دیا ہے (کہ وہ آگ بھڑکا دیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا مجھے دوزخ کی تعریف بتاؤ۔ جبریل نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو حکم فرما دیا تو اس پر ایک ہزار سال آگ جلی اور وہ سفید رنگ ہو گئی۔ اسکے بعد مزید ایک ہزار برس تک آگ جلائے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ تو وہ سرخ ہو گئی۔ ازاں بعد مزید ایک سال تک آگ بھڑکانے کا حکم فرمایا تو دوزخ سیاہ رنگ کی ہو گئی۔ نہ اس میں اب چنگاری روشن ہوتی ہے اور نہ ہی دوزخ کے شعلے اب بجھیں گے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنایا اور مبعوث فرمایا۔ اگر دوزخ میں سے سوئی کے ناکے جتنا بھی (باہر) کھل جائے تو زمین کے تمام باشندے مر جائیں۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ دوزخ کے داروغوں سے اگر کوئی ایک داروغہ اہل دنیا کے سامنے نمودار ہو جائے تو اسکے چہرے کی ہیبت اور اسکی بدبو کی وجہ سے تمام اہل دنیا مر ہی جائیں اور مجھے اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔ دوزخ کی زنجیروں سے ایک زنجیر جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ دنیا کے تمام پہاڑوں پر اگر رکھی جائے تو (تمام پتھریلے سخت پہاڑ پگھل کر) بہنے لگیں اور زمین کے آخری حصے پر ہی پہنچ

کر ٹھہریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے جبریل اسی قدر کافی ہے۔ اب یوں ہے جیسے کہ میرا دل پھٹ جانے والا ہے اور جیسے کہ میں اب مر جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جبریل کی جانب نظر فرمائی تو وہ رو رہے تھے۔ آپ نے اسے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ تمہارا تو ایک مخصوص مرتبہ و مقام ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ جبریل نے عرض کیا کیسے میں گریہ نہ کروں۔ مجھے زیادہ حق ہے رونے کا کہ کہیں یوں نہ ہو کہ علم الٰہی میں اپنے اس موجودہ حال کی بجائے دیگر کسی حال میں ہوں تو پھر (کیا ہو گا؟) مجھے نہیں معلوم کہ ابلیس کے اوپر جیسے آفت وارد ہوئی تھی میرے اوپر بھی نہ وارد ہو جاتے وہ بھی ملائکہ میں ہی تھا اور مجھے نہیں معلوم کہ جیسے ہاروت و ماروت پر آفت آئی تھی کہیں میرے اوپر بھی وارد نہ ہو جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی رو پڑے اور جبریل بھی روئے دونوں ہی روتے رہے حتیٰ کہ ندا آئی۔ اے جبریل اور اے محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) آپ ہر دو حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی سے محفوظ فرما دیا ہے اور معصوم کر دیا ہے۔ جبریل اوپر کو رخصت ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم باہر نکل آئے اور آپ کا گذر چند انصاری صحابہ کرام پر ہوا وہ کھیلتے تھے اور ہنستے تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ہنستے ہو اور تمہارے اوپر دوزخ ہے۔ اگر تم کو وہ باتیں معلوم ہو تیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ اور تم کو کھانا پینا بھی اچھا نہ لگتا اور تم اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈنے کے لیے اجاڑ ویران علاقوں میں نکل جاتے۔

(پھر آنحضرت کو) آواز آئی کہ میرے بندوں کو نا امید نہ کرو۔ میں نے آپ کو بشر بنا کر مبعوث کیا ہے اور تنگی کر دینے والا بنا کر آپ کو مبعوث نہیں کیا ہے۔

اور احمد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ارشاد فرمایا (اور دریافت کیا کہ) کیا سبب ہے کہ میکائیل کو ہنستے ہوتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ انہوں نے عرض کیا جس وقت سے دوزخ وجود میں آئی ہوئی ہے۔ اس وقت سے میکائیل

کبھی نہیں ہنسے۔ اور مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا روز قیامت دوزخ لائی جائے گی۔ اس کو ستر ہزار لگامیں (ڈالی گئی) ہوں گی۔ ہر لگام سے ستر ہزار فرشتے پکڑ کر اس کو کھینچتے ہوئے لا رہے ہوں گے۔

اللهم صل على سيدنا و مولانا محمد و على آله واصحابه واهل بيته وبارك وسلم



باب نمبر 51

عذاب کی مختلف قسمیں

ابو داؤد، نسائی اور ترمذی میں روایت کیا گیا ہے اور امام ترمذی اس کو صحیح کہتے ہیں۔ الفاظ یوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنت اور دوزخ کی تخلیق فرمائی تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی جانب بھیجا اور حکم فرمایا کہ اسکی جانب دیکھو اور اسکی طرف بھی (دیکھو) جو کچھ میں نے اہل جنت کے واسطے تخلیق فرمایا ہے۔ پس وہ آ گئے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے واسطے پیدا کر رکھا تھا اس کو دیکھا پھر انہوں نے واپس آ کر عرض کیا مجھے تیری عزت کی قسم اسکے بارے میں جو بھی سنے گا۔ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر حکم فرمایا اور اس کو ناگواریوں سے ڈھانپ دیا گیا (مراد یہ کہ مشقتوں ریاضتوں اور مجاہدوں کی مشکلات کی برداشت وغیرہ سے ڈھانپا)۔ فرمایا دوبارہ پھر جاؤ اور دیکھو کہ کیا کیا میں نے اہل جنت کے واسطے تیار کیا ہوا ہے۔ دوبارہ جا کر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ناپسندیدہ باتوں کے ساتھ جنت ڈھانپی ہوئی ہے۔ انہوں نے واپس آ کر عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم مجھے اب خدشہ ہے کہ اس کے اندر کوئی (شخص) بھی نہیں جائے گا (اللہ تعالیٰ نے) پھر ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی طرف چلے جاؤ اور دیکھو جو کچھ میں نے اہل دوزخ کے واسطے تیار کر رکھا ہے۔ وہ اس جانب گئے اور دیکھ لیا کہ (عذاب کی تہیں یا دوزخ کے طبقات) ایک دوسری کے اوپر (تہ در تہ) چڑھی ہوئی ہیں۔ پس واپس آئے اور عرض کیا قسم ہے مجھے تیری عزت کی اسکو جس نے سن لیا اس کے اندر داخل نہ ہو گا۔ پھر اسکے اوپر شہوتوں کا پردہ ڈالا گیا (شہوتوں سے مراد نفس کی خواہش)۔ (اللہ تعالیٰ نے) پھر ارشاد فرمایا کہ پھر جائیں دوبارہ گئے اور دیکھا تو (آ کر) عرض کیا۔ مجھے قسم ہے تیری عزت کی کہ اب مجھے خدشہ ہے کہ ہر کوئی اس میں داخل ہو گا۔

بیہقی لاباس بہ سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد انہا ترمی بشرر کالقصر (تحقیق وہ چنگاریاں مارتی ہے مانند محل کے) کے متعلق راوی ہیں فرمایا میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ یہ چنگاریاں مانند درختوں کے ہونگی۔ بلکہ قلعوں اور شہروں کے برابر ہوں گی (یعنی اس قدر بڑی بڑی ہوں گی)۔

مسند امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان صحیح میں اور حاکم روایت کرتے ہیں اور اس کو صحیح بتاتے ہیں کہ دوزخ کے اندر ویل ایک وادی ہے۔ اس کے اندر ایک کافر ستر برس (کا عرصہ) نیچے کو گرتا ہی جاتا رہیگا۔ تا آنکہ نیچے پہنچے۔ اور ترمذی میں آیا ہے۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو جب الحزن سے (جب الحزن غم کے گڑھے کو کہا جاتا ہے)۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) غم کا گڑھا کیا ہے فرمایا وہ ایک وادی ہے دوزخ میں کہ اس سے خود دوزخ ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کون سے لوگ داخل ہوں گے۔ آنجناب نے فرمایا یہ ریا کاری کے مرتکب قاریوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ ان کے بد (اعمال) کے باعث۔ اور سب سے زیادہ قابل نفرت قاری عنداللہ وہ ہیں جو ظلم کرنے والے حکمرانوں کی زیارت کرتے ہیں (یعنی ان سے ملتے رہتے ہیں)۔

اور طبرانی میں آیا ہے کہ دوزخ کے اندر ایک وادی (ایسی بھی موجود) ہے۔ کہ اس سے خود دوزخ ہر روز چار صد بار پناہ مانگا کرتا ہے۔ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ریاکار لوگوں کے واسطے تیار کیا گیا ہے۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دوزخ کے اندر ستر ہزار وادیاں ہیں۔ ہر وادی ستر ہزار شعبوں پر مشتمل اور ہر شعبہ ستر ہزار کمروں پر مشتمل اور ہر ایک کمرے کے اندر ایک سانپ ہے۔ جو اہل دوزخ کے مونہوں کو کھاتا ہے۔ اور منکر سند سے تاریخ بخاری میں روایت کیا گیا ہے۔ کہ دوزخ کے اندر ستر ہزار وادیاں ہیں (ان میں سے ہر ایک وادی کے ستر ہزار شعبہ جات ہیں ہر ایک شعبہ ستر ہزار گھر رکھتا ہے۔ ہر گھر کے اندر ستر ہزار کمرہ جات ہیں۔ ہر ایک کمرے کے اندر ستر ہزار کنوئیں (موجود) ہیں۔ ہر کنوئیں کے اندر ستر

ہزار اژدھا ہیں۔ ہر اژدھا کے جبڑے میں ستر ہزار بچھو ہیں۔ جس وقت وہاں کوئی (شخص) یا منافق پہنچ جاتا ہے یہ تمام اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اور ترمذی کے اندر منقطع سند سے مروی ہے۔ کہ دوزخ کے کنارے پر سے ایک پتھر پھینک دیا جائے گا۔ وہ ستر برس کا عرصہ نیچے (دوزخ میں) گرتا ہی جائے گا اور آخر تک نہ پہنچے گا۔

حضرت عمر کہا کرتے تھے دوزخ کو یاد زیادہ رکھو کیونکہ اسکی حرارت شدید ہے اور اس کا عمق دور ہے۔ بہت۔ اور اسکے آہنی کوڑے ہیں۔

بزاز، ابو یعلی اور ابن حبان نے صحیح کے اندر اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ دوزخ کے اندر اگر ایک پتھر پھینک دیا جائے۔ وہ نیچے جا پہنچنے تک ستر سال (کے عرصہ) تک گرتا ہی چلا جائے گا۔ اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں نیچے گرنے کی آواز سنائی دی۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی خوب معلوم ہے۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا یہ ایک پتھر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ستر برس قبل دوزخ میں پھینکا تھا وہ اب تہ پر پہنچا ہے۔

طبرانی میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک ڈراؤنی آواز کو سنا۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ اے جبریل یہ آواز کیسی ہے انہوں نے عرض کیا یہ ایک پتھر ہے۔ جس کو ستر برس پیشتر کنارہ دوزخ سے (اسکے اندر) پھینکا گیا تھا۔ یہ اب نیچے (تہ) تک پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس کی آواز سنا دینا چاہا پھر ازاں بعد (آنحضرت کی) وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو منہ بھر ہنسی کے ساتھ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔

احمد اور ترمذی کی روایت ہے اور اس کو حسن کہا ہے کہ ایسا ایک پتھر سا تھا۔ ایک کھوپڑی کی جانب اشارہ کیا اگر آسمان سے زمین کی جانب پھینک دیا جائے اور یہ پانچ صد

سال کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔ تورات پڑنے سے قبل ہی یہ زمین پر آ پہنچے اور اگر اسکو راس السلسلہ سے پھینکا جائے تو چالیس برس گذر جائیں۔ اسکے جڑ تک پہنچنے تک جبکہ یہ شب و روز گرتا ہی جائے۔

احمد، ابو یعلی اور حاکم میں مروی ہے اور اس کو صحیح کیا ہے کہ اگر دوزخ کے آہنی ہنٹر کو زمین کے اوپر رکھا جائے اور تمام جنات و انسان اسے چاہیں کہ اٹھالیں۔ تو زمین سے ہلا بھی نہ سکیں گے۔ اور حاکم میں صحیح روایت میں ہے کہ دوزخ کے ہنٹر کے ساتھ اگر پہاڑ پر ماریں تو پھٹ جائے اور راکھ ہی ہو جائے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ دوزخ کا ایک پتھر اگر دنیا کے (سب) پہاڑوں کے اوپر رکھا جائے تو وہ (تمام) پگھل (کر ہی رہ) جائیں۔ اور حاکم کی صحیح روایت ہے کہ سات زمینیں ہیں اور زمین حذا سے قریب تر (دوسری) زمین (اس سے) پانچ صد سال کی مسافت پر (واقع) ہے۔ جو زمین سب سے اوپر ہے وہ ایک مچھلی کی پشت کے اوپر ہے۔ اسکے دونوں بازو آسمان سے مس کیے ہوئے ہیں اور وہ مچھلی ایک پتھر کے اوپر ہے وہ پتھر ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور زمین دوم آندھی کا زندان ہے اللہ تعالیٰ نے جس وقت ارادہ کر لیا کہ قوم عاد کو ہلاک کر دے تو داروغہ آندھی کو حکم فرمایا کہ وہ انکے اوپر آندھی اور ہلاک کر دینے والی تیز ہواؤں کو چلائے اس نے عرض کیا۔ اے پروردگار تعالیٰ میں ایک بیل کے ایک نتھنے جتنی آندھی ان کے اوپر بھیج دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اگر اس قدر آندھی چلادی تو) پھر وہ زمین اور زمین والوں تمام (کی ہلاکت) کے واسطے کافی ہوگی۔ ان کے اوپر تو ایک انگوٹھی کے سوراخ جتنی آندھی چلاؤ۔ ارشاد الٰہی ہے:۔

ماتذر من شیئی اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم۔

(نہیں چھوڑتی تھی کسی چیز کو بھی کہ جس پر آئی مگر یہ کہ گل چکی ہوئی ہڈی کی مانند کر دیتی)۔

زمین سوم میں دوزخ کا پتھر ہے اور زمین چہارم میں دوزخ کا گندھک ہے۔ صحابہ

نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آگ کی گندھک بھی ہوا کرتی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ہاں قسم ہے۔ مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس کے اندر گندھک کی وادیاں ہیں کہ ان کے اندر اگر مستحکم پہاڑوں کو رکھا جائے تو وہ پگھل جائیں اور بہ جائیں زمین پنجم میں دوزخ کے سانپ ہیں۔ جنکے منہ مانند وادیوں کے ہیں۔ جس وقت وہ کسی کافر کو ڈستا ہے۔ تو گوشت جسم پر بالکل نہ رہے گا۔

زمین ششم میں دوزخ کے بچھو ہیں جن میں سے سب سے چھوٹا بچھو فربہ خچر کی مانند ہے۔ اسکے ڈنک کی شدت کے باعث وہ کافر آتش دوزخ کو بھی بھلا دے گا۔ زمین ہفتم میں آہنی زنجیروں سے ابلیس بندھا ہوا ہے۔ اس کا ایک ہاتھ آگے کی طرف ہے اور دوسرا ہاتھ پیچھے کی جانب ہے۔ کسی بندے پر جب اللہ تعالیٰ اس کو (برائے آزمائش) چھوڑنا چاہتا ہو تو اسے آزاد فرما دیتا ہے۔

احمد، طبرانی نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم بھی اس کو صحیح بتاتے ہیں کہ دوزخ کے اندر بختی اونٹوں کی گردنوں کے مانند سانپ ہیں۔ کسی کو وہ سانپ ڈسے تو ستر برس کی مدت تک اسکی حرارت محسوس ہوتی رہے اور دوزخ کے اندر اس طرح کے بچھو ہیں۔ جیسے فربہ خچر ہوتے ہیں کسی کو وہ ڈسیں تو چالیس برس تک اسکی حرارت محسوس ہوتی رہے۔

ترمذی، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے اور اسے صحیح بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "کالمھل" کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ یہ اس طرح کا ہو گا۔ جیسے ابلتا ہوا تیل ہوتا ہے۔ جس وقت یہ اسکے چہرے کے قریب کیا جائے گا۔ تو اسکے چہرے پر سے جلد (اتر کر) گر جائے گی۔

ترمذی میں بسند حسن غریب صحیح مروی ہے۔ کہ ان کے سروں کے اوپر گرم پانی ڈالا جائے گا۔ وہ گرم پانی سروں میں جذب ہو کر انکے شکموں تک چلا جائے گا اور شکم سے ہر چیز باہر نکال دے گا۔ حتی کہ پاؤں تک ہر چیز کو جلا دے گا اور حمیم گرم پانی ہے جلا دینے والا۔

حضرت ضحاک نے فرمایا ہے۔ یہ گرم پانی ابل رہا ہے۔ زمین اور آسمان کی تخلیق کے روز سے ہی اور یونہی جوش کھاتا رہے گا۔اہل دوزخ کو پلائے جانے تک۔ علاوہ ازیں ایک قول ہے جو اس ارشاد الٰہی میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

وسقوا ماء حمیما فقطع امعاءھم۔(محمد)۔

(اور ان کو پلایا جائے گا گرم پانی جو ان کی انتڑیوں کو قطع کر دے گا)۔

احمد اور ترمذی کی روایت ہے اور کہا ہے کہ یہ غریب ہے اور حاکم اس کو روایت کر کے کہتے ہیں۔ کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اس ارشاد الٰہی میں **ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد لسیغہ۔**(ابراھیم)(اور ان کو پلایا جائے گا پانی جو کہ پیپ ہے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا اور نگل نہ سکے گا)۔ فرمایا کہ اس کو منہ کے نزدیک کریں گے تو بدبو کی وجہ سے پسند نہیں کریں گے۔ اور قریب کریں گے تو منہ جھلسیں گے اور ان کے سروں پر سے جلد گر پڑے گی۔ جب نوش کریں گے تو ان کی انتڑیاں منقطع ہو جائیں گی اور بالآخر ان کی پیٹھ (دبر) میں سے باہر آجائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

یشوی الوجوہ بئس الشراب۔

(مونہوں کو جھلس دے برا ہے مشروب)۔

مسند احمد اور حاکم میں مروی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے کہ غساق کا ایک ڈول دنیا پر اگر انڈیل دیا جائے تو تمام دنیا بدبو دار ہو جائے گی اور غساق سے مراد گرم پانی اور پیپ ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے۔ **فلیذوقوہ حمیم وغساق۔** (پس اسکو چکھو گرم پانی اور پیپ) نیز فرمایا ہے۔ **الا حمیما وغساقا** (مگر گرم پانی اور پیپ)۔ اس میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کے نزدیک غساق بدبو والا پانی ہے۔ جو کافر کی جلد سے خارج ہو گا اور دیگر حضرات کے نزدیک اس سے مراد پیپ ہے۔

حضرت کعب نے فرمایا ہے یہ ایک چشمہ ہے دوزخ کا اسکی جانب دیگر ایک چشمہ

چھوٹا سا بہتا آتا ہے اور ہر چشمہ سانپ یا بچھو وغیرہ کا زہر ہی ہو گا۔ پس وہ جمع ہو جاتے گا۔ پھر اس کے اندر اس کو ایک بار ڈبکی لگوائیں گے۔ جس وقت باہر نکالا جائے گا تو ہڈیوں کے اوپر سے سب گوشت اور کھال اتر چکے ہوں گے۔ جلد اور گوشت اسکی ہڈیوں اور ٹخنوں پر گر کر) پڑے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنا وہ گوشت (اوپر کی طرف) یوں کھینچے گا۔ جیسے آدمی اپنے کپڑے کو کھینچتا ہے۔

اور ترمذی اپنی حسن صحیح روایت میں بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا۔ **اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔** (اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جیسے کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مت مرو مگر مسلمان ہوتے ہوئے)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہو سلم نے فرمایا اگر زقوم (کی کانٹے دار غذا) کا ایک قطرہ دنیا کے مقام پر ڈالا جائے تو تمام اہل دنیا کی زیست تنگ ہو کر رہ جائے (زقوم دوزخ میں کانٹے دار خوراک ہے جیسے تھوہر ہے)۔ اب جو اسکو کھائے گا اس کا کیسا حال ہو گا دیگر ایک روایت میں ہے اس کا حال کیا ہو گا جس کی غذا صرف یہی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ **وطعاما ذا غصہ۔** (اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے)۔ کہ کانٹا گلے کے اندر اٹک جائے گا وہ نہ خارج ہو گا اور نہ ہی وہ اسکو اگل سکے گا۔

شیخین کی روایت میں ہے کہ کافر شخص کے دونوں کندھوں کے مابین تیز رو سوار کی تین یوم کی مسافت کے برابر فاصلہ ہو گا۔ اور احمد کی روایت ہے کہ کافر کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کی مانند ہوگی اور کوہ بیضاء کی مثل اسکی ران ہوگی اور قدید اور مکہ شریف کے درمیانی فاصلہ کے برابر اسکی نشست دوزخ کے اندر ہوگی۔ جو تین یوم کی مسافت کا فاصلہ ہے اسکی کھال بیالیس گز موٹی ہوگی۔ یہ گز شاہ یمن کا لمبا گز ہے اور ابن حبان وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ اور یا فرمایا اسکی کچلی کوہ احد کے برابر ہوگی ۔اسکی موٹائی تین یوم کی مسافت ہے۔

اور ترمذی کے الفاظ یوں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کے اندر اسکی نشست ربذہ سے تین یوم کی مسافت کے برابر ہے۔ یعنی جتنا فاصلہ ربذہ سے مدینہ شریف کا ہے۔ دیگر ایک روایت ہے کہ دوزخ کے اندر اسکی نشست تین یوم کی مسافت ہوگی۔ جیسے کہ ربذہ تک کی ہے۔

احمد اور طبرانی میں آیا ہے۔ جس کی سند قریب حسن کے ہے۔ جیسے کہ فرمایا ہے حافظ منذری نے اور نیز ترمذی حضرت فضیل بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ کافر کی زبان ایک یا دو فرسخ تک گھسٹتی جارہی ہوگی (تقریباً آٹھ کلو میٹر) اور لوگ اسکو پامال کرتے ہوں گے۔ حضرت فضیل بن یزید حضرت ابو العجلان سے نقل کرتے ہیں۔ قیامت کے روز کافر زبان کو دو فرسخ (کے فاصلے) تک گھسیٹے گا۔ اور لوگ اسے روندرہے ہونگے۔ اسکو بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوزخ میں اہل دوزخ کے جسم اتنے بڑے کر دیے جائیں گے کہ کان کی لو سے کندھے تک سات صد سال کی مسافت (کے برابر) فاصلہ ہو گا اور اسکی کھال کی موٹائی ستر گز ہو جائے گی اور اسکی ڈاڑھ کوہ احد جتنی ہو جائے گی۔

مسند احمد میں بسند صحیح اور حاکم میں مروی ہے اور اسکو صحیح کہا ہے۔ کہ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ دوزخ کی وسعت کتنی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں واللہ تمہیں کیا معلوم ان کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان کا فاصلہ ستر برس کے سفر (کے برابر) ہو گا۔ جس کے اندر پیپ اور خون کی وادیاں موجود ہوں گی۔ میں نے کہا کہ نہریں؟ آپ نے فرمایا وادیاں۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ واہل بیتہ وبارک وسلم

باب نمبر 52

فضیلت خوف معصیت

یاد رکھیں کہ خوف الٰہی اور گناہوں پر سزا دیے جانیکا خوف نیز غضب و گرفت ہونے کا خدشہ ہی معاصی سے سب سے بڑھ کر خوفزدہ کرنے والی چیز ہے۔ پس احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونے والے لوگوں کو خوف کھانا چاہیے کہ کہیں کوئی آفت ہی وارد نہ ہو جائے یا عذاب شدید نہ نازل ہو جائے۔ مروی ہے کہ ایک نوجوان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہوئے وہ قریب المرگ تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم خود کو کیسا پاتے ہو۔ اس نے بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں امید کرتا ہوں اور معاصی کے باعث خوفزدہ بھی ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ ایسے موقع پر جب یہ دونوں چیزیں جمع ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے۔ جس کی اس کو امید ہوتی ہے اور جس کا اسے ڈر ہوتا ہے۔ اس سے اسے بچائے رکھتا ہے۔

حضرت وہب بن ورد نے فرمایا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ حب فردوس و خوف دوزخ دونوں چیزیں انسانی کو مصیبت پر صبر کرنے اور دنیا کی لذتوں شہوتوں اور نافرمانی سے دور ہی رہنے کا عادی بنا دیتی ہیں۔

حضرت حسن نے فرمایا ہے۔ واللہ اس طرح کی قومیں تم سے پیشتر بھی ہو گذری ہیں۔ (یعنی صحابہ کرام) کہ اگر وہ کنکروں جتنی کثیر مقدار میں بھی سونا خیرات کر دیتے تھے تو پھر بھی گناہ کے شدید ڈر کی وجہ سے خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں (ایسے نہ ہو) کہ نجات سے محروم رہ جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کیا تم بھی وہ کچھ سنتے ہو۔ جو میں سنتا ہوں آسمان کڑکڑا رہا ہے اور یہ حق ہے کہ اسے کڑکڑانا ہی چاہیے۔ قسم ہے مجھے اس

ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ چار انگل جتنی بھی کوئی جگہ (آسمان میں) ایسی موجود نہیں ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی فرشتہ سجدے میں یا قیام میں یا رکوع میں نہیں ہے۔ اور اگر تمہیں بھی وہ معلوم ہوتا جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے اور تم پہاڑوں میں چلے جاتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے سخت انتقام اور اسکی بہت بڑی سطوت سے کہیں پناہ ڈھونڈ لو۔

ایک روایت میں یوں ہے۔ تم کو معلوم نہیں کہ نجات حاصل کر لو گے یا کہ نہیں حاصل ہوگی۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک موجود تمام عذابوں کا اگر ایمان والے آدمی کو علم ہوتا تو وہ آتش سے بے خوف ہرگز نہ ہوتا۔ صحیحین میں ہے۔ جس وقت آیت پاک وانذر عشیر تک الاقربین۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خوف دلاؤ) کا آنجناب پر نزول ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم (قریش سے مخاطب ہوتے اور) فرمایا اے گروہ قریش اپنی جانیں اللہ تعالیٰ سے خرید کر لو۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارے کسی بھی کام نہیں آؤں گا۔ اے اولاد عبد المناف میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا (تم کو عذاب الٰہی سے بچانے کے بارے میں) اے عباس اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام بھی نہیں آسکتا ہوں۔ اے صفیہ (یہ آپکی پھوپھی ہیں) اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے بھی کسی کام نہیں آسکتا ہوں۔ اے فاطمہ (دختر محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تمہیں جیسے خواہش ہو۔ میرے مال سے مانگ لو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔

جناب ام المومنین سیدہ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو یہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد) ہے:۔

والذین یؤتون ما اتوا قلوبهم وجلة انهم الی ربهم رجعون۔

(اور وہ لوگ جو دیتے ہیں۔ جو کچھ ان کو دیا گیا اور ان کے دل خوف سے کانپتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف جانا ہے)۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ ایسے لوگ ہیں جو زنا کرتے ہیں چوری کرتے

ہیں شراب نوش ہیں مگر ساتھ انہیں اللہ کا خوف بھی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں اے بنت ابو بکر اے بنت صدیق بلکہ یہ وہ شخص ہے جو نماز ادا کرتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے صدقہ کرتا ہے پھر بھی وہ ڈرتا رہتا ہے کہ ممکن ہے قبول ہی نہ ہو۔

مسند احمد میں مروی ہے کہ حسن بصری کو کہا گیا۔ اے ابو سعید ایسی قوم کی ہم نشینی میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ جو اتنی زیادہ امید ہم کو دلاتے ہیں کہ خوشی کی وجہ ہمارے دل اڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ واللہ اگر تم اس قوم سے ملتا جلنا رکھو جو تم کو ڈراتے رہیں۔ یہاں تک کہ تم کو امن میسر ہو جاتے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہاری ملاقات ان لوگوں سے ہو جو تم کو امان دکھاتے جائیں۔ مگر تم خطروں میں مبتلا ہو جاؤ۔

حضرت زین العابدین علی بن حسین جس وقت وضو کیا کرتے تھے اور وضو سے فراغت پا لیتے تھے۔ تو کانپتے تھے اسکی وجہ ان سے پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا یہ تمہیں بھی معلوم ہے کہ کس کے آگے کھڑا ہونے والا ہوں اور کس سے مناجات کرنے والا ہوں۔

حضرت احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف مجھے کھانے پینے سے بھی باز رکھتا ہے اور مجھے بھوک محسوس نہیں ہوتی۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سات کے بارے میں ذکر فرمایا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔ جس روز کوئی سایہ موجود نہ ہو گا۔ سوائے اس (عرش الہی) کے سائے کے۔ ان میں سے ایک وہ ہو گا جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ یعنی جو اسکا وعدہ اور اس کا عقاب یاد کرتا ہے گناہ و نافرمانی کی وجہ سے خوف کھاتے ہوئے اس کے گالوں پر آنسو بہنے لگتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایسی آنکھ کو آتش مس نہیں کرے گی جو رات کے آخری حصے میں بوجہ خوف الہی رو پڑی اور نہ ہی اس آنکھ کو جس نے فی سبیل اللہ پہرہ دیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جو خوف الہی کے باعث رویا حتیٰ کہ

تھنوں میں دودھ واپس ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ کا گردو غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایک آنسو بہنا مجھے ایک ہزار دینار صدقہ کر دینے سے محبوب تر ہے۔

اور حضرت عون بن عبداللہ نے فرمایا ہے۔ مجھ تک یہ روایت آئی ہے۔ کہ اللہ کے خوف سے نکلنے والے آنسو انسانی جسم کے جس حصہ پر لگ جائیں وہ حصہ دوزخ پر حرام ہو جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سینہ مبارک بوجہ رونے کے یوں آواز دیا کرتا تھا جس طرح ابلتی ہوئی ہنڈیا کی آواز ہوا کرتی ہے۔ یعنی آواز آیا کرتی تھی جیسے ہنڈیا جوش مار رہی ہو۔

اور حضرت کندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے باعث جو آنسو نکلیں وہ سمندروں کے برابر آتش کو بجھا دیتے ہیں۔

اور ابن سماک خود پر عتاب فرماتے تھے اور کہتے تھے تم باتیں تو زاہدوں کی کرتے ہو اور کام منافقوں والا کرتے ہو اور پھر ساتھ خواہش رکھتے ہو کہ جنت میں جاؤ گے۔ نہیں نہیں جنت کے لیے اور لوگ ہیں اور ان کے اعمال ایسے ہیں جو ہم نہیں کرتے ہیں۔

اور حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے۔ میں حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں گیا اور آپ سے عرض کیا۔ یا اولاد رسول مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے سفیان کاذب کو مروت میسر نہیں ہے۔ حسد کرنے والے کے لیے چین نہیں ہے اور ہر وقت غمزدہ رہنے والے کے لیے خیر نہیں اور برے اخلاق والے کے لیے سرداری نہیں ہے۔ میں نے آپ سے عرض کیا اے رسول اللہ کی اولاد کچھ اور فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا اے سفیان اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچے رہو تم عبادت گذار ہو گے۔ جو کچھ تمہاری قسمت میں اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہوا ہے۔ اسی پر راضی رہو۔ تم مسلمان ہو گے اور لوگوں کے ساتھ اس طرح کی رفاقت رکھو۔ جیسی تمہاری خواہش ہے کہ لوگ تمہارے ساتھ رکھیں۔ تم ایمان والے ہو گے۔ بدمعاش سے صحبت نہ رکھنا ورنہ وہ تجھے بدمعاشی ہی

تعلیم کرے گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ انسان اپنے رفیق کے دین پر ہوتا ہے ﷺ دیکھو کہ تم کیسے شخص کو اپنا دوست بناتے ہو اور اپنے معاملات میں ایسے لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ کچھ اور وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا اے سفیان جب آدمی کی خواہش ہو کہ بغیر قبیلے کے عزت اور غلبہ اسے حاصل ہو جائے اور بغیر کسی سلطنت کے اسے رعب اور وقار میسر ہو۔ اسکے لیے چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی کی ذلت سے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں آ داخل ہو میں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ ! کچھ مزید وصیت فرمادیں تو آپ نے ارشاد فرمایا میرے والد محترم نے مجھے تین آداب تعلیم فرمائے۔ (۱)۔ اے بیٹے جو شخص کسی برے آدمی کو اپنا دوست بناتا ہے وہ کبھی نہیں بچ سکتا۔ (۲)۔ جو شخص برے مقام پر جائے گا اس پر تہمت لازماً لگ جائے گی۔ (۳)۔ جو آدمی اپنی زبان پر کنٹرول نہیں رکھے گا وہ شرمسار ہو گا۔

حضرت ابن مبارک نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے حضرت وہب بن ورد سے دریافت کیا کہ کیا اس شخص کو عبادت کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں اور نہ ہی اسے مزہ آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا کام کرتا ہو۔

امام ابو الفتح بن جوزی نے فرمایا ہے اللہ کا خوف ہی وہ آتش ہے جو شہوتوں کو جلا دیتی ہے۔ اسے اتنی فضیلت حاصل ہے۔ جس قدر وہ شہوات کو جلادے اور جتنا وہ نافرمانی سے باز رکھے اور اطاعت پر راغب کرے اور دریں صورت کیونکر خوف کی فضیلت نہ ہو ۔ حالانکہ اسی کی وجہ سے عفت اور ورع اور تقویٰ اور مجاہدہ اور قرب خداوندی عطا ہونے کا باعث ہونے والے اعمال میسر ہوتے ہیں جیسے کہ آیات واحادیث سے پتہ چلتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

هدی و رحمة للذین هم لربهم یرهبون۔

(ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرنے والے

ہیں)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ۔

(اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ راضی ہوگیا اور وہ اس کے ساتھ راضی ہوتے یہ اسکے واسطے ہی ہے جس نے اپنے رب سے خوف رکھا)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وخافون ان کنتم مؤمنین۔

(اگر تم ایمان والے ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو)۔

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔

(جو خوفزدہ ہے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اسکے لیے دو جنتیں ہیں۔ (الرحمن)۔

نیز رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

سیذکر من یخشی۔

(جو ڈرنے والا ہے وہ نصیحت پکڑے گا)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا ء۔

(تحقیق اللہ سے ڈرتے ہیں اسکے بندوں میں سے علماء)۔

ایسے ہی دیگر متعدد آیات قرآن اس مفہوم پر شاہد ہیں۔ علم کی فضیلت والی احادیث خوف کی فضیلت پر دلیل ہیں۔ کیونکہ علم کا نتیجہ خوف ہوتا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے جس وقت بندے کا دل کانپ جائے تو اس کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں۔ جس طرح سوکھے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قسم ہے مجھ کو میری عزت کی میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہ کروں گا اور نہ اس پر دو امن ہی اکٹھے کروں گا۔ اگر دنیا کے اندر اس نے میرا ڈر نہ رکھا تو روز قیامت میں اسکو خوفزدہ کروں گا اور اگر وہ دنیا کے اندر مجھ سے خوف کھاتا رہا تو میں اسکو روز قیامت بے خوف کر دوں گا۔

حضرت ابو سلیمان درانی نے فرمایا ہے جس دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہوتا وہ دل ویران (اجڑا ہوا) ہوتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون۔

(اللہ کی تدبیر سے صرف گھاٹا کھانے والی قوم ہی بے خوف ہوتی ہے)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وبارک وسلم



باب نمبر 53

فضائل توبہ

بہت سی آیات پاک توبہ کرنے کی فضیلت میں ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون۔

(اے ایمان والو تم تمام اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پالو)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

والذین لا یدعون مع اللہ الھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون۔ ومن یفعل ذالک یلق اثاما یا یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ و یخلد فیہ مھانا۔ الا من تاب و امن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما۔ ومن تاب و عمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا۔

(اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود (بنا کر) پکارتے نہیں ہیں اور اس جان کو قتل نہیں کرتے ہیں۔ جس کو اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو ایسے کام کرے وہ بڑے وبال سے ملے گا۔ ان کے واسطے روز قیامت دگنا عذاب کیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت میں رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور اعمال صالح کیے وہ اس طرح کے لوگ ہیں۔ جن کی برائیاں بھی اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت فرمانے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے اور جس کسی نے توبہ کر لی اور نیک اعمال بجالایا پس بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کر لیتا ہے رجوع کرنا)۔

اس بارے میں کثیر احادیث بھی وارد ہوئی ہیں:۔

مسلم شریف کے اندر ہے کہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے دست رحمت کو پھیلا دیتا ہے تاکہ دن کے دوران گناہ کے مرتکب ہونے والوں کی توبہ کو قبولیت عطا فرمائے اور دن کے وقت بھی پھیلاتا ہے تاکہ رات کے دوران گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرمائے جب تک کہ آفتاب مغرب سے چڑھے۔

ترمذی میں صحیح روایت میں وارد ہے کہ جانب مغرب ایک دروازہ ہے وہ چالیس برس یا ستر برس (کی مسافت کے برابر) چوڑا ہے۔ جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق فرمائی اسی روز توبہ کرنے والوں کے واسطے (وہ دروازہ بھی) کھول دیا اس کو بند نہیں کرے گا تاآنکہ سورج مغرب سے طلوع کرے۔

ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ جو لوگ توبہ کرتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ بنا رکھا ہے۔ وہ ستر برس کی مسافت (کے برابر) چوڑا ہے۔ اس جانب سے آفتاب کے طلوع تک اس کو بند نہ فرمائے گا۔ پس اسی جانب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (میں بھی اشارہ) موجود ہے:

یوم یاتی بعض ایت ربک لا ینفع نفسا ایمانھا۔

(جس روز تیرے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں گی تو کسی کو بھی اس کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہو گا)۔

ایک قول ہے کہ یہ مرفوع روایت میں داخل نہیں ہے نہ ہی یہ پہلی کی صراحت ہے۔ جس طرح کہ بیہقی نے صراحت کی ہے اس کا جواب یوں ہے کہ ایسی رائے پر مشتمل اقوال موضوع کے حکم میں نہیں آتے۔ طبرانی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں (ان میں سے) سات (دروازے) بند (رہتے) ہیں اور ایک دروازہ کھلا (رہتا) ہے۔ یہاں تک کہ مغرب سے سورج چڑھے۔

ابن ماجہ بھی جید سند سے نقل کرتے ہیں کہ اگر تم گناہ کا ارتکاب کر لو اور تمہارے معاصی آسمان کے کناروں پر پہنچ جائیں بعد ازاں تم (پر خلوص دل کے ساتھ) توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمائے گا۔

اور حاکم کی روایت جو صحیح بتائی گئی ہے یوں ہے کہ انسان کی سعادت یوں ہے کہ وہ طویل عمر پائے اور اللہ تعالیٰ اسے انابت دے (مراد ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع حاصل ہو جائے اور عبادت کرنے کی توفیق مل جائے)۔

ابن ماجہ اور ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم اس کو صحیح کہتے ہیں کہ سب ابنائے آدم گنہگار ہیں اور سب سے اچھے گنہگار توبہ کرنے والے ہیں۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک بندہ گناہ کا مرتکب ہوا پھر اس نے کہا اے پروردگار تعالیٰ میں گناہ کر بیٹھا ہوں۔ مجھے معاف فرما دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے۔ پس اسکو بخش دیا پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ گناہ سے باز رہا۔ دوبارہ پھر ارتکاب گناہ کیا یا فرمایا کہ ایک اور گناہ کیا اب اس نے پھر عرض کیا اے میرے پروردگار تعالیٰ میں نے دوسری مرتبہ گناہ کر لیا ہے۔ مجھے معاف فرما۔ رب تعالیٰ نے فرمایا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور اس پر مواخذہ فرماتا ہے پھر (اسکو) معاف فرما دیا پھر وہ باز رہا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اور ایک گناہ کا مرتکب ہوا۔ پھر عرض کی اے میرے رب تعالیٰ میں ایک اور گناہ کر بیٹھا ہوں۔ مجھے معاف کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ کو علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرنے والا ہے اور اس پر مواخذہ کرنے والا ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے بندہ کو معاف فرما دیا اب وہ جو چاہے وہ کرے۔

امام منذری نے فرمایا ہے "جو چاہے کرے" سے مراد ہے کہ جب تک وہ ارتکاب گناہ کے بعد استغفار کرتا جائے گا اور توبہ کرتا جائے گا اور گناہ سے باز رہنے کا عزم رکھے گا۔ اسی لیے فرمایا۔ "پھر اور گناہ کا مرتکب ہو جائے"۔ کیونکہ گناہ کا مرتکب جب بھی ہو گا اسکے بعد کی گئی توبہ و استغفار اسکے واسطے کفارہ ہو جائے گی اور یہ مراد نہیں ہے کہ ارتکاب گناہ کرلے اور محض زبانی طلب مغفرت اور توبہ کر لے مگر اپنے دل کے اندر گناہ نہ کرنے کا عہد بھی نہ کرے اس طرح کی توبہ تو کذابوں کی توبہ ہوتی ہے (جو بے فائدہ

اور فضول و نامقبول ہوتی ہے)۔

علماء سے مروی ہے اور اسے صحیح بھی کہا گیا ہے کہ کوئی ایماندار جب گناہ کر لیتا ہے اسکے دل کے اوپر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے پھر وہ توبہ کرے اور گناہ سے باز آ جائے اور معافی طلب کرے تو وہ (نقطہ) مٹ جاتا ہے اور اگر وہ (گناہ میں) بڑھتا ہی جائے تو (دل پر وہ) ظلمت بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بالآخر دل کے اوپر قفل پڑ جاتا ہے۔ اس کو ہی ران (زنگ باندھ دینا) کہتے ہیں۔ جو قرآن پاک میں بھی مذکور ہے۔

کلابل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔

(ہرگز نہیں ایسے بلکہ ان کے دلوں کے اوپر زنگ باندھتا ہے (بوجہ اسکے) جو وہ کسب کرتے ہیں)۔

ترمذی شریف میں روایت ہے جو حسن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے جس وقت تک اس کی جان نکل جانے کے قریب نہیں ہو جاتی اور اسکی سند میں ایک مجہول راوی بھی ہے۔ حضرت معاذ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک میل (کا فاصلہ) چلتے گئے پھر ارشاد فرمایا۔ اے معاذ میں تجھے اللہ تعالیٰ کا خوف کھانے سچ بولنے وعدہ پورا کرنے اور امانت کو ادا کرنے خیانت ترک کر دینے یتیم پر رحم کرنے پڑوسی کی حفاظت کرنے غصہ پی جانے نرمی سے کلام کرنے سلام کو عام کرنے امام کے ساتھ وابستگی رکھنے قرآن کو سمجھنے آخرت سے محبت رکھنے محاسبہ کا ڈر رکھنے امید کم رکھنے اور (نیک) عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تجھے ممانعت کرتا ہوں اس سے کہ تو کسی مسلمان کو گالی دے یا کسی کذاب کی تصدیق کرے یا کسی سچے کی تکذیب کرے یا عدل کرنے والے حکمران کی حکم عدولی کرے اور زمین میں فساد ڈالے۔ اے معاذ ہر شجر اور حجر کے پاس اللہ کو یاد کرو اور ہر گناہ کے ساتھ توبہ کرو پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ کرو اور اعلانیہ گناہ (کردہ) پر (اعلانیہ ہی) توبہ کرو۔

اور اصبہانی کی روایت ہے کہ ندامت (محسوس) کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا

امیدوار ہوتا ہے اور جو اکڑتا ہے وہ اسکے غضب کا امیدوار ہوتا ہے۔ اے بندگان الٰہی تم یاد رکھو کہ ہر شخص اپنے عمل کا سامنا کرے گا اور اس وقت تک دنیا سے نہ جائے گا۔ جس وقت تک وہ نیک یا بد عمل کو دیکھ نہ لے اور عملوں کا اعتبار انجام کے اعتبار سے ہو گا۔ سب و روز کو لپیٹا جا رہا ہے لھذا آخرت کی جانب بہت عمل لیے ہوئے جاؤ اور ٹال مٹول کرنے سے دور رہو۔ کیونکہ اچانک موت وارد ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حلم پر کوئی بھی شخص غرور نہ کرے۔ کیونکہ آگ جوتے کے تسمہ سے بھی تمہارے زیادہ قریب ہے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا:

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

(پس جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ کے برابر برائی کا ارتکاب کرے گا ہو اس کو دیکھ لے گا)۔

طبرانی میں بسند صحیح روایت کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں انقطاع ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ (گناہ سے تائب ہو جانے والا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اس کا کوئی گناہ ہے ہی نہیں)۔ بیہقی نے دیگر سند سے روایت کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے جو گناہ کی معافی طلب کرتا ہو مگر ساتھ گناہ بھی کرتا جائے وہ پروردگار تعالیٰ کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والا ہوتا ہے۔

صحیح ابن حبان اور حاکم کی صحیح روایت منقول ہے کہ ندامت بھی توبہ ہی ہے۔ یعنی ندامت توبہ کا بڑا رکن ہے جیسے عرفات حج کا ہے (مراد یہ ہے کہ حج کا بڑا رکن وقوف عرفات ہے) اور ندامت کے معانی ہیں کہ نافرمانی کو برائی (سمجھے) اور اس برائی پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا (پانے) کا خوف اور شرمساری ہو اور یوں نہ ہو کہ صرف دنیا کے اندر ہی رسوا ہونے یا مال برباد جانے کا ڈر ہو اور اس پر ہی صرف شرمسار ہوتا ہو۔

حاکم کی نقل کردہ صحیح روایت ہے کہ البتہ ایک راوی ساقط ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کی ندامت کو بوجہ ارتکاب گناہ پایا اسکے معافی طلب کرنے سے پیشتر ہی اس کو معاف فرما دیا۔

مسلم شریف وغیرہ میں آیا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ارتکاب گناہ نہ کرو گے اور (ارتکاب گناہ کے بعد) پھر معافی نہ مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو چھوڑ کر دیگر قوم لے آئے گا۔ جو مرتکب گناہ ہوگی پھر معافی طلب کرے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو مدح محبوب نہیں لہذا اس نے اپنی مدح کو پسند فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت والا بھی کوئی نہیں۔ لہذا اس نے بے حیائی والے کام حرام فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی معذرت کو پسند کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا اس نے کتاب نازل کی اور رسول مبعوث ہوئے۔

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت آئی وہ زنا سے حاملہ تھی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حد کے قابل ہوں۔ مجھ پر حد نافذ فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسکے سرپرست کو طلب فرمایا اور فرمایا اسے اچھی طرح سے رکھو۔ جب بچہ پیدا ہو جائے گا پھر اس کو میرے پاس لے آنا۔ اس نے اسی طرح ہی کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اسکے کپڑوں کو مضبوطی سے باندھ دیں اور حد جاری کرنے کا حکم فرمادیا۔ پس اسکو سنگسار کر دیا گیا اسکے بعد اس کا جنازہ پڑھا۔ حضرت عمر فاروق عرض گذار ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ جبکہ وہ زنا کی مرتکب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ وہ اگر ستر شہروں کے باشندوں پر تقسیم کی جائے تو (ان کی مغفرت ہو جائے) کافی ہو جاتے اور کیا تمہیں کوئی ایسا بھی ملا ہے جس نے اپنی جان کو اللہ عزوجل کی خاطر سخاوت کر دیا ہو۔

اور ترمذی شریف میں مروی ہے اور اس کو حسن کہا ہے اور صحیح ابن حبان میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سماعت کیا۔ ایک مرتبہ نہیں دو نہیں مرتبہ نہیں اسی طرح بتاتے ہوئے فرمایا کہ سات مرتبہ نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے سماعت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص برے کام سے پرہیز نہ کرتا تھا ایک عورت اسکے پاس آگئی۔ اس نے اس کو ساٹھ دینار اس واسطے دے دیئے کہ وہ اس سے زنا کرائے۔ جس وقت وہ اس ہئیت میں بیٹھ گیا جس میں عورت سے جماع کرنے کے لیے مرد بیٹھتا ہے تو اس عورت نے تھرتھراہٹ سے کانپنا شروع کر دیا اور رونے لگی۔ اس نے کہا کہ تو روتی کیوں ہے کیا میں تجھ کو پسند نہیں ہوں۔ عورت نے جواب دیا نہیں بلکہ اس لیے کہ میں نے کبھی یہ بد عمل نہیں کیا۔ میں تو صرف ایک سخت ضرورت کے باعث یہ کام کرنے لگی ہوں۔ اس نے کہا تو یہ کام کرتی ہے۔ حالانکہ پیشتر ازیں تو نے یہ کام کبھی نہیں کیا۔ چلی جاؤ یہ (دینار) بھی تمہارے ہی ہیں۔ نیز یہ کہا واللہ آئندہ میں کبھی گناہ کا مرتکب نہ ہو نگا۔ اسی شب وہ فوت ہو گیا صبح ہوئی تو اسکے دروازہ پر تحریر شدہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو معاف فرما دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے صحیح روایت ہوا ہے کہ دو بستیاں تھیں۔ ایک نیک لوگوں کی تھی دوسری بد عمل لوگوں کی تھی۔ برے لوگوں کی بستی میں سے ایک شخص نکل آیا اسلیے کہ وہ اچھے لوگوں کی بستی میں منتقل ہو جائے (مراد یہ کہ نیک زندگی اختیار کر لے گا)۔ رضائے الٰہی سے درمیان میں ہی اس نے وفات پائی۔ اب فرشتہ رحمت اور شیطان نے جھگڑنا شروع کر دیا۔ شیطان کہنے لگا واللہ یہ میری نافرمانی کا مرتکب کبھی نہ ہوا تھا۔ فرشتہ نے کہا یہ وہاں سے توبہ کرتا ہوا نکل آیا تھا۔ پس ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ دیکھ لو کہ دونوں میں سے قریب تر کس بستی کے ہے۔ پیمائش کی گئی تو وہ نیک لوگوں کی بستی کے زیادہ قریب تھا۔ معمر کی روایت میں ہے کہ میں راوی سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکوں کی بستی کو اس کے قریب کر دیا۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ تم سے قبل کے لوگوں میں ایک شخص تھا جو ننانوے قتل کر چکا تھا۔ پھر اس نے کسی عالم سے دریافت کیا (کہ اس کو اب کیسے کرنا چاہیے) اس نے اس کو ایک راہب کے متعلق بتا دیا وہ اس کے پاس آگیا اور بتایا کہ میں

ننانوے قتل کر چکا ہوں۔ کیا (میرے لیے) توبہ کر لینے کی صورت (ممکن) ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں ہے۔ اس آدمی نے اسے بھی قتل کر دیا (اور اس طرح سے اس نے) سو قتل پورا کر دیا۔ بعد میں کسی اور عالم سے پوچھا۔ اس نے اسکو کسی اور عالم شخص کا بتایا وہ وہاں گیا اور بتایا کہ میں سو قتل کر چکا ہوں۔ کیا میری توبہ ہو سکتی ہے اس نے کہا کہ ہاں تیرے اور توبہ کے مابین کون آڑے آسکتا ہے تو فلاں علاقہ میں جا وہاں پر چند لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر (تو بھی) عبادت کر اور اپنے علاقے کی طرف نہ آنا یہ علاقہ برا ہے وہ چلا گیا ابھی (کم و بیش) نصف راہ طے کر پایا تھا کہ ملک الموت نے آلیا۔ اب رحمت کے فرشتوں اور عذاب والے فرشتوں میں نزاع ہوا۔ ملائکہ رحمت کہنے لگے کہ یہ آدمی توبہ کرتا ہوا متوجہ الی اللہ آیا تھا۔ عذاب والے ملائکہ کہنے لگے اس آدمی نے کبھی کوئی نیک کام نہ کیا تھا۔ پھر انسان کی صورت میں ایک فرشتہ آ پہنچا۔ انہوں نے اسکو فیصلہ کرنے والا بنالیا اس نے کہا کہ دونوں (جانب کی) زمینوں کے فاصلہ کی پیمائش کرو جدھر زیادہ نزدیک ہو۔ اس طرف کے فرشتے اسے لے جائیں۔ انہوں نے جس وقت پیمائش کی تو اس زمین کے قریب تر تھا جدھر جانے کے لیے اس کا ارادہ تھا۔ پس ملائکہ رحمت نے اسکی جان قبض کی ایک روایت کے مطابق وہ ایک بالشت بھر نیک لوگوں کے زیادہ قریب تھا۔ پس اس کو ان میں سے ہی کر دیا گیا۔ دیگر ایک روایت میں ہے کہ اس جانب کی زمین کو فرما دیا گیا نزدیک ہو جا اور فرمادیا کہ دونوں (طرف کے) فاصلوں کی پیمائش کرو جب پیمائش ہو گئی تو وہ نیک لوگوں سے قریب تر تھا اور اس کو معاف فرما دیا گیا۔

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ ہم کو حضرت حسن نے بتایا ہے کہ جس وقت اس کے پاس موت کا فرشتہ آگیا تو وہ سینے کے بل نصرہ (نیک لوگوں کی بستی) کی جانب چلنے لگا۔

اور جید سند سے طبرانی شریف میں مروی ہے کہ ایک شخص نے خود پر زیادتی کر لی (یعنی کوئی گناہ کر لیا) پھر وہ دیگر ایک شخص سے ملا اس سے دریافت کیا ایک شخص

ننانوے قتل کر چکا ہے اور وہ تمام ظلم کے طور پر ہی کیے ہیں۔ اب کیا اسکے واسطے توبہ کی کوئی صورت (ممکن) ہے اس نے (جواباً) کہا کہ نہیں اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر دیگر ایک شخص کے پاس وہ آگیا اور کہا میں ایک صد آدمی قتل کر چکا ہوں۔ اور وہ تمام ظلم سے ہی قتل کیے ہیں۔ کیا میری توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے۔ اس نے کہا اگر میں تجھے یہ کہوں کہ تیری توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے گا۔ تو دروغ ہو گا۔ اس جگہ ایک قوم عبادت میں لگی ہوئی ہے۔ تو بھی ان کے پاس جا کر عبادت کر وہ ان کی جانب چلا گیا۔ لیکن راہ میں ہی وفات پا گیا۔ اب رحمت کے ملائکہ اور فرشتگان عذاب کے درمیان نزاع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیج دیا۔ اس نے انہیں کہا تم دونوں (جانب والی) زمینوں کو ناپ لو۔ جس طرف قریب تر ہو وہ بھی ان میں سے ہی ہو گا۔ انہوں نے پیمائش کی تو وہ کچھ انگلیوں جتنا توبہ کرنے والوں کے قریب تر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ و بارک وسلم



باب نمبر 54

ظلم وزیادتی منع ہے

ارشاد الٰہی ہے:۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

(اور جلدی ہی وہ لوگ جان لیں گے جنہوں نے زیادتی کی کہ کون سی جگہ پھر جانے کی وہ پھر جائیں گے۔ الشعراء۔ ۲۲۷)۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ظلم فی الحقیقت قیامت کی ظلمتوں میں سے ہے۔ آپ نے فرمایا ہے جس نے ایک بالشت زمین حاصل کرنے میں زیادتی کی روز قیامت اللہ تعالیٰ اسکی گردن میں ساتوں زمینوں کو ڈال دیگا۔

تین امور وہ ہیں کہ جو ان کا حامل ہو گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ حساب کو آسان فرما دے گا۔ اور یا اس کو اپنی رحمت سے ہی جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا تجھ کو جو نہ دے تو اس کو دے تجھ سے جو توڑتا ہے تو اسکے ساتھ جوڑ تیرے اوپر جو ظلم کرتا ہے تو اس کو معاف کر دے۔ تو جب یہ کام کرے گا تو تجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اور دو سندوں کے ساتھ مسند احمد میں روایت کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت ثقہ ہے۔ کہ حضرت عقبہ بن عامر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے دست مبارک کو پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے سب سے زیادہ عمدہ اعمال بتا دیں۔ آپ نے فرمایا اے عقبہ تجھ سے جو توڑے تو اسکے ساتھ جوڑ جو تجھ کو محروم رکھے تو اس کو دے اور جو تجھ سے زیادتی کرے (ظلم) تو اس کو معاف کر دے۔ حاکم نے اس قدر مزید روایت کیا کہ خبردار جو چاہتا ہو کہ اسکی عمر زیادہ ہو

جائے وار اسکے رزق میں فراخی ہو جائے وہ صلہ رحمی کرے۔

بعض کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا اس پر سخت غضب ہے۔ جو اس طرح کے شخص پر ظلم کرتا ہے جس کا بجز میرے دیگر کوئی مدد گار نہ ہو۔ ایک شاعر نے نے بھی اس بارے میں کہا ہے۔

لا تظلمن اذا ما کنت مقتدرا
فالظلم یرجع عقباہ الی الندم
تنام عیناک والمظلوم منتبہ
یدعو علیک وعین اللہ لم تنم

(جب تم اقتدار میں ہوتے ہو تو کسی پر ظلم نہ کرو کیونکہ بالآخر ظلم ندامت کا باعث ہوتا ہے۔

تیری آنکھیں تو سو رہی ہوتی ہیں اور مظلوم جاگتا ہوتا ہے وہ تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے بری دعا کر رہا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آنکھیں سویا نہیں کرتیں)۔

دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

اذا ما الظلوم استوطا الارض مرکبا
ولج علوا فی قبیح اکتسابہ
فکلہ الی صرف الزمان فانہ
سیبدی لہ مالم یکن فی حسابہ

(ظالم شخص جس وقت زمین میں ظلم کرنا شروع کر دے اور وہ سرکش ہو کر بد اعمال میں غرق ہو جائے تو اس کو زمانے کے حوادث کے حوالے ہی کر دے پس بے شک اسکے لیے وہ کچھ ظاہر ہوگا جو اسکے حساب میں نہیں تھا)۔

اہل سلف میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ کمزور لوگوں پر زیادتی مت کرو نہیں تو تم سب سے زیادہ برے طاقتوروں میں سے ہو جاؤ گے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے ظالم کے ظلم سے خوفزدہ ہو کر سرخاب بھی اپنے آشیانے میں مر جاتی ہے (کہ ایسا نہ ہو کہ اس

پر عذاب وارد ہو جاتے اور تمام اس کی لپیٹ میں آجائیں)۔

حضرت جابر نے فرمایا ہے حبشہ کو چلے گئے ہوئے مسلمان لوگ جس وقت لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنجناب نے فرمایا۔ کیا وہاں کی کوئی تعجب خیز بات مجھے نہ بتاؤ گے۔ جس کا مشاہدہ حبشہ کی سرزمین پر تمہیں ہوا ہو۔ تو حضرت قتیبہ نے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہی تھے بتایا کہ یارسول اللہ ! ایک دن ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں کی (رہنے والی) ایک بوڑھی عورت کا گذر وہاں سے ہوا۔ وہ اپنے سر پر پانی والا گھڑا اٹھائے ہوئے تھی۔ ایک نوجوان وہاں سے گذرا اس نے اس عورت کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارتے ہوئے اسے دھکیل دیا۔ وہ عورت اپنے گھٹنوں پر گر گئی اس کا گھڑا بھی ٹوٹ گیا۔ جس وقت وہ عورت اٹھی تو اس (نوجوان) کی جانب دیکھتی ہوئی بولی کتنا مغرور ہے تو جلدی دیکھ لے گا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی کو (روز قیامت) لگائے گا تو کل کے روز تو میرے اور اپنے درمیان معاملہ دیکھو گے (یعنی فیصلہ ہوتا دیکھ لوگے)۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کس طرح اس قوم کو پاک کرے گا جسکے طاقتور سے ضعیف کے حق میں بدلہ نہ لیا جائے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پانچ (طرح کے) لوگوں پر غضب ناک ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس دنیا کے اندر ہی ان کے اوپر غضب وارد کردے ورنہ آخرت (کے روز) میں اسکے باعث آگ میں پھینک دے۔

.(1) ۔ قوم کا ایسا حاکم جو رعایا سے اپنا حق وصول کرتا ہو اور ان سے عدل نہ کرتا ہو اور نہ ہی ان پر سے ظلم کو ہٹاتا ہو۔

.(2) ۔ قوم کا ایسا رہنما جس کی لوگ فرمانبرداری کرتے ہوں اور وہ توانا اور ضعیف میں مساوات نہ رکھتا ہو اور نفسانی خواہشات کی بات کرتا ہو۔

.(3) ۔ ایسا آدمی جو اپنی زوجہ اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم نہ کرتا ہو اور ان کو دین کے امور تعلیم نہ کرتا ہو۔

(4). ایسا شخص جو مزدور سے کام پورا لیتا ہو لیکن اسکی مزدوری اُسے پوری نہ دیتا ہو۔

(5). وہ مرد جو اپنی بیوی پر مہر کے بارے میں ظلم کرتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو خلق کیا اور وہ اپنے پاؤں قائم ہو گئی اور اپنے سر اوپر اٹھاتے ہوئے مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی جانب دیکھا اور عرض کیا۔ اے پروردگار تعالیٰ تو کس کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ میں مظلوم کے ساتھ ہو۔ جب تک کہ اس کا حق نہ دے دیا جائے۔ اور حضرت وہب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ ایک جابر بادشاہ نے ایک محل تعمیر کرایا۔ اسکو بہت مضبوط کیا ایک بڑھیا غریب سی آئی اس نے اس کی جانب ہی اپنی کٹیا تعمیر کرلی۔ اس میں وہ رہنے لگی ایک روز وہ ظالم شخص سوار ہو کر اپنے محل کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ اس نے وہ کٹیا دیکھ کر دریافت کیا کہ کس کی ہے۔ اس کو بتایا گیا کہ ایک مفلس عورت ہے اس کی کٹیا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ مسمار کر دی جائے۔ پس وہ گرادی گئی۔ بڑھیا جس وقت آئی تو (کٹیا مسمار شدہ دیکھ کر) اس نے دریافت کیا کہ کس نے مسمار کر دی ہے۔ اس کو بتایا گیا کہ بادشاہ نے دیکھ کر گرادی ہے۔ اس بڑھیا نے اپنا رخ آسمان کی جانب کر کے کہا۔ اے رب تعالیٰ میں تو یہاں پر (حاضر) نہیں تھی مگر تو (اس وقت) کہاں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ اسکے محل کو اس پر الٹا پھینک دے۔ پس اس ظالم کے اوپر اسکے محل کو الٹ دیا گیا۔

منقول ہے کہ ایک برکی وزیر معہ اپنے فرزند زندان میں چلا گیا تو اس کا بیٹا کہنے لگا۔ اے والد صاحب! ہم عزت کے بعد قید اور ذلت میں ڈال دیے گئے ہیں۔ باپ نے جواب دیا۔ اے بیٹے کسی مظلوم کی بد دعا دوران شب ہم تک آپہنچی اور اس سے ہم غفلت میں ہی رہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو غافل نہیں ہوتا۔

حضرت یزید بن حکیم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والا آئے گا۔ دوزخ کے پل پر جس وقت وہ پہنچ جائے گا تو اس کی ملاقات مظلوم سے ہو جائے گی۔ اور

اسے اپنا وہ ظلم (کیا ہوا) یاد آجائے گا۔ مظلوموں کی بحث ظالموں کے ساتھ چلتی رہے گی۔ بالآخر (وہ مظلوم لوگ) ان (ظالموں) کے پاس موجود تمام نیکیاں (ان سے) لے لیں گے۔ اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو اتنی ہی ان کی برائیاں اپنے ذمہ لیں گے۔ جتنا ان پر ظلم کیا ہوگا۔ یہاں تک کہ دوزخ کے آخری طبقے میں گر جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن انیس نے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے سماعت کیا ہے:- روز قیامت لوگ برہنہ یا برہنہ بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے اٹھائے جائیں گے پھر ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ جو دور والے بھی ایسے ہی سن رہے ہوں گے جیسے نزدیک والے سنتے ہوں گے۔ میں ہوں بادشاہ بدلہ لینے والا کوئی جنتی جنت میں مت جائے۔ جب تک کوئی ایک دوزخی بھی کسی ظلم کا بدلہ طلب کر رہا ہو۔ خواہ تھپڑ یا اس سے زیادہ (ہی ظلم) ہو اور کسی دوزخی کو بھی (اسوقت تک) دوزخ میں نہ جانا چاہیے۔ جب تک کہ اسکے پاس ظلم ہو (یعنی کسی پر اس نے زیادتی کی ہوئی ہو) یہاں تک کہ تھپڑ یا اس سے بڑھ کر ہو اور تیرا پروردگار کسی پر زیادتی نہیں کرتا ہے۔ ہم عرض گذار ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ کس طرح کی صورتحال ہوگی ہم برہنہ پاؤں برہنہ جسم اور ساتھ بغیر ختنہ کے بھی ہونگے۔ آنحضرت نے فرمایا نیکیوں اور برائیوں کا پورا بدلہ ملے گا اور تمہارا پروردگار کسی پر بھی زیادتی نہ کرے گا۔

دیگر ایک روایت ان کی ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے زیادتی کرتے ہوئے ایک کوڑا مارا روز قیامت اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

ایک واقعہ:- نقل کیا گیا ہے کہ بادشاہ کسریٰ نے اپنے بیٹے کے لیے برائے تعلیم ادب ایک استاد رکھ لیا۔ جس وقت بچے نے اچھی طرح سے علم و ادب سیکھ لیا تو ایک دن بچے کو اسکے استاد نے بلا کر کوئی جرم کیے بغیر اور بلا کسی دیگر وجہ کے بچے کو خوب پیٹا۔ بچے نے اپنا غصہ استاد کے خلاف دل میں پوشیدہ رکھا۔ جس وقت اس کا والد مر گیا اور وہ

اسکے بعد بادشاہ ہو گیا۔ تو اس نے استاد کو طلب کیا اور اس سے دریافت کیا تم نے فلاں روز مجھے اتنا سخت کیوں پیٹا تھا۔ جبکہ میرا جرم کوئی نہ تھا۔ نہ کوئی دیگر سبب تھا۔ استاد نے جواب دیا۔ اے بادشاہ تو بڑا صاحب کمال و فضیلت ہو گیا ہے اور میں سمجھتا تھا کہ تو اپنے والد کے بعد بادشاہ بنے گا لہذا میں نے نیت کر لی کہ تجھ کو مار پیٹ اور ظلم کرنے کی تکلیف کا مزہ چکھادوں۔ تاکہ ازاں بعد تو خود کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے اس (بادشاہ) نے کہا تجھ کو اللہ تعالیٰ نیک بدلہ عطا فرمائے اس کے بعد اس کو انعام دیا اور اس کو رخصت کیا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 55

یتیم پر زیادتی ممنوع ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا۔ (النساء-۱۰)۔

(تحقیق جو لوگ ظلم سے یتیموں کے مالوں کو کھاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے شکموں میں آگ کھاتے ہیں اور جلدی وہ دوزخ میں پہنچ جائیں گے)۔

حضرت قتادہ نے فرمایا ہے۔ اس آیت کا نزول بنو غطفان کے ایک شخص کے بارے میں ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے فرزند کے مال کا سرپرست ہو گیا تھا۔ بیٹا (ابھی) چھوٹی عمر کا اور یتیم تھا۔ اس نے اس کا مال کھالیا۔

اور ظلماً سے مراد ہے ظلم سے یا اس کا معنی یہ ہے کہ ظالم ہوتے ہوئے مگر اس سے حق کے ساتھ کھانے والے کو استثنا حاصل ہے۔ مثلاً سرپرست فقہ کی کتابوں میں جو شرائط متعین ہیں۔ ان کے مطابق کھالے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیا کل بالمعروف۔ (النساء-٦)۔

(اور جو غنی (یعنی تونگر) ہو پس اسکو بچے رہنا چاہیے اور جو کوئی فقیر ہو اسے چاہیے کہ وہ معروف طریقہ عدل سے کھائے)۔

مراد یہ ہے کہ اگر وہ اپنی حاجت کے مطابق استعمال کر لیتا ہے تو (اسقدر) درست ہے یا قرض لے لے یا اجرت کی مقدار لے یا پھر وہ مجبور ہو تو لے لے۔ مگر جب فراخی حاصل ہو جائے تو واپس ادا کرے اگر فراخی حاصل نہ ہوئی تو پھر حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

یتامیٰ کے حق کے متعلق شدید طور پر تاکید فرمائی ہے۔ اور اس آیہ کریمہ سے قبل تنبیہ فرما دی ہے۔ یوں فرماتے ہوئے:۔

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعفا خافو علیھم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا۔ (النساء۔۹)۔

(اور ان لوگوں کو اس سے خوف ہونا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے ہیں تو وہ ان پر ڈریں پس ان کو اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیے اور چاہیے کہ مضبوط بات کریں)۔

کلام کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے اس کے برعکس کہ جس نے اس کو وصیت پر محمول کیا کہ تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرے۔ پس جس کے پاس کوئی یتیم بچہ ہو۔ اس کو اسکے ساتھ نیکی کرنی چاہیے یہاں تک کہ اس کو بلائے بھی تو اچھے طریقے سے (بلائے)۔ جیسے کہ کہے اے بیٹا جس طرح کہ اپنی اولاد کو بلاتا ہے۔ اسکے ساتھ مال میں اسی طرح ہی نیکی بھلائی اور خیر کا معاملہ کرے۔ جس طرح کہ اپنے مال اور اپنی اولاد میں کرنا چاہتا ہے۔ اس مالک یوم الدین سے اس طرح کی جزاء پائے گا۔ جس طرح کا عمل کرے گا۔ جس طرح کہ معلوم ہے جیسے کرو گے ویسا ہی بھرو گے۔

ایک شخص اطمینان کے ساتھ دوسروں کے اموال اور اولاد میں کوئی کام سرانجام دیتا ہو۔ تو جب اسے موت وارد ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ اسکے اموال اور اولاد میں اور اس سے متعلق امور میں اسی طرح ہی اجر دے گا جس طرح اس نے دیگر کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ اگر اچھا معاملہ کیا تو اجر بھی اچھا ہی دیگا اور اگر برا کیا ہو گا تو اس کی سزا دے گا۔ پس صاحب عقل و فراست کو اپنے اموال اور اولاد کے متعلق ڈرتے رہنا چاہیے۔ اگر دین کے بارے میں نہ بھی خدشہ ہو پھر بھی (دنیوی امور میں) ڈرتا رہے اور جو یتیم اسکی پرورش میں ہوں۔ ان کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ رکھے جیسا وہ اپنی اولاد کے ساتھ اور اموال کے ساتھ چاہتا ہے کہ سلوک کیا جائے یتیمی کی صورت میں۔

نقل کیا گیا ہے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی گئی اے داؤد! تو یتیم کے واسطے ایک

شفیق باپ بن جا اور بیوہ عورت کے واسطے ایک شفیق خاوند ہو جا اور یاد رکھنا جیسا بوؤ گے ویسا ہی کاٹے گا۔ یعنی جس طرح کا برتاؤ تم کرو گے اسی طرح کا سلوک تم کو ملے گا۔ بایں سبب کہ موت وارد ہونا لازم ہے اور تیرے بچے نے بھی یتیم رہ جانا ہے اور تیری زوجہ نے بھی بیوہ رہ جانا ہے۔

یتامیٰ کے مالوں اور ان سے اچھا سلوک کرنے اور ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھنے کے ضمن میں بہت سی احادیث وارد ہوتی ہیں۔ جو اس آیہ کریمہ کے مطابق مفہوم پر مشتمل ہیں۔ ان میں شدت سے متنبہ کیا گیا ہے اور یتیموں کے ساتھ ظلم کرنا، کے ہلاک کر دینے والے نہایت پر خطر اور شدید برے نتائج سے خوف دلایا گیا ہے۔ مسلم وغیرہ میں آیا ہے اے ابوذر! میں تجھ کو ضعیف دیکھتا ہوں۔ اور مجھے وہی کچھ تیرے واسطے بھی پسند ہے۔ جو میں خود اپنے واسطے پسند کرتا ہوں دو آدمیوں پر (بھی) حکمران نہ ہونا اور مال یتیم کا سر پرست نہ ہونا۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ سات ہلاک کر دینے والیوں سے بچے رہو عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کیا ہیں۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے شرک کا ارتکاب جادو کرنا، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا سود خواری اور یتیم کا مال کھانا۔

اور بزاز کی روایت (میں یوں) ہے کہ بڑے گناہ سات ہیں۔ اللہ کے ساتھ شرک، ناحق قتل کرنا سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا (یعنی یتیم کا مال کھانا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے)۔

حاکم میں مروی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے کہ چار شخصوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ ان کو جنت میں نہیں بھیجے گا اور ان کو (آخرت کی) نعمت سے بہرہ مند نہیں کرے گا:- (۱)۔ عادی شراب خور (۲)۔ سود کھانے والا (۳)۔ ناحق مال یتیم کھانے والا (۴)۔ ماں باپ کا نافرمان شخص۔

اور صحیح ابن حبان میں اس طرح سے مروی ہے:- جو مکتوب مبارک یمن کے لوگوں

کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بدست حضرت عمرو بن حزم ارسال فرمایا۔ اس میں یہ بھی (تحریر شدہ) تھا کہ روز قیامت عند اللہ سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب ہے اور کسی صاحب ایمان کی جان ناحق قتل کر دینا اور جب جنگ شدت میں ہو اللہ کی راہ سے بھاگ جانا والدین کی نافرمانی کا ارتکاب کسی پاکدامن عورت پر (زنا کاری کی) تہمت لگا دینا جادو کی تعلیم حاصل کرنا سود خوری اور مال یتیم کھانا۔

اور ترمذی شریف میں اس طرح ہے اور حسن کہا ہے کہ تم بے رائے مت ہو جانا کہ اگر لوگوں نے احسان کیا تو پھر ہی ہم بھی احسان کریں گے (ورنہ نہیں) اور اگر لوگوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ (تم لوگ) اس (اصول) کی پابندی کرو کہ لوگوں نے اگر احسان کیا تو تم بھی احسان کرنا اور اگر لوگوں نے برائی کی تو تم ظلم مت کرنا۔

ابو یعلیٰ یوں روایت کرتے ہیں کہ روز قیامت اس طرح کی ایک قوم کو قبور سے نکالا جائے گا۔ کہ ان کے مونہوں کے اوپر آتش بھڑکتی ہوگی عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کون (لوگ) ہوں گے۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا۔

(تحقیق وہ لوگ جو یتیموں کے مالوں کو ظلم کر کے کھاتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی کھاتے ہیں۔ النساء۔ ۱۰)۔

معراج شریف کی حدیث پاک مسلم روایت کرتے ہیں کہ:- میں نے اچانک ہی لوگوں کو دیکھا کہ جن پر بعض آدمی مسلط شدہ تھے۔ جو ان کے جبڑوں کو کھولتے تھے اور دیگر لوگ ان کے اندر آگ کے پتھر لا لا کر بھر رہے تھے۔ وہ ان کی پیٹھ میں سے خارج ہوتے تھے میں نے دریافت کیا۔ اے جبریل یہ کون ہیں تو انہوں نے کہا جو لوگ زیادتی کرتے ہوئے یتامیٰ کا مال کھاتے ہیں۔ وہ پیٹوں میں آگ داخل کر رہے ہیں۔ اور تفسیر قرطبی میں حضرت ابو سعد خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہوا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شب میں مجھے سیر کرائی گئی تھی تو میرے مشاہدے میں ایک اس طرح کی قوم آئی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی مانند تھے اور ان پر ایسے (فرشتے) مسلط شدہ تھے کہ وہ انہیں پکڑ لیتے تھے اور ان کے مونہوں میں آتشی پتھر ڈال رہے تھے اور وہ (پتھر) انکی پیٹھوں میں سے خارج ہوتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ لوگ یتیموں کے مال کو ظلم کی راہ سے کھانے والے ہیں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 56

تکبر مذموم ہے

تکبر کے بارے میں ہماری خواہش ہے کہ کچھ مزید کلام کریں کیونکہ یہ نہایت منحوس ہے اور اس کا نتیجہ بہت برا ہے۔ یہی اولین گناہ ابلیس سے ہوا تھا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور اس کو جنت سے دور کیا جو کہ زمین و آسمان جتنی وسیع ہے اور اس کو دوزخ میں ڈالا۔

قدسی حدیث پاک میں ہے:۔ کبریائی میری ردا۔ (چادر) ہے۔ عظمت میرا لباس ہے جو میرے ساتھ کسی ایک (بات) میں نزاع کرے گا۔ اس کو میں پاش پاش کر دوں گا۔ اور مجھے کوئی پرواہ نہ ہے۔

نقل ہے کہ تکبر کرنے والوں کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کے برابر بنانے کے بعد لایا جائے گا۔ ان کے اوپر ہر جانب سے ذلت ہوگی اور ان کو طینۃ الخبال پلائیں گے (طینۃ الخبال ہلاک کرنے والا گارا)۔ اور وہ اہل دوزخ کے زخموں کا نچوڑ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ روز قیامت تین اشخاص سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا اور انکی جانب (رحمت کی) نظر بھی نہیں ڈالے گا اور ان کے واسطے درد ناک عذاب تیار شدہ ہے۔ (۱)۔ بوڑھا زانی (۲)۔ ظالم سلطان (۳)۔ تکبر کرنے والا غریب۔

حضرت عمر سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا:۔

واذاقیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم (البقرۃ-۲۰۶)۔

(اور جس وقت اس کو کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کے ساتھ عزت پکڑ لیتی ہے)۔ اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا تاکہ نیکی کا حکم کرے اس کو قتل کیا گیا۔ اسکے بعد دوسرا اٹھا اور اس نے کہا تم قتل کرتے ہو نیکی کا حکم کرنے

والوں کو۔ متکبر آدمی نے اسے بھی قتل کر دیا اور یہ سب کچھ بوجہ تکبر کیا۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے۔ انسان کے لیے اس کا اسی قدر گناہ کافی ہے کہ اس کو کہیں کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کر اور یہ کہہ دے کہ جا جا اپنا کام کر (Mind your owr business)۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک آدمی کو ارشاد فرمایا (کہ اپنے) دائیں ہاتھ کے ساتھ کھاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تجھ سے یہ نہ ہی ہو پائے۔ اس نے تو صرف تکبر کے باعث دائیں ہاتھ سے کھانے سے انکار کیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ازاں بعد اس کا (وہ دایاں) ہاتھ کبھی نہ اٹھا یعنی وہ مفلوج ہو کر رہ گیا۔

روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں اس طرح کا شخص ہوں۔ کہ حسن مجھے پسند ہے (اس بارے میں) آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا یہ تکبر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ تکبر یہ ہوتا ہے کہ حق ناپسند کیا جائے لوگوں کو حقیر سمجھا جائے یعنی لوگوں پر عیب لگائے اور انہیں حقیر جانے جبکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسی طرح بندے ہی ہیں یا اس سے بھی بہتر ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جس وقت فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو ایمان لے آ اور حکومت تمہاری ہی رہے گی تو وہ کہنے لگا۔ میں ہامان کے ساتھ مشورہ پہلے کر لوں۔ پس اس نے ہامان سے مشاورت کی ہامان نے اسے کہا تو رب بنا ہوا ہے اور لوگ تیری عبادت کیا کرتے ہیں۔ اور اب تو بندہ بن جائے گا تاکہ عبادت کرے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے متنفر ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کے فرمانبرداروں سے بھی نفرت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو غرق فرمایا۔

لولا نزل هذاالقرن علی رجل من القریتین عظیم۔

(اس قرآن کو ان دو بستیوں میں سے بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا)۔ (الزخرف۔ ۳۱)۔

حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ بستیوں میں سے بڑا آدمی سے ان کی مراد تھی، ولید بن مغیرہ ہوتا یا ابو مسعود ثقفی ہوتا۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ان ایام میں ان کی حیثیت بمقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بڑھ کر تھی (ظاہر طور پر) کیونکہ لوگ آپ کو کہتے تھے کہ تو یتیم ہے۔ اسے کیونکر ہماری جانب اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ جواب دیا گیا:۔ اھم یقسمون رحمۃ ربک۔ (کیا تیرے پروردگار کی رحمت کے تقسیم کنندہ وہ ہیں۔ الزخرف۔ ۳۲)۔ ازاں بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے مزید تعجب کا انکشاف فرمایا کہ جب وہ دوزخ میں داخل ہونگے اور وہاں پر اصحاب صفہ کی مثل لوگ ان کو دکھائی نہ دیں گے۔ جنہیں وہ حقیر گمان کرتے تھے تو کہیں گے:۔ مالنا لا نری رجالا کنا نعدھم من الاشرار۔ (اور ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم ان مردوں کو (یہاں) نہیں دیکھ رہے جنہیں ہم شریروں میں سے گمان کرتے تھے۔ ص۔ ۶۲)۔

ایک قول ہے کہ اس سے ان کی مراد حضرت عمار اور حضرت بلال اور حضرت صہیب اور حضرت مقداد ہیں۔

حضرت وہب نے فرمایا ہے۔ فی الحقیقت علم ایک ابر کی مانند ہے۔ جو آسمان سے برسا کرتا ہے وہ میٹھا اور صاف ہوتا ہے۔ اشجار اپنی رگوں کو بھر کر اسے پیا کرتے ہیں۔ پھر اس کو اپنے ذائقہ کے مطابق تبدیل کر لیتے ہیں۔ اگر درخت تلخ ہو تو کڑواہٹ بڑھ جاتی ہے۔ اگر شیریں ہو تو اسکی مٹھاس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی علم کا معاملہ ہے اس کو جتنی ہمت و خواہش ہوتی ہے اتنا یاد رکھتے ہیں علم سیکھ لینے کے بعد متکبر زیادہ متکبر ہو جاتا ہے۔ جبکہ عاجز طبع شخص علم حاصل کر کے مزید متواضع ہوتا ہے۔ کیونکہ تکبر کرنا جس نے مقصد بنا لیا ہو اور وہ جاہل ہو تو اس کو علم حاصل ہونے سے تکبر کرنے کا ذریعہ ہونے والی چیز میسر آ جاتی ہے۔ پھر وہ بہت تکبر کرتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا آدمی اگر جاہل بھی ہو تو علم حاصل کر کے جان لے گا۔ کہ میرے اوپر حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے۔ اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر ڈرنے لگے گا۔ اور زیادہ متواضع ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایک قوم

اس طرح کی ہو گی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر (قرآن) ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا وہ کہتے ہوں گے کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے اب ہم سے بڑا کون قاری ہے اور ہم سے زیادہ عالم کون ہے پھر آپ اپنے ساتھیوں کی جانب متوجہ ہو گئے اور فرمایا اے امت وہ تم سے ہی ہوں گے ایسے لوگ ہی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

حضرت عمر نے فرمایا ہے جابر عالم مت بنو نہیں تو تمہارا علم تمہارے. جہل کے ساتھ کچھ (مفید) نہیں ہو گا۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص خلیع بنی اسرائیل کہلاتا تھا (خلیع یعنی آوارہ اوباش) کیونکہ وہ بڑا فساد ڈالنے والا آدمی تھا۔ ایک دن وہ ایک اور شخص کے قریب سے گذرا۔ جو بنی اسرائیل کا عابد کہلاتا تھا۔ اس عابد کے اوپر بادل سایہ کیے رہتا تھا۔ ایک مرتبہ خلیع ادھر سے گذرا تو خلیع نے اپنے دل میں سوچا کہ میں بنی اسرائیل میں ایک اوباش شخص ہوں۔ جبکہ یہ شخص عابد ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ بیٹھ جاؤں تو ممکن ہے۔ میرے اوپر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرمادے پس وہ عابد کے پاس بیٹھ گیا عابد نے کہا کہ میں تو بنی اسرائیل میں عابد آدمی ہوں۔ جبکہ یہ آدمی اوباش شخص ہے یہ کیوں کر میرے ساتھ بیٹھ سکتا ہے وہ اس سے متنفر ہوا اور اس کو کہنے لگا کہ مجھ سے دور ہٹ جا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کے نبی کو وحی فرمائی۔ کہ ان دونوں کو فرمادو کہ اپنا عمل دوبارہ شروع کرو۔ میں نے اوباش کو معاف کر دیا ہے اور عابد کا تمام عمل باطل فرما دیا ہے۔ دیگر ایک روایت میں ہے وہ بادل خلیع سر پر آگیا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ خلق کے دلوں کی انابت پسند فرماتا ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس تذکرہ خیر ہوا۔ پھر ایک روز وہ آدمی خود حاضر ہو گیا تو صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ یہی وہ شخص ہے۔ یہی وہ شخص ہے۔ جس کے بارے میں ہم نے آپ کے سامنے ذکر کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کے چہرہ پر شیطان کا اثر دکھائی دیا ہے۔ اس نے سلام عرض کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ

نے اس کو فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر تجھ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا تیرے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ اس قوم میں مجھ سے زیادہ اچھا کوئی شخص نہیں ہے اس نے کہا ہاں۔

(اس واقعہ میں قارئین) دیکھ لیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نبوت کے نور سے اس آدمی کے دل میں پوشیدہ صورت حال کی علامت اسکے چہرے پر سے معلوم کر لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک صحابی حضرت حارث بن جزاء زبیدی نے فرمایا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ایسے قاری پر کہ اگر تو اسے مسکرا کر ملتا ہے تو وہ تیوڑی چڑھاتے ہوئے ملتا ہے اور تجھ پر اپنے علم کا احسان جتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے قاریوں کو مسلمانوں میں زیادہ نہ کرے۔

منقول ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص کے ساتھ میں تلخی کے ساتھ بولا میں نے کہا اے سیاہ رنگ والی کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ذر بہت کچھ ہو چکا۔ بہت کچھ ہو چکا کسی گوری کے بیٹے کو کالی کے بیٹے پر فضیلت نہیں ہے۔ حضرت ابو ذر بیان کرتے ہیں کہ میں لیٹ گیا اور اس شخص کو میں نے کہا کہ اٹھ کر میرے رخسار پر اپنا پاؤں رکھ۔ اور حضرت انس نے فرمایا ہے کہ صحابہ کسی آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں جانتے تھے۔ پھر بھی آپ کو دیکھ کر صحابہ اٹھا نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ ایسا کرنا آنحضرت پسند نہیں فرماتے کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے بعض صحابہ کے ہمراہ چلتے تھے تو ان کو فرماتے تھے کہ آگے آگے چلو اور آپ خود ان کے پیچھے چلا کرتے تھے اس لیے کہ اچھی تعلیم دیں اور یا اپنے نفس کو وسوسوں سے محفوظ رکھیں۔ جس طرح کہ آنحضرت نے حالت نماز میں نئے لباس کو پہنتے تھے اور پھر پرانا لباس زیب تن فرما لیتے تھے۔ یہی مفہوم اس (عمل) میں تھا۔ حضرت علی نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوزخی شخص کو دیکھنا چاہتا ہو تو اسے دیکھ

لے جو خود بیٹھا ہوا ہو اور دوسرے لوگ اسکے آگے کھڑے ہوں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 57

تواضع و قناعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ بندہ اگر معافی طلب کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر متواضع ہو گیا اللہ تعالیٰ اتنی ہی اس کو رفعت عطا فرماتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس حکمت ہوتی ہے۔ اگر وہ تکبر کرتا ہے۔ تو اس کو اٹھا کر کہتے ہیں۔اے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے۔ اگر وہ متواضع ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں اے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے اسکے واسطے خوشخبری ہے جو بے چارہ نہ ہوتے ہوئے بھی تواضع کرتا ہے جو مال جمع ہوا سے گناہ میں صرف نہ کرے بلکہ جائز صرف کرے۔ مسکینوں اور ضعیفوں پر رحم کرتا ہو فقہاء اور حکماء کے ساتھ میل جول رکھے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے گھر کے اندر صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک گداگر دروازہ پر آ گیا جو لنجا تھا (یعنی چند اعضاء مفلوج تھے)۔ آنجناب نے اس کو اندر آ جانے کی اجازت فرمائی وہ اندر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کو اپنی ران پر بٹھالیا اور ارشاد فرمایا کھاؤ۔ اہل قریش میں سے ایک آدمی کو کراہت و نفرت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دو میں سے ایک کا اختیار اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس کا بندہ اور رسول بن جاؤں یا بادشاہ اور نبی بن جاؤں میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا اختیار کروں ملائکہ سے میرا مخلص دوست جبریل علیہ

السلام ہے۔ میں نے سر کو ان کی جانب اوپر اٹھایا تو انہوں نے مجھے کہا۔ اپنے پروردگار کے آگے تواضع کو اختیار کر لیں۔ تو میں نے عرض کیا میں بندہ اور رسول بنوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نماز اس شخص کی قبول کروں گا جو میری بزرگی کے سامنے متواضع ہو اور میری مخلوق کے مقابلے میں بڑائی نہ کرے اور دل میں مجھ سے لازماً ڈرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خوشخبری ہے ان کے لیے جو دنیا میں متواضع ہوتے ہیں۔ روز قیامت وہ اہل منبر ہوں گے۔ خوشخبری ہے ان کے لیے جو دنیا میں لوگوں میں اصلاح کرتے ہیں۔ روز قیامت وہ بہشت کے وارث ہوں گے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کسی بندہ کو جب اللہ اسلام کی توفیق دے، اس کو اسلام محبوب ہو جائے۔ اور اس کام میں مشغول کر دے جس میں برائی نہ ہو اس کو رزق حاصل ہو اور ساتھ اسے تواضع ملے تو وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب کردہ بندہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف انہیں چار چیزیں عطا فرماتا ہے۔ جن کو وہ پسند کرے۔ (۱)۔ خاموشی۔ یہ آغاز ہے عبادت کا (۲)۔ توکل علی اللہ (۳)۔ تواضع اختیار کرنا (۴)۔ دنیا سے رغبت نہ رہنا۔

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھانا تناول فرماتے تھے۔ کہ ایک سیاہ رنگ شخص آگیا۔ جسے چیچک بھی تھی اسکی کھال کی رنگت خراب ہو چکی تھی۔ جس کے قریب وہ بیٹھتا تھا وہ اس سے (دور) اٹھ جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ آدمی نے اپنے ہاتھ میں کچھ زخم اٹھایا ہوا ہو وہ اسکے اہل خانہ کیلیے ہو اور وہ خود سے تکبر کو دفع کردے (ایسا آدمی اچھا ہے)۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم میں

عبادت کی حلاوت میں نہیں دیکھتا ہوں۔ عرض کیا عبادت کی حلاوت کیا ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا تواضع۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس وقت تم میری امت میں سے متواضع لوگوں کو دیکھ لو تو انکے آگے متواضع ہو جاؤ اور جب تم تکبر کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے سامنے (بظاہر) تکبر کرو۔ اس میں ان کے لیے ذلت ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

تواضع تکن کالنجم لاح لناظر
علی صفحات الماء وھو رفیع
ولا تک کالدخان یعلو بنفسہ
علی طبقات الجو وھو وضیع

(تواضع اختیار کر تو تم مثل ستاروں کے ہو جاؤ گے جو دیکھنے والے کے سامنے آتا ہے سطح آب پر حالانکہ وہ بلند ہے۔ اور مانند دھوئیں کے نہ ہو جو خود بلند ہوتا ہے طبقات فضا پر حالانکہ وہ ذلیل ہے)۔

علاوہ ازیں قناعت کے فضائل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا مومن کی عزت اس میں ہے کہ وہ خلق سے استغناء میں رہے پس قناعت میں آزادی و عزت ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔ تو جس سے بھی چاہے مستغنی ہو تو پھر تو اسی کی نظیر ہو جائے گا۔ اور جس پر تیرا جی چاہے احسان کر تو تو اس کا امیر ہو جائے گا۔ تیرے واسطے بقدر کفایت تھوڑا ہی اچھا ہے بہ نسبت اس زیادہ کے جو سرکشی پیدا کر دے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہم نے تونگری کو قناعت سے افضل نہیں دیکھا اور نہ ہم نے طمع سے بڑھ کر افلاس دیکھا ازاں بعد ان اشعار کو پڑھا۔

افادتنی القناعۃ ثوب عز
وای غنی اعز من القناعہ
فصیرھا لنفسک راس مال
وصیر بعدھا التقوی بضاعہ

تجد ربحین تغنی عن خلیل
وتنعم فی الجنان بصبر ساعۃ

(مجھ کو قناعت نے لباس عزت عطا کیا اور کونسی غنا قناعت سے بڑھ کر ہے۔ تیرے نفس کا راس المال صبر ہے ازاں بعد اس کا سرمایہ تقویٰ ہی ہے۔ تو ایک گھڑی صبر کر لے تو دوست کا تو محتاج نہ رہے گا اور ایک ساعت صبر کرے گا تو جنت کی نعمتیں حاصل کر لے گا)۔

دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

قنع النفس بالکفاف والا
طلبت منک فوق ما یکفیھا
انما انت طول عمرک ما عمرت
فی الساعۃ التی انت فیھا

(بقدر کفایت پر دل کو قانع رکھ ورنہ وہ تجھ سے بقدر کفایت سے زیادہ مانگنے لگے گا۔ تو نے لمبی عمر بسر کی لیکن اس ساعت کے واسطے تو نے کچھ نہیں کیا جس کے اندر تو موجود ہے)۔

دیگر ایک شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

اذاالرزق عنک ناء فاصطبر
ومنہ اقتنع بالذی قد حصل

(اگر تجھ سے رزق دور ہے تو صبر سے کام لے اور جو کچھ ملا ہے اسی پر قناعت کر

ولا تتعب النفس فی تحصیلہ
ان کان ثم نصیب وصل

(اور اس کو حاصل کرنے کے لیے جان کو مت کھپا تارہ اگر نصیب میں ہے تو ضرور مل جائے گا)۔

اور ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

اذا اعطشتک اکف للئام
کفتک القناعة سبعا وریا
فکن رجلا رجله فی الثری
وهامة همته فی الثریا

(جب کمینے لوگوں کا (اپنے مال کو) روک لینا تجھے پیاسا کرے تو قناعت تجھ کو سیراب کرے گی۔ پس تو ایسا شخص ہو جا کہ پاؤں زمین کے نیچے ہو اور ارادے ثریا پر رفیع ہوں۔

دیگر ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

یا طالب الرزق الهنی بقوة
هیهات انت بباطل مشغوف
رعت الاسود بقوة جیف الفلا
ورعی الذباب الشهد وهو ضعیف

(اے رزق چاہنے والے تو قوت کا غلام بن چکا ہے افسوس تو باطل پر دلدادہ ہے۔ جنگل کے شیروں نے طاقت سے مردار پر حکمرانی کر لی اور مکھیاں کمزور ہوتے ہوتے بھی شہد پر حکمران بنی بیٹھی ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کبھی کسی تکلیف کا سامنا ہوتا تھا۔ تو آپ اپنے اہل بیت کو فرمایا کرتے تھے کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں اور آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور آپ یہ آیہ کریمہ پڑھتے تھے۔ وامر اهلک بالصلوة واصطبر علیها۔ (اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر صبر دکھاؤ۔ طہ۔ ۱۳۲)۔ ایک شاعر نے یہ کہا ہے۔

دع التهافت فی الدنیا وزینتها
ولا یغرنک الاکثار والجشع
واقنع بما قسم الرحمن وارض به

ان القناعة مال ليس ينقطع
وخل وبك فضول العيش اجمعها
فليس فيها اذا حققت منتفع

(دنیا اور اسکی زیبائش میں غرق ہونے سے بچے رہو اور تم کثرت اور طمع کے دھوکے میں مبتلا مت ہو۔ جو کچھ (اللہ) رحمن نے تیرے واسطے تقسیم فرما دیا تھا اسی پر اراضی رہ قناعت وہ مال ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور تو چھوڑ دے تیرا عیش کا سب متاع فضول ہے یہ جب سامنے آیا تو یہ بالکل کوئی فائدہ نہ دے گا)۔

دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

اقنع بما تلقاه بلا بلغة
فليس ينسى ربنا النملة
ان اقبل الدهر فقم قائما
وان تولى مدبرا نم له

(جو کچھ جو تجھ کو مل جائے اسی پر قناعت پذیر ہو جا کیونکہ ہمارا پروردگار تو چیونٹیوں کو بھی فراموش نہیں کرتا۔ اگر زمانے (کا تمام کچھ بھی) آجائے تو تو قائم ہو جا (یعنی وہ لے لو) اور تجھ سے وہ منہ موڑ لے تو اسکے لیے تو سو جا (یعنی اس کی رغبت چھوڑ دے)۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ خوبصورت لباس باعث عزت نہیں کیونکہ لباس زیب تن کرنے کی نعمت حاصل ہو جانا اور خوبصورت لباس سے مزین ہونے سے آدمی غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور دنیا پر مائل ہونے کی وجہ سے دین سے لاپرواہی ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح کا شخص عجب سے بہت کم بچتا ہے۔

ایک شاعر نے اس ضمن میں یوں کہا ہے۔

رضيت من الدنيا بلقمة بائس
ولبس عباء لا اريد سواهما

لانی رایت الدهر لیس بقائم
فدهری وعمری فانیان کلاهما

(میں دنیا میں تنگ لقمہ پر ہی خوش ہوں اور ایک عبا پر ان دو چیزوں کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ کیونکہ میں نے زمانے کو دیکھ لیا ہے وہ باقی رہنے والا نہیں ہے پس زمانہ اور میری عمر دونوں ہی فنا ہونے والے ہیں)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 58

دنیا کا فریب

دنیا کے کل دو حال ہیں مسرت یا دکھ۔ لہذا یہ سب خلق کے حق میں نہیں ہوتی یہ رنگ تبدیل کرتی رہتی ہے۔ جس طرح کہ اس حکیم مطلق کی رضا ہوتی ہے۔ اسی طرح کی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک۔

(اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے ہی رہیں گے سوائے ان کے جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا۔ ھود۔ ۱۱۸)۔

بعض اہل تفسیر نے فرمایا ہے۔ رزق کے لحاظ سے فرق رہتا ہے۔ کبھی تونگر کبھی فقر لہذا لازم ہے۔ اگر دنیا ساتھ دیتی ہو تو اپنے رب کی عبادت کرے اور شکر بجالائے اور نیک اعمال کرتے ہوئے اس کی جانب متوجہ رہے۔ کیونکہ صرف وہ ہی دکھی لوگوں کا ملجا و ماوی ہے اور دنیا کے فریب میں نہ پھنس جائے اللہ تعالیٰ یہ ارشاد ہی کافی ہے:۔

فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور۔

(پس تم کو دنیوی زندگی فریب میں مبتلا نہ کردے اور نہ اللہ تعالیٰ پر تمہیں فریب دینے والا فریب دے۔

دیگر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی۔

(اور لیکن تم نے اپنے نفسوں کو آزمائش میں ڈالا اور تم انتظار میں تھے اور تم شبہ میں مبتلا ہو گئے اور تمہیں تمہاری آرزوؤں نے فریب میں مبتلا کر دیا۔ الحدید۔ ۱۴)۔

اس آیت میں اسکے فریب میں پھنس جانے سے (آدمی کو) نفرت دلائی گئی ہے۔ کیا

اچھی ہے عقل والوں کی نیند اور بیداری چنانچہ وہ احمقوں کی بیداری اور ان کی محنت مشقت پر کیونکر رشک کریں گے۔ ایک صاحب تقویٰ کا ذرہ بھر تقویٰ اور یقین تمام دنیا کے فریب خوردہ لوگوں سے بہتر (یعنی دنیا کے تمام فریبوں سے بہتر ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ وہ شخص عقل والا ہے جو اپنے نفس پر کنٹرول رکھتا ہے اور مر جانے کے بعد کے واسطے کام کرتا ہے اور بے وقوف وہ آدمی ہے جس کا نفس خواہشوں کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ پر بہت امیدیں باندھے۔ ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

ومن یحمد الدنیا لشیئی سره
فسوف لعمری عن قلیل یلومها
اذا ادبرت کانت علی المرء حسرة
وان اقبلت کانت کثیرا همومها

(اور جو دنیا کی تعریف کرتا ہے معمولی سی مسرت پر وہ جلدی ہی اس کی قلت کے باعث اسکی ملامت بھی کرے گا۔ جب وہ واپس چلی جاتی ہے تو آدمی حسرت و یاس میں پڑ جاتا ہے۔ اور جب آتی ہے تو اس سے متعلقہ پریشانیاں بھی بہت ہوتی ہیں)۔

دیگر ایک شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

تا الله لو کانت الدنیا باجمعها
تبقی علینا ویاتی رزقها رغدا
ماکان فی حق حر ان یذل لها
فکیف وهی متاع یضمحل غدا

(واللہ اگر تمام دنیا ہم پر باقی بھی رہنے والی ہو اور اس کی روزی بھی فراخ میسر ہو۔ پھر بھی یہ آزاد آدمی کے لیے موزوں نہ ہے کہ اسکے لیے وہ ذلیل ہوتا پھرے اور جبکہ متاع دنیا ہی کل کو ختم ہو جانے والا ہو اسکے واسطے ذلت کیوں اٹھاتے)۔

اور ابن بسام اس طرح کہتا ہے۔

اف للدنیا وا یامها
فانها للحزن مخلوقة
همومها لا تنقضی ساعة
عن ملک فیها سوقة
یا عجبا منها ومن شانها
عدوة للناس معشوقة

(تف ہے دنیا اور اسکے دنوں پر کیونکہ یہ تو غم کے واسطے ہی تخلیق ہوئی ہوئی ہے۔ایک ساعت کے لیے بھی اسکے غم ختم نہیں ہوتے ہیں نہ سلطان سے نہ ہی ایک عام شخص سے۔ تعجب ہے دنیا اور اسکی شان پر یہ دشمن ہے لوگوں کی اور لوگ اس کو معشوق بناتے ہوتے ہیں۔

دیگر ایک شاعر کا یہ کلام ہے:

وقائلة اری الایام نعطی
لئام الناس من رزق حثیث
ونمنع من له شرف و فضل
فقلت لها خذی اصل الحدیث
رات حمل المکاسب من حرام
فجادت بالخبیث علی الخبیث

(اور کہتی ہے کہ میں دیکھتی ہوں کہ کمینے لوگوں کو ایام کیسے تیزی کے ساتھ رزق دیتے ہیں۔ اور جو شرف و فضیلت کا حامل ہو اس کو روک دیتے ہیں۔ میں نے اسے کہا اصل بات پکڑو (یعنی اصلی بات بتاؤ)۔ (تو اس نے یہ بتایا) کہ رائے یہ ہے کہ اسکی تمام تر کمائی حرام ہی ہے۔ اب اس پلید نے پلید پر سخاوت کر دی)۔

ایک شاعر اس بارے میں یوں کہتا ہے۔

سل الایام ما فعلت بکسری

و قیصر والقصور و ساکنیھا
اما استدعتھم للبین طرا
فلم تدع الحلیم ولا السفیھا

(ایام سے پوچھ لو کہ ان کا سلوک کسریٰ سے قیصر سے اور محلات سے اور ان میں رہنے والوں کے ساتھ کیسا تھا۔ کیا انہوں نے ان تمام کو علیحدہ علیحدہ نہ کر دیا تھا پس انہوں نے نہ کسی عقل والے کو ہی چھوڑا اور نہ ہی کسی احمق شخص کو)۔

حکایت:۔ ایک اعرابی ایک قوم کے پاس آ گیا۔ انہوں نے اس کو کھانا دیا۔ اس نے کھا لیا پھر وہ ان کے خیمہ کے سائے میں سو گیا۔ جب انہوں نے اپنے خیمے اکھاڑ لیے تو اعرابی کو تیز دھوپ کا احساس ہوا اور جاگ پڑا اور یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا۔

الا انما الدنیا کظل بنیتہ
ولا بد یوما ان ظللک زائل
الا انما الدنیا مقیل لراکب
فضی وطرا من منزل ثم ھجوا

(خبردار دنیا تو ایک عمارت کے سائے کی مثل ہے۔ اس کا سایہ ایک روز ضرور ختم ہو جائے گا۔ خبردار دنیا تو ایک سوار کے آرام کی جگہ ہے جو اس میں تھوڑی دیر آرام کر کے رخصت ہو جاتا ہے)۔

ایک حکیم نے اپنے ساتھ والے کو کہا داعی نے تجھ کو سنا دیا اور طالب نے تجھے معذرت پیش کر دی اور سب سے بڑھ کر وہ مجرم ہے جو یقین اور ایمان ہی برباد کر دیتا ہے اور نیکی کوئی نہیں کرتا۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے۔ اللہ کے خوف کے واسطے علم کافی ہے اور غرور کرنے کے لیے جہل کافی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے دنیا کے ساتھ محبت رکھی اور اس پر خوشی کی اس کے دل سے آخرت کا ڈر خارج ہو گیا۔

اور ایک بزرگ نے کہا ہے بندے سے حساب دنیا کے جانے پر مغموم ہونے کے مطابق لیا جائے گا اور دنیا پر خوش ہونے کا موقع جس قدر نصیب ہو اس کا حساب لیا جائے گا۔

تم لوگ آجکل حرام کے متعلق بھی کہتے ہو کہ اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ جبکہ سلف صالحین حلال کے بارے میں بھی بہت زاہد ہوتے تھے۔ اور حرام کو وہ تباہ کر دینے والی چیز گردانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی عموماً مسعر بن کدام کے درج ذیل اشعار کا نمونہ تھی۔

نهارک یا مغرور نوم وغفلة
وليلک نوم والدوى لک لازم
يغرک ما يفنى و تفرح بالمنى
كما غر باللذات فى النوم حالم
وشغلک فيها سوف تكره غبه
كذالک فى الدنيا تعيش البهائم

(نیند اور غفلت کے فریب کھائے ہوئے شخص تیرا دن بھی نیند میں اور رات بھی نیند میں گزرتی ہے اور موت بھی تجھ پر لازماً وارد ہوگی۔ ختم ہو جانے والی چیزوں نے تجھے فریب میں ڈال رکھا ہے اور تو امید پر مسرور ہوتا ہے جس طرح دوران خواب لذات میں فریب کھاتا ہے۔ تو اس میں یوں محو ہے کہ جلد ہی اس سے جدائی تجھے اچھی نہیں لگے گی یوں تو دنیا کے اندر چوپائے زندگی بسر کیا کرتے ہیں)۔

اللھم صلِّ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 59

مذموم دنیا سے بچاؤ

حضرت ابو امامہ باہلی نے روایت کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے مال عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا ثعلبہ کیا تیرے واسطے مجھ میں اچھا طریقہ نہیں ہے یا اس پر تو رضامند نہیں تو اللہ کے نبی کی مانند ہو۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں خواہش کروں کہ میری معیت میں سونے اور چاندی کے پہاڑ چلیں تو وہ چلنے لگیں گے۔ وہ کہنے لگا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ مجھے وہ مال عطا فرمائے تو میں ہر حق والے کو اس کا حق ادا کروں گا اور لازماً نیک کام اس طرح کے سرانجام دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ تعالیٰ ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ پس اس نے بکریاں لے لیں وہ مانند کیڑوں کے بڑھنے لگیں۔ اس نے مدینہ شریف کے پاس ہی ایک وادی میں رہنا شروع کر دیا ظہر و عصر کی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھتا دیگر نمازوں کی (جماعت) ترک کر دی۔ بکریوں کی حالت تھی کہ کیڑوں کی مانند بڑھ رہی تھیں بالآخر اس نے جمعہ بھی ترک کر دیا اور جمعہ کے روز جمعہ ادا کر کے لوٹنے والے سوار لوگوں سے مل لیتا تھا اور مدینہ کے حالات ان سے جان لیتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا کہ ثعلبہ بن حاطب کا (کیسا حال) ہوا بتایا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس نے بکریاں پال لیں۔ اب اس کے لیے مدینہ کی زمین تنگ پڑ گئی اور (اس طرح اسکے) تمام حالات بیان کر دیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ثعلبہ کی بربادی ہے ثعلبہ کی بربادی ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ زکوۃ کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک

سکن لھم۔

(ان کے اموال سے صدقہ (زکوۃ) وصول کرواور ان کے ظاہر اور باطن کو پاک کر دیجیے اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرو بے شک آپ کی دعا ان کے واسطے باعث اطمینان ہے۔ (التوبۃ۔۱۰۳)۔

اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کا حکم نافذ فرما دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جہینہ قبیلے کے ایک شخص اور بنو سلیم سے ایک شخص کو (مقرر فرمایا) کہ وہ زکوۃ اکٹھی کریں۔ انہیں ایک مکتوب تحریر فرما دیا اور حکم فرمایا کہ دونوں جائیں اور اہل اسلام سے زکوۃ اکٹھی کریں اور فرمایا ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے فلاں شخص کے پاس جائیں ان دونوں سے زکوۃ وصول کرو۔ وہ جس وقت ثعلبہ کے پاس آئے۔ اس کو کہا کہ زکوۃ ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکتوب اس کو پڑھا دیا تو وہ کہنے لگا یہ جزیہ ہے یہ جزیہ ہے یہ جزیہ کی بہن ہے آپ جائیں پہلے فارغ ہولیں پھر میرے پاس واپس آئیں۔ وہ دونوں سلیمی (شخص) کے پاس چلے گئے۔ اس نے ان کی بات کو سنا اور اٹھا اور سب سے اچھے اونٹ دیکھ کر برائے زکوۃ علیحدہ کر دیے اور انہیں لیے ہوئے حاضر ہو گیا۔ جب ان (دونوں) نے دیکھے تو کہا تجھ پر یہ ضروری نہیں ہے اور ہماری خواہش صرف عمدہ اونٹ لینا نہیں ہے۔ اس نے کہا درست ہے مگر میرے دل کو یہ دے دینے میں خوشی ہے اور تم یہ ہی لو گے۔ ان کی زکوۃ وصول کر کے وہ فارغ ہو گئے اور وہاں سے واپس آ گئے اور ثعلبہ کے پاس آئے اس سے بھی زکوۃ کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا مجھے مکتوب دکھائیں۔ اس نے دیکھ لیا اور کہا یہ جزیہ کی بہن ہے۔ تم چلے جاؤ میں اپنی رائے دیکھوں گا۔ پس وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس لوٹ آئے ان کے بولنے سے قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بربادی ہے ثعلبہ کے لیے اور سلیمی کے واسطے دعا فرمائی پھر ان دونوں نے ثعلبہ کے بارے میں بتایا اور جیسے نیک عمل سلیمی نے کیا وہ بیان کیا تو اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کے متعلق اس آیت کو نازل فرمایا۔

ومنھم من عھد اللہ لئن اتنا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصلحین

فلما اتھم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وھم معرضون فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون۔ التوبۃ۔ ۷۷-۷۵)۔

(اور ان میں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے ہم کو مال عطا فرمایا تو ہم صدقہ ضرور دیا کریں گے اور ہم لازماً نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔ پس جب ان کو اس نے اپنے فضل سے عطا کیا تو وہ بخل کرنے لگے اس سے اور پھر گئے اور وہ پھرنے جانے والے ہی ہیں پھر ازاں بعد نفاق آیا ان کے دلوں میں اس روز تک کہ وہ اس کو ملیں گے۔ کیونکہ جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ اسکے برعکس انہوں نے (عمل) کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک آدمی تھا جو ثعلبہ کے رشتہ داروں سے تھا اس نے ثعلبہ کے متعلق جو کچھ نازل ہوا معلوم کر کے ثعلبہ کو جا کر کہا۔ اے ثعلبہ تیری ماں نہ ہی ہوتی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت تیرے متعلق نازل فرما دی ہے۔ اب ثعلبہ اپنے ساتھ مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف رخصت ہوا اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ قبول فرمالیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب تجھ سے زکوۃ وصول کرنے سے مجھے اللہ نے ممانعت فرما دی ہے۔ اس نے یہ سنا تو اپنے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا یہ تیرا اپنا کیا ہوا ہے میں نے تجھ کو حکم فرمایا تھا مگر تو نے میرا حکم نہ مانا۔ آنحضرت نے اس سے زکوۃ وصول کرنے سے جب بالکل انکار فرمایا تو وہ اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد وہ دوبارہ زکوۃ لیے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس حاضر ہوا مگر زکوۃ کی وصولی سے انہوں نے بھی انکار فرمایا پھر ان کے وصال پا جانے کے بعد (ثعلبہ) حضرت عمر فاروق کی خدمت میں زکوۃ لیے ہوئے حاضر ہوا مگر انہوں نے بھی انکار ہی فرمایا اور وہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مر گیا۔

حضرت امام جریر نے لیث سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک آدمی آملا اور عرض کیا میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔ آپ کے ساتھی کے طور پر۔

وہ دونوں چل پڑے اور کنارہ دریا پر جا پہنچے وہاں بیٹھ کر صبح کا کھانا کھانا شروع کیا تین روٹیاں تھیں دو روٹیاں انہوں نے کھالیں تیسری روٹی باقی بچ گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام اٹھے دریا سے پانی نوش فرمایا اور واپس آ گئے تو روٹی (موجود) نہ تھی۔ انہوں نے اس شخص نے پوچھا کہ وہ روٹی کس نے لی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں پھر وہ روانہ ہو پڑے وہ ساتھی ساتھ ہی تھا۔ ایک ہرنی دکھائی دی جس کے ساتھ بچے بھی تھے۔ ان میں انہوں نے (عیسیٰ) ایک کو طلب فرمایا وہ آ گیا اس کو ذبح کر لیا بھونا اس میں سے عیسیٰ علیہ السلام نے کھایا اور آپ کے ساتھ والے نے بھی۔ پھر ہرنی کے بچہ کو حکم فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ وہ اٹھا اور بھاگ گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ساتھی آدمی کو کہا میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس ذات کے نام کے ساتھ میں نے تجھے یہ معجزہ دکھایا کہ تو مجھے بتا دے وہ روٹی کس نے لی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے پھر وہ روانہ ہو پڑے اور ایک جھیل پر پہنچے۔ آپ نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور سطح آب پر چل پڑے جب پانی عبور فرما کر کنارے پر اترے تو اسے اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ بتا وہ روٹی کہاں گئی۔ اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک جنگل میں آئے وہاں بیٹھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تھوڑی سی مٹی کو جمع کر لیا اور اسے فرمایا اللہ کے حکم سے سونا ہو جا۔ پس وہ مٹی سونا بن گئی آپ نے اس کے تین حصے کر دیے اور ساتھی کو کہا کہ ایک تہائی میرا ہے ایک تہائی تیرا اور ایک اس کا ہے جس نے وہ روٹی لی تھی۔

اس نے بتا دیا کہ روٹی میں نے ہی لی تھی۔ آپ نے اس کو فرمایا یہ سارا سونا تمہارا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اس سے جدا ہو گئے۔ پھر اس آدمی کے پاس جنگل میں ہی دو شخص آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ مال والا ہے انہوں نے اس کو قتل کر کے مال لے لینے کا سوچ لیا تو یہ کہنے لگا کہ یہ مال ہم تینوں میں مساوی منقسم ہے۔ ایک شخص کو بستی میں کھانا لانے کے لیے بھیج دیا جاتے تاکہ ہم کھائیں پس ایک آدمی کو کھانا لانے کے واسطے بھیج دیا۔ کھانا لانے والے نے ارادہ کر لیا کہ میں مال کیوں تقسیم ہونے دوں میں کھانے میں زہر ملاتا ہوں۔ یوں ان دونوں کو مار دیتا ہوں اور سارا سونا خود لے لوں گا۔ پس اسی طرح ہی اس

نے عمل کیا۔ اور جو دو شخص پیچھے جنگل میں رہے انہوں نے آپس میں مشورہ کر لیا کہ ہم اس کو تیرا حصہ کیوں دیں۔ اسکی بجائے وہ جب یہاں آجائے تو اس کو قتل کر دیں اور آپس میں (دو حصوں میں) مال تقسیم کر لیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ جب ان کے پاس آ پہنچا تو اس کو ان دو نے قتل کر دیا پھر کھانا کھایا اور (یوں وہ) دونوں بھی مر گئے اور سونا جنگل میں پڑا رہ گیا اور یہ تین آدمی قریب مردہ پڑے ہوئے تھے۔ ان پر سے عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ہوا تو اپنے حواریوں کو انہوں نے بتایا کہ ایسی ہے یہ دنیا اس سے بچ کر ہی رہو۔

حکایت:- جناب ذوالقرنین ایک قوم کے پاس سے گذرے جن کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی۔ جس سے آدمی اس دنیا کے اندر کچھ نفع حاصل کرتا ہو۔ انہوں نے اپنی قبریں کھودی ہوئی تھیں۔ صبح ہونے پر قبوریں چلے جاتے تھے اور انکی حفاظت و نگرانی کرتے تھے اور انہیں صاف کرتے تھے ان کے پاس نماز ادا کرتے اور گھاس سبزہ وغیرہ کھا کر گذارہ کر لیتے تھے۔ ذوالقرنین نے ان کے حاکم کو اپنی طرف سے پیغام بھیج دیا کہ ان کو ذوالقرنین نے طلب فرمایا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے ذوالقرنین کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ اگر ذوالقرنین کو حاجت ہو تو وہ آسکتا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ درست ہے پھر ذوالقرنین خود ان کے پاس آگیا اور ان سے پوچھا میں نے پیغام آپ کو بھیجا۔ آپ آنے سے انکاری ہو گئے تو میں خود ہی آگیا ہوں۔ اس نے کہا مجھے کچھ حاجت آپ سے ہوتی تو میں آپ کے پاس آتا۔ حضرت ذوالقرنین نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دیگر قوموں کی مانند نہیں ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ تمہاری دنیا بھی کچھ نہیں تم نے کچھ سونا چاندی بھی جمع نہیں کر رکھے ہیں۔ کہ اس سے کچھ نفع حاصل کر سکو۔ انہوں نے کہا اس سے ہم متنفر اس وجہ سے ہیں کہ یہ جسے بھی ملے اس کا نفس اس پر فریفتہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اس سے زیادہ فضیلت والی چیز کو ترک کر دیتا ہے۔ ذوالقرنین نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ تم اپنی

قبور کھودے ہوتے ہو صبح ہونے پر اپنی قبروں کا دھیان رکھتے ہو صفائی کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا یہ اس لیے ہے کہ ہم اپنی قبور کو اور اپنی امیدوں کو جس وقت دیکھیں تو یہ قبریں ہم کو امیدوں سے روکیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ غذا نہیں ہے سوائے سبزہ کے۔ اسکی وجہ کیا ہے تم جانور ہی پال رکھتے ان کا دودھ حاصل کرتے ان پر سواری کرتے اور یوں ان سے نفع اٹھاتے۔

انہوں نے کہا ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم جانوروں کے لیے قبریں ہم اپنے شکموں کو بنائیں۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ زمین پر نباتات سے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ آدم کے بیٹے کے لیے معمولی غذا کافی ہے۔ گلے سے نیچے اترنے کے بعد کھانے کا مزہ ختم ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ جیسا بھی ہو اسکے بعد اس علاقے کے حکمران نے ذوالقرنین کی پچھلی جانب سے کھوپڑی ہاتھ بڑھا کر اٹھائی اور کہا اے ذوالقرنین کیا تو جانتا ہے یہ کون ہے۔ انہوں جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہے۔ اس نے کہا یہ بھی اس زمین پر ایک بادشاہ ہو گذرا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر تسلط عطا کیا ہوا تھا۔ یہ خیانت کرنے لگا ظلم و زیادتی کرتا اور سرکش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ حالت دیکھ کر اسے مار دیا۔ اب یہ ایک پھینکا ہوا پتھر ہی ہے۔ اس کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے شمار کر رکھا ہے تاکہ آخرت میں اس کو ان کی سزا دے۔ اسکے بعد ایک اور پرانی کھوپڑی کو اٹھایا اور ذوالقرنین کو دکھاتے ہوئے پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہے اس نے کہا یہ بھی ایک بادشاہ ہی تھا۔ ظالم بادشاہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسکو حکومت عطا فرمائی۔ اس نے سابقہ بادشاہ جیسے ظلم و زیادتی سے خود کو باز رکھا اور اللہ تعالیٰ کے آگے خضوع و خشوع کرتا رہا اپنی سلطنت میں عدل جاری کیا۔ اب یہ اس حال میں ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔ اس کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ نے شمار کر رکھے ہیں۔ کہ آخرت میں انکا اجر عطا کرے۔ پھر اس نے ذوالقرنین کے سر کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ یہ کھوپڑی بھی ان دو کی مانند ہی ہے۔ اے ذوالقرنین تو دیکھ تو کیا کر رہا ہے۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کیا آپ میرے ساتھ رہنا پسند کریں گے۔ میں آپکو اپنا وزیر بنا لیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے

اس میں آپکو اپنے ساتھ شامل کرتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میرا اور آپ کا ایک مقام پر ہونا موزوں نہیں ہے۔ نہ ہی ہم ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔ ذوالقرنین نے دریافت کیا کہ کس سبب کے باعث۔ اس نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ تیرے تو دشمن ہیں تمام لوگ۔ جبکہ سب لوگ میرے دوست ہیں۔ ذوالقرنین نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ تمام لوگ آپ کی بادشاہت اور سلطنت کی وجہ سے آپ کے دشمن ہیں۔ میں نے یہ تمام چیزیں ترک کر دیں۔ لہذا سب لوگ میرے دوست ہیں۔ یہ سن کر ذوالقرنین حیران رہ گئے اور پھر واپس رخصت ہو گئے۔ ان کی عزت و احترام تھا ان کے دل میں۔ ایک شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

یامن متع بالدنیا وزینتها
ولا تنام عن اللذات عیناه
شغلت نفسک فیما لیس تدرکه
تقول لله ماذا حین تلقاه

(اے وہ شخص جو دنیا اور دنیا کی زینتوں سے مفاد لیتا رہا ہے اسکی آنکھیں لذات سے سوتی نہیں ہیں۔ تیرا نفس ایسی باتوں میں مشغول ہو گیا جن کا تجھے ادراک نہیں تو کیا جواب دے گا اللہ تعالیٰ کو جب اس سے ملے گا)۔

دیگر ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

عتبت علی الدنیا لرفعة جاهل
وتاخیر ذی فضل فقالت خذ العذرا

(میں نے دنیا کو عتاب کیا کہ تو جاہل کو رفعت دیتی ہے اور افضل کو گرا دیتی ہے تو کہنے لگی یہ عذر ہے کہ)۔

بنو الجهل ابنائی لهذا رفعتهم
واهل التقی ابناء ضرتی الاخری

(جاہل میرے بیٹے ہیں لہذا ان کو بلند کرتی ہوں اور متقی لوگ میری سوکن دوسری

کی اولاد ہیں یعنی وہ آخرت کی اولاد ہیں۔ (لہذا میں ان سے اجتناب کرتی ہوں)۔
اور محمود بابلی نے اس طرح کہا ہے۔

الا انما الدنیا علی المرء فتنة
علی کل حال اقبلت او تولت
فان اقبلت فاستقبل الشکر دائما
ومهما تولت فاصطبر و تثبت

(خبر دار یہ دنیا فتنہ ہے انسان کے واسطے ہر حال میں خواہ وہ آئے یا جائے۔ اگر وہ آئے تو ہمیشہ شکر بجالاؤ اور اگر جائے تو صبر کرو اور ثابت قدم رہو)۔

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آله واهل بیته واصحابه وبارک وسلم



باب نمبر 60

فضائل صدقہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے حلال کما کر ایک کھجور جتنا صدقہ بھی کر دیا اور اللہ تعالیٰ حلال ہی کو قبولیت عطا فرماتا ہے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ مراد یہ کہ اس میں برکت ڈالتا ہے۔ پھر اس کو صدقہ کرنے والے کے واسطے پالتا ہے۔ جس طرح کوئی آدمی اپنے بچھیرے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے جس طرح تم میں سے ایک اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ ایک نوالہ بھی احد جتنا ہو جاتا ہے (یعنی کوہ احد) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کی تصدیق ہے۔

الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقت۔ (التوبۃ-۱۰۴)۔

(کیا نہیں معلوم ان کو کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اور صدقات لیتا ہے)۔

یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقت۔ (البقرۃ-۲۷۶)۔

(اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھا دیتا ہے)۔

صدقہ دیں تو اس کی وجہ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی اور اس بخشش کرنے کے باعث بندہ کی عزت کو اللہ تعالیٰ زیادہ کرتا ہے اور جو اللہ کے لیے عجز و انکسار اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو رفعت عطا فرماتا ہے۔ طبرانی شریف میں مروی ہے صدقہ کے باعث مال گھٹتا نہیں ہے اور جس وقت صدقہ دینے کے واسطے بندہ آگے کو ہاتھ بڑھائے تو وہ (صدقہ) دست الٰہی میں پڑتا ہے مراد یہ ہے کہ اس کو اللہ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اور

قبل اسکے کہ وہ سائل کے ہاتھ میں جائے وہ اس پر راضی ہو جاتا ہے اور جو بندہ مستغنی ہو کر صدقہ طلب کرنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ تو اسکے لیے اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ وا کر دیتا ہے۔ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال صرف تین طرح کا ہی ہوتا ہے جو کھالیتا ہے اور ختم کر دیتا ہے یا پہن کر بوسیدہ کرتا ہے یا (فی سبیل اللہ) دے دے اور لا پرواہ بن جائے اسکے علاوہ مال کو دوسروں کے لیے پیچھے چھوڑ جانے والا ہے۔ کیونکہ اسکو یہاں سے جانا ہی ہے۔ مروی ہے کہ تم میں ہر ایک سے اللہ تعالیٰ گفتگو کرے گا۔ اور درمیان میں ترجمانی کرنے والا بھی کوئی نہیں ہو گا۔ وہ دائیں جانب نظر ڈالے گا تو صرف وہی کچھ دکھائی دے گا جو وہ پہلے بھیج چکا ہو گا اور سامنے نظر کرے گا تو صرف آگ دکھائی دے گی۔ پس آگ سے بچ جاؤ خواہ کھجور کا چھلکا دے کر ہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے صدقہ معصیت کو یوں مٹاتا ہے جیسے پانی آتش کو بجھا دیتا ہے۔ اے کعب بن عجرہ! لوگ جا رہے ہیں کوئی اپنے نفس کو چھڑا کر جا رہا ہے وہ اس کو آزاد کراتا ہے (آتش دوزخ سے) اور کوئی اسے ہلاک کیے جا رہا ہے۔

اے کعب بن عجرہ! نماز نیکیاں ہیں روزہ ڈھال ہے صدقہ گناہوں کو یوں مٹاتا ہے جس طرح پتھر سے کائی۔ دیگر ایک روایت میں الفاظ اس طرح سے ہیں جس طرح آگ کو پانی بجھاتا ہے۔

صدقے سے غضب الٰہی بجھ جاتا ہے اور بری موت کو روک دیتا ہے ایک روایت میں ہے۔ بری موت کے ستر دروازوں کو اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے بند فرما دیتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے (روز قیامت) ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں ہو گا۔ یہاں تک کہ خلق کے درمیان فیصلہ فرما دیا جائے۔

دیگر ایک روایت میں آیا ہے کہ انسان جب کچھ صدقہ کرے تو اسکے باعث شیطان کے ستر جال ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

صدقہ کون سا زیادہ فضیلت والا ہے تو فرمایا کہ تنگدست شخص کی محنت (یعنی تنگدست ہوتے ہوئے جو صدقہ کرے) اور جس کے (اخراجات) تمہارے ذمہ ہیں ان سے شروع کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے ایک درہم (کا جو اجر عطا ہوتا ہے وہ) ایک صد درہم سے بڑھ گیا ایک آدمی نے پوچھا کہ یہ کیسے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ تو فرمایا ایک شخص کثیر مال رکھتا ہے اسکے ایک طرف سے ایک صد درہم لیتا ہے اور صدقہ کر دیتا ہے دوسرے شخص کے پاس طرف دو ہی درہم ہیں وہ ان سے ایک درہم کو صدقہ کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو سوالی ہو اسے خالی نہ لوٹاؤ۔ خواہ (بکری کا) ایک کھر ہی دیدو۔

سات اشخاص ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ سایہ فراہم کرے گا (زیر عرش) جس روز کہ اس کے علاوہ دیگر کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ ایک وہ جو صدقہ کرتا ہے اور یوں مخفی ہو کہ بایاں ہاتھ نہ جانے کہ دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے۔

اعمال خیر بری جگہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور مخفی صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو فرو کرتا ہے اور صلہ رحمی عمر بڑھا دیتی ہے۔

طبرانی میں مروی ہے کہ بھلائی کے اعمال برے مقامات سے محفوظ رکھتے ہیں اور پوشیدہ کیا گیا صدقہ رب کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے اور جو دنیا میں بھلائی کریں وہ ہی آخرت میں فلاح پانے والے ہیں اور دنیا میں برائی کا ارتکاب کرنے والے آخرت میں بھی برے ہی ہیں اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے ہی جنت میں سب سے اول داخل ہوں گے اور دیگر ایک روایت میں اور مسند احمد میں بھی روایت ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صدقہ کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کئی گنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اور زیادہ ہے ازاں بعد آپ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:۔

من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔

(کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ ادا کرے پھر اس کو دگنا کر دیتا ہے اس کے لیے کئی گنا۔ البقرۃ۔۲۴۵)۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا جو فقیر کو مخفی طور پر دیا جاتا ہے اور تنگدستی کے دوران محنت مشقت کر کے دیا جاتا ہے۔ اور آپ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:

ان تبدوا الصدقات فنعما هی وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم۔

(اگر تم صدقات کو ظاہرا کرو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر انہیں مخفی رکھتے ہوئے فقیروں کو دو تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے۔ البقرۃ۔۲۷۱)۔

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو جب برہنہ ہو لباس پہنائے تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں سبز لباس زیب تن کرائے گا اور کسی مسلمان کو جب وہ بھوکا ہو کوئی کھانا کھلا دے تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور کسی پیاسے مسلمان کو کوئی پانی پلا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو مہر شدہ خوشبو والا مشروب پلائے گا۔

(جب پوچھا گیا کہ) کونسا صدقہ زیادہ فضیلت والا ہے تو فرمایا ایسے رشتہ دار پر جو تیرے ساتھ دشمنی چھپاتا ہو۔

(فرمایا جو شخص دودھ دینے والی (گائے اونٹنی وغیرہ جانور) صدقہ کرے تاکہ مسلمان اس کا دودھ پی سکے پھر لوٹا دے (مراد یہ کہ دودھ پینے کے لیے کسی مسلمان کو صرف دودھ پینے کے لیے جانور مستعار دے جو بعد میں اس کو واپس کر دیا جائے)۔ یا چاندی صدقہ کرے یا راستے میں اپنے ساتھی کو ہدیہ پیش کرے تو ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے ایک غلام آزاد کر دیا۔

نیز ارشاد فرمایا کہ "ہر قرض صدقہ ہے" ایک روایت میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میں نے شب معراج میں جنت کے دروازہ پر تحریر شدہ دیکھا کہ صدقے کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہوتا ہے۔ جو شخص کسی تنگ دست کے لیے آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا۔ (جب پوچھا گیا)

کونسا اسلام بہتر ہے (تو آپ نے) فرمایا کھانا کھلاؤ، جسے جانتے ہو یا نہیں جانتے دونوں کو سلام کرو۔

(جب عرض کیا گیا) مجھے ہر چیز کے بارے میں خبر دیں تو فرمایا ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے وہ چیز بتائیں جس پر عمل کروں اور جنت میں چلا جاؤں تو فرمایا کھانا کھلاؤ، سلام عام کرو، صلہ رحمی کرو جس وقت دیگر لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو رات کو نماز ادا کرو تو تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو گے۔

(فرمایا) رحمان کی عبادت کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور سلام عام کرو جنت میں تم سلامتی سے داخل ہو گے۔

رحمت کے اسباب میں سے مسکین مسلمان کو کھانا کھلا دینا بھی ہے۔

جس شخص نے اپنے بھائی کو کھانا کھلا دیا کہ وہ شکم سیر ہو گیا اور اسے پانی نوش کرایا کہ وہ سیراب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو آتش سے سات خندق پرے ہٹا دے گا کہ ہر دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ پانچ صد سال کی مسافت جتنا ہے۔

روز قیامت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا اے ابن آدم میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی بندہ عرض کرے گا میں تیری عیادت کیوں کر کر سکتا تھا۔ جبکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نہ جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ مریض تھا۔ تو نے اسکی عیادت نہیں کی تھی کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو نے اسکی عیادت کی ہوتی تو مجھے بھی تو اسکے پاس ہی پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے مجھے نہ دیا وہ عرض کرے گا۔ یا رب تعالیٰ میں تجھے کس طرح کھلا سکتا تھا۔ تو تو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ سے میرے بندے نے کھانا طلب کیا تھا۔ لیکن تو نے اس کو نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اگر اس کو تو کھانا کھلاتا تو مجھے بھی اس کے پاس ہی پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے مجھے نہ پلایا وہ کہے گا یا پروردگار تعالیٰ تجھے میں کس طرح پانی پلا سکتا تھا تو تو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی کی درخواست

کی تھی مگر تو نے اس کو نہیں پلایا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر اس کو تو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس ہی پاتا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 61

برادر مسلمان سے تعاون

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔ **وتعاونوا علی البر والتقوی**۔ (اور تعاون کرو نیکی اور تقوی پر۔ المائدہ۔ ۲)۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اپنے برادر (مسلمان) کی مدد کرتے ہوئے اور اسکے مفاد میں چلا اسکے حق میں فی سبیل اللہ مجاہدین کا ثواب ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک وہ مخلوق ہے کہ جس کو اس نے خلق کی حاجات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس نے اپنی قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ ان کو عذاب آتش نہ دے گا۔ قیامت جس وقت قائم ہوئی تو ان کے واسطے نور کے منبر بچھا دیے جائیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کریں گے اور لوگوں کا محاسبہ ہو رہا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوشش کرے گا اپنے بھائی کی حاجت برلانے کی وہ کام پورا ہو جائے یا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسکے تمام گذشتہ اور بعد والے معاصی معاف فرمائے گا۔ اور اسکے حق میں دو براءتیں تحریر کر دیگا (ایک) آگ سے (بریت) دوم نفاق سے (بریت)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جو آدمی مسلمان برادر کی ضرورت پوری کر دے میں اسکی میزان کے پاس کھڑا ہو جاؤں گا اگر زیادہ وزن ہو گیا تو ٹھیک نہیں تو میں اسکے حق میں سفارش کروں گا۔ رواہ ابو نعیم در حلیہ۔

حضرت انس نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنے برادر مسلمان کی حاجت میں چل پڑا۔ اسکے ہر ایک قدم پر اللہ تعالیٰ ستر نیکیاں درج کر دے گا۔ اور ستر برائیاں دور کر دے گا۔ اگر اسکی ضرورت اسکے ذریعے سے پوری ہو گئی تو وہ گناہوں سے یوں پاک ہو گیا جیسے اس دن تھا کہ اس کی والدہ

ے اس کو ختم ۔ یا اگر وہ اسی دوران میں وفات پا گیا تو بلا محاسبہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے اپنے مسلمان برادر کی حاجت میں جو شخص چل پڑا اور اس میں اسے نصیحت کی (یعنی صحیح مشورہ دیا) اس آدمی اور دوزخ کے درمیان اللہ تعالیٰ سات خندقیں کر دے گا اور ہر ایک خندق دوسری سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا فاصلہ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔

حضرت ابن عمر نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ بعض اقوام کے پاس نعمتہائے خداوندی ہیں۔ جس وقت تک وہ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور دل میں تنگی نہیں محسوس کرتے اس وقت نعمتیں ان کے پاس ہی رہنے دیتا ہے اور جب وہ دل میں تنگی جانیں تو دوسرے لوگوں کو عطا کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ شیر اپنی دھاڑ میں کیا کہہ رہا ہوتا ہے۔ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے یا اللہ کسی بھلائی والے پر مجھ کو تسلط عطا نہ کرنا۔

ایک مرفوع روایت حضرت علی سے مروی ہے۔ تم میں سے کسی کو جس وقت کوئی حاجت ہو تو وہ جمعرات کے روز صبح صبح اس طرف جاتے اور گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھے۔ سورۃ آل عمران کی آخر کی آیات، آیۃالکرسی، سورۃ القدر اور سورۃ الفاتحہ کیونکہ ان سے دنیا اور آخرت کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازہ پر میں اپنی حاجت سے آیا تو انہوں نے فرمایا۔ آپ کو جس وقت بھی کوئی ضرورت پڑے۔ میرے پاس آدمی کو بھیج دیا کریں یا تحریر کر کے بھیج دیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا کا احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازہ پر دیکھے۔

صحیح ابن حبان میں اور حاکم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا میں گناہ کبیرہ کر چکا ہوں۔ میرے واسطے توبہ ہے آپ نے فرمایا۔ کیا تیری والدہ موجود ہے اس نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا تیری خالہ ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر اس کے ساتھ بھلائی کر۔

بخاری وغیرہ میں آیا ہے کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو بدلے میں کرتا ہو بلکہ وہ ہے صلہ رحمی کرنے والا کہ رحمی رشتہ دار جب اس سے قطع تعلق کرلیں تو وہ صلہ رحمی کرے۔

مسلم میں آیا ہے کہ یا رسول اللہ ! میری قرابت رکھنے والے رشتہ دار ہیں۔ وہ (مجھ سے) تعلق قطع کرتے ہیں۔ جبکہ میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں اور میں برداشت کرتا ہوں۔ اور وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسی طرح کا ہے جیسا تو نے بیان کیا ہے تو پھر تو ان کے اوپر گرم راکھ ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیرے ساتھ ہمیشہ ہی ایک مددگار ساتھ رہے گا تاآنکہ تو ایسے حال میں رہے۔

طبرانی اور صحیح ابن خزیمہ اور حاکم میں روایت کیا گیا ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو بغض پوشیدہ رکھنے والے رشتہ دار پر کیا گیا ہو۔ اس کو مسلم کی شرط پر صحیح بتایا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد بھی اس مفہوم میں ہے جو تجھ سے توڑتا ہے تو اس کے ساتھ جوڑ۔ یہ بزاز اور طبرانی نے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور صحیح بتایا ہے مگر اتنا اعتراض ہے اس میں کہ اس میں کچھ ضعف بھی ہے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا قسم اس ذات کی جو تمام آوازوں کو سننے والا ہے۔ جس کسی نے بھی کسی کے دل کی خوشی کا سامان کیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی اس مسرت سے لطف پیدا کریگا کہ جب بھی کوئی آفت اس پر وارد ہوگی تو وہی لطف اسکی جانب تیز دوڑتا ہوا آجائے گا۔ بالآخر اسکو اس طرح دور کر دے گا جیسے کسی اجنبی اونٹ

کو گلہ میں سے دور کر دیتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ نااہل کے پاس حاجت کی جستجو کرنے سے وہ حاجت ہی ختم کر دینا بہتر ہوتا ہے نیز فرمایا کہ اپنے بھائی کے پاس بار بار اپنی ضرورتوں کے لیے مت جائیں کیونکہ بچھڑا جب اپنی ماں کے تھنوں میں سے حد سے بڑھ کر دودھ پینے لگے تو وہ اس کو سینگ مارا کرتی ہے۔

ایک شاعر اس طرح سے کہتا ہے۔

لا تقطعن عادة الاحسان عن احد
ما دمت تقدر والایام ثارات
و اذکر فضیلة صنع الله اذ جعلت
الیک لا لک عند الناس حاجات

(کسی پر احسان کرنے کی اپنی عادت کو ترک نہ کرتا آنکہ تجھے قدرت ہو اور یہ حیات اختتام پذیر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد کر کہ اس نے تجھ پر فضل فرمایا کہ لوگوں سے تجھ کو کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ تجھے ان کا حاجت روا بنایا ہے۔

دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

اقض الحوائج ما استطعت
وکن لھم اخیک فارج
فلخیر ایام الفتیٰ
یوم قضی فیہ الحوائج

(حسب الاستطاعت ضرورتیں پوری کرو اور اپنے بھائی کے لیے غمخوار بنو کیونکہ جوان کے واسطے۔ بہترین دن وہی ہیں جن میں وہ خلق کی حاجات میں لوگوں کے کام آتا ہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسکے واسطے خوشخبری ہے جس کے ہاتھوں پر بھلائی کو جاری کیا گیا اور اسکے واسطے بربادی ہے جس کے ہاتھوں پر برائی جاری ہوئی۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 62

فضائل وضو

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح سے وضو کر لیا اور دو رکعت یوں ادا کیں کہ ان کے دوران دنیا کی کسی شئے کا خیال نہ آیا وہ گناہوں سے یوں نکل گیا جیسے اس روز تھا جس دن اسکی والدہ نے اس کو جنم دیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ کہ ان میں بھول نہ ہوئی تو اسکے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کیا تم کو میں وہ نہ بتاؤں جس کے باعث تمہارے معاصی تمہیں اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔ تمہارے درجات کو بلند کرے (وہ یہ ہے کہ) مشکلات ہوتے ہوتے بھی پوری طرح وضو۔ کرنا مسجدوں کی جانب قدم اٹھانا نماز کے بعد اگلی نماز کا منتظر رہنا یہ ہی رباط ہے۔ تین مرتبہ فرمایا (رباط سے مراد ہے اسلامی سرحدوں پر نگرانی کرنا)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو۔ فرمایا کہ یہ وضو۔ ہے۔ (جیسے میں نے کیا ہے) کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا اور دو دو مرتبہ وضو کیا (یعنی دھویا) اور فرمایا جو دو مرتبہ وضو کرے اس کو اللہ تعالیٰ دو گنا ثواب دے گا (پھر) آپ نے تین تین مرتبہ وضو کیا (یعنی دھویا) اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور میری طرح کے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وضو ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے دوران وضو ذکر کیا اللہ تعالیٰ کا، اسکے تمام بدن کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک فرماتا ہے۔ جس نے اللہ کو یاد نہ کیا اس کو پاک نہ فرماتے گا سوائے ایسے مقامات کے جن کے اوپر پانی لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے جو وضو کے اوپر وضو کرے اسکے واسطے اللہ تعالیٰ دس نیکیاں درج کرے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وضو پر وضو کر لینا نور علی نور ہے۔ یہ سب ارشادات تجدید وضو پر رغبت دلانے کے لیے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے مسلمان بندہ جس وقت وضو کرے اور کلی کرے تو اس کے منہ کے تمام معاصی خارج ہو جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی چڑھائے تو ناک کے سب گناہ خارج ہو جاتے ہیں اور جب منہ دھوتا ہے تو اسکے چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی پتلیوں سے بھی گناہ خارج ہو جاتے ہیں۔ دونوں بازوؤں کو دھوئے تو اسکے ہاتھوں کے کے ناخنوں تک سے (یعنی پورے بازوؤں کے) گناہ خارج ہو جاتے ہیں۔ ازاں بعد اسکا مسجد کی جانب روانہ ہو جانا اور اس کا نماز ادا کرنا تمام ہی عبادت بن جاتا ہے (یعنی یہ مزید اجر ہو جاتا ہے)۔

روایت ہے کہ باوضو شخص روزے دار آدمی کی مانند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جس نے وضو کر لیا اور اچھی طرح وضو کیا اور پھر آسمان کی جانب نظر اٹھا کر یہ پڑھا۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ۔

(اس شخص کے واسطے جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے وہ جس دروازہ سے داخل ہونا چاہتا ہو ہو جائے)۔

حضرت عمر نے فرمایا ہے خوب کیا ہوا وضو تجھ سے شیطان کو دور کر دیتا ہے۔

حضرت مجاہد نے فرمایا ہے جو آدمی یہ کر سکتا ہو کہ وضو کے ساتھ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکے اور استغفار کرے، رات بسر کرے تو لازماً وہ کرے۔ کیونکہ جس حال میں روحوں کو قبض کیا جاتا ہے اسی حالت میں اٹھایا جائے گا (مراد یہ ہے کہ وضو کر کے پھر ذکر کرتا ہوا سو جائے)۔

حضرت عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک کو کعبہ شریف کا غلاف لانے کے لیے مصر بھیجا۔ علاقہ شام میں وہ ایک درویش کے

گھر کے پاس اتر پڑے وہ درویش بڑا صاحب علم تھا اور اہل کتاب سے تھا۔ حضرت عمر کے اس قاصد نے خواہش کی کہ درویش سے ملاقات کرے اور اس سے کچھ معلومات حاصل کرے دروازے کو کھلوایا گیا۔ لیکن دروازہ کھولنے میں چند لمحے تاخیر کر دی گئی۔ بالآخر وہ (صحابی) عالم کے اندر داخل ہو گئے اور اس درویش کے پاس پہنچ گئے اور اسکے علم کو سنا اور اچھی طرح محسوس کیا۔ پھر آپ نے اس سے دروازہ پر دیر تک ٹھہرائے رکھنے کا سبب پوچھا تو درویش کہنے لگا کہ ہم نے جو دیکھا کہ آپ شاہی دبدبہ کے ساتھ ہمارے پاس آرہے ہیں۔ تو ہم کو آپ سے خوف ہونے لگا اور آپ کو دروازہ پر روکا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ جب وقت کسی بادشاہ سے تم خوفزدہ ہو تو وضو کر لیا کرو اور اہل خانہ کو بھی وضو کرنے کے لیے فرماؤ۔ کیونکہ جو شخص وضو کر لے وہ خطرے سے میری امان میں آجاتا ہے۔ یہ وجہ تھی کہ ہم نے دروازے کو بند کر دیا پھر میں نے وضو کر لیا اور تمام گھر والوں نے بھی وضو کیا اور ہم نے نماز ادا کی پھر اب ہم امن میں داخل ہو گئے پھر آپکے واسطے ہم نے دروازے کو کھول دیا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 63

فضائل نماز

سب سے افضل عبادت نماز ہے۔ لہذا قرآن پاک کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے دوسری مرتبہ فضائل نماز پر بات کی ہے اور قبل ازیں مذکورہ معلومات کے علاوہ اور معلومات پیش کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے بندے پر عظیم ترین احسان یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی گئی۔

حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا ہے اگر مجھے جنت اور دو رکعت نماز میں سے کسی ایک کا اختیار ہو تو میں دو رکعت کو اختیار کروں کیونکہ دو رکعت کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے اور جنت میں میری رضا ہو سکتی ہے۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ساتوں نے آسمانوں کی تخلیق فرمائی اور ان کو ملائکہ سے بھر دیا وہ نماز ادا کر کے عبادت کرتے ہیں۔ ایک ساعت کے لیے بھی سستی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان والوں کے واسطے ایک مخصوص قسم (عبادت کی) متعین فرمادی۔ بعض اہل آسمان کے لیے یہ عبادت مقرر فرمائی کہ پاؤں پر کھڑے ہی رہیں۔ تاآنکہ صور پھونکی جائے۔ ایک آسمان والے ہیں کہ ہر وقت سجدہ میں پڑے ہوتے ہیں۔ ایک آسمان والوں کے پر ہی گر چکے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے۔ اور علیین والے اور اہل عرش کھڑے حال میں عرش کے گرداگرد طواف میں مشغول ہیں اور حمد و ثناء الہی میں لگے ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی فضیلت کی غرض سے ان تمام صور تہائے عبادت کو ایک نماز میں اکٹھا فرمادیا گیا۔ اس لیے کہ ان کو ہر آسمان والوں جیسی عبادت میں حصہ عطا ہو جائے اور اس

پر مزید یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی اور ان کو فرمایا گیا کہ شکر ادا کرو اور اس کا شکر اس طرح سے ہے کہ قرآن پاک کو اسکی تمام شرطوں اور حدود کی مطابقت سے نافذ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

الذین یوٴمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون

(وہ لوگ جو غیب پر ایمان لائیں اور نماز قائم کریں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے، فی سبیل اللہ خرچ کریں۔ البقرہ۔ ۳)۔

نیز فرمایا ہے:۔ واقیموا الصلوۃ (نماز قائم کرو)۔ نیز فرمایا ہے:۔ واقم الصلوۃ۔ (اور قائم کرو نماز طٰہٰ۔ ۱۴)۔ دیگر ایک مقام پر فرمایا ہے:۔ والمقیمین الصلوۃ۔ (اور وہ نماز کو قائم کرنے والے ہیں۔ النساء۔ ۱۶۲)۔

ہر وہ مقام جہاں قرآن پاک میں نماز کی بات کی گئی ہے یہی فرمایا گیا ہے کہ نماز کو قائم کیا جائے مگر جہاں منافق لوگوں کا حال بیان ہوتا ہے تو فرمایا جاتا ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ (پس ان نمازیوں کے واسطے خرابی ہے جو اپنی نمازوں کے بارے میں غفلت کرنے والے ہیں۔ الماعون)۔ یعنی ان کو نمازی کے نام سے ذکر کیا ہے۔

جبکہ ایمانداروں کو نماز قائم کرنے والے کہا گیا ہے۔ کیونکہ نمازی تو بہت ہوتے ہیں۔ جبکہ نماز قائم کرنے والے کم ہوتے ہیں۔ غافل لوگ رواجاً اعمال کو کرتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشی ہونا ذہن میں نہیں ہوتا کہ ان کی نماز کو قبول کیا جائے گا یا کہ مردود قرار پائے گی۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز تو ادا کرتے ہیں لیکن انکی نماز کا صرف چوتھا یا پانچواں یا چھٹا حصہ یہاں تک کہ دسواں حصہ تک فرمایا گیا کہ درج کیا جاتا ہے مراد یہ ہے صرف اتنی ہی نماز لکھ لی جاتی ہے جتنی کہ سمجھ سمجھ کر اور انابت کے ساتھ پڑھی۔

دیگر ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جس نے اپنے دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی جانب رکھ کر دو رکعتیں ادا کیں وہ یوں گناہوں سے نکل گیا جس طرح کہ اس کی والدہ نے اسکو آج ہی جنم دیا ہو۔ پس بندے کی نماز پھر ہی اعلیٰ مرتبہ والی ہوتی ہے جب وہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے۔ اگر توجہ نماز میں نہ ہوتی اور نفس کے وسوسوں میں مشغول رہا تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ جو شخص سلطان کے دروازے پر پہنچ گیا ہو اور اپنے قصوروں کی معافی ملنگے جارہا ہو جب وہ عین دروازے پر پہنچے اسکے سامنے کھڑا ہو جائے بادشاہ اسکی طرف ملتفت ہو جائے تو یہ شخص دائیں بائیں جانب دیکھنا شروع کر دے پھر عیاں ہے کہ سلطان اسکی حاجت پوری نہیں کرے گا۔ سلطان کی طرف جتنا متوجہ وہ ہو گا۔ اتنی ہی اسکی بات تسلیم کی جائے گی۔ نماز کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ بندہ جس وقت غفلت میں غرق نماز ادا کر رہا ہوتا ہے تو اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔

واضح ہو کہ نماز یوں ہے جیسے ایک ولیمہ ہو رہا ہو جو بادشاہ کی طرف سے ہو۔ قسم قسم کے کھانے اور مشروب ہوں ہر رنگ کے مزیدار کھانے ہوں پھر وہ لوگوں کو ولیمہ پر بلائے۔ بالکل ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نماز پر دعوت دی۔ جس میں مختلف انداز کے افعال و اذکار ہیں۔ پس نماز پڑھتے ہوئے عبادت کرنے میں فی الحقیقت ہر طرح کی عبادت سے لذت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ افعال یوں ہیں جیسے کھانے اور اذکار مانند مشروبات کے ہیں۔

منقول ہے کہ نماز میں بارہ ہزار خصائل تھے پھر یہ بارہ ہزار خصائل صرف بارہ خصائل میں جمع کر دیئے گئے۔ پس نماز جو پڑھتا ہے اس کو ان بارہ خصائل کا عہد کرنا ہوتا ہے تاکہ اسکی نماز پوری ہو جائے۔ وہ چھ نماز شروع کرنے سے قبل ہیں اور چھ نماز کے اندر ہیں:

(1) ۔ **علم**۔ اس بارے میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے کہ علم کی حالت میں تھوڑا سا عمل حالت. جہل میں. بہت سے عمل سے. بہتر ہے۔

(2) ۔ **وضو**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز بغیر

طہارت کے نہیں ہوتی۔

(3) ۔لباس۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ خذوز ینتکم عند کل مسجد۔ (ہر نماز کے وقت اپنی زینت لیا کرو۔ ۳۱)۔ اس سے مراد ہے کہ ہر نماز کے وقت پر اپنے کپڑے پہن لو اور یا یہ کہ اپنے بہتر لباس پہن لو۔

(4) ۔وقت کی حفاظت۔ وقت کا خاص خیال رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔

(بے شک نماز ایمانداروں پر مقررہ اوقات کے لحاظ سے فرض ہے۔ النساء۔۱۰۳)۔

(5) ۔اپنا رخ قبلہ کی جانب ہونا۔ اس بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔

(پس تم پھیر لو اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور تم جس مقام پر بھی ہو اپنے چہروں کو اس جانب کیا کرو۔ البقرۃ۔۱۴۴)۔

(6) ۔نیت۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جو اسکی نیت ہے۔

(7) ۔ تکبیر۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے نماز کی تکبیر تحریمہ ہے (یعنی جس وقت اللہ اکبر پکارا تو نماز کا آغاز ہو گیا اب ہر طرح کا خلافِ نماز عمل حرام ہو گیا اور نماز سے حلال ہونا سلام سے ہے (یعنی سلام پھیرنے کے بعد آدمی نماز سے باہر آجاتا ہے)۔

(8) ۔قیام۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وقوموا للہ قنتین۔

(اور اللہ کے واسطے خاموش کھڑے ہو کر نماز ادا کرو۔ البقرۃ۔ ۲۳۸)۔

(9) ۔فاتحہ۔ یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فاقرءوامانیسر من القران۔

(پس تم پڑھو قرآن سے جتنا کہ آسان ہو۔ مزمل۔ ۲۰)۔

(10) ۔رکوع۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وارکعوا (اور رکوع کیا کرو۔ البقرۃ۔ ۴۳)۔

(11) ۔سجدہ۔ سجدہ بجالانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد قدسی ہے:۔ واسجدوا۔ (اور سجدہ کرو۔ الحج۔ ۷۷)۔

(12) ۔قعود۔ یہ اس واسطے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس وقت آدمی آخری سجدہ میں سے اپنا سر اٹھاتا ہے تو تشہد کے بقدر بیٹھے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا بارہ خصائل جب تمام جمع ہو جاتے ہیں۔ تو اب ضرورت ہو جاتی ہے کہ مہر لگا دی جائے اور مہر اخلاص قلب ہے۔ اس لیے کہ یہ چیزیں مکمل ہو پائیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی خالص اسی کی عبادت کرنے کے لیے ہے۔

اور علم حاصل کرنے کی وجوہات تین ہیں اول یہ کہ علم ہو جائے فرض کیا ہے سنت کیا ہے دوم یہ کہ معلوم ہو جائے کہ وضو کے فرائض کیا ہیں اور سنتیں کیا کیا ہیں۔ پھر ہی نماز مکمل ہو سکتی ہے۔ سوم یہ کہ شیطان کے فریب کا بھی علم ہو جائے اور اس کا مقابلہ بندہ اپنی پوری ہمت سے کر سکے۔

اور تین باتیں ہیں جن سے وضو تکمیل پذیر ہوتا ہے اول یہ کہ اپنے دل سے کینہ حسد اور عداوت کو بالکل خارج کر کے پاک کیا جائے دوم اپنے بدن کو معاصی سے پاک کرنا سوم یہ کہ بدن کے اعضاء کو بلا اسراف آب دھویا جائے۔

اس طرح کپڑوں کی طہارت بھی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ اول یہ کہ حلال مال سے لباس بنایا گیا ہو دوم یہ کہ لباس ظاہر نجاست سے پاک کیا جائے۔ سوم یہ کہ لباس

بمطابق سنت ہو وہ فخر اور دکھاوے کے لیے نہ پہنا ہو۔

ایسے ہی وقت کی حفاظت کے لیے بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ سورج چاند ستاروں پر دھیان رہے کہ معلوم ہو جائے کہ نماز کا وقت کب ہو جائے تو نماز ادا کرے۔ دوم یہ کہ کان اذان کی جانب متوجہ رہیں سوم یہ کہ تیرا دل ایسا ہو کہ ہمیشہ وقت کی پابندی پر مائل اور متوجہ ہو۔

قبلہ رو ہونے میں بھی تین چیزیں ملحوظ ہیں۔ اول یہ کہ معلوم ہو کہ تم کون سی نماز ادا کرنے لگے ہو دوم یہ معلوم ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جو تم کو دیکھ رہا ہے۔ پس اسکے سامنے بحالت خوف کھڑے ہو۔ سوم یہ کہ تمہیں یہ علم ہو کہ تمہارے دل کے اندر کیا ہے تاکہ تم دنیوی وسوسوں سے اپنے دل کو پاک رکھ سکو۔

تکبیر کی تکمیل کیلئے بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ درست اور پختہ تکبیر کہی جائے دوم یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا جائے سوم یہ کہ تمہارا دل نماز میں حاضر رہے۔ پس عظمت الٰہی سوچتے ہوئے تکبیر کہی جائے۔

قیام کی تکمیل کے لیے بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ نگاہ سجدہ کرنے کے مقام پر ہو دوم یہ کہ دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی جانب پوری طرح سے ہو۔ سوم یہ کہ دائیں بائیں طرف بالکل ملتفت نہ ہو۔

قرات کی تکمیل کے لیے بھی تین چیزیں ضروری ہیں اول یہ کہ اچھے انداز میں ترتیل کے ساتھ قرات کی جائے اور سورت فاتحہ پڑھے۔ دوم یہ کہ غور و تدبر سے پڑھے معانی پر توجہ ہو سوم یہ کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر عمل بھی کیا جائے۔

رکوع کی تکمیل کے ضمن میں تین باتیں ہیں۔ اول یہ کہ پشت سیدھی رہے نہ بلند ہو نہ نیچی ہو۔ دوم یہ کہ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے اور انگلیوں کے درمیان فراخی رہے۔ سوم یہ کہ اطمینان سے رکوع کیا جائے تسبیحیں پڑھے ان میں عظمت الٰہیہ پر خیال ہو۔

سجدہ کی تکمیل کے بارے میں بھی تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ دونوں ہاتھوں کو

کانوں کے برابر رکھا جائے دوم یہ کہ اپنے بازوؤں کو زیادہ نہ پھیلایا جائے۔ سوم یہ کہ سکون سے رہے اور تسبیح پڑھے۔

قعدہ کے تکمیل کے واسطے تین باتیں لازمی ہیں۔ اول یہ کہ بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے۔ دوم یہ کہ تشہد کی دعا پڑھی جائے دوران تشہد اللہ تعالیٰ کی عظمت دھیان میں رہے اپنے واسطے اور سب ایمان والوں کے لیے دعامانگے سوم یہ کہ مکمل کرنے کے بعد سلام پھیرے۔

اور سلام یوں تکمیل پذیر ہو گا کہ دل میں نیت سچی ہو دائیں طرف کے محافظ فرشتوں اور مردوں اور عورتوں پر سلام کیا جائے۔ پھر ایسے ہی بائیں جانب کرے اور اپنی نگاہیں کندھوں سے آگے نہ لے جائے۔

اخلاص کی تکمیل کے لیے بھی تین باتیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ اپنی نماز کے واسطے رضائے الٰہی چاہے۔ اور لوگوں کی رضامت طلب کرے۔ دوم یہ کہ یقین ہو کہ تمام تر توفیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی ہے۔ سوم یہ کہ اسکی حفاظت کی جائے تاکہ قیامت تک درست ہی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

من جاء بالحسنة (اور جو نیکی لے کر آیا اور یہ نہیں فرمایا کہ) من عمل بالحسنة (جس نے نیکی پر عمل کیا)۔ مراد یہ ہے کہ لازم یہ ہے کہ نیکی وہ ہو جو محفوظ ہے تاقیامت تاکہ اس نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر پیش ہو)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 64

انعقاد قیامت و متعلقہ مناظر

اس کے متعلق قبل ازیں جناب ام المومنین سیدہ عائشہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک دوست اپنے دوست کو کیا روز قیامت یاد کرے گا۔ تو فرمایا کہ کوئی یاد نہیں کرے گا تین جگہوں پر۔ بوقت میزان جب تک کہ جان لے کہ ترازو ہلکا رہایا کہ بھاری رہا اور اعمالنامہ حاصل ہونے کے وقت (جب تک جان نہ لے) کہ اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملایا کہ بائیں ہاتھ میں اور جس وقت دوزخ میں سے ایک گردن بر آمد ہوگی وہ ان پر لپٹ جائے گی اور کہے گی کہ مجھ کو تین پر اللہ تعالیٰ نے تسلط عطا کر دیا ہے۔ ایک اس پر مسلط فرمادیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارتا ہے (یعنی کسی اور کی عبادت کرے یا اسے اپنا مستقل حاجت روا جانتے ہوئے پکارے)۔ اور ہر سرکشی کرنے والے ظالم شخص پر اور اس شخص پر جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ ان پر لپٹ جائے گی اور دوزخ میں عمیق شدید عذاب میں ڈال دے گی اور دوزخ کے اوپر بال سے بھی زیادہ باریک پل ہے۔ جو تلوار سے تیز تر ہے اس کے کانٹے ہوں گے اور کانٹوں والے پودے بھی کچھ لوگ تو مانند بجلی کے تیزی کے ساتھ اس پر سے گذریں گے اور بعض مانند تیز آندھی کے۔ (الحدیث)۔

حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت زمین اور آسمانوں کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی تو صور پیدا فرمائی اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دے دی۔ انہوں نے اس کو اپنے منہ سے لگایا ہوا ہے اور عرش کی جانب دیکھتے ہوئے منتظر ہیں کہ کب حکم فرمادیا جائے (اور میں صور پھونک دوں)۔ راوی بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صور کیا ہے تو فرمایا وہ

ایک سینگ ہے نور کا (بنا ہوا) اسکی وسعت زمین اور آسمانوں جتنی ہے اس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔ ایک مرتبہ نفخۃ الفزع ہوگی (یعنی گھبراہٹ کی پھونک) ایک نفخۃ الصعقۃ (یہ بیہوشی کی) پھونک ہے۔ اور ایک نفخۃ البعث لگائی جائے گی (یعنی دوسری بار زندہ ہو جانے کی پھونک)۔ پس اسکے ساتھ ہی روحیں نکل پڑیں گی جس طرح شہد کی مکھیوں سے سب زمین و آسمان بھر جاتے۔ وہ ناک کی راہ جسموں کے اندر داخل ہو جائیں گی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں اول ہوں

وہ جس کی قبر کھل جائے گی۔ دیگر ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس وقت حضرات جبریل میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو دوسری بار زندہ فرمائے گا۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبر کی جانب اتر آئینگے۔ ان کے ساتھ براق اور جنتی لباس بھی ہو گا۔ آنجناب کی قبر مبارک کھل جائے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جبریل علیہ السلام کیجانب نگاہ ڈالیں گے اور فرمائیں گے۔ اے جبریل یہ کونسا روز ہے وہ جواب دیں گے کہ روز قیامت ہے۔ یہ روز ہے حق ہونے والی کا یہ روز ہے کھڑکھڑانیوالی کا آپ ارشاد فرمائیں گے۔ اے جبریل میری امت سے اللہ تعالیٰ نے کیسا سلوک فرمایا ہے۔ جبریل علیہ السلام عرض کریں گے۔ حضور آپ خوش ہو جائیں کہ سب سے پیشتر آپ کی قبر کی زمین ہی پھٹی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ اے گروہ جنات کے اے گروہ انسانوں کے میں نے تم کو نصیحت فرمائی اور اب یہ تمہارے (سرانجام دیے ہوئے) اعمال تمہارے اعمالناموں میں ہیں۔ جسے بھلائی میسر ہو وہ حمد بیان کرے اللہ تعالیٰ کی اور جسے اسکے علاوہ کچھ ملے وہ بجز اپنے کسی اور کو ملامت مت کرے۔

اور یحییٰ بن معاذ نے فرمایا ہے کہ انکی مجلس کے اندر یہ آیہ کریمہ کسی نے پڑھ دی:- یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا۔ ونسوق المجرمین الی جهنم وردا (اور اس روز اہل تقویٰ کو ہم رحمان کی جانب اکٹھا کریں گے یعنی بحالت سوار اور عاصیوں کو ہم

پیاس کی حالت میں۔ جہنم کی جانب چلائیں گے۔ مریم۔ ۸۶)۔ یعنی یہ پیدل ہونگے اور پیاسے بھی ہونگے۔ تو انہوں نے فرمایا اے لوگو! ٹھہرو، ٹھہرو، کل کو تمہیں حشر کے میدان میں اکٹھا کیا جانا ہے اور تم ہر طرف گروہ در گروہ آرہے ہوگے اور اکیلے اکیلے ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوگے۔ لہذا نیکی اور بھلائی کو اختیار کرو تم سے ہر بات پوچھی جائے گی۔ اولیاء کرام تو وفد کی شکل میں عزت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے لے جائینگے اور اہل معصیت کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر دیا جائے گا۔ وہ گروہ در گروہ درزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اے میرے بھائیو تمہارے آگے وہ روز ہے جو تمہارے شمار میں پچاس ہزار برس کے برابر لمبا ہے اور وہ ہے صور پھونکے جانے کا دن وہ بڑی سخت تنگی والا دن ہے۔ جس روز کہ کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے جس روز کہ نہ مال کچھ نفع دے گا نہ ہی اولاد سوائے اسکے کہ وہ (بندہ) قلب سلیم لیے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جائے اس روز ظلم کرنے والوں کا معافی طلب کرنا کچھ کام نہ آئے گا اور ان کے اوپر لعنت پڑے گی اللہ تعالیٰ سے ان کے واسطے جائے قرار بری ہوگی۔

اور حضرت مقاتل بن سلیمان نے فرمایا ہے روز قیامت ایک صد سال تک مخلوق چپ چاپ کھڑی رہے گی اور کلام نہ کرے گی اور ایک صد برس اندھیرے میں حیرت زدہ رہے گی اور ایک صد سال تک اپنے پروردگار کے سامنے مضطرب حالت میں اور بیک دگر نزاع کرتے ہوں گے اور قیامت کا وہ پچاس ہزار برس کا طویل روز ایک پر خلوص صاحب ایمان کی ہلکی سی فرض نماز کی مدت کی مانند بسر ہو جائے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے کے قدم اس وقت تک نہ ہٹیں گے۔ تاآنکہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پرسش نہ ہو جائے گی۔

(۱)۔ کس عمل میں تو نے اپنی عمر فنا کی۔

(۲)۔ کونسے عمل میں تو نے اپنے جسم کو بوسیدہ کر دیا۔

(۳)۔ تو نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا تھا۔

(۴)۔ تو نے کہاں سے مال کمایا تھا اور اس کا مصرف کیا کیا۔

حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہر نبی کے لیے مقبول دعا ہے۔ انہوں نے وہ دنیا کے اندر ہی مانگ لی اور میں نے اپنی دعا کو محفوظ ہوا ہے۔ اپنی امت کی شفاعت کے لیے۔

یا الہی ہم کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم کی شفاعت عطا فرما۔ آمین۔ (ثم آمین)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واہل بیتہ واصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 65

میزان و دوزخ

اس کے متعلق قبل ازیں بھی ذکر ہو چکا ہے پھر بھی فائدے کی تکمیل اور برائے نصیحت اس کو دوسری مرتبہ بیان کر دیں تو کچھ مضائقہ نہ ہو گا۔ ممکن ہے دوبارہ بیان ہونے سے غفلت شعار اور خراب دلوں کے حق میں مفید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی دوزخ کے حالات بار بار بیان فرمائے ہیں۔ تاکہ عقل والوں کو نصیحت ملے دنیا فنا ہو جانیوالی ہے۔ اور آخرت باقی رہے گی اور یہ ہی بہتر ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں دوزخ سے بچائے رکھے۔

دوزخ سے متعلق حدیث ہے کہ. جہنم سیاہ اندھیری ہے۔ اس میں کوئی روشنی موجود نہیں ہے اور کوئی شعلہ نہیں ہے (روشنی کے واسطے) اسکے دروازے سات ہیں۔ ہر دروازہ پر ستر ہزار پہاڑ ہیں۔ (ان میں سے) ہر کوہ کے اندر آتش کے ستر ہزار شعبہ جات ہیں اور ہر شعبہ میں آگ کے ستر ہزار قطعے ہیں اور ہر قطعہ میں آتشیں وادیاں ستر ہزار ہیں اور ہر وادی ستر ہزار آتشی مکانات پر مشتمل ہے۔ ہر مکان ستر ہزار آتشی کمروں پر مشتمل ہے اور ہر کمرے کے اندر سات ہزار سانپ ہیں اور ستر ہزار بچھو بھی ہر بچھو ستر ہزار دمیں رکھتا ہے۔ ہر دم میں ستر ہزا تھیلیاں ہیں جن میں زہر ہے جب روز قیامت ہو گا تو ان پر سے حجاب اٹھایا جائے گا۔ وہ گروہ کی شکل میں دیوار کی طرح جن وانس کے دائیں اڑیں گے۔ مانند دیواروں کے بائیں جانب پرواز کریں گے مانند دیواروں کے ان کے روبرو پرواز کریں گے۔ دیواروں کی ہی مانند ان کے اوپر پرواز کرتے ہوں گے اور بعض پچھلی جانب اڑتے ہوں گے۔ جس وقت جن وانس ان کو دیکھ لیں گے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر جائینگے اور تمام پکاریں گے۔ اے پروردگار تعالیٰ ہم کو اس سے بچا۔

مسلم شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ روز قیامت ایسے حال میں دوزخ لائی جائے گی اسکو ستر ہزار لگامیں پڑی ہوئی ہوں گی اور ہر لگام سے اس کو ستر ہزار ملائکہ گھسیٹ رہے ہوں گے۔ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ملائکہ دوزخ کی عظمت کے متعلق، کہ جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:۔ **غلاظ شداد** (تند اور شدید نہایت ہیں۔ التحریم۔۶)۔ فرمایا ہے کہ ہر ملک اتنا بڑا (قد آور) ہے کہ اسکے دو کندھوں کے بیچ میں ایک برس کی مسافت جتنا فاصلہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کی طاقت کا حال یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ہتھوڑا کسی کوہ پر مار دے تو اس کو ہموار کر کے رکھ دے وہ اپنی ہر ضرب کے ساتھ ستر ہزار اہل دوزخ کو گہرائی دوزخ میں پھینک دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ **علیہا تسعة عشر** (اس پر انیس (ملائکہ ہیں۔ المدثر۔ ۳۰)۔ یعنی وہ زبانیہ ہیں (مراد ہے شدید ہیں)۔ اور دوزخ کے تمام فرشتوں کی تعداد تو اللہ ہی کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ومایعلم جنود ربک الا ھو

(اور تیرے رب کے لشکروں کا علم صرف اسی کو ہے۔ المدثر۔ ۳۱)۔

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ دوزخ کہاں تک وسعت رکھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا واللہ مجھے اسکی وسعت معلوم نہیں ہے۔ البتہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ہر زبانیہ (فرشتہ) کے کان کی لو اور اسکے کندھوں کے درمیان ستر برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے اور ان میں خون اور پیپ کی وادیاں بہتی ہیں۔ ترمذی کی حدیث ہے کہ دوزخ کی ہر دیوار چالیس برس (کی مسافت) کے برابر موٹی ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تمہاری یہ آتش دوزخ کی آتش کے ستر اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ (آتش دنیا) بھی کافی ہے تو فرمایا اس میں انہتر گنا مزید اضافہ ہو گا ہر ایک اتنا ہی گرم ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل دوزخ سے ایک دوزخی اگر اپنے

ہاتھ کو اہل دنیا کے سامنے نکال دے تو اس کی حرارت کے باعث تمام دنیا جل کر رہ جائے اور اگر ایک داروغہ دوزخ دنیا والوں کی طرف نکل پڑے کہ وہ اس کو دیکھ لیں تو اسکے اوپر غضب الٰہی کی علامات کو دیکھتے ہی وہ مر جائیں۔

مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ ایک دھماکہ کی آواز ان کو سنائی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے۔ عرض کیا اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے اسے ستر برس قبل دوزخ میں پھینکا گیا تھا جو اب تک آگ میں گرتا چلا جاتا تھا آج وہ اسکی گہرائی میں جا پہنچا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کہا کرتے تھے کہ دوزخ کو زیادہ یاد رکھو کیونکہ اسکی حرارت بہت سخت ہے اور اس کا عمق بھی دور تک ہے اور اسکی زنجیریں آہنی ہیں۔ حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے۔ آتش، اہل دوزخ کو یوں اچک لے گی جس طرح کوئی پرندہ دانے چگ لیتا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اس ارشاد الٰہی کے معنی کیا ہیں۔

اذا راتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا و زفیرا

(جب وہ ان کو دور سے ہی دیکھ لے گی وہ اس کو سن لیں گے غیظ میں چنگھاڑتی ہوئی۔ الفرقان۔ ۱۲)۔

ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آگ آنکھیں بھی رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں کیا تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں سنا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کو دوزخ کی آنکھوں کے درمیان اپنی جائے قرار بنا لینی چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا اسکی آنکھیں ہیں۔ تو فرمایا کیا تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد کو سنا نہیں ہے:۔

اذا راتھم من مکان بعید۔

(جب وہ (دوزخ) دور سے انکو دیکھے گا)۔

اور اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔ کہ آگ میں سے ایک گردن برآمد

ہوگی ۔ اسکی دو آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی اور ایک زبان ہوگی ۔ جس کے ساتھ وہ کلام کرے گی اور کہے گی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط عطا فرمایا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود پکارتا رہا" (الحدیث)۔ پس جیسے پرندہ تل کو دیکھ لیتا ہے یہ (دوزخ سے برآمد شدہ گردن) اس سے زیادہ تیز نگاہ سے دیکھنے والی ہوگی۔ بالآخر اس کو ہڑپ کر لے گی۔

میزان:- حدیث پاک میں وارد ہے کہ نیکیوں والا پلڑا نور کا ہو گا۔ جبکہ برائیوں والا پلڑا ظلمت کا ہو گا اور ترمذی شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت عرش کے دائیں طرف رکھی جائے گی اور آگ بائیں طرف اور نیکیاں دائیں جانب اور برائیاں بائیں طرف۔ یوں جنت نیکیوں کے مقابل ہوگی (یعنی وہ نیکیوں کے ساتھ ہوگی)۔ اور دوزخ برائیوں کے مقابل ہوگی (یعنی ساتھ ہی ہوگی)۔

حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے نیکیاں اور برائیاں اس طرح کے میزان میں وزن کی جائیں گی کہ اسکے دو پلڑے ہوں گے اور ایک کانٹا اور بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کے اعمال کا وزن کرنے کا ارادہ کر لے گا تو روز قیامت ان کو اجسام عطا کر دے گا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 66

عجب و تکبر مذموم ہے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو فلاح دارین عطا فرمائے یہ یاد رہے کہ تکبر اور عجب دو چیزیں ہیں۔ جو تمام فضائل کو برباد کر دینے والی ہیں۔ اور رذائل کا سبب ہوا کرتی ہیں۔ اتنی سی ہی رذالت کافی ہوتی ہے کہ انسان نصیحت پر کان نہ دھرے اور نہ کوئی ادب کی بات ہی قبول کرے۔ بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ حیا اور تکبر کے درمیان علم برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ علم کی جنگ ہوتی ہے۔ تکبر سے جس طرح کہ بلند و بالا عمارت سے سیلاب کی جنگ ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "جس شخص نے اپنا کپڑا تکبر سے گھسیٹا۔ اسکی جانب اللہ تعالیٰ نگاہ نہ فرمائے گا"۔ (یعنی رحمت کی نظر)۔ اور حکماء نے کہا ہے تکبر کے ساتھ سلطنت نہیں رہا کرتی اللہ تعالیٰ نے تکبر کے ساتھ ہی فساد کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا۔

(یہ پچھلا گھر ہم یہ ایسے لوگوں کے واسطے بناتے ہیں جو زمین میں نہیں چاہتے بلندی (یعنی سرکشی) اور نہ ہی فساد۔ القصص۔ ۸۳)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

(البتہ اپنی نشانیوں کو میں ان سے پھیر دوں گا جو لوگ کہ زمین کے اندر بغیر حق تکبر کرتے ہیں۔ الاعراف ۱۴۶)۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ میں نے ہر تکبر کرنے والے کو دیکھا ہے کہ اسکا حال برباد ہو گیا یعنی جس چیز کے باعث وہ لوگوں کے سامنے اکڑتا تھا وہ نعمت ہی اس سے جاتی رہی۔

ابن عوانہ ایک بہت ہی برا شخص تھا۔ بڑا متکبر تھا کہتے ہیں کہ اس نے اپنے غلام کو کہا مجھے پانی پلاؤ۔ غلام نے (جوابا) ہاں کہا۔ اس نے کہا ہاں تو وہ ہی کہتا ہے جو نہیں پر بھی

قادر ہوتا ہے۔ پس میں تجھے تھپڑ ماروں گا۔ اس نے اس کو تھپڑ رسید کر دیا۔ اس نے ایک کسان کو طلب کیا اسکے ساتھ باتیں بھی کیں۔ پھر اسے حقیر جانتے ہوئے کلی کرنا شروع کر دیا تاکہ اس سے بات کرنے کی نجاست دور ہو جائے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے خود کو ایسے مقام پر بٹھایا ہوا ہے کہ اگر وہاں سے گر گیا تو پاش پاش ہو جائے گا۔ حافظ نے کہا ہے کہ قریش سے بنی مخزوم اور بنو امیہ اور بعض دیگر عرب لوگ جیسے کہ بنو جعفر بن کلاب بنو زرارہ بن عدی کے بعض لوگ تکبر کرنے والے ہیں اور فارس کے سلطان تو دیگر عوام کو اپنا غلام گردانتے ہیں اور خود کو ان کا مالک جانتے ہیں بنو عبدالدار کے ایک شخص سے کسی نے کہا تم خلیفہ کے پاس کیوں حاضر نہیں ہوتے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ میرے شرف کو برداشت نہ کر سکے گا اور کسی شخص نے حجاج بن ارطاۃ سے کہا تم جماعت کے ساتھ کیوں شامل نہیں ہوتے اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے وہاں خدشہ ہوتا ہے کہ سبزی بیچنے والے (یعنی ادنیٰ درجہ کے لوگ بھی) میرا سامنا کریں گے۔

کہا جاتا کہ وائل بن حجر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کو قطعہ زمین عطا فرمایا اور حضرت معاویہ کو فرما دیا کہ یہ زمین اس کو دے دیں اور اسکو تحریر کر دیں۔ معاویہ شدید گرمی میں بوقت دوپہر ہی اسکے ہمراہ چلے گئے اسکی اونٹنی کے پیچھے پیچھے پیدل چلتے رہے تمازت آفتاب جلا رہی تھی۔ حضرت معاویہ نے اس کو فرمایا کہ مجھے بھی اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کر لو تو اس نے جواب دیا کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ بادشاہوں کے ساتھ بیٹھ سکو۔ آپ نے اس کو کہا کہ پھر تم مجھے اپنا جوتا ہی دو (کہ میں زمین کی حرارت سے بچ سکوں) اس نے کہا اے ابن ابی سفیان مجھے بوجہ بخل انکار نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدشہ ہے کہ اگر تو نے میرا جوتا پہن لیا تو تو یمن کے اقبال تک رسائی حاصل کر لے گا۔ پس تیرے واسطے اسی قدر ہی شرف بہت ہے کہ تو میری اونٹنی کے سایہ میں چلتا رہے کہا جاتا ہے یہ متکبر آدمی پھر حضرت معاویہ کے دور خلافت میں ان سے ملا۔ آپ نے اس کو اپنے ساتھ ہی چارپائی پر بٹھالیا اور اسکے ساتھ باتیں کیں۔ مسرور بن ہند نے ایک شخص سے کہا کہ کیا مجھے تو جانتا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں اس نے اسے کہا کہ میں مسرور بن ہند ہوں۔ اس نے کہا کہ میں تجھ کو نہیں جانتا ہوں۔ تو مسرور کہنے لگا کہ ہلاکت ہے اسکے واسطے جو چاند کو بھی نہ جانے۔ ایک

شاعر نے کہا ہے۔

قولا لاحمق یلوی الیتہ اخدعہ
لو کنت تعلم ما فی الیتہ لمہ تتکبر
الیتہ مفسدۃ للدین منقصۃ
للعقل مھلکۃ للعرض فانتبہ

(اس بیوقوف سے کہہ دو کہ جو اپنے سرین تکبر سے مٹکا رہا ہے۔ اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ ان میں کیا ہے۔ تو تم تکبر ہرگز نہ کرتے تکبر دین کے لیے تباہ کن ہوتا ہے اور عقل میں نقصان کا باعث ہوتا ہے اور عزت کے لیے مہلک ہوتا ہے۔ پس تو بیدار ہو)۔

اور ایک قول میں ہے کہ تکبر صرف ایسا شخص ہی کیا کرتا ہے جو (فی الحقیقت) ذلیل ہو اور تواضع وہ ہی اختیار کرتا ہے جو بلند مرتبہ انسان ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں (اول) بخل جس کی اطاعت کی جاتی ہو (دوم) خواہش جس کی پیروی کی جاتی ہو (سوم) انسان اپنے نفس پر عجب (تکبر) کرتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام جب قریب الوفات ہوئے تو اپنی اولاد کو انہوں نے طلب فرمایا اور فرمایا کہ تم کو دو چیزوں کا میں حکم فرماتا ہوں۔

اور دو باتوں سے تمہیں ممانعت فرماتا ہوں۔ شرک و تکبر سے منع فرماتا ہوں۔ اور حکم فرماتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ کیونکہ میزان کے ایک پلڑے میں لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے گا۔ اور دوسرے پلڑے میں آسمان اور زمین اور مافیہما تمام رکھا جائے گا۔ پس لا الہ الا اللہ والا پلڑا زیادہ وزنی ہو گا اور اگر آسمان اور زمین ایک حلقے میں رکھ دیے جائیں اور پھر انکے اوپر لا الہ الا اللہ کو رکھا جائے۔ تو ان دونوں کو ہی توڑ دے گا اور میں تمہیں سبحان اللہ و بحمدہ پڑھنے کا حکم فرماتا ہوں۔ کیونکہ ہر شے کو صلوۃ یہ ہی ہے اور اس کے ذریعے ہی ہر شے کو رزق میسر ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسکے واسطے خوشخبری ہے جسے اللہ تعالیٰ

اپنی کتاب کا علم عطا کر دے اور وہ تکبر کرتا ہوا نہ مرے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کا گذر ایک بازار میں سے ہوا۔ وہ سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا لیے ہوئے تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ کیوں اٹھایا ہوا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مستغنی فرمایا ہوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا میری خواہش ہوتی کہ خود سے تکبر کو دور کر دوں۔ تفسیر قرطبی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد:۔ ولا یضربن بار جلھن (اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مت ماریں۔ النور۔ ۳۱)۔ کے حوالے سے فرمایا ہے۔ فخر و غرور کے لیے مردوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے واسطے ایسا فعل (یعنی پاؤں مارنا) حرام ہے۔ ایسے ہی مرد اگر جوتے زمین پر مارتا ہوا گذرتا ہے تو وہ بھی حرام ہی ہے۔ اس لیے کہ تکبر اور عجب بہت بڑا گناہ ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 67

یتیموں پر احسان کرنا اور ظلم نہ کرنا

بخاری میں ہے کہ "میں اور وہ جو یتیم کا کفیل ہو جنت میں یوں ہونگے" اور اشارہ فرماتے ہوئے شہادت کی انگشت اور درمیان والی انگشت کے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ کر دیا۔

مسلم میں ہے یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ یتیم اپنا عزیز ہو یا غیر یتیم اس کا میں اور وہ (کفیل یتیم) جنت میں یوں ہوں گے اور انگشت شہادت کو درمیان والی انگشت سے ملائے ہوئے اشارہ فرمایا۔

اور بزاز میں آیا ہے۔ جس نے یتیم کی کفالت کی (خواہ وہ اس کا) رشتہ دار ہو یا رشتہ دار نہ ہو تو میں اور وہ (شخص) یوں ہوں گے جنت کے اندر اور (آپ نے) دونوں انگلیاں ملائیں اور جس نے تین دختروں پر (ان کے اخراجات پرورش و شادی وغیرہ کیلئے) محنت برداشت کی وہ جنت میں ہے اور اسکے حق میں فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے کا ثواب ہے۔ جو روزہ دار اور قیام کرنے والا ہو (یعنی رات کو نماز پڑھنے والا)۔

ابن ماجہ شریف میں آیا ہے۔ "جس نے تین یتیموں کو پالا وہ یوں ہے جیسے وہ (شخص) جو شب میں قیام کرتا ہو اور دن کو روزے رکھتا ہو اور صبح و شام فی سبیل اللہ تلوار اٹھائے رہتا ہے اور میں اور وہ (شخص) جنت کے اندر بھائی بھائی ہوں گے۔ جس طرح یہ دو بہنیں ہیں اور (آپ نے) شہادت کی اور درمیان والی انگلیوں کو ملالیا۔

ترمذی شریف میں وارد ہے اور اس کو صحیح بتایا گیا ہے کہ جس (شخص) نے مسلمانوں میں سے ایک یتیم کے خور و نوش کی ذمہ داری کو اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا بالیقین مگر یہ کہ اس نے ایسے گناہ کا ارتکاب کر لیا ہو جو معاف نہ کیا جاتا ہو جیسے کہ شرک و کفر وغیرہ)۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے جو کہ حسن ہے۔ "یہاں تک کہ وہ (یتیم) اس کا محتاج نہ رہے اسکے لیے لازما جنت واجب ہو گئی"۔ اور ابن ماجہ شریف میں ہے کہ مسلمانوں کا سب سے برا گھر وہ ہے۔ جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اسکے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہو۔

اور ابو یعلی سے مروی ہے بہ سند حسن کہ میں اول ہوں گا جنت کے دروازے کو کھولنے والا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں گا کہ ایک مجھ سے بھی آگے بڑھ رہی ہے (اس کو) میں پوچھوں گا کہ تو کون ہے تو وہ کہے گی۔ میں عورت ہوں۔ اپنے یتیم کو پالنے کی خاطر بیٹھ رہی تھی (یعنی دوبارہ کسی سے نکاح نہ کیا تھا)۔ طبرانی میں مروی ہے اور اس روایت کی سند میں بجز ایک راوی کے دیگر تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور وہ متروک نہیں ہے۔ "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ روز قیامت ایسے شخص کو اللہ تعالی عذاب میں مبتلا نہ فرمائے گا۔ جو یتیم پر رحم کرتا ہو اور بات کرتے ہوئے اسکے ساتھ نرمی رکھتا ہو اور اسکی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھاتا ہو اور اسکو جو اپنا فضل اللہ تعالی نے عطا کر رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے اس پر ظلم و جبر نہ کرتا ہو۔

اور مسند احمد وغیرہ میں آیا ہے۔ "جس نے (کسی) یتیم کے سر پر (اپنا) ہاتھ پھیرا اور محض رضائے الہی کے لیے ہی ہاتھ پھیرا اسکے واسطے ہر بال کے عوض میں نیکیاں ہیں۔ جن جن (بالوں پر) ہاتھ پھیرا ہو اور جس نے (کسی) یتیم لڑکے پر جو کہ اسکے پاس ہو احسان فرمایا وہ (شخص) اور میں جنت کے اندر یوں ہوں گے جس طرح دو انگلیاں (الحدیث)۔ اور ایک جماعت سے روایت ہوا ہے اور اس کو حاکم صحیح کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی بینائی جاتی رہنا کمر دہری ہو جانا اور یوسف علیہ السلام کے برادران کا انکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا یہ تمام کچھ ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر والوں کے لیے ایک بکری ذبح کی تھی اور اسے خود کھایا تھا۔ لیکن جو روزہ دار بھوکا یتیم مسکین آیا تھا۔ اس کو نہیں کھلائی تھی۔ اللہ تعالی نے ان کو بتا دیا کہ عند اللہ سب سے زیادہ پسندیدہ بات مخلوق کی یہ ہے کہ وہ یتیموں اور مساکین کے ساتھ محبت رکھتا ہو اور ان کو حکم فرما دیا کہ کھانا تیار کر کے مسکینوں کو اس پر دعوت دیں پس آپ نے اس طرح ہی عمل کیا۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ

وسلم کا ارشاد ہے۔ بیوہ اور مسکین پر جو خرچ کرے وہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے کی مانند ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا وہ (رات کو) قیام کرنے والے ایسے (شخص) کی مانند ہے جو کاہل نہ ہو اور اس روزے دار کی مانند ہے جو افطار نہیں کرتا۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ شروع میں میں بدمست (یعنی شراب نوشی کر کے مست رہنے والا) اور معاصی میں مستغرق رہا کرتا تھا۔ ایک دن ایک یتیم کو میں نے دیکھ لیا تو اس کی عزت افزائی کی۔ جس طرح کے اپنے بچوں کی کی جاتی ہے۔ بلکہ اسکی عزت اس سے بھی فزوں ترکی۔ ازاں بعد میں سو گیا تو عذاب کے فرشتے میں نے دیکھے۔ جو سختی کے ساتھ مجھے گرفت کیے ہوئے دوزخ کی جانب لیے جاتے تھے کہ ایکدم وہی یتیم آ دھمکا اور کہنے لگا۔ اس کو چھوڑ دو تاکہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ بات کر لوں۔ مگر فرشتوں نے انکار کر دیا پھر آواز آگئی کہ اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس نے اس یتیم بچے پر احسان روا رکھا تھا۔ پس اس کو چھوڑ دیا پھر میں بیدار ہوا اس روز سے (لے کر آئندہ) یتیموں پر بہت زیادہ احسان کرنا میں نے شروع کر دیا۔

حکایت:- سادات خاندان کا ایک اچھا خاصا خوشحال مالدار آدمی تھا۔ اس کی بیٹیاں تھیں۔ وہ علوی والدہ سے (پیدا شدہ) تھیں۔ وہ آدمی مر گیا اور ان پر کی سختی وارد ہو گئی۔ ان کی والدہ ان کو وہاں پر ہی چھوڑتے ہوئے ان کی خاطر کھانے کی جستجو میں نکل پڑی۔ وہ اس شہر کے ایک بڑے شخص کے پاس آئی جو کہ مسلمان تھا اس نے اس کو اپنے حال سے آگاہ کیا۔ اس آدمی نے اسکی تصدیق نہ کی اور اس کو کہا کہ اس پر میرے پاس گواہوں کو لانا تمہارے واسطے لازم ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو ایک مسافر عورت ہوں (یہ سن کر) اس شخص نے اعراض کر لیا۔ ازاں بعد وہ ایک مجوسی (آتش پرست) کے قریب سے گذری تو اس کو اپنا حال بیان کیا اس نے اسکی تصدیق کرتے ہوئے ایک عورت کو وہاں بھیجا۔ جو انہیں اپنے ساتھ لے آئی۔ اس کو اور اسکے بچوں کو اپنے گھر کے اندر ٹھہرا دیا اور اچھی خاطر مدارت بھی کی۔

آدھی رات کا وقت تھا تو دوران خواب وہ مسلمان دیکھتا ہے کہ قیامت قائم ہو چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے سر اقدس پر حمد کا جھنڈا بلند کیے ہوئے ہیں۔ آپکے قریب ایک عظیم محل ہے۔ اسنے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

کس کا محل ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان شخص کے واسطے ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک مسلمان توحید پرست ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم گواہ پیش کرو۔ اب وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ آنحضرت نے اسکو اس علویہ کا واقعہ سنا دیا۔ پس وہ شخص از حد مغموم و پریشان بیدار ہوا۔ اور اس عورت کو بہت ڈھونڈا بالآخر پتہ چلا کہ فلاں مجوسی کے گھر میں ہے۔ اس نے مجوسی آدمی کو کہا کہ اس عورت کے میرے گھر میں بھیج دو۔ مجوسی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا لہ انکے سبب سے تو مجھے بڑی برکتیں عطا ہو گئی ہیں۔ مسلمان اس کو کہنے لگا کہ مجھ سے ایک ہزار دینار لے لے اور ان کو میرے حوالے کر دے۔ اس نے زبردستی کرنے کی نیت کر لی۔ تو مجوسی نے کہا کہ جس کی تجھے طلب ہے اسکا میں خود زیادہ حقدار ہوں۔ تو جو محل دوران خواب دیکھ چکا ہے وہ میرے لیے تخلیق فرمایا گیا ہے۔ اور تم مجھ پر اپنے اسلام کا فخر واضح کر رہے ہو۔ واللہ میں خود اور میرے اہل خانہ پیشتر اسکے کہ سونے کے لیے جاتے اس علویہ عورت کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے اور میں بھی وہ خواب دیکھ چکا ہوں۔ جو تو نے دیکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا وہ علویہ عورت اور اسکی دختریں تیرے گھر میں ہی ہیں؟ میں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ یہ محل تیرے واسطے اور تیرے اہل خانہ کے واسطے ہے۔ پھر وہ مسلمان رخصت ہو گیا اور وہ اتنا شدید غم میں مبتلا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 68

حرام کھانے سے بچنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

یایھاالذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔

(اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناجائز مت کھاؤ۔ النساء۔ ۲۹)

اس آیہ کریمہ کے مفہوم کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس سے مراد سود خوری جوا، لوٹ مار چوری خیانت اور جھوٹی گواہی اور جھوٹی شہادت کے ذریعے مال حاصل کر لینا وغیرہ (حرام کھانا فرمایا گیا) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا مال ہے۔ جو دوسرے شخص سے بلا کسی عوض کے حاصل کر لیا جائے۔ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ نے دقت محسوس کی وہ کسی کے بھی گھر سے نہیں کھاتے تھے۔ پس سورۃ النور کی اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا۔

ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اباء کم۔ الخ

(اور کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے ماں باپ کے گھروں سے کھاؤ۔ النور۔ ۶۱)۔

ایک قول ہے کہ اوپر مندرجہ پہلی آیت سے مراد فاسدہ عقود ہیں۔ اور یہ کس بنا پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایک قول کے مطابق یہ محکم آیت ہے۔ یہ منسوخ نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی یہ تا قیامت منسوخ ہوگی۔

ہر ناجائز و ناحق طریقے سے کھانا باطل ہی ہے۔ زیادتی کر کے حاصل کر لینا جیسے کہ چھین لینا یا خیانت سے حاصل کر لینا چوری کر لینا یا کھیل و مذاق میں لے لینا مثلاً جوا اور کھیل کود یہ آگے ذکر آتے گا۔ یا فریب دے کر یا دھوکہ دے کر حاصل کیا ہو جیسے

عقود فاسدہ کے ذریعے لے لینا اور ایک مذکورہ قول بھی اسکی تائید میں ہے۔ اس آیت کے مفہوم میں آدمی کا کھانا پینا اور اپنا مال بھی شامل ہے جو حرام میں صرف کرتا ہے اور دوسروں کے اموال کو بھی شامل ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:۔

الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔

(سوائے ایسی صورت کے کہ تجارت ہو تمہاری آپس کی خوش دلی سے)۔ النساء۔ ۲۹)۔

یہ مستثنیٰ منقطع ہے کیونکہ تجارت باطل میں شمار نہیں ہوتی خواہ کوئی مفہوم لیں اور تمام کے ساتھ اسکی تاویل جیسی ہونا ممکن ہے کہ یہ متصل نہ ہو۔ اس کا یہ محل و موقع نہیں ہے۔ گویہ تجارت عقد معاوضہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ مگر قرض اور ہبہ تجارت کے ساتھ لاحق ہونا دیگر دلائل کی بنا پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد موجود ہے:۔ عن تراض منکم۔ (جو تم میں رضامندی سے ہو)۔ مراد یہ ہے کہ اگر اپنی خوشی سے تم جائز طور پر دیتے ہو تو پھر یہ ٹھیک ہے اور جو کھانے کا مخصوص ذکر ہوا ہے۔ تمام مفہوم اس تک محدود نہیں بلکہ بالعموم نفع اٹھانے کی یہ ہی صورت ہے۔ جس طرح کہ ہوا کرتی ہے۔ فرمایا گیا ہے:۔

ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا۔

(تحقیق وہ لوگ جو یتیموں کے مالوں کو ظلم کرتے ہوئے کھاتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے شکموں میں آگ کھاتے ہیں۔ النساء۔ ۱۰)۔

اس بارے میں احادیث میں بھی کثیر شواہد ہیں۔ جن میں متنبہ فرمایا گیا ہے۔ مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے:۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اس کو صرف پاک چیز ہی قبول ہے اور ایمان دار لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہی حکم فرمایا ہے۔ جو اپنے رسولوں کو فرمایا ہے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:۔

یایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صلحا۔

(اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور صالح عمل کرو۔ المومنون۔ ۵۱)۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:۔

یایھاالذین امنوا کلوامن طیبت مارزقنکم۔

(اے ایمان والو پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو رزق عطا فرمایا ہے۔ البقرہ: ۱۷۲)۔

پھر آپ نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرے پریشان بالوں کے ساتھ اور گرد و غبار میں اٹا ہوا۔ آسمان کی جانب ہاتھوں کو دراز کیے کہتا ہو۔ یارب یارب حالانکہ اسکی خوراک حرام ہو۔ اس کا مشروب حرام ہو۔ لباس حرام ہو۔ اور حرام غذا اسکو میسر ہو اسکی دعا کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔ طبرانی شریف میں بہ سند حسن روایت ہوا ہے کہ "حلال کی طلب کرنا ہر شخص پر واجب ہے"۔ اور طبرانی اور بیہقی شریف میں آیا ہے۔ فرائض کے (ادا کرنے) کے بعد حلال طلب کرنا فرض ہے"۔ اور ترمذی شریف میں جسے حسن صحیح غریب بتایا گیا ہے اور حاکم کی بھی روایت ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ "جو پاک حلال کھاتا ہے اور سنت کے مطابق عمل پیرا ہو اور اسکی طرف سے ایذاء سے لوگ بچے رہیں وہ جنت میں چلا گیا۔" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کی امت میں آج اس طرح کے لوگوں کی کثرت ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کی صدیوں میں بھی ہوں گے۔

اور احمد وغیرہ بھی بہ سند حسن بیان کرتے ہیں کہ تجھ میں اگر چار امور موجود ہوں تو پھر تجھے کوئی غم نہیں ہے کہ دنیا کے اندر جو اچھائی رہ جائے۔ (۱)۔ امانت کی حفاظت (۲)۔ سچ بولنا (۳)۔ خوش اخلاق ہونا (۴)۔ غذا حلال ہونا۔

طبرانی شریف میں ہے "خوشخبری ہے اسکے واسطے جس کی کمائی حلال ہے۔ اس کا باطن درست ہو وہ بظاہر محترم ہو اور خلق اسکی شر سے دور ہو۔

اسکے واسطے اچھی خبر ہے۔ جو اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔ مال میں سے بچ جانے والا حصہ (فی سبیل اللہ) صرف کرتا ہو اور فضول کلام سے باز رہے۔

طبرانی میں ہے۔ "اے سعد! اپنی غذا عمدہ رکھ (یعنی حلال)۔ تیری دعائیں قبول ہوں گی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان ہے۔ ایک آدمی اگر اپنے شکم میں حرام کا لقمہ داخل کر لیتا ہے تو (آئندہ) چالیس روز تک اس

کا کچھ بھی عمل قبول نہیں کیا جاتا اور جس بندے کا گوشت حرام سے ہی بنا ہو تو اسکا زیادہ حق آگ کو حاصل ہے۔

اور بزاز میں روایت ہوا ہے۔ مگر اس میں نکارت ہے "جس کی امانت نہیں اس کا دین نہیں اور اسکی نماز بھی نہیں نہ ہی اسکی زکوۃ ہے اور جس نے حرام مال لیا اور اس میں سے قمیض (بنا کر) پہن لی اسکی نماز ہرگز قبول نہیں ہوتی تاآنکہ اس قمیض کو اتار نہ دے۔

اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ برتر ہے کہ وہ اس طرح کے شخص کے عمل کو یا نماز کو قبول فرمائے جس (کے بدن) پر حرام سے قمیض موجود ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مسند احمد میں روایت ہوا ہے کہ فرمایا جو شخص دس درہم میں کوئی کپڑا خرید کرے۔ جبکہ ان میں ایک درہم حرام کا ہو۔ اسکی نماز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا تاآنکہ یہ کپڑا اس کے (بدن کے) اوپر رہتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو کانوں میں داخل کر لیا اور فرمایا اگر میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سماعت خود نہ کیا ہو تو دونوں (کان) بہرے ہو جائیں۔

اور بیہقی شریف میں ہے، جو شخص چوری کے مال کو خرید لے جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ چوری کا مال ہے تو وہ بھی اسکی عار اور معصیت میں شامل ہو گیا۔ اور حافظ منذری نے فرمایا ہے کہ اسکی سند میں حسن ہونے کا احتمال موجود ہے یا موقوف ہے۔

اور جید سند سے احمد روایت کرتے ہیں۔ مجھے اسکی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میں سے اگر ایک شخص رسی لے کر پہاڑ پر چلا جائے اور لکڑیاں کاٹے پھر اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے آئے اور اسی کمائی سے ہی وہ کھائے تو وہ بہتر ہے اس چیز سے جو وہ اپنے منہ داخل کرے جبکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہوا ہو۔

ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور حاکم میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ جس نے حرام مال اکٹھا کیا پھر اس سے صدقہ کیا اسکے واسطے اس کا کچھ اجر نہ ہو گا۔ اور اس کا بوجھ (یعنی اس کا گناہ) اس پر ہے۔

طبرانی شریف میں آیا ہے۔ جس حرام مال کی کمائی کی پھر اس (مال) کے ذریعے غلام کو خرید کر یا مسلمان (قیدی) کو آزاد کر دیا اور اسکے ساتھ صلہ رحمی کی تو یہ سارا بوجھ

(گناہ) ہی ہے اس کے اوپر۔

اور بہ سند حسن مسند احمد وغیرہ میں روایت کیا گیا ہے۔ جیسے تم میں اللہ تعالیٰ نے رزق کی تقسیم فرمائی اسی طرح تمہارے اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی دنیا عطا فرماتا ہے جس کے ساتھ اس کو محبت ہوتی ہے اور اس کو بھی عطا فرماتا ہے جس کو پسند نہیں فرماتا۔ لیکن دین ہے کہ یہ صرف ایسے شخص کو ہی عطا فرماتا ہے۔ جس کے ساتھ وہ محبت فرماتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دین عطا فرمایا تو (معلوم رہے) کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمالیا۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ مسلمان نہیں ہوا ہے یا فرمایا مسلمان نہیں ہوتا تاآنکہ اس کا دل اور زبان نہ مسلمان ہوئی اور یا فرمایا مسلمان نہیں ہو جاتی اور اس وقت تک ایماندار نہیں ہوتا تاآنکہ اس کے پڑوس والے اسکی ایذارسانی سے بچے ہوئے نہ ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اسکی ایذارسانیاں کیا ہیں فرمایا ان کو دھوکہ دینا ان پر زیادتی کرنا۔ اور جو بھی بندہ حرام مال کمائے پھر اس مال سے۔ (فی سبیل اللہ) صرف کرے تو قبول نہیں ہوتا اور جو خرچ کرے اس کے اندر برکت نہیں اور جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑ جائے (یعنی حرام کماتے ہوئے مال سے) وہ اسکے واسطے دوزخ کی جانب (جانے کے لیے) زادراہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے دور نہیں فرماتا ہاں برائی نیکی کے ذریعے مٹادیتا ہے۔ نجس چیز نجس چیز کو ختم نہیں کرتی ہے۔

ترمذی شریف میں مروی ہے اور اس کو صحیح حسن غریب کہا ہے کہ دریافت کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے۔ کس چیز کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ تو ارشاد فرمایا منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے اور دریافت کیا گیا کہ جنت میں زیادہ لوگ کس چیز کے باعث جائیں گے تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے خوف کھانے اور حسن اخلاق کی وجہ سے (جائیں گے)۔

اور ترمذی شریف میں صحیح روایت آئی ہے کہ روز قیامت اس وقت تک بندے کے قدم حرکت پذیر نہ ہوں گے تاآنکہ اس سے چار امور کے متعلق پرسش نہ ہو جائے گی۔ (اول یہ کہ) تو نے کس کام میں اپنی عمر بسر کی (دوم) کس کام میں جوانی کو مشغول رکھا (سوم) کہاں سے تو نے مال کمایا اور اس کا مصرف کیا گیا (چہارم) علم کے مطابق کتنا

عمل کیا۔

بیہقی شریف میں ہے۔ دنیا سب میٹھی ہے۔ اس سے جس شخص نے حلال مال کی کمائی کر لی اور اس کو حق میں صرف کیا اس کا ثواب اس کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے اس سے (یعنی دنیا سے) حرام مال کی کمائی کر لی اور اس کو ناحق میں صرف کر دیا اس کو اللہ تعالیٰ مقام ذلت میں رکھے گا۔ اور متعدد (لوگ) اس طرح کے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی حکم عدولی کر کے مال میں گڑ بڑ کرنے والے ہیں۔ ان کے واسطے روز قیامت آتش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

کلما خبت زدنھم سعیرا۔

(جس وقت وہ بجھنا شروع ہوگی اہم اس کو مزید تیز بھڑکائیں گے)۔

صحیح ابن حبان میں ہے کہ:- ایسا گوشت اور خون جنت میں داخل نہ ہوگا جسکی پیدائش حرام کے مال سے ہوئی ان کی زیادہ مستحق آتش ہے۔

دیگر ایک روایت بہ سند حسن ہے کہ:- ایسا جسم جنت میں نہیں جائے گا جس کو غذائے حرام دی گئی۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 69

سود ممنوع ہونا

ایسی آیات بکثرت آئی ہیں جن میں سود منع فرمایا گیا ہے۔ اور احادیث بھی کافی وارد ہوئی ہیں۔ بخاری اور ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جسم پر نقش گودنے والی اور گودوانے والی اور سود خور اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی اور کتے کی قیمت اور بدکاری کی کمائی سے ممانعت فرمائی اور تصویریں بنانے والوں پر لعنت فرمائی۔

مسند احمد، ابو یعلی، ابن خزیمہ اور ابن حبان حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ سود خور اور سود کھلانے والے اور اسکے شہادتی بننے والے اور اسکے تحریر کرنے والے جبکہ اسے وہ معلوم ہو اور حسن کے لیے گودنے والی اور گودوانے والی اور صدقہ (یعنی زکوۃ) میں ٹال مٹول کرنے والے اور بعد از ہجرت او تدار اختیار کرنے والے اعرابی (یہ تمام) جناب محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان پر ملعون ہیں۔

اور حاکم میں صحیح روایت شدہ ہے کہ:۔ اللہ پر چار کا حق ہے کہ ان کو جنت میں نہ داخل فرماتے اور نہ ہی ان کو جنت کا کچھ بھی مزہ چکھواتے۔ عادی شراب نوش، سود کھانے والا، یتیم کے مال کو ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان (شخص)۔

اور حاکم میں مروی ہے جو بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے کہ سود تہتر دروازے ہیں۔ ان میں سے کمترین یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی والدہ سے زنا کا مرتکب ہو۔

اور صحیح روایت کی سند کے ساتھ بزاز میں ذکر کیا گیا ہے:۔ سود کے تہتر اور کچھ ابواب ہیں اور شرک اس کی مانند ہے بیہقی شریف میں ہے کہ سود کے ستر دروازے ہیں ان سب میں سے ہلکا دروازہ یہ ہے کوئی شخص اپنی والدہ کے ساتھ ارتکاب زنا کرے۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انسان کو ایک درہم سود حاصل ہو تو یہ عنداللہ تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ برا ہے جو وہ بحالت اسلام ارتکاب کرے۔ اس کی سند میں انقطاع موجود ہے۔ ابن ابی الدنیا اور بغوی وغیرہ نے اس کو حضرت عبداللہ پر ہی موقوف قرار دیا ہے۔ اور یہ موقوف فی الحقیقت مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ ایک درہم اس تعداد کے زنا سے زیادہ گنا پایا جانا صرف بذریعہ وحی ہی معلوم ہونا ممکن ہے۔ جس کو اس نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سماعت کیا ہو گا اور اصل میں موقوف ایک طریق پر ہے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا ہے۔ سود کے بہتر گناہ ہیں ان میں سے کمترین گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص جیسے اسلام کی حالت میں ہوتے ہوئے اپنی والدہ کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہو اور سود کا ایک درہم تیس اور کچھ مرتبہ زنا سے بھی زیادہ بڑا سخت گناہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر نیک اور برے شخص کو کھڑا ہونے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ لیکن سود خور یوں کھڑا ہو گا جس طرح کسی کو شیطان نے چھو دیا ہو۔

اور مسند احمد میں بہ سند جید حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ۔ تینتیس مرتبہ زنا کا مرتکب ہو جاؤں ایسی برائی مجھے سود کا ایک درہم کھانے کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے۔ جبکہ میں سود کھا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہو میرا یہ جرم۔

مسند احمد میں بہ سند صحیح اور طبرانی شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انسان سود کا ایک درہم کھالے اور اس کو وہ معلوم ہو تو یہ جرم چھتیس زنا سے شدید تر ہے۔

ابن ابی دنیا اور بیہقی شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کے جرم اور اسکے وبال کی سختی بیان فرمائی اور فرمایا کہ بندے کو جو ایک درہم سود کا ملے وہ عنداللہ چھتیس زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے کہ انسان اسکا مرتکب ہو اور سب سے بڑا سود ایک مسلمان کے مال سے کچھ لینا ہے۔

طبرانی صغیر اور اوسط میں وارد ہے کہ۔ جس شخص نے ظلم کرنے والوں کی امداد باطل کی کہ اسکے ذریعے ایک حق کو وہ دبالے تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد سے وہ شخص بری الذمہ ہوا اور جس نے ایک درہم سود ہی کھالیا وہ تینتیس زنا سے

زیادہ شدید گناہ ہے۔

طبرانی اوسط میں حضرت عمرو بن راشد کی موثوق روایت موجود ہے کہ:۔ سود کے فی الحقیقت. بہتر (معصیت کے) ابواب ہیں۔ سب سے کمترین درجہ ایک مرد کا اپنی والدہ کے پاس جانا ہے اور سب سے بڑا سود کسی کا اپنے بھائی کے مال کی طرف دست درازی کرنا ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی شریف میں ابو معشر سے مروی اور یہ موثوق ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو سعید مقبری اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ سود میں ستر گناہ ان تمام میں کمترین یہ ہے کہ جیسے مرد اپنی والدہ کے ساتھ نکاح کر لے۔

اور حاکم بہ صحیح روایت حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پھل کو خریدنا قبل اسکے وہ بڑا ہو (یعنی پک جائے) منع فرمایا اور فرمایا جب کسی بستی کے اندر سود اور زنا عام ہونے لگتا ہے تو انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حقدار بنالیا۔

ابو یعلیٰ کی جید سند کے ساتھ روایت ہے. جناب عبد اللہ بن مسعود سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ارشاد ہے۔ جو قوم زنا اور سود میں مبتلا ہو گئی۔ انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حقدار بنالیا۔

اور مسند احمد میں آیا اور اسناد اسکی قابل نظر ہے کہ جس قوم میں سود عام ہو جائے ان کے اوپر ڈر (دشمن کی طرف سے) اور قحط سالی عام وارد ہو جاتے ہیں اور جو قوم عام رشوت میں مبتلا ہو جاتے۔ ان پر (دشمن کی طرف سے) خوف اور قحط وارد کر دیا جاتا ہے خواہ بارش ہو یا نہ ہو۔

ایک طویل حدیث مسند احمد میں مروی ہے اور ابن ماجہ میں مختصر حدیث میں اور اصفہانی کی روایت میں بھی آیا ہے۔ "جس شب کو میں معراج پر لے جایا گیا ہم آسمان ہفتم پر گئے تو اوپر کی جانب میں نے نظر کی تو گرج اور بجلیاں اور آندھیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ہم اس قوم کے پاس پہنچے جو کمروں کی مانند شکم رکھتے تھے۔ ان کے اندر سانپ اور بچھو تھے وہ ان کے شکموں کے اندر باہر سے ہی دکھائی دے رہے تھے میں نے دریافت کیا کہ اے جبریل یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے

والے ہیں۔

اور اصفہانی حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مجھ کو جس وقت آسمان کے اوپر لے جایا گیا تو میں نے آسمان دنیا پر نگاہ کی جہاں اس طرح کے آدمی موجود تھے جو بڑے بڑے کمروں کی مانند شکموں والے تھے۔ فرعون کے راستے پر وہ گرے ہوئے تھے۔ جن کو ہر صبح اور شام کو آتش کے اوپر کھڑا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے پروردگار تعالیٰ قیامت کو کبھی منعقد نہ کرنا۔ میں نے دریافت کیا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں انہوں نے بتایا کہ آپکی امت میں سے یہ سود خور لوگ ہیں یہ ایسے ہی کھڑے ہوتے ہیں جس طرح کہ انکو شیطان نے مس کیا اور مبتلائے آسیب کر دیا ہو۔

اور بسند صحیح طبرانی میں مروی ہے کہ قیامت (کے ورود) سے پیشتر زنا سود اور شراب عام ہو جائیں گے۔ اور طبرانی میں بسند لاباس بہ حضرت قاسم بن عبداللہ وراق سے منقول ہے کہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن اوفی بازار صرافاں میں مجھے دکھائی دیے۔ (جہاں سود غیرہ کالین دین ہوتا ہے) انہوں نے فرمایا۔ اے گروہ صرافاں خوشخبری لے لو وہ کہنے لگے۔ آپکو اللہ تعالیٰ بشارت جنت دے ہمارے لیے کیا خوشخبری دیتے ہوئے ابو محمد۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا صرافوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ "دوزخ کی خوشخبری لو"۔

طبرانی شریف میں ہے ایسے معاصی سے بچے رہو جنکی معافی نہیں ہوگی۔ خیانت، جو کسی شے میں خیانت کا مرتکب ہو وہ روز قیامت اسی چیز کے ہمراہ لایا جائے گا اور سود خوری، جس نے سود خوری کی وہ روز قیامت دیوانہ خبطی بنا ہوا اٹھے گا۔ ازاں بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیہ کریمہ پڑھی۔

الذین یا کلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس۔

(وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ ایسے کھڑے ہوں گے جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان مس کر کے خبطی کر دیتا ہے۔ البقرۃ)۔

اصفہانی ہی نے روایت کیا ہے روز قیامت سود کھانے والا ایسے حال میں آئے گا کہ

وہ دیوانہ (خبطی) ہو گا۔ اسکے جسم کا ایک حصہ گھسٹ رہا ہو گا۔ اسکے بعد آنحضرت نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا۔ **لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس**۔ اور ابن ماجہ اور حاکم میں مروی ہے اور اسکو صحیح کہا ہے "زیادہ سود کمی میں ہی انجام پذیر ہوتا ہے۔ حاکم کی روایت جسکو صحیح کہا گیا ہے یہ ہے کہ "سود خواہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر اس کا نتیجہ کمی ہے۔"

ابو داؤد اور ابن ماجہ ہر دو نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں اور ان سے انکے سماعت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اور عند الجمہور عدم سماع ہے "کہ لوگوں پر وہ زمانہ لازماً آئے گا جب ان میں سے ایسا شخص کوئی بھی نہ ہو گا جو سود خوری نہ کرتا ہو جو (سیدھی راہ) نہ کھاتا ہو گا اس کو بھی اس کا غبار پہنچتا ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن احمد سے زوائد المسند میں مروی ہے:۔ مجھے اس ذات کی سوگند ہے۔ جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ میری امت کے اندر بعض لوگ لازماً بدترین حالت میں تکبر اور لہو ولعب میں شب بسر کریں گے گانے بجانے والیوں کو حاصل کریں گے شراب پئیں گے سود خوری کریں گے اور ریشم (کے لباس) پہنیں گے۔

مسند احمد میں اختصار سے اور بیہقی میں مروی ہے الفاظ یہ ہیں:۔ امت ھذا میں ایک گروہ (لوگوں کا) کھانے پینے اور لہو ولعب میں رات بسر کرے گا اور صبح ہونے پر وہ بندر اور سور بن جائیں گے۔ کچھ ان میں سے زمین میں دھنس جائیں گے اور بعض پر پتھروں کی بارش ہوگی۔ صبح کو لوگ باتیں کریں گے کہ رات کے دوران فلاں شخص دھنس چکا ہے اور رات کو فلاں گھر دھنس گیا اور کچھ قبیلوں پر اور بعض گھروں پر آسمان سے یوں پتھروں کی بارش کی جائے گی جس طرح قوم لوط پر پتھر برسائے گئے تھے۔ کیونکہ وہ شراب نوشی کریں گے۔ ریشم (کے کپڑے) پہنیں گے۔ گانے بجانے والی عورتوں کو رکھتے ہوں گے۔ سود خوری کریں گے قطع رحمی کرتے ہوں گے اور ایک عادت اور بھی ہوگی جو راوی فراموش کر بیٹھے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ و بارک وسلم

باب نمبر 70

حقوق العباد

حقوق العباد (یعنی بندوں کے حقوق) یہ ہیں۔ ملاقات ہونے پر سلام کرے جب سلام کیا جائے تو جواب دے۔ بلایا جائے تو بات سنے جب چھینک آجاتی ہے وہ دعا پڑھے اور تو جواب دے اگر کوئی بیمار ہو اسکی تیمارداری کرے۔ مر جائے تو جنازہ پڑھے اگر قسم دلائے تو اس کو پورا کر دے (جبکہ وہ جائز ہو اور اسے پورا کیا جا سکتا ہو) نصیحت چاہی جائے تو اچھی بات بتائے عدم موجودگی میں اسکی حفاظت کرے (مراد غیبت اسکی نہ کرنا ہے)۔ جو کچھ اپنے واسطے چاہتا ہو وہی کچھ اپنے دیگر برادران کے حق میں چاہے جو کچھ اپنے واسطے پسند کرتا ہو وہی کچھ دیگر کے لیے بھی پسند رکھے ان تمام باتوں کا ذکر احادیث میں ہے۔

مروی ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تم پر مسلمانوں کا حق چار امور ہیں نیک سے تعاون کرے (اسکی مدد کرے) گنہگار کے واسطے دعائے بخشش کرے جانے والے (فوت شدہ) کے واسطے دعا مانگے اور تائب سے محبت رکھے۔

آیہ کریمہ رحماء بینھم (وہ واپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم دل ہیں) کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ صالح شخص برے شخص کے لیے دعا مانگتا ہے اور برا شخص نیک آدمی کے لیے دعا کرتا ہے۔ جس وقت برا شخص امت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نیک شخص کو دیکھے تو یوں کہے اے اللہ تو نے اسے جو خیر عطا فرمائی ہے اس میں اسے برکت دے۔ اسے ثابت قدمی نصیب فرما۔ اور ہمیں اس کی برکتوں سے بہرہ مند کر دے اور جب کوئی نیک کسی بدکار کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرما اسکی توبہ کو قبول فرما اور اسکے گناہوں کو معاف فرما

دے۔

اور یہ بھی ہے کہ اہل ایمان لوگوں کے واسطے وہ کچھ ہی پسند کرے جو کچھ اپنے واسطے پسند کرتا ہے۔ اور ان کے لیے بھی وہ کچھ ناپسند کرے جو کچھ وہ اپنی خاطر ناپسند کرتا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ اہل ایمان کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ایک دوسرے پر رحم کی مثال یوں ہے کہ جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو تمام بدن ہی بخار و بیداری میں اسکے باعث تکلیف محسوس کرتا ہے۔

اور ایک حق یہ ہے کہ اپنے قول اور فعل سے کسی مسلمان ہرگز دکھ نہ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسلمان وہ ہوتا ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے رہتے ہیں۔

جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک طویل حدیث میں فضائل اخلاق ارشاد فرماتے ہیں اور آپ کا فرمان ہے۔ اگر تم کو اس پر قدرت نہ ہو تو لوگوں کو برائی سے محفوظ کرو۔ کیونکہ یہ صدقہ ہے جو تو نے خود اپنے آپ پر کیا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں زیادہ صاحب فضیلت وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دیگر مسلمان بچے رہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسلمان کون ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا پھر مومن کون ہوتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا جسے لوگ اپنی جانوں پر اور اپنے مالوں پر امین بنائیں (یہاں مراد ہے کہ وہ امانت دار ہو خائن نہ ہو)۔ دریافت کیا گیا مہاجر کون ہے فرمایا جو برائی کو ترک کر دے اور اس سے دور ہی رہے۔

ایک شخص نے التماس کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسلام کیا ہے۔ فرمایا یہ کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہے اور دیگر مسلمان (لوگ) تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ سے حفاظت میں رہتے ہوں۔

حضرت مجاہد نے فرمایا ہے کہ اہل دوزخ پر خارش کو مسلط کر دیا جائے گا وہ اتنی خارش کرتے ہوں گے کہ ان کے چمڑے (اتر جانے کے باعث) ہڈیاں نمودار ہو جائیں

گی پھر ندا۔ کی جائے گی کیا تجھ کو اس سے تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ کہے گا ہاں تو اس کو جواب دیا جائے گا یہ بدلہ ہے اس کو جو تو اہل ایمان کو ایذا دیتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جنت کے اندر چل پھر رہا ہے۔ جس نے راستہ سے ایک ایسے درخت کو کاٹ دیا تھا جو مسلمانوں کو ایذا دیتا رہتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے کچھ چیز تعلیم فرمائیں۔ جس سے میں نفع حاصل کروں۔ ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیز کو دور ہٹا دو (یعنی پتھر کانٹے وغیرہ)۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے مسلمانوں کے راستے سے انہیں تکلیف پہنچانے والی چیز کو دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسکے حق میں نیکی درج کر دے گا اور جس کے واسطے نیکی تحریر کر دی اسکے واسطے جنت کو واجب قرار دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تیز نگاہ سے اپنے بھائی کیجانب دیکھے (یعنی غصہ کی نظر یا دکھ دینے والی نظر)۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دیگر مسلمان کو خوفزدہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اہل ایمان کو دکھ دینا اللہ تعالیٰ کو نا پسند ہے۔

ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں مومن اور جاہل۔ مومن کو ایذا۔ مت دو اور جاہل کے ساتھ جہالت مت کرو۔

ایک حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے متواضع رہو اور اسکے مقابل متکبر مت بنو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تکبر کرنے والا اور فخر و غرور کرنے والا نا پسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تواضع اتنی اختیار کرو یہاں تک کہ کسی پر کوئی فخر نہ کرے اور اگر دوسرا فخر جتانے لگے تو اس کو برداشت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے۔ خذا العفو وامر بالعرف واعرض عن الجھلین۔ (در گذر کرنا اختیار کر لیجئے اور نیکی کا حکم فرمایئے اور جاہل لوگوں سے منہ پھیر لیجئے)۔

حضرت ابن ابی اوفی نے روایت کیا ہے کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر مسلمان سے تواضع سے برتاؤ کیا کرتے تھے اور بیوہ عورت اور مسکین کے ساتھ چلنے اور انکی حاجت کو پورا کر دینے سے نفرت نہیں فرماتے تھے۔

اور ایک حق یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف بری باتوں کو مت سنے اور جو کچھ سن لے وہ دوسروں تک مت پہنچائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے :- چغلی کھانے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

اور خلیل بن احمد نے فرمایا ہے کہ تیرے پاس جس نے (کسی دوسرے کی) چغلی کی وہ تمہاری بھی چغلی (دیگر لوگوں کے پاس جا) کرے گا۔ جس نے دوسرے لوگوں کی باتوں کو تیرے پاس بیان کیا وہ تیری باتوں کو دوسروں سے بھی جا کہے گا۔

اور ایک حق یہ بھی ہے کہ جس مسلمان کو تو جانتا ہوتا ہے۔ غصہ کی صورت حال میں تین دن سے زیادہ اس کے ساتھ قطع تعلقی نہ رکھے۔

حضرت ابو ایوب انصاری نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین یوم سے زیادہ چھوڑے۔ جب ملاقات ہو تو یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے اعتراض کرے اور ان دو میں سے۔ بہتر وہ ہے جو سلام کے ساتھ ابتداء کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص کسی مسلمان سے درگذر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے درگذر فرمائے گا۔

حضرت عکرمہ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام بن حضرت یعقوب علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرا ذکر دینا اور آخرت میں اس واسطے بلند فرمادیا ہے کہ تو نے اپنے بھائیوں کو معافی دے دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہ لیا کرتے تھے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑ گیا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ کے لیے سزا دیتے تھے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے :- کوئی شخص جس وقت کسی کے ظلم کو معاف

فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی عزت میں زیادتی فرمادیتا ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ صدقہ کریں تو مال میں کمی نہیں آتی اور معاف کر دینے سے آدمی کی عزت اور بڑھ جاتی ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع کو اپنالیا۔ اسکو اللہ تعالیٰ رفعت عطا فرمائے گا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 71

خواہشوں کی پیروی مذموم ہے اور زہد میں فضیلت ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

افرایت من اتخذ الهه هوىه واضله الله على علم

(کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا اور اسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیا علم پر۔ الفرقان)۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اس سے کافر مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کیجانب سے بلا ہدایت و برہان خود ہی ایک دین بناتے رہے یعنی وہ نفس کی خواہش کی متابعت کرتا ہے۔ جس طرف نفس چلاتا ہے ادھر ہی چلنے لگتا ہے۔ وہ کتاب الٰہی پر عمل پیرا نہیں گویا کہ وہ اپنی ہوس کا عبادت گذار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ولا تتبع اهوائهم

(اور انکی خواہشوں کی متابعت نہ کرو۔ المائدہ)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ **ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله** (اور خواہش کی پیروی نہ کر پس وہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کر دے گی۔ ص)۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے پناہ مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:۔

اللهم انی اعوذبک من هوى مطاع و شح متبع

(اے میرے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس خواہش سے جس کی اطاعت کی جائے اور ایسے بخل سے بھی جس کی پیروی کی جائے)۔

اور آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں مہلک ہیں۔ خواہش جسکی اتباع کی جائے اور بخل جو اختیار کیا جائے اور انسان کا خود پر غرور و فخر کرنا۔

یہ سب اس وجہ سے ہے کہ نفس کی خواہش ہر معصیت کا سبب ہوتی ہے۔ آدمی

کو دوزخ میں وہی ڈلواتی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ ایک عارف نے کہا ہے کہ جس وقت وقت کوئی معاملہ اس طرح ہو کہ سمجھ نہ آتی ہو کہ کونسی بات صحیح ہے۔ تو پھر یہ دیکھو کہ کونسی بات تمہارے نفس کی خواہش کے زیادہ قریب ہے۔ پس اس سے بچے رہو ایسے مفہوم کے ساتھ امام شافعی نے اس طرح سے فرمایا ہے۔

اذا حال امرک فی معنیین
ولم تدر حیث الخطا والصواب
فخالف ہواک فان الہوی
یقود النفوس الی ما یعاب۔

(جس وقت اکام دو صورت معانی میں پھر رہا ہو اور یہ سمجھ نہ آتی ہو کہ کون سی صورت درست ہے اور کونسی غلط ہے تو پھر تو اپنی خواہش کے خلاف کر کیونکہ خواہش آدمیوں کو ان باتوں کی جانب لے جایا کرتی ہے جو معیوب ہوتی ہیں)۔

حضرت عباس نے فرمایا ہے تیرے اوپر جب دو رائیں مشکوک ہو جائیں تو جو زیادہ پسند ہو اس کو ترک کر دے اور جو گراں گذرتی ہو اسے اختیار کر لے۔

یہ دراصل بایں وجہ ہے کہ جو کام آسان ہو وہ دل کو آسان محسوس ہوتا ہے۔ اس کی جگہ بھی مشکل ہوتی ہے اور دور بھی ہوتی ہے اور دیر تک مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ لہذا اس سے نفس کتراتا ہے اس سے نفرت کرتا ہے کہ مشقت اتنی کون برداشت کرتا پھرے۔

حضرت عمر فاروق نے فرمایا ہے ان نفسوں پر کنٹرول قائم رکھو یہ شر پر مدعو کرتے ہیں اور حق بو جھل ہوتا ہے۔ اور ناخوشگوار بھی ہوتا ہے اور باطل آسان ہوتا ہے مگر وہ وبا ہوتا ہے توبہ کو قبول کرانے سے آسان ہے گناہ ہی نہ کیا جائے متعدد شہوانی نگاہیں اور ایک ساعت کی لذات لمبے غم کا سبب بنتی ہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے فرزند کو فرماتے ہیں۔ سب سے قبل میں تجھ کو تمہارے نفس سے خوف دلاتا ہوں۔ کیونکہ ہر نفس خواہش اور شہوت رکھتا ہے۔ اگر تو نے اسے اسکی شہوت (یعنی اس کی چاہت) فراہم کر دی تو نفس سرکشی اختیار کرے گا

اور اس پر مزید طلب کرے گا۔ کیونکہ دل کے اندر خواہش یوں مخفی رہتی ہے۔ جس طرح کہ پتھر میں آگ پوشیدہ رہتی ہے کہ جس وقت اس پر ضرب لگائی جائے تو شعلہ آتش برآمد ہوتا ہے۔

اذا ما اجبت النفس فی کل دعوۃ
دعتک الی الامر القبیح المحرم

(جب تو نے نفس کی ہر خواہش کو قبول کر لیا تو یہ تجھ کو حرام اور نہایت برے کام کی جانب دعوت دے گا)۔

دیگر ایک شاعر کا قول اس طرح سے ہے:۔

واعلم بانک لم تسود ولن تری
طرق الرشاد اذا تبعت هواک

(اور تو جان لے کہ تو راہ ہدایت نہیں دیکھے گا اور نہ ہی تو سیادت کرے گا۔ اگر تو اپنی خواہش کا پیرو کار ہوا)۔

ایک اور شاعر اس طرح سے کہتا ہے:۔

اذاانت لم تعص قادک الهوی
الی کل مافیہ علیک مقال

(جب تو نفسانی خواہشات کی مخالف نہیں کرے گا تو تجھ کو یہ ہر باعث عار کام کیلیے مجبور کریں گی)۔

اذا شئت اتیان المحامد کلها
ونیل الذی ترجوه من رحمة الرب
فخالف هوی النفس المسیئة انه
لا عدی و اردی من هوی الحب
هما سببا لحتف الهوی غیر ان فی
هو الحب مهما عف بعد عن الذنب
وجل المعاصی فی هوی النفس فاعتمد

خلاف الذی تھواہ ان کنت ذالب

(جب تو چاہتا ہو کہ سب اچھی باتیں حاصل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میسر ہو جائے جسکی توقع رکھتے ہو تو نفس کی بری خواہش کے خلاف عمل کر بلاشبہ یہ چیز محبت کی طلب سے بھی بڑھ کر دشمن ہے۔ اور ہلاک کرنے والی ہے ۔ (خواہش کی مخالفت) خواہش کی مرگ ہے۔ البتہ محبت کی خواہش جب پاک ہوتی ہے تو معاصی سے انسان بچ جاتا ہے۔ خواہش نفس میں بہت بڑے معاصی ہیں۔ پس اگر تو صاحب عقل ہے تو خواہش کی مخالفت پر ہی عمل کر)۔

انارۃ العقل مکسوف بطوع ھوی

وعقل عاصی الھوی یزداد تنویرا

(عقل کا نور خواہشکی اتباع کی وجہ ہی سے بجھ گیا ہے اور خواہش کے مخالف کی عقل کا نور اور بڑھ جاتا ہے)۔

فضل بن عباس نے اس طرح سے کہا ہے۔

لقد ترفع الایام من کان جاھلا

ویردی الھوی ذالرای وھو لبیب

وقد تحمد الناس الفتی وھو مخطئی

و یعذل فی الاحسان وھو مصیب

(آج کل جاہل کو ہی یہ دور اٹھاتا ہے اور صاحب امر شخص جو صاحب عقل ہوتا ہے اس کو خواہش ہلاک کر دیتی ہے۔ کبھی لوگ ایک جوان کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ وہ خطا کار ہوتا ہے اور نیکو کار پر عیب لگاتے ہیں حالانکہ وہ درست ہوتا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کی تخلیق فرمائی اور فرمایا کہ آگے بڑھو وہ آگے کی جانب بڑھ گئی ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ پیچھے ہٹ جاؤ وہ پیچھے ہٹ گئی پھر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو میری عزت اور جلال کی قسم ہے۔ میں تجھ کو صرف اپنی پسندیدہ مخلوق میں ہی رکھوں گا (یہاں مراد ہے کہ ان کو عقل عطا کر دوں گا)۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حماقت کو تخلیق فرمایا پھر اس کو حکم دیا کہ آگے بڑھو وہ آگے کی طرف بڑھی پھر حکم فرمایا کہ پیچھے ہٹ جاؤ وہ پیچھے کو ہٹ آئی پھر ارشاد فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں تجھ کو سب سے زیادہ مبغوض مخلوق پر ڈال دوں گا۔ یہ ترمذی کی روایت کردہ ہے۔ اور ایک شاعر نے بہت اچھا کہا ہے۔

وقد اصاب رایہ عین الصواب
من استشار عقلہ فی کل باب
وقد رای ان الھوی مھما یجب
یدعو الی سوء العواقب والعقاب

(اس کی رائے ٹھیک رہی کہ جس نے عقل سے اپنے ہر معاملے میں مشاورت لے لی۔

اور اس نے یہ دیکھ لیا کہ جس وقت خواہش کی پیروی کی جائے تو وہ برے نتیجوں کی جانب اور عذاب کی جانب بلاتی ہے)۔

دیگر ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

اذا شئت ان تحظی وان تبلغ المنی
فلا تسعد النفس المطیعۃ للھوی
وخالف بھا عن مقتضی شھواتھا
وایاک ان تحفل بمن ضل اوغوی

(اور تم جب خوش بخت رہنا چاہو اور مطلوب حاصل کر لو تو تم خواہش کے متبع نفس کی قطعاً تسلیم نہ کرنا۔ اور اسکی شہوات کے تقاضوں کے برعکس عمل کرنا اور گمراہ یا سرکش شخص کا ہم مجلس بالکل نہ ہونا)۔

ودعھا وما تدعو الیہ فانھا
لا مارۃ بالسوء من ھم اومدی
لعلک ان تنجو من النار انھا
لقاطعۃ الامعاء نزاعۃ للشوی

(نفس کو چھوڑ اور اسے بھی جس کی طرف یہ دعوت دیتا ہے کیونکہ یہ تو برائی کا ہی حکم دیتا ہے اسکو جو برائی کا ارادہ کرے یا مہلت پائے۔ تاکہ تجھے آتش سے نجات مل جائے۔ کیونکہ یہ انتڑیوں کو کاٹتی اور بدن کے اطراف کو اکھیڑ دیتی ہے)۔

اور علماء نے کہا ہے کہ خواہش بری سواری ہے۔ تجھ کو فتنوں کی ظلمتوں میں لے جاتی ہے۔ اور اس طرح کی چراہ گاہ ہے اور خیمہ جات ہیں کہ تم کو محنت و مشقت کی جگہوں میں بٹھانے والے ہیں۔ پس تجھ کو نفس کی شہوت ایسی سواریوں پر سوار نہ کرادے جو بری ہیں اور معصیت کے مقامات پر نہ جا پہنچائے۔

ایک شخص سے کہا گیا تھا کہ کاش تو نے نکاح کر لیا ہوتا تو اس نے جواباً کہا کاش میں اپنے نفس کو طلاق دینے کی قدرت رکھتا ہوتا اسے طلاق دے دیتا پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔

تجرد عن الدنیا فانک انما
سقطت الی الدنیا وانت مجرد

(دنیا سے علیحدہ ہی رہ کیونکہ جب تو دنیا میں آیا تھا تو مجرد (تنہا خالی ہاتھ ہی) تھا۔

یہ دنیا نیند ہے اور آخرت بیداری ہے اور ان کے درمیان میں موت ہے مگر ہم جھوٹے خوابوں میں مبتلا ہیں۔ جس نے خواہش کو اپنی آنکھوں سے جب دیکھا تو حیرت زدہ ہی رہ گیا اور جو خواہش کے حکم پر چلتا رہا اس نے ظلم ہی کیا اور جس نے لمبی نظر ڈالی اسے انتہاء نہ دکھائی دی اور جو دیکھتا ہے اسکی انتہا ہی نہیں ہے۔

کسی حکیم نے ایک آدمی کو یوں فرماتے ہوئے نصیحت کی میں تجھے حکم کرتا ہوں کہ تو اپنی خواہش کے خلاف جہاد کر کیونکہ خواہش چابی ہے برائیوں کی اور دشمن ہے نیک اعمال کی اور تیری ہر ایک خواہش تمہاری دشمن ہی ہے اور کچھ خواہشات اس طرح کی بھی ہوتی ہیں کہ وہ معصیت کو بھی تقویٰ کی صورت میں تمہارے سامنے ظاہر کر دیتی ہیں اور تم صرف اسوقت ان دشمنوں میں فرق کر سکتے ہو جبکہ ان پر محتاط رہ کر نظر رکھو اور سستی نہ کرو۔ سچائی کو اپناؤ اور جھٹلاؤ نہیں تسلیم کر لو اور انکار مت کرو اور صابر رہو بے صبری چھوڑ دو اور اپنی نیت کو صحیح رکھو۔ اپنی نیت کو خراب کر کے اپنے اعمال کو برباد

مت کرنا۔ یا الٰہی ہماری عقول کو ہمارے نفس کی خواہشات اور حرص میں مبتلا نہ کر ہم کو دنیا میں مشغول کر کے آخرت سے غافل نہ فرمانا یا الٰہی ہم کو ہمہ وقت تو اپنا ذاکر اور اپنی نعمتوں کا شاکر بنا دے یا الٰہی اپنے نبی کریم جناب سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ و واسطہ سے ہماری دعاؤں کو سن اور تمامتر حمد اللہ ہی کے لیے ہے اور تعریف ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے ہمارے اوپر مہربانی فرمائی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تقویٰ تمہارا سب سے بہتر دین ہے اور ارشاد فرمایا اعمال کا سردار تقویٰ ہے اور فرمایا متقی بن جاؤ تو تمام لوگوں سے بڑھ کر عبادت کرنے والے ہو جاؤ گے اور قانع ہو جاؤ تو تمام لوگوں سے زیادہ شکر کرنے والے ہوگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جسے تقویٰ میسر نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس کو باز رکھ سکے تو جس وقت وہ خلوت میں ہو گا اس کو کوئی پرواہ ہی نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے (مراد یہ ہے کہ وہ برے فعل سے باز نہ رہے گا یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے)۔

حضرت ابراھیم بن ادھم نے فرمایا ہے کہ زہد کے تین مقام ہیں۔

(1)۔ فرض زہد:۔ یعنی حرام افعال سے خود کو بچاتے رکھنا

(2)۔ سلامتی کا زہد:۔ یعنی شبہ والی چیز کو ہی ترک کر دینا

(3)۔ فضیلت کا زہد:۔ یعنی حلال میں زہد اختیار کیے رکھنا۔ یہ زیادہ اچھی حالت ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے۔ زہد فی الحقیقت زہد کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ زاہد شخص خلق سے فرار کرے تو اسکو تلاش کر اور اگر وہ لوگوں کی تلاش میں ہو تو تو اس سے فرار اختیار کر۔

ایک شاعر نے اس طرح سے کہا ہے۔

انی وجدت فلا تظنن غیرہ
ان التورع عند ھذا الدرھم

فاذا قدرت علیہ ثم ترکتہ

فاعلم بان تقاک تقویٰ المسلم

(میں نے پا لیا ہے اسکے علاوہ پس تو گمان مت کرنا کہ ورع (پرہیز گاری) اس درہم کے پاس ہے۔ جب تجھے اس پر قدرت حاصل ہو پھر تو اس کو ترک کر دے تو جاننا چاہیے کہ تیرا تقویٰ ایک مسلمان والا تقویٰ ہے)۔

اور ایسا شخص زاہد نہیں ہوتا جس سے دنیا جب اپنا منہ موڑ لیتی ہے۔ تو وہ رغبت چھوڑتے ہوتے زاہد بن بیٹھتا ہے۔ بلکہ ایسا آدمی زاہد ہوتا ہے کہ اس پر دنیا ہجوم کرتی ہوئی آتی ہو مگر وہ اس سے اپنا رخ پھیر لے اور اس سے بھاگ جاتا ہی. بہتر جانے جیسے کہ ابو تمام نے کہا ہے۔

اذاالمرء علم بذھد قد صبغت لہ بعصفر ھاالدنیا فلیس بزاھد

(مرد جب جانا جاتا ہو کہ زہد کرتا ہے مگر اس کے اوپر دنیا کا رنگ خوب چڑھا ہوا ہو تو وہ زاہد نہیں ہوتا)۔

ایک حکیم نے کہا ہے۔ ہم کیوں نہ دنیا میں زاہد بن جائیں۔ جب دنیا کا حال یوں ہے کہ اسکی عمر اسکی بھلائی اسکی صفائی سب کچھ ہی مکدر ہے اور اس کی امید بھی فریب اور دھوکہ ہی ہی ہے یہ آئے تو زخمی کرتی ہے اور جاتی ہے تو ہلاک ہی کرتی ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ

تبا لطالب الدنیا لا بقاء لھا

کانما ھی فی تصریفھا حلم

صفاء ھاکدر وسرور ھا ضرر

امالھا غرر انوار ھا ظلم

(دنیا بربادی ہے اسکے چاہنے والے کے لیے کیونکہ دنیا کو بقا حاصل نہیں اس کا آنا جانا ایک خواب کی مانند ہی ہے۔ اسکی صفائی بھی کدورت ہی ہے۔ اسکی خوشی بھی دکھ ہے۔ اسکی امیدیں بھی فریب و دھوکہ ہیں اور اسکے انوار بھی ظلمتیں ہی ہیں)۔

شبابھا ھرم راحاتھا قم

لذاتها ندم وجدانها عدم

لا يقتفيق من الانكار صاحبها

لو كان يملك ماقد ضمنت ارم

فخل عنها ولا تركن لزهرتها

فانها نعم فى طيها نقم

(اسکی جوانی بھی بڑھاپا ہی ہے اور اسکی راحتیں بھی بیماری ہیں۔ اسکی لذتیں ندامت و شرمندگی ہیں اور اسکو پالینا بھی محرومی ہی ہوتی ہے۔ دنیا دار اگر شداد کی جنت جتنی نعمتیں حاصل کر لے پھر بھی اسکی مصیبتوں سے چھٹکارہ نہیں پاتے گا۔ پس تو اس کو ترک کر دے اور مت جا اسکی چکا چوند پر کیونکہ یہ نعمتیں ہیں جن میں عتاب لپٹی ہے)۔

واعمل لدار نعيم لا نفادلها

ولا يخاف بها موت ولا هرم

(اور نعمتوں والے اس گھر کے لیے عمل کر جسکے لیے فنا نہیں ہے۔ اور وہاں پر مر جانے اور بوڑھا ہو جانے کا خوف بھی نہیں ہو گا)۔

اور حضرت یحیٰی بن معاذ کے حکمتوں بھرے کلام میں سے ایک بات یہ ہے کہ دنیا پر تیری نگاہ برائے عبرت ہی ہو اسکو اپنے اختیار کے ساتھ رد کر۔ اس کو مجبوری کے درجہ میں ہی حاصل کر اور آخرت کے لیے اپنی چاہت تیز تر کر دے۔

اللهم صل على سيدنا و مولانا محمد و على آله و اهل بيته و اصحابه و بارک وسلم



باب نمبر 72

جنتیوں کے جنت میں درجے

قبل ازیں دوزخ کے دکھ اور آفات مذکور ہو چکے ہیں اور دوزخ کے مقابل دیگر ایک گھر بھی ہے۔ اس میں جو انعامات اور اکرامات ہیں وہ بھی دیکھ لو۔ کیونکہ جو شخص ان دو گھروں میں سے کسی ایک سے دور ہو گیا وہ یقیناً دوسرے گھر میں ہو گا۔ پس دوزخ کی ہولناکیوں پر خوب غور و فکر کر کے اپنے دل کے اندر اس سے خوف پیدا کر کے رکھو اور جن نہ فنا ہونے والے انعامات و اکرامات کا جنت میں ملنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ ان پر بھی خوب غور و فکر کر کے اپنے دلوں میں انکو پا لینے کی امید باندھ رکھو۔ خود کو ڈر اور خوف کے ڈنڈے سے ہانکتے رہو اور امید کی لگام تھامے ہوئے خود کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) پر آگے بڑھاؤ اس طرح تم ملک عظیم پالو گے اور عذاب الیم سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

جنتیوں کو اور انکے کھلے ہوئے چہروں پر نظر ڈالو انہیں مہر شدہ خوشبودار مشروب پلایا جائے گا۔ ان کے آگے سفید تر و تازہ کھجوریں رکھی ہیں۔ جبکہ وہ موتیوں کے خیمہ جات میں سرخ رنگ یاقوت کے منبروں پر براجمان ہیں۔ انتہائی سبز فرش بچھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہیں۔ جو نہروں کے کناروں پر ہیں۔ شراب طہور اور شہد پیش خدمت ہے۔ غلام و خدام حاضر ہیں۔ حسین حوریں بھی موجود ہیں جیسے کہ وہ یاقوت و مرجان سے بنائی گئی ہوں۔ جنہیں کسی جن وانس نے کبھی مس نہیں کیا وہ باغات کی کیاریوں میں چلتی ہیں۔ جب حور اکڑ کر چلنے لگتی ہے۔ تو ستر ہزار بچے اس کے لباس کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے ہیں۔ جن پر ریشمی سفید رنگ کے کپڑے ہیں کہ دیکھیں تو آنکھیں چندھیا جائیں۔ ان تمام کے سروں پر تاج پہنے ہیں۔ جن کے اوپر موتی اور مرجان جڑے ہوئے ہیں۔ انکی حسین آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے۔ وہ معطر ہیں اور ان پر بڑھاپا اور تنگی کچھ بھی نہیں۔ خیموں کے اندر محفوظ اور خیمے بھی یاقوتی محلات

کے اندر ہیں۔ جو باغات جنت میں ہیں۔ پاک دلوں اور نگاہوں والی عورتیں ہیں۔ ان اہل جنت مردوں اور حوران بہشتی کے آگے پیالے اور ظروف کو حاضر کیا جاتا ہے۔ پینے والوں کے سامنے مزیدار سفید رنگ مشروب بھرا برتن پیش کیا جاتا ہے۔ انکی خدمات کے لیے خدمتگار اور بچے حاضر رہتے ہیں۔ مانند نہایت قیمتی اور محفوظ موتیوں کے۔ یہ سب کچھ جنتیوں کے اعمال صالح کے عوض میں ہے وہ باغوں میں پر امن جگہوں پر رہیں گے باغوں میں چشمے اور نہریں ہوں گی۔ انہیں یہ سعادت میسر ہوگی کہ اپنے قادر کریم مالک کے سامنے رہتے ہوئے اس قادر کریم کی جانب نگاہ ہو۔ انکے چہروں سے تازگی اور رونق نعمت واضح طور پر دکھائی دیتی ہوگی۔ ان کے لیے کوئی تنگی یا پریشانی ہرگز نہ ہوگی۔ وہ اہل کرامت بندے ہوں گے۔ انہیں پروردگار تعالیٰ کی بارگاہ سے تحائف ملیں گے۔ جن میں انکے واسطے ہر ایسی چیز موجود ہوگی۔ جس کی انہیں طلب ہوگی وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جنت میں ان کے لیے کوئی غم نہ ہوگا نہ کوئی ڈر خوف ہوگا ہر رنج سے وہ بچے ہوئے ہوں گے۔ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے کھانے لذیذ کھائیں گے۔ جنت کی نہروں سے دودھ اور شراب طھور اور شہد اور تازہ پانی انکے مشروب ہوں گے۔ جنت کی زمین چاندی کی بنی ہوگی اس پر کنکر مرجان کے ہوں گے اسکی مٹی مشک ہوگا۔ اس پر پودے زعفرانی ہوں گے۔ بادلوں میں سے پھولوں کی خوشبو والے پانی کی بارش ہوگی۔ ٹیلے کافور کے بنے ہوں گے چاندی کے پیالے پیش خدمت ہوں گے۔ ان پر موتی یاقوت اور مرجان جڑے ہوں گے ایک پیالے میں مہر شدہ خوشبودار مشروب موجود ہوگا۔ اس میں میٹھے چشمے سلسبیل کا پانی ملا ہوا ہوگا اور ایک پیالہ ہوگا کہ اسکے صفائے جوہر کی وجہ سے ہر جانب روشنی پھیل جائے گی۔ اس میں بڑا سرخ اور بہترین شراب طھور موجود ہوگی۔ جو انسان کا بنا ہوا نہیں نہ بنا سکتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی زیادہ اپنی کاریگری کا مظاہرہ کرے۔ وہ پیالہ ایک خدمت گار اپنے ہاتھ میں لیے ہوگا۔ اسکی روشنی مشرق تک پہنچ رہی ہوگی ایسی کہ ایسی روشنی اور حسن اور زینت آفتاب میں بھی نہیں ہو سکتی۔ پس ایسے شخص پر حیرت ہی ہے کہ وہ ایماندار ہو کہ اس طرح کی جنت موجود ہے اور پھر بھی وہ اسکو پانے کے لیے عمل نہ کرے اور جنتیوں والی موت نہ مرے اور اہل جنت کی مانند مشقت برداشت نہ کرے نہ ہی وہ اہل جنت کے کاموں پر ہی نگاہ ڈالے حیرت ہے کہ ایسا

شخص ایسے گھر پر ہی تسلی کر بیٹھتا ہے۔ جسکے برباد کر دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہوا ہے۔

واللہ اگر جنت میں صرف جسم نہ ہی سلامت رہنا ہوتا اور صرف بچاؤ ہی ہوتا موت سے۔ اور بھوک و پیاس اور دیگر سب حوادث سے۔ پھر بھی وہ ایسی تھی کہ اسکے لیے دنیا کو مسترد کر دیتے اور اس جنت پر دنیا کو ہرگز ترجیح نہ دی جاتی اور اب تو جنت والے مامون سلطان ہیں۔ جن کو تمام قسم کی خوشیاں حاصل ہیں اور جو وہ چاہیں وہ بھی ملتا ہے۔ ہر روز عرش کے آنگن میں اللہ تعالیٰ کا دیدار قدس حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے دیدار میں ان کو وہ کچھ میسر ہوتا ہے جو نعمہائے جنت میں بھی نہیں ہے اور وہ دیگر کسی جانب متوجہ نہیں ہوتے وہ ہمہ وقت مامون ہیں اس سے کہ انکی حاصل شدہ نعمتیں ان سے چھنیں وہ ہر قسم کی نعمتوں سے مزے اڑاتے ہیں۔ اس طرح کی جانب انسان کیوں متوجہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے ایک ندا کرنے والا جنتیوں کو ندا کرے گا تندرست رہو اور کبھی بیمار نہ پڑو۔ ہمیشہ زندہ رہو کبھی نہ مرو۔ جوانی میں رہو کبھی بوڑھے نہ ہو ہمیشہ نعمتوں سے بھرے رہو کبھی محروم اور پریشان نہ ہو۔ ایسا ہی ارشاد اللہ تعالیٰ کا ہے:-

ونودوا ان تلکم والجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون ہ

(اور پکارے جائیں گے کہ وہ جنت یہ ہے جسکا تم کو وارث بنایا گیا ہے جس کے لیے تم عمل کرتے تھے)۔

جنت کے بارے میں حالات پڑھنا چاہو تو قرآن مجید میں پڑھ لو۔ بیان الہیہ سے زیادہ کامل طور پر کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ سورۃ الرحمن کے آخر تک پڑھو اور سورۃ الواقعہ میں اور اسکے علاوہ دیگر متعدد سورتوں میں حالات جنت مذکور ہیں۔ ہم اس بارے میں کچھ احادیث درج کرتے ہیں۔ ان سے جنت کے بارے میں مفصل معلوم ہو گا انشاء اللہ۔

جنت کی تعداد:- رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پاک کی یوں تفسیر فرمائی ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتن۔ (جو شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے خوفزدہ ہو اسکے لیے دو جنتیں ہیں۔ الرحمن)۔ کہ وہ دو جنت کے باغ ہوں

گے۔ ہر دو کے اندر ظروف چاندی کے ہوں گے اور ہر چیز ہی چاندی کی ہوگی اور ایک باغ کے اندر ہر چیز سونے کی ہوگی اور برتن بھی سونے کے ہی ہونگے اور عدن جنت میں اللہ تعالیٰ اور خلق کے مابین سوائے ردائے کبریائی کے کوئی (پردہ) نہ ہو گا۔ ان کو اس طرح زیارت (الٰہی) میسر ہوگی۔

اور دروازہ ہائے جنت اس طرح سے ہیں کہ انکی تعداد عبادت کے اصولوں کے مطابق ہوگی اور وہ بڑی تعداد ہے جس طرح معاصی کے اصول کے مطابق دوزخ کے متعدد دروازے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے فی سبیل اللہ اپنے مال سے ایک جوڑا خرچ کر دیا اس کو جنت کے تمام دروازوں سے بلاوا پڑے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ پس نمازیوں کو باب الصلوۃ سے طلب کیا جائے گا اور زکوۃ و صدقات جو دیتے ہیں انکو باب الصدقہ سے بلائیں گے اور مجاہدوں کو باب الجہاد سے بلائیں گے ۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا یہ یقینی بات ہے کہ ہر دروازہ پر ایسے لوگ موجود ہونگے جن کو بلایا جاتا ہے۔ لیکن کوئی شخص ایسا بھی ہے جسے ہر دروازہ سے بلایا جائے ۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہاں اور مجھ کو امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔

اور حضرت عاصم بن ضمرۃ سے روایت ہے کہ حضرت علی نے دوزخ کا تذکرہ فرمایا ڈراؤنی قسم کی باتیں بیان فرمائی۔ میں ان تمام باتوں کو یاد نہیں رکھ سکا۔ پھر فرمایا کہ خوف کھانے والے لوگوں کو پروردگار تعالیٰ جنت کی طرف لے جائے گا۔ وہ جنت کے نزدیک جا پہنچیں گے۔ تو اسکے نزدیک ایک شجر ہو گا۔ جس کی جڑ میں دو چشمے بہہ رہے ہونگے۔ ان میں سے ایک چشمہ کی جانب وہ جائیں گے۔ جس طرح ان کو حکم دیا جائے گا اس کا پانی پئیں گے جس کے پینے سے ان کے جسم کی تمام تکالیف کافور ہو جائیں گی۔ بعد ازاں وہ دوسرے چشمہ کی طرف منہ کر لیں گے اور اس کے اندر وہ طہارت پا لیں گے۔ (مراد یہ ہے کہ وہ غسل وغیرہ کریں گے جیسے بھی طہارت حاصل کرنے کا طریقہ ہو گا)۔ تو یوں ان پر نعمت کی تازگی وارد ہوگی۔ ازاں بعد ان کے بال کبھی متغیر نہ ہونگے (یعنی بال سفید نہ ہونگے) اور سروں کو خشکی نہ ہوگی اور پراگندگی وارد نہ ہوگی۔ جیسے کہ تیل لگایا ہوا ہو۔ اسکے بعد وہ جنت پر آ پہنچیں گے ان کو جنت کے فرشتے کہیں گے۔ السلام علیکم تم

خوش رہو اور جنت میں ہمیشہ رہائش کے واسطے داخل ہو جاؤ۔ اسکے بعد ان کے پاس بچے آجائیں گے۔ وہ انکے گرد پھرنے لگیں گے۔ جس طرح دنیا میں بچے اپنے پیاروں کے گرد (خوش خوش) گھوما کرتے ہیں جب وہ کسی سفر وغیرہ سے واپس آتے ہیں۔ اور وہ کہیں گے کہ اب تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ یوں یوں آپ لوگوں کا اکرام فرمائے گا۔ پھر ان میں سے کوئی ایک بچہ ایک حسین حور کے پاس جا کر اس سے کہے گا کہ فلاں آدمی آگیا ہے۔ اس کا وہی نام وہ لے گا جو دنیا میں لیا جاتا تھا وہ پوچھے گی کیا تو نے اس کو دیکھا ہے وہ بتائے گا کہ ہاں میں اس کو دیکھ چکا ہوں۔ اور وہ میرے پیچھے پیچھے آنے ہی والا ہے۔ وہ حور (یہ سن کر) بہت زیادہ مسرور ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ بھی دروازہ پر آدکھائی دے گا۔ وہ شخص اپنے مکان کے نزدیک آجائے گا۔ تو اسکی بنیادوں پر نظر ڈالے گا وہ موتی کی چٹان ہوگی جس کے اوپر سبز اور سرخ اور زرد رنگوں کے پتھر ہوں گے۔ پھر وہ اپنے سر کو اوپر کی جانب اٹھائے گا تو چھت بجلی کی مانند (یعنی چمکدار سفید خوبصورت) ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو دیکھ لینے کی قوت اگر عطا نہ فرمائی ہوتی تو آنکھوں کی بینائی ختم ہو جائے۔ اسکے بعد وہ اپنے سر کو نیچے کرے گا۔ تو اسکی بیویاں موجود ہوں گی پیالے پڑے ہوئے ہوں گے مسندیں بچھائے گئے ہوں گے مسہریاں بچھی ہوئی پڑی ہوں گی۔ اسکے بعد وہ تکیہ لگائے گا اور یوں کلام کرے گا۔

الحمد للہ الذی ھدینا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدینا اللہ۔

(تمام حمد اللہ کے لیے ہے۔ جس نے ہم کو ھدایت فرمائی اور اگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہ فرمائی ہوتی تو ہم ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ الانعام)۔

اسکے بعد نداء کرنے والا ندا کرے گا تم اب ہمیشہ زندہ ہی رہو گے کبھی نہ مرو گے تم نے ہمیشہ کے لیے یہاں ہی رہنا ہے۔ یہاں سے تم خارج کبھی نہ ہو گے۔ ہمیشہ تم تندرست رہو گے تم کبھی بیمار نہیں پڑو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ روز قیامت میں در جنت پر آؤں گا اور دروازے کو کھلواؤں گا۔ جنت کا خازن مجھے کہے گا تو کون ہے۔ میں بتاؤں گا میں محمد ہوں۔ وہ بولے گا مجھے حکم فرمایا گیا ہے کہ آپ سے قبل کسی دوسرے کے لیے میں دروازہ مت کھولوں۔

اب جنت کے مکانوں کو اور جنت کے رفیع ترین درجات کی جانب دیکھو آخرت کے درجات ہی عظیم ترین درجات ہیں۔ اور جیسے کہ خلق کی ظاہری عبادت اور باطنی اچھے اخلاق میں فرق موجود ہے۔ ایسے ہی ان کے اجر و ثواب میں بھی فرق ہو گا۔ اگر جنت کے رفیع ترین مراتب کی تم کو چاہت ہے۔ تو پھر تم خوب محنت کرو تاکہ عبادت میں تمام آدمیوں سے بڑھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے حکم بھی فرمایا ہوا ہے کہ عبادت میں سبقت کرو اور مقابلہ کرو۔ ارشاد الٰہی یوں ہے:۔ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ (اور اس میں رغبت کرنی چاہیے رغبت کرنے والوں کو)۔

تعجب ہوتا ہے تم پر کیونکہ اگر اس دنیا کے اندر تمہارے پڑوس میں ساتھ رہنے والے اور دیگر ہم عصر لوگ دنیاوی مال اور دولت اور تعمیر عمارت میں تم سے سبقت لے جائیں تو تمہیں اچھا نہیں لگتا ہے۔ تمہارے سینے میں تنگی ہونے لگتی ہے اور تم حسد کرتے ہوئے اپنی زندگی کو تکلیف دہ بنالیتے ہو۔ جبکہ زیادہ اچھی بات یوں ہے کہ جنت میں تمہارا قیام اس طرح کا ہو جائے کہ تم سے کوئی دوسرا آگے نہ بڑھ سکتا ہو خواہ تمام دنیا کو ہی قربان کرنا پڑے۔

اور مروی ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے:۔ جنت میں بلند مقام والے یوں دکھائی دیں گے جس طرح تم دنیا کے اندر مشرق اور مغرب میں افق کے اوپر ایک ستارے کو دیکھا کرتے ہو اتنا فرق ہو گا مرتبوں میں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ تو نبیوں کے درجے ہیں۔ ان مراتب تک سوائے انکے دیگر کسی کو رسائی نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت نے فرمایا ہاں مجھے قسم ہے اسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ جو شخص ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ پر اور وہ تصدیق کرے (سب) رسولوں کی (انہیں ایسے مقامات عطا ہوں گے) اور یہ بھی فرمایا کہ نیچے سے وہ اونچے درجوں والے یوں دکھائی دیں گے۔ جس طرح آسمان کے افق پر چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھا کرتے ہو اور ابو بکر اور عمران میں سے ہی ہیں اور ان پر اور بھی انعامات ہیں۔

اور مروی ہے حضرت جابر سے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم کو میں مکانات جنت کے متعلق نہ بتاؤں۔ عرض کیا گیا ہاں یارسول اللہ آپ

پر میرے ماں اور باپ نثار۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے اندر جواہرات کی قسم کے (بنے ہوتے) مکان ہیں اندر سے باہر واضح دکھائی دیتا ہے اور باہر سے اندرون واضح نظر آتا ہے۔ ان میں ایسے ایسے انعامات اور لذات اور مسرتیں ہیں۔ جو کسی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھیں نہ ہی کسی کان نے سنیں نہ ہی کبھی کسی انسانی دل میں خیال ہی گذرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ مکانات کس کے واسطے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو سلام کو عام کرتا ہو۔ کھانا کھلاتا ہو روزہ رکھتا ہو رات کو نماز پڑھتا ہو جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ ہم نے گذارش کی یا رسول اللہ ایسی ہمت کیسے حاصل ہے۔ تو آپ نے فرمایا میری امت میں یہ ہمت موجود ہے میں تمہیں اس کی تفصیل بتاتا ہوں سلام کو عام کیا جس نے کسی مسلمان کو سلام کیا تو اس نے جو اپنے اہل و عیال کو اتنا کھلاتے کہ وہ خوب سیر ہوں تو اس نے کھانا کھلا دیا جو ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہے علاوہ ازیں ہر مہینے میں تین روزے رکھے۔ اس نے ہمیشہ روزے رکھے اور جو عشاء کی اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اس نے رات کو نماز پڑھی جبکہ اور لوگ سو رہے تھے۔

اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں سوال عرض کیا:- ومسکین طیبۃ فی جنت عدن (اور ہمیشہ کے باغوں میں پاک گھر) تو آنحضرت نے فرمایا اس سے مراد ہیں موتی کے بنے ہوئے محلات ہر ایک محل کے اندر سرخ یاقوت کے ستر گھر موجود ہیں اور ہر ایک گھر میں سبز زمرد کے ستر کمرہ جات موجود ہیں اور ہر کمرے کے اندر ایک پلنگ پڑا ہوا ہے۔ ہر پلنگ کے اوپر ہر رنگ کے ستر (عدد) بچھونے موجود ہیں۔ اور ہر بچھونے کے اوپر جنتی خوبصورت ایک حور موجود ہے اور ہر کمرے کے اندر ستر دسترخوان ہوں گے ہر دسترخوان پر ستر طرح کے کھانے ہوں گے۔ ہر کمرہ کے اندر ستر خدام ہوں گے اور ہر ایماندار کو ہر صبح کو اتنی قوت عطا کی جایا کرے گی کہ وہ یہ تمام انجام دے سکے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 73

صبر و رضا اور قناعت

آیات قرآنی میں رضا کی فضیلت مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (راضی ہو گیا اللہ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اس سے)۔ علاوہ ازیں ارشاد فرمایا ہے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان (اور احسان کی جزا بھی احسان ہے)۔ اور احسان کا آخر یہ ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اجر کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ومسکن فی جنت عدن ورضوان من اللہ اکبر۔

(اور عدن کے باغوں میں پاکیزہ سکونت گاہیں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اسکی) رضامندی سب سے بڑی ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے عدن کی جنت پر بھی رضا کو مقام رفیع عطا فرمایا ہے۔ جس طرح کہ اپنے ذکر پاک کو نماز پر بھی فوقیت عطا فرمائی ہے۔ یوں فرماتا ہے:۔ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر (تحقیق نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہے)۔ نیز جیسے کہ حالت نماز میں مذکور (یعنی اللہ تعالیٰ) کا مشاہدہ ہونا نماز کی حالت سے بھی افضل ہے۔ اسی طرح جنت کے مالک کی رضا بھی جنت سے افضل ہے اور اہل مطلوب کی یہ انتہا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے واسطے تجلی فرمائے گا اور یہ بھی ارشاد فرمائے گا کہ مجھ سے طلب کرو۔ وہ عرض کریں گے ہمیں آپکی رضا مطلوب ہے۔ پس دیدار ہونے کے بعد رضا طلب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ انتہائی شرف حصول رضا ہے اور بندے کی رضا کے بارے میں ہم آگے چل کر بتائیں گے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا اپنے بندے سے ہے اس کا مفہوم اور ہے اور وہ محبت کے ابواب میں ذکر شدہ بیان کے

قریب قریب ہی ہے۔ مگر اس کی وضاحت وانکشاف درست نہیں ہے کیونکہ خلق کی عقول اس کو سمجھ نہیں سکتیں اور جسے اس پر قدرت ہو وہ خود سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے اور بس۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے افضل کوئی مرتبہ نہیں ہے اور رضا اس لیے طلب کی گئی ہے کہ وہ دیدار الٰہی ہمیشہ کے لیے رہے۔ جیسے کہ انہوں نے اپنا آخری مقصود اس کو ہی بنا لیا۔ دیدار الٰہی حاصل ہو گیا اور طلب کی اجازت ہو گئی تو پھر انہوں نے دیدار ہمیشہ رہنے کا سوال کر دیا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ حجاب دور ہمیشہ کے لیے ہونے کا باعث رضا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولدینا مزید (اور ہمارے پاس اس سے زیادہ بھی ہے)۔ کچھ اہل تفسیر نے کہا ہے مزید وقت میں پروردگار تعالیٰ جنت والوں کو تین تحفے دیگا۔

(1)۔ اللہ رب العالمین کی جانب سے ایک تحفہ اس طرح کا جنت میں دیا جائے گا جس طرح کا پہلے ان کے پاس نہیں ہو گا اور وہ اس طرح ہے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔

(پس کسی جان کو علم نہیں ہے کہ اسکی آنکھوں کی ٹھنڈک کے واسطے کیا کچھ پوشیدہ رکھا ہوا ہے)۔

(2)۔ پروردگار تعالیٰ کی طرف ان پر سلام فرمایا جائے گا اور اس تحفے کے علاوہ یہ انعام بھی ان پر فرمایا جائے گا۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

سلٰم قولا من رب رحیم۔

انہیں رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔

(3)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا میں تمہارے ساتھ راضی ہوں یہ چیز ان کیلیے تحفے سے افضل اور سلام سے بھی افضل واشرف ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ورضوان من اللہ اکبر (اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہے)۔

مراد یہ ہے کہ تم اس وقت جس نعمت میں موجود ہو یہ تمامتر فضل خداوندی اسکی رضا کے باعث ہے اور یہ ثمر ہے بندے کی رضا کا۔

احادیث میں بھی رضا کی فضیلت و شرف کا ذکر ہوا ہے۔ روایت ہے کہ صحابہ کے ایک گروہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کیا ہو۔ تو انہوں نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔ آپ نے کہا تمہارے ایمان کی کیا نشانی ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہمارا مصیبت میں صبر کرنا فراخی میں شکر ادا کرنا اور قضائے الٰہی والے مواقع پر ہم راضی رہا کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے قسم ہے کعبہ کی رب کی تم مومن ہی ہو۔

دیگر ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حکماء علماء اپنی فقاہت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے درجات کی مثل ہو جانے کے قریب ہیں۔

اور مروی ہے:۔ ایسے (شخص) کے حق میں خوشخبری ہے۔ جسے اسلام کی ھدایت نصیب ہو گئی اسکا رزق بقدر کفایت ہوا اور وہ اس پر راضی رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ تھوڑی روزی پر بھی جو (شخص) اللہ تعالیٰ کے ساتھ راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بھی اسکے تھوڑے سے عمل کے باعث اس سے راضی ہو گا۔

ارشاد الٰہی ہے:۔ کسی اپنے بندہ کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ محبت کرے تو اس کو ابتلا میں ڈالتا ہے۔ اس میں اگر وہ صابر رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو منتخب فرمالیتا ہے اور اگر وہ راضی رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنا مخصوص بندہ بنالیا کرتا ہے۔

اور آنحضرت کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کا انعقاد ہونے پر اللہ تعالیٰ میری امت کی ایک جماعت کے پر تخلیق فرمائے گا وہ اپنی قبور میں سے اڑ کر (بغیر کسی رکاوٹ کے سیدھے) جنت میں جا داخل ہوں گے وہاں جنت میں کھائیں پئیں گے نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ ملائکہ انہیں پوچھیں گے کیا تم نے محاسبہ دیکھ لیا ہے۔ وہ جواب دیں گے ہم نے تو کوئی حساب نہیں دیکھا۔ وہ سوال کریں گے کیا تم پلصراط کو عبور کر آئے ہو وہ بتائیں گے ہم نے تو کوئی پل صراط نہیں دیکھا ہے۔ پھر وہ سوال کریں گے کیا تم نے دوزخ دیکھا ہے۔ وہ بتائیں گے نہیں وہ سوال کریں گے۔ تم کس کی امت ہو وہ (جواباً) کہیں گے ہم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں سے ہیں تو (فرشتے) انہیں کہیں گے تم کو ہم اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہوئے (تم سے) پوچھتے ہیں کہ ہمیں بتاؤ کہ دنیا کے اندر

تمہارے کیا اعمال تھے وہ بتائیں گے۔ ہم میں دو عادتیں موجود تھیں۔ انہیں کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور ہم اس مرتبہ کو پہنچ گئے وہ پوچھیں گے کہ ایسے دو عمل کیا تھے وہ کہیں گے۔ جس وقت ہم خلوت میں ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ارتکاب سے ہمیں حیا ہوتی تھی (یعنی نافرمانی نہ کرتے تھے)۔ اور جو کچھ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہماری قسمت میں کیا گیا تھا۔ اسی قلیل پر ہی راضی رہتے تھے (یہ سن کر) ملائکہ کہیں گے (پھر تو) فی الواقع تم اسکے مستحق ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ اے جماعت فقیروں کی! تم اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ راضی ہو جاؤ تو (اس طرح) تمہیں فقر کا ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔

اور جناب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ کہ قوم بنی اسرائیل انہیں کہنے لگی ہمارے واسطے اپنے رب سے ایسا عمل پوچھیں کہ ہم نے جب ایسے کر لیا تو کیا وہ ہم سے راضی ہو جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا الٰہی تو نے سماعت کر لیا ہے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں (مراد یہ ہے کہ عرض کیا اسکے بارے حکم فرما دے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اے موسیٰ! انکو فرما دیں کہ وہ میرے کم وبیش دیے ہوئے کے ساتھ راضی رہیں تو میں بھی ان کے ساتھ راضی ہوں۔

صبر:۔ قرآن کریم میں نوے سے بھی زیادہ مقامات ہیں جہاں پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے اور صبر کرنے کا انجام اعلیٰ درجات اور نیکیوں پر انعام کا وعدہ ارشاد ہوا ہے۔ اور صبر اختیار کرنے والے لوگوں کے حق میں اس طرح کے انعامات فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسے کسی اور کے حق میں وعدہ نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اولٓئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ

(ان لوگوں پر درود ہے اور (خاص) رحمت ہے انکے پروردگار کی جانب سے)۔

اس طرح صبر کرنے والوں کے حق میں حدایت و رحمت اور صلوۃ مذکور ہیں۔ سب آیتوں کو نقل کرنا تو مشکل ہے البتہ کچھ احادیث اس بارے میں یہاں نقل کی جاتی ہیں:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ صبر کرنا نصف ایمان

ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تم کو جو سب سے زیادہ قلیل (چیز) عطا ہوئی ۔ وہ یقین اور صبر ہے (اس سے مراد ہے کہ یہ دونوں اوصاف بہت تھوڑے لوگوں میں ہیں)۔ اور ان دونوں چیزوں سے جو کچھ حصہ جسے عطا ہوا تو وہ یہ پرواہ نہ کرے کہ رات کا کتنا قیام اور دن کے نفلی روزے کتنے فوت ہو گئے ہیں اور تم اپنے موجودہ حال پر صابر رہو یہ بات میرے نزدیک اس سے بڑھ کر محبوب ہے کہ تم میں سے ہر شخص کی ملاقات میرے ساتھ ایسے حال میں ہو کہ ہر ایک اپنے ساتھ اتنا عمل لیے ہوئے ہو جتنا تمام مل کر عمل کرتے ہیں۔ البتہ یہ خدشہ ہے مجھے کہ میرے بعد تمہارے لیے دنیا فراخ ہو جائے گی پھر تم ایک دوسرے سے اجنبی ہو جاؤ گے تو پھر اہل آسمان بھی تمہارے ساتھ اجنبیت اختیار کریں گے۔ اب جو صبر اختیار کرتا ہے۔ اور اسکو ثواب کی امید ہوتی ہے ۔ تو اس نے پورا ثواب پالیا پھر آنجناب ﷺ نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:۔

ماعند کم ینفذو ماعنداللہ باق ولنجرین الذین صبروا اجرھم۔

(تمہارے پاس جو کچھ موجود ہے اس نے ختم ہو جانا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ختم نہ ہو گا اور جن لوگوں نے صبر اختیار کیا انکو ہم لازماً اجر دینگے)۔

اور حضرت جابر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا (یعنی ایمان کیا ہے یہ پوچھا گیا)۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔ صبر اور سخاوت ۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا صبر ایک خزانہ ہے خزائن جنت میں سے۔

دیگر ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا گیا کہ ایمان کیا ہے تو آنحضرت نے فرمایا:۔ صبر کرنا۔ آپ کا یہ ارشاد آپکے اسی ارشاد سے مشابہت رکھتا ہے (جو فرمایا کہ) حج عرفہ ہے یعنی حج کا بڑا رکن ہے عرفہ میں وقوف کیا جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ سب سے افضل وہ عمل ہے جسے نفس پسند نہ کرتا ہو۔

نقل فرمایا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی گئی کہ میرے اخلاق جیسے پیدا کرو اور میرے اخلاق میں سے ایک (خلق) یہ ہے کہ میں صبور ہوں۔

حضرت ابن عباس سے حضرت عطاء راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انصار کے پاس تشریف فرما ہوئے (یعنی انکے پاس گئے) اور ان سے دریافت فرمایا:۔ کیا

تم مومن ہو۔ وہ چپ ہو رہے (یہاں مراد ہے کہ وہ از روئے ادب چپ رہے)

حضرت عمر نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے ایمان کی نشانی کیا ہے (جبکہ ہم) فراخی کی صورت میں شکر گذار ہوتے ہیں۔ ابتلاء ہو تو صبر کیا کرتے ہیں اور قضا پر ہم راضی رہا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا قسم ہے کعبہ کے رب کی فی الواقع تم ایماندار ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ صبر میں خیر کثیر ہے خواہ کچھ چیزوں پر صبر کرنا تمہیں پسند نہ ہی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔ جو چیز تمہارے نزدیک محبوب ہے۔ اس کو تم ناپسند امور میں صبر کیے بغیر پا نہیں سکتے ہو (ناپسندیدہ امور سے یہاں مراد مشکل ودشوار کام ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ صبر اگر ایک مرد ہوتا تو وہ کریم ہی ہوتا (یعنی کرم و مہربانی کرنے والا سخی مرد ہوتا) اور اللہ تعالیٰ کو صبر کرنے والے ہی محبوب ہیں۔ ایسی روایات کثیر وارد ہوئی ہیں۔ جن میں صبر کی تعریف کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ جو قناعت پذیر رہا اس نے عزت کو پالیا اور جس نے طمع کی وہ ذلیل ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قناعت اس طرح کا خزانہ ہے کہ وہ ختم نہیں ہوتا ہے۔

اس سے پیشتر بھی متعدد مقامات پر قناعت کے بارے میں بات ہو چکی ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم دائما ابدا ابدا۔

باب نمبر 74

فضائل توکل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللہ یحب المتوکلین۔

(بے شک متوکل لوگوں سے اللہ محبت کرتا ہے)۔

جو نام اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ موسوم ہوتے ہیں۔ ان میں اعلیٰ ترین درجہ متوکل کا ہے اور جسے مدد کی خاطر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہوتا ہے۔ اس کا کس قدر مرتبہ رفیع ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے کفایت و محبت اور نگہداشت کا احسان فرما دیا ہو اسکو بہت بڑی کامیابی مل گئی کیونکہ محبوب جدا نہیں ہوتا نہ ہی وہ (محب سے) دور ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے حجاب اختیار کیا جاتا ہے۔

اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سے ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود کی ہے، حضور اکرم نے ارشاد فرمایا حج کے موقع پر میں نے ملاحظہ فرمایا کہ میری امت نے میدان اور پہاڑ کو پر کر دیا ہے۔ مجھے ان کا زیادہ ہونا اور ان کی ہئیت بڑی اچھی لگی۔ مجھے پوچھا گیا کیا تو راضی ہے۔ میں نے کہا ہاں تو ارشاد فرمایا گیا کہ اس (امت) کے ستر ہزار اشخاص بلا محاسبہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (آنحضرت سے) دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے تو آپ نے فرمایا جو داغ نہیں لگواتے ہیں۔ وہ بری فال نہیں لیتے وہ منتر نہیں پڑھتے۔ حضرت عکاشہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے واسطے دعا فرما دیں کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ انہیں میں سے کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا فرما دی۔ یا اللہ اس کو ان میں سے ہی کر دے پھر ایک شخص اور کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میرے واسطے دعا فرمائیں کہ مجھے وہ ان میں سے کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو جس طرح کہ حق ہے توکل رکھنے کا تو تم کو وہ یوں روزی عطا فرماتے گا جس طرح پرندوں کو فراہم کرتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی شکم ہوتے ہیں اور شام کے وقت وہ شکم سیر ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے جو (تمام سے) قطع کر کے محض اللہ کے لیے ہی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اسکی ہر ضرورت میں کافی ہو جاتا ہے۔ اور اسکو وہاں سے رزق فراہم کرتا ہے۔ جہاں سے اسکے گمان تک میں نہیں ہوتا۔ اور جو (سب سے) منقطع ہو کر صرف دنیا کا ہی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اسکو اسکے حوالے کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ جس کو یہ پسند ہوتا ہو کہ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر مستغنی ہو جائے تو اسکو اپنے پاس جو کچھ ہو اس سے بڑھ کر جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس پر زیادہ یقین رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان پر جب (کوئی) تنگی (کا وقت) آجاتا تھا۔ تو وہ اپنے اہل خانہ کو کہہ دیتے تھے کہ اٹھ کر نماز پڑھو اور فرماتے تھے کہ مجھے میرے رب تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم ہوا ہے کہ فرمایا ہے:

وامر اهلک بالصلوۃ واصطبر علیها۔

(اور اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم کرو اور اس پر صبر کرو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے (کوئی ناجائز) منتر پڑھا اور داغ لگوایا وہ اس نے توکل نہیں کیا۔ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام منجنیق کے ذریعے آتش میں ڈالے گئے تو جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے پاس میری حاجت کوئی نہیں ہے۔ اور فرمایا **حسبی اللہ ونعم الوکیل** ۔ (میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)۔ آپ کو جس وقت آگ کے اندر پھینکنے کے واسطے گرفتار کیا گیا تھا۔ آپ نے کلمات اس وقت کہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وابرھیم الذی وفی**

(ابراہیم نے اپنا قول وفا کر دیا)۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی:۔ اے داؤد! میرا جو بندہ میری

مخلوق کو چھوڑ کر محض میرا سہارا اختیار کرتا ہے۔ اگر تمام زمین و آسمان بھی اسکی مخالفت میں تدبیر بنائیں پھر بھی اسکی نجات کے لیے میں راستہ بنا دیتا ہوں۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا ہے کہ مجھے بچھو نے ڈس لیا۔ میری والدہ نے مجھے قسم دلائی کہ میں لازما دم کراؤں۔ میں نے وہ ہاتھ دم کرنے والے کے سامنے کر دیا۔ جس پر ڈسا نہ گیا تھا۔

حضرت خواص نے یہ آیہ کریمہ پڑھی۔ **وتوکل علی الحی الذی لا یموت۔** الخ۔ (اور اس زندہ پر توکل کر جس کو موت وارد نہیں ہوگی)۔ اسکے بعد آپ نے کہا کہ بندے کے واسطے یہ درست نہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی غیر کی پناہ طلب کرے۔ ایک عالم کو دوران خواب کہہ دیا گیا جس نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر لیا اس نے اپنی طاقت جمع رکھی (مرادیہ ہے کہ اپنی قوت کو رائیگاں نہیں جانے دیا)۔

ایک صاحب علم نے کہا ہے۔ جس رزق کے بارے میں ضمانت دی گئی ہے۔ اس کے لیے مصروفیت اپنا کر فرض عمل سے غفلت کا شکار نہ ہو جانا چاہیے نہیں تو تمہاری آخرت تباہ ہو جائے گی اور دنیا تو اسقدر ہی حاصل ہو گی جتنی تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے کہ طلب کے بغیر روزی حاصل ہونا ثابت کر دیتا ہے کہ رزق کو حکم فرمایا گیا ہے کہ وہ بندے کو ڈھونڈ لے۔

حضرت ابراھیم بن ادھم نے فرمایا ہے کہ ایک راہب سے میں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو۔ اس نے جواب دیا میں یہ نہیں جانتا میرے پروردگار سے دریافت کرو کہ وہ کہاں سے کھلایا کرتا ہے۔

ہرم بن حبان نے اویس قرنی سے پوچھا کہ مجھے کس جگہ رہائش رکھنے کا حکم آپ فرماتے ہیں۔ انہوں نے شام کی جانب اشارہ فرما دیا۔ حضرت ہرم کہنے لگے میرا گذارہ کس طرح ہو گا تو حضرت اویس نے فرمایا ایسے دلوں پر حیف ہے کہ جن میں شبہ پیدا ہو گیا ان کو اب نصیحت سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

ایک بزرگ نے کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ راضی ہوا کہ صرف وہی کارساز ہے اور میں نے ہر طرح کی خیر کی راہ پالی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری حسن ادب عطا کیے

جانے کے لیے التجا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اہل بیتہ و اصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 75

فضائل مسجد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر۔

(تحقیق اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے روز پر)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے مسجد بنائی خواہ ایک چھوٹے گڑھے جتنی ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے اندر اسکی خاطر ایک گھر بنا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے تم میں سے کوئی بھی جس وقت مسجد کے اندر آئے وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھ لے۔

رسول پاک کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو مسجد سے محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تم میں سے کوئی آدمی جس وقت تک اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ اسکے حق میں ملائکہ رحمت کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں "یا اللہ اس کے اوپر خاص رحمت فرما۔ اس پر تو رحم کر اسکی اپنی رحمت سے مغفرت فرما"۔ تاآنکہ وہ وضو نہ توڑے یا مسجد سے باہر نہ نکل جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ میری امت کے بعض لوگ زمانہ آخر میں اس طرح کے ہوں گے۔ وہ مساجد میں آیا کریں گے۔ وہاں مساجد کے اندر حلقے بنا

کر بیٹھا کریں گے اور دنیا کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ دنیا کے ساتھ وہ محبت کریں گے۔ انکے پاس تم مجلس نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کو انکی ضرورت نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ کسی آسمانی کتاب کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ میری زمین میں مساجد میرے گھر ہیں میری زیارت کرنے والے وہی لوگ ہیں جو کو آباد کرنے والے ہیں۔ تو ایسے بندے کے حق میں خوشخبری ہے۔ جو اپنے گھر کے اندر وضو کرتا ہے پھر وہ میرے گھر میں آتا ہے اور میری زیارت کرتا ہے۔ تو جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس پر حق (واجب) ہوتا ہے کہ وہ زائر کی عزت کرے (مراد یہ ہے کہ اسکی دعاؤں کو قبولیت بخشے اور اس پر اپنا رحم و کرم فرمائے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کسی شخص کو جب تم دیکھتے ہو کہ اس کو مسجد میں جانے کی عادت ہے۔ تو اسکے مومن ہونے کی شہادت دو۔

حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا ہے۔ مسجد کے اندر جو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے پروردگار تعالیٰ کی ہم نشینی کی اس پر یہ حق ہے کہ وہ اچھا کلام ہی کرے۔

یہ خبر نقل کی گئی ہے اور یا یہ اثر ہے کہ مسجد کے اندر (دنیاوی) گفتگو کرنا نیکیاں یوں کھاتا ہے جس طرح گھاس کو بہائم کھاتے ہیں۔

حضرت امام نخعی نے فرمایا ہے کہ صحابہ یہ رائے رکھتے تھے کہ رات اندھیری میں مسجد کی جانب روانہ ہونا جنت لازم کر لیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک نے فرمایا ہے۔ جس نے چراغ روشن کیا مسجد کے اندر اسکے واسطے ملائکہ اور حاملین عرش دعا مانگتے رہتے ہیں۔ جس وقت تک اسکی روشنی مسجد میں رہتی ہے۔

حضرت علی نے فرمایا ہے۔ جس وقت بندے پر موت وارد ہو جاتی ہے تو زمین پر جو اسکی نماز کی جگہ تھی اور جس جگہ سے آسمان سے اسکے اعمال اوپر جایا کرتے تھے (دونوں مقام) اس پر روتے ہیں پھر آپ نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا:

فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین۔

(پس نہیں رویا ان کے اوپر آسمان اور زمین اور انہیں مہلت نہیں دی گئی)۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ زمین اس پر چالیس دن تک روتی رہتی ہے۔

حضرت عطا خراسانی کا قول ہے۔ زمین کے کسی بھی علاقہ میں کوئی بندہ اگر ایک سجدہ کرتا ہے۔ اسلئے واسطے روز قیامت وہ جگہ شہادت دے گی اور جس روز وہ مرتا ہے اس روز وہ گریہ کرتی ہے۔

حضرت انس بن مالک نے فرمایا ہے۔ جس قطعہ (زمین) کے اوپر نماز پڑھی جاتی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ زمین کا ٹکڑا اپنے اردگرد کے علاقہ جات پر فخر جتلاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے مسرور ہوتے ہیں۔ یہاں تک تمام ساتوں زمینوں تک شادمانی پھیل جاتی ہے اور جو بندہ نماز ادا کرتا ہے۔ اسکی خاطر زمین خود کو سجا لیتی ہے۔

روایت کیا گیا ہے۔ جس علاقہ میں کوئی قوم اترے یہ سرزمین (انکے ذکر کرنے اور نماز ادا کرنے کی وجہ سے) انکے لیے رحمت کے لیے دعا مانگتی ہے اور یا (انکی غفلت کی وجہ سے) ان پر لعنت کرتی ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واہل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 76

عبادت و مراقبہ

آپکو یاد رہنا چاہیے کہ کسی بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو کہ بھلائی کی جائے تو وہ اس کو اپنے عیبوں پر دھیان رکھنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ عمیق نظر والا شخص اپنے عیوب سے غفلت نہیں کر سکتا وہ اپنے عیوب کو جان لیتا ہے۔ تو پھر ان کا علاج بھی کر سکتا ہے۔ لیکن حیف ہے کہ لوگوں کی اکثریت اپنے عیبوں سے اتنی غفلت میں ہے کہ انکو دوسرے کی آنکھ میں موجود تنکا تو دکھائی دیتا ہے مگر اپنے آنکھ میں پڑا ہوا شہتیر بھی نظر نہیں آتا ہے۔ اپنے عیوب کو جاننے کے خواہش مند شخص کے واسطے چار طریقے ہیں:۔

(1)۔ ایسے شخص کی خدمت میں بیٹھ جائے جو کتاب و سنت کی پابندی کرنے والا بزرگ ہو۔ جو نفس کے عیوب کو جانتا ہو اسے پوشیدہ آفات معلوم ہوں وہ اسکے متعلق فیصلہ کرے اور یہ شخص خود ریاضت میں اسی بزرگ کے ارشادات کے مطابق عمل کرے۔ مرید کے لیے اپنے استاد کے آگے یہی طریقہ ہوتا ہے۔ اگر اس طرح کرے گا تو اس کا شیخ اور استاد اسکو اسکے نفس کے عیوب پر مطلع فرما دے گا اور علاج کا طریقہ بھی بتا دیگا۔ ہمارے موجودہ زمانے میں اس طرح کے طریقہ کی بہت عزت ہے۔

(2)۔ کسی صالح شخص کو اپنا صادق دوست بنائے جو صاحب عقل صاحب و بصیرت اور دین کی پابندی کرنے والا ہو۔ اسکو اپنے پر نگران بنائے اور وہ اسکے احوال و افعال پر نظر رکھے۔ وہ جو ظاہری و باطنی اخلاق و عیوب کو برا محسوس کرے گا۔ اس کو ان سے مطلع کر دیگا۔ عاقلوں اور بزرگان دین یہ طریقہ ہی استعمال کرتے ہیں۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے۔ آپ حضرت سلمان فارسی سے دریافت کیا کرتے تھے۔ کیا میرے کچھ عیوب آپ کو معلوم ہوئے ہیں تو وہ جواب دیتے تھے کہ وہ کون شخص ہو سکتا ہے جو اس طرح کی حرکت کرے گا۔ مگر جب مُصر بضد ہوتے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے اپنے

دستر خوان پر (یعنی اپنے کھانے میں) میں دو سالن جمع کیے ہیں اور آپ کے (کپڑوں کے بھی) دو جوڑے ہیں۔ ایک دن کو زیب تن کرنے کو اور دوسرا رات کے واسطے۔ انہوں نے پوچھا علاوہ ازیں بھی کچھ معلوم ہوا کیا؟ انہوں نے کہا نہیں مگر یہ دو ہی کافی ہیں۔ تب حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے ان کو ترک کیا۔

اور حضرت حذیفہ سے بھی آپ فرمایا کرتے تھے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے راز دار ساتھی ہیں۔ کیا آپ دیکھتے ہیں کہ میرے اوپر نفاق کی علامات ہیں (دیکھ لیں کہ کتنا ڈرتے تھے)۔ اللہ تعالیٰ سے باوجود اتنے عظیم مرتبے اور شان کے حامل ہوتے ہوئے بھی اپنے نفس پر اعتماد نہیں رکھتے تھے۔ پس جو شخص بھی کامل ترین اور صائب ترین عقل والا ہو گا۔ وہ خود کبھی بھی تکبر و عجب اپنے آپ میں نہ آنے دے گا اور اپنا محاسبہ سختی سے کرتا رہے گا۔ مگر ایسے لوگ فی زمانہ بہت تھوڑے ہیں اور ایسے دوست بہت تھوڑے ہیں۔ جو مداہنت سے باز رہیں اور اپنے دوست کو اس کا عیب واضح طور پر بتا دیں یا حسد کرنے سے باز رہیں۔ آج کل تو اکثر احباب حسد ہی کرتے ہیں اور یا وہ اپنی اغراض کے بندے بنے ہوئے ہیں کہ عیب کو عیب ہی نہیں گردانتے یا مداہنت کرتے ہوئے تجھے تیرے عیبوں کا بتاتے نہیں ہیں۔ حضرت داؤد طائی خلق سے دور رہنے لگے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ خلق سے میل جول کیوں نہیں رکھتے۔ تو آپ نے فرمایا مجھے ایسے لوگوں سے کیا غرض ہے جو میرے عیبوں کو مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ پس اہل دین خواہشمند ہوتے تھے کہ لوگ ان کو انکے عیوب بتا دیا کریں۔ جبکہ ہمارے جیسے لوگ ایسے ہو گئے ہیں کہ ہم کو اگر کوئی شخص نصیحت کرے یا ہمارے عیبوں سے ہمیں آگاہ کرے۔ ہمارے نزدیک وہ بد ترین شخص ہوتا ہے اور ایسی حرکت آدمی کے ایمان کو کمزور بنا دیتی ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت برے اخلاق ڈسنے والے سانپ اور بچھو ہیں۔ اگر کوئی آدمی ہم کو آگاہ کر دے کہ ہمارے کپڑے تلے بچھو ہیں تو ہم اس کا بڑا احسان محسوس کرتے ہیں اور فوری طور پر بچھو کو دفع کرنے کا سوچتے ہیں اور بچھو سے بچ جانیکی ہمیں خوشی ہوتی ہے اور بچھو کو فورا ہم مار دیتے ہیں۔ جبکہ وہ تو ہمارے دنیاوی جسم پر ہی صرف اثر کر سکتا ہے۔ جو ایک آدھ دن تک ختم ہو جایا کرتا ہے اور بد اعمال اور برے اخلاق دل پر اثر کرتے ہیں اور موت کے بعد بھی دائمی طور پر انکے قائم رہنے کا خدشہ ہے

ہوتا ہے۔ پھر بھی کوئی شخص اگر ہمیں ہمارے (عیوب اور بداخلاقیوں کے پہلوؤں کے بارے میں) بتاتا ہے تو اس کا کچھ احسان نہیں جانتے اور نہ ہی ان عیوب کو ختم کرنے پر ہم غور کرتے ہیں۔ بلکہ برعکس معاملہ ہوتا ہے اور جو ہمیں نصیحت کرتا ہے۔ اسکے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اسے الٹا کہتے ہیں کہ تم میں فلاں فلاں عیوب ہیں۔ ایسے الزامات اسے لگاتے ہیں۔ کہ ہم کو تو کیا نصیحت کرے گا۔ اسکی نصیحت سے ہم کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں۔ اس سنگدلی کے نتیجے میں ایسا شخص گناہوں پر مزید جراتمند ہو جاتا ہے اور اصل وجہ اسکی ایمان کی کمزوری ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ سے کہ وہ ہم کو صراط مستقیم پر ہی رکھے۔ درست بصیرت ہمیں ارزانی فرمائے ہمیں نیکی میں لگائے رکھے اور ہمیں اس شخص کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو ہمیں ہمارے عیوب سے آگاہ فرمائے۔ آمین (ثم آمین)۔

(3) ۔ اپنے دشمنوں کی زبانی اپنے عیبوں کو جاننے کی کوشش کرے۔ کیونکہ ناراضگی کی آنکھ عیوب ظاہر کرتی ہے۔ ممکن ہے آدمی کی تعریف کرنے والے اور اسکے نقائص کو چھپانے والے مداہن دوست کی نسبت زیادہ نفع اسکی پوشیدہ دشمنی رکھنے والے شخص کو حاصل ہو۔ جو اسکے عیبوں کے بارے میں بات کرتا ہے مگر یہ بھی ایک آفت موجود ہے کہ خلق کی طبیعتیں دشمن کو ہمیشہ جھوٹا کہنے کی عادی بن چکی ہوتی ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو میرا دشمن ہے۔ لہذا حسد کے باعث یوں کہتا ہے مگر عقل و خرد والے لوگ دشمن کی باتوں سے بھی نفع حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ اسکی زبان پر انکی برائیاں ہی آتی ہیں۔

(4) ۔ (چوتھا طریقہ یہ ہے) لوگوں سے اختلاط رکھے اور لوگوں میں جو شخص مذموم جانا جاتا ہو اسکی روشنی میں یہ اپنا محاسبہ کرے کہ کیا میں بھی اسکی طرح کا ہی نہیں ہوں۔ کیونکہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہوتا ہے۔ دوسرے شخص کے عیب دیکھے تو جانتا ہو کہ یہ عیب میرے اندر بھی ہیں۔ کیونکہ عام لوگ حرص و شہوت کی اتباع کرنے میں تقریباً قریب قریب ہی ہوتے ہیں۔ ایک آدمی اگر متبع حرص ہے تو دوسرا بھی خواہش کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس سے بھی بڑھ کر ہو گا یا اس سے کم ہو گا۔ پس اپنے نفس پر نظر رکھنی چاہیے اور اس سے ہر عیب دور کر دینا چاہیے۔ اس طرح بھی ادب حاصل ہو

سکتا ہے اور لوگ اگر ایسے تمام عیوب کو ترک کردیں۔ جو انہیں دوسروں میں دکھائی دیتے ہیں تو پھر کسی دیگر ادب تعلیم کرنے والے کی انکو حاجت ہی نہیں رہتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپکو کس نے ادب تعلیم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے ادب کسی نے بھی نہیں سکھایا میں تو جاہل میں جہالت دیکھ کر خود ایسی جہالت سے باز رہتا ہوں۔

یہ طریقے ایسے شخص کے واسطے ہیں جسے کوئی عارف صاحب عقل خود عیوب نفس کو جاننے والا مہربان دین کے بارے میں ناصح مہذب بندگان الٰہی کو تہذیب سکھانے میں مشغول اور انکا بھلا چاہنے والا بزرگ حاصل نہ ہوتا ہو۔ اور جسے ایسا بزرگ نصیب ہو جائے اسے تو اسکا طبیب فراہم ہو گیا۔ وہ اسکے ساتھ ہو جائے وہ علاج کرے گا اسکے مرض کا اور برباد ہونے سے بچنے میں وہ اسکی مدد کرے گا جو بربادی اسکو درپیش ہے۔

اگر عبرت حاصل کرنے کے لیے ہمارا مندرجہ بالا کلام پڑھو گے تو انشاء اللہ آپکو بصیرت حاصل ہوگی۔ آپ کے دل کے امراض آپ کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے اور پھر اپنے علم اور یقین کے نور سے انکا علاج بھی جان لو گے اور اگر آپ اس طرح نہ کر سکتے ہوں تو پھر اے برادر! تلقین اور تقلید کے طریقہ پر ایمان و یقین کو ہاتھ سے مت جانے دے۔ کیونکہ یہ درجات ایمانی ہیں۔ جس طرح علم کے درجات ہوتے ہیں اور ایمان کے بعد ہی علم میسر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت۔

(رفعت عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے اور جو لوگ علم پائے ہوتے ہیں ان کے لیے (اونچے) درجے ہیں۔)

اب ایسا شخص جو تصدیق کرے کہ شہوات کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کی جانب مستقیم راستہ ہے لیکن وہ اس کے سبب اور راز کو نہ جان سکے تو وہ ایمانداروں سے ہے اور اگر وہ شہوات کے ساتھ معاون امور کو بھی جان جائے تو وہ ایسے لوگوں میں شمار ہو جاتا ہے جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرنے کا۔ قرآن و سنت میں اور علماء کرام کے اقوال میں ایمان کی یہ تفصیل متعدد مقامات پر مندرجہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ونهى النفس عن الهوى - فان الجنة هى الماوى

(اور جس نے باز رکھا اپنے نفس کو خواہش سے پس بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہے)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

اولئک الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى -

(یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے آزمالیا ہے تقویٰ کے لیے)۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا مفہوم ہے انکے دلوں میں سے خواہشات کی محبت کو خارج کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن پانچ شدید امور کے درمیان رہتا ہے:-

(۱)۔ مومن اس سے حسد کرتا ہے (یا رشک) کرتا ہے۔

(۲)۔ منافق کو اس سے بغض رہتا ہے۔

(۳)۔ کافر اس سے بر سر پیکار رہتا ہے۔

(۴)۔ شیطان اسے گمراہ کرنے کے قصد میں مصروف رہتا ہے۔

(۵)۔ نفس اس سے مقابلہ کرتا ہی رہتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک دشمن نفس بھی ہوتا ہے۔ جو مقابلہ کرتا ہی رہتا ہے لہذا نفس کے خلاف جہاد کرنا نہایت لازم ہے۔

نقل کیا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کو اللہ نے وحی فرمائی:- اے داؤد تو خود ڈرتا رہ اور اپنے صحابہ کو بھی ڈراؤ شہوات کی پیروی سے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی شہوتوں میں مشغول رہنے والے دلوں کی عقول مجھ سے حجاب میں (رہتی) ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسکے حق میں خوشخبری ہے جس نے بلا دیکھے غائب وعدہ کے باعث موجود شہوت کو ترک کیا۔

جہاد کر کے لوٹنے والی ایک جماعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خوش آمدید تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی جانب آتے ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ جہاد اکبر کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اپنے نفس سے جہاد کرنا۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ اپنے نفس کی ایذاء کو دور کرو اور اللہ کی نافرمانی کرنے کے

یے نفس کی اتباع مت کرو۔ نہیں تو روز قیامت تمہارے ساتھ یہ نزاع کرے گا۔ تیرا بغض حصہ دوسرے (حصہ) کو لعنت کرنے لگے گا۔ البتہ اگر اللہ نے کرم فرمایا دیا اور پردہ پوشی فرمادی تو پھر خیریت رہے گی۔

حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ کوئی بات بھی مجھے اتنی سخت محسوس نہیں ہوئی جتنا زیادہ شدید مجھے نفس سے مقابلہ محسوس ہوا ہے۔ کبھی میں غالب آتا اور کبھی وہ غالب ہوتا۔

حضرت ابو عباس موصلی اپنے نفس کو کہا کرتے تھے۔ اے نفس تو دنیا کے اندر شہزادوں کے ساتھ نعمت حاصل نہیں کرتا اور تو صالح لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر تو آخرت حاصل کرنے کے لیے تو مشقت بھی نہیں اٹھاتا گویا کہ تیرے ساتھ میں جنت اور دوزخ کے درمیان قیدی ہو چکا ہوں۔ اے نفس تجھے کیوں شرم نہیں آتی ہے۔

حضرت حسن نے فرمایا ہے۔ نفس سے زیادہ سرکش باغی جانور اس طرح کا اور نہیں ہے جو زیادہ مستحق ہو لگام دینے کے لیے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا ہے۔ اپنے نفس کے خلاف سیوف ریاضت کے ساتھ جہاد کرو اور ریاضت چار کی قسمیں رکھتی ہے:۔

(۱)۔ غذا کم رکھو۔

(۲)۔ نیند بھی کم رکھو۔

(۳)۔ بقدر ضرورت ہی کلام کرو۔

(۴)۔ لوگ ایذاء دیں تو برداشت کرو۔

کھانے میں کمی وارد ہو تو شہوتوں کی موت ہے۔ نیند تھوڑی کریں تو خیالات پاک رہتے ہیں اور کلام تھوڑا کریں تو آفات سے بچے رہتے ہیں۔ لوگوں سے ایذا کو برداشت کریں تو مطلوب تک خوب رسائی حاصل ہو جاتی ہے اور بندے پر جب سختی ہو تو اس وقت بردباری اور ایذاء پر صبر کرنے سے بڑھ کر سخت چیز اور کوئی نہیں ہے۔ اور جس وقت نفس سے شہوت بھرے اور معصیت کے ارادے متحرک ہو جاتے ہیں اور فضول کلام کی شیرینی شروع ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت غذا کم کھانے کی تلوار تہجد پڑھنے کی تلوار سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اور نیند کی کمی آدمی کو گمنامی کا عادی بناتی ہے اور

کلام میں کمی کرنے کے باعث انسان ظلم اور انتقام سے محفوظ رہتا ہے۔ اس طریقے سے آپ لوگ نفس کی آفتوں سے بچے رہو گے اور شہوات کی ظلمتوں سے نفس صاف پاک ہو جائے گا۔ اس طرح ہی آپ اسکے ہلاک کرنے والی آفات سے بچو گے۔ اس طرح عمل کرنے کے بعد نفس پاکیزہ نورانی، ہلکا اور روحانی بن جاتا ہے پھر نیکی کے میدان میں یہ تیز گامزن ہوتا ہے۔ عبادات کے راستوں پر چلنے لگے گا۔ جس طرح میدان کے اندر تیز دوڑ لگانے والا کوئی گھوڑا ہوتا ہے اور جس طرح کوئی بادشاہ ہوتا ہے باغ کے اندر سیر و تفریح کرنے والا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ انسان کے تین دشمن ہیں۔ (۱)۔ دنیا (۲)۔ اس کا شیطان (۳)۔ اس کا نفس۔ اگر زہد کو اختیار کریں گے تو دنیا سے بچاؤ ہو جائے گا۔ شیطان کی مخالفت کریں گے تو اس سے بچیں گے اور شہوتوں کو ترک کریں گے تو نفس سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ایک حکیم نے کہا ہے۔ جس پر نفس غلبہ کر لے وہ اسکی شہوتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سمجھو کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اسکی خواہشات کی قید میں پڑ گیا۔ اسکی لگام اسکے ہاتھ میں پکڑی ہوتی ہے کہ جس جگہ چاہے گا کھینچ کر لے جائے گا اور اس کا دل نیکیوں سے خالی رہ جائے گا۔

حضرت جعفر بن حمید نے فرمایا ہے کہ تمام عالموں اور حکیموں کا اجماع ہے کہ نعمت ترک کرنے کے بعد ہی نعمت ملا کرتی ہے (مراد یہ ہے کہ عیش کو چھوڑ کر آخرت کی نعمت میسر ہوتی ہے)۔ حضرت ابو یحییٰ وراق نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے اپنے اعضاء کو شہوت دی اور یوں خوشی حاصل کی اس نے گویا دل میں ندامتوں کا شجر کاشت کر لیا۔

حضرت وہیب بن ورد نے فرمایا ہے کہ روٹی سے زائد ہر چیز شہوت ہی ہے اور یہ بھی فرمایا جس نے دنیوی شہوت سے محبت کی اسکو آمادہ رہنا چاہیے ذلیل ہونے کے لیے۔

قصہ

روایت کیا گیا ہے کہ عزیز مصر کی زوجہ نے ایک ٹیلہ پر بیٹھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو راستہ پر جاتے ہوئے سے اس وقت کہا۔ جب وہ زمین کے خزانوں پر تصرف حاصل کر چکے تھے۔ مسند اقتدار پر براجمان ہو گئے تھے اور اپنی سلطنت کے بارہ ہزار سرداروں کے ساتھ بڑی ٹھاٹھ کے ساتھ نکلا کرتے تھے: وہ ذات پاک ہے۔ جس نے بوجہ معصیت سلاطین کو غلام بنایا۔ عبادت و ریاضت کے باعث غلاموں کو بادشاہ کر دیا بادشاہوں کو اس نے انکی حرص و ہوس کے باعث غلام بنا دیا۔یہی بدلہ ہے انکے لیے جو فساد کرتے ہیں اور صبر اور تقویٰ نے انہیں بادشاہ بنا دیا جو غلام تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا جس طرح کہ قرآن پاک میں آیا ہے:

انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

(جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے پس تحقیق اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا)۔

حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے کہ مجھے ایک رات پریشانی ہو گئی۔ میں نے اپنا ورد شروع کر دیا۔ لیکن اس میں مجھے وہ حلاوت حاصل نہ ہوئی جو اس سے قبل ہوا کرتی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ سو جاتا ہوں۔ لیکن میں نہ سو سکا۔ پس میں بیٹھ گیا لیکن بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رہی تھی۔ بالآخر میں باہر نکل آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے جو چغہ اپنے گرد لپیٹ کر راستے میں پڑا ہے۔ مجھے آتا ہوا دیکھ کر وہ کہنے لگا اے ابوالقاسم! اسی وقت یہاں آؤ۔ میں نے کہا۔ اے میرے مالک کسی کے بلائے بغیر ہی؟ کہا ہاں میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تیرے دل میں حرکت پیدا کر دے۔ میں نے اس کو کہا کہ یہ تو اللہ نے کر ہی دیا ہے۔ اب (یہ بتاؤ) کہ آپ کی حاجت کیا ہے۔ اس نے کہا نفس کے مرض کا علاج کس وقت ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ جب نفس اپنی خواہشوں کے برعکس کرے۔ پھر اس نے اپنے نفس کو مخاطب کیا اور اس سے کہا تو سن لے کہ میں نے تجھے سات مرتبہ یہ ہی جواب دیا اور تو نے جنید کے علاوہ کسی اور سے جواب سننے انکار کر دیا۔ اب تو خوب سن چکے ہو۔ اسکے بعد وہ رخصت ہو گیا میں نے اس کو بالکل نہ پہچانا۔

حضرت یزید رقاشی نے فرمایا ہے: اے آب خنک تو دنیا کے اندر مجھ سے پرے رہ تاکہ میں آخرت میں (ٹھنڈے پانی سے) محروم نہ رہ جاؤں۔

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے دریافت کیا: میں کس وقت بات کروں۔ آپ نے فرمایا جب تو چپ رہنا چاہے پھر پوچھا میں خاموش کب رہوں؟ انہوں نے فرمایا جب تو کلام کرنا چاہتا ہو۔

حضرت علی نے فرمایا ہے: جس کو جنت کا اشتیاق ہے وہ دنیا میں شہوتوں سے خود کو محفوظ رکھے۔

اللهم صل على سيدنا و مولانا محمد وعلى آله واهل بيته واصحابه وبارك وسلم



باب نمبر 77

ایمان اور منافقت

یاد رکھو کامل ایمان یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا ایمان ہو اللہ کی توحید پر اس کا یقین ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لاتے ہوتے دین پر اور جو جو اعمال کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے وہ پابندی سے سرانجام دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

انما المؤمنون الذی امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یر تابوا و جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون۔

(بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے اللہ کے ساتھ اور اسکے رسول کے ساتھ پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ انہوں نے فی سبیل اللہ جہاد کیا وہی ہیں جو سچے ہیں)۔

علاوہ ازیں ارشاد الٰہی ہے:۔

ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبین۔

(اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر)۔

اور ساتھ ہی دیگر شرطیں لگا کر بیس (۲۰ شرائط) کر دیں۔ مثلاً وفائے عہد اور شدائد پر صابر رہنا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ **اولئک الذین صدقوا** (یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا)۔ دیگر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت۔

(اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو رفعت عطا فرماتا ہے تم میں سے جو ایمان لے آئے اور جنہیں علم حاصل ہوا ان کے بلند درجات ہیں)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قتل۔

(تم میں سے وہ مساوی نہیں جس نے فتح سے قبل (فی سبیل اللہ) خرچ کیا اور جہاد کیا)۔

اور یوں فرمایا ہے:۔ هم درجت عندالله (ان کے لیے تو عنداللہ اونچے درجات ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:۔ ایمان ننگا ہے اس کا لباس تقویٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ ایمان کے ستر اور کچھ زیادہ باب ہیں سب سے کم تر باب راستے پر سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کر دینا ہے (باب سے مراد یہاں درجات ہیں)۔

اوپر جو آیات و احادیث کا ذکر ہوا ہے۔ ان سے پتہ چل جاتا ہے کہ ایمان کا بڑا عمیق تعلق ہے اعمال کے ساتھ۔ اور اسکا تعلق نفاق اور پوشیدہ شرک سے بریت سے بھی ہے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ چار خصلتیں ہیں۔ جس میں یہ ہوں وہ پکا منافق ہوتا ہے خواہ وہ روزے دار ہو نماز ادا کرتا ہو اور سمجھتا ہو کہ وہ مومن ہی ہے۔

(۱)۔ جس وقت وہ بات کرے تو کذب بیانی کرے۔
(۲)۔ جب وہ کوئی وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کا مرتکب ہو۔
(۳)۔ جب اس کو امین بنایا جائے تو وہ خیانت کا مرتکب ہو۔
(۴)۔ جب وہ جھگڑا کرے تو بد کلامی کا ارتکاب کرے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جب وعدہ کرے تو غدر کرے (مراد یہ کہ توڑ دے)۔

حضرت ابو سعید خدری کی روایت کردہ حدیث پاک میں ہے کہ دل چار ہوتے ہیں۔

(۱)۔ صاف دل، اس کے اندر چراغ روشن ہے یہ دل مومن کا دل ہوتا ہے۔

(۲)۔ خراب دل، اس کے اندر ایمان اور نفاق ہے۔ ایمان کی مثال اس طرح ہے کہ جس طرح سبزے کی سیرابی میٹھے پانی کے ساتھ ہو (اور وہ خوب بڑھے پھولے) اور نفاق کی مثال اس طرح سے ہے۔ جیسے ایک پھوڑا ہو۔ اس میں پیپ اور گندا پانی مزید بڑھتا رہے۔ پس جو مادہ غالب رہ گیا وہی حال دل کا ہوا۔

دیگر روایت میں اس طرح سے الفاظ آئے ہیں:۔ جو اس پر غالب آیا اسی کا غلبہ ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اس امت کے زیادہ تر منافقین قاری (حضرات) ہیں۔

دیگر ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ:۔ میری امت کے اندر شرک صفا پہاڑ کے اوپر چیونٹی کے چلنے سے بھی بڑھ کر اخفا میں ہے۔

حضرت حذیفہ نے فرمایا ہے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد کے دوران ایک شخص بات کرتا تھا۔ تو اسکے سبب ہم اس کو اسکے مر جانے تک منافق گردانتے تھے۔ جبکہ آج میں تم میں سے ہر شخص سے اس طرح کا ہی کلام دس مرتبہ سن رہا ہوں (اور کسی کو اس کی کوئی حیا و پرواہ ہی نہیں ہے)۔

ایک عالم نے کہا ہے کہ نفاق کے زیادہ قریب وہ ہے جو سمجھتا ہو کہ میں نفاق سے پاک ہی ہوں۔

حضرت حذیفہ نے فرمایا ہے کہ زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم (میں موجود منافقوں) سے زیادہ منافقین آج ہیں۔ اس وقت تو وہ پوشیدہ رہتے چھپتے تھے۔ جبکہ آج کل وہ کھلے بندوں پھرتے ہیں۔ ایسا نفاق ایمان اور کمال ایمان کے منافی ہے اور یہ پوشیدہ نفاق ہے۔ اس سے جو ڈریں وہ خلق سے دور رہا کرتے ہیں۔ جبکہ خلق کے زیادہ قریب وہ ہی ہے جو خود کو نفاق سے پاک جانتا ہو۔

حضرت حسن بصری سے کہا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ آج کل نفاق کا کوئی وجود نہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے برادر اگر منافق لوگوں کی موت واقع ہو جائے تو راستوں میں وحشت کر دو گے (اس سے مراد ہے کہ تم راستوں کو ویران کر دو یوں کہ راستوں پر چلنے والے ہی کم سے کم ہو جائیں گے)۔

اور انہیں نے یہ بھی کہا ہے یا شاید دیگر کسی کا قول ہے کہ:۔ منافقوں کے اگر سم پیدا ہو جائیں تو ہم زمین کے اوپر قدم رکھتے ہوئے نہیں چل سکیں گے (مراد ہے کہ اتنے زیادہ ہیں منافق لوگ)۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک شخص کو سنا جو حجاج کے متعلق تنقید کرنے میں

مشغول تھا تو آپ نے فرمایا تمہارا خیال کیسا ہے کہ اگر حجاج یہاں حاضر ہو ان باتوں کو سنتا ہوا تو کیا تم یہ باتیں کرو گے۔ اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں منافقت جانتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ دنیا میں جو شخص دو زبانوں والا ہو (یعنی جو دو رخا شخص ہو)۔ اس کو آخرت میں بھی اللہ تعالٰی دو زبانوں والا کر دے گا (یعنی اس کی یہ سزا ہو گی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ لوگوں میں بد ترین شخص دو رخا آدمی ہوتا ہے۔ جو ایک کے ساتھ ایک رخ سے پیش آئے اور دوسرے کے ساتھ وہ دوسرے رخ کے ساتھ پیش آئے۔

حضرت حسن سے کسی نے کہا کہ ایک قوم کا گمان ہے کہ ہم کو نفاق کا خدشہ کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا واللہ اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں۔ تو یہ بات مجھے ساری دنیا کے سونے سے بھی محبوب تر ہے۔

حضرت حسن کا قول ہے کہ زبان اور دل کے ظاہر اور باطن اور اندرون اور بیرون میں فرق ہے۔

ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا کہ مجھے خدشہ ہے کہ منافق نہ ہو چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو نفاق سے خوفزدہ نہ ہوتا تو منافق ہوتا کیونکہ منافق شخص نفاق سے نہیں ڈرتا۔

ابن ملیکہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک صد اور تیس اور دیگر ایک روایت کے مطابق ایک صد اور پچاس صحابہ کو میں نے پایا ہے اور وہ تمام ہی نفاق سے خوفزدہ تھے۔

نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ نے ایک شخص کے بارے میں بات کی اور اسکی انہوں نے کافی تعریف کی۔ ابھی وہاں پر ہی تھے کہ وہ شخص بھی وہاں آ پہنچا۔ اسکے چہرہ پر سے وضو کے باعث پانی کے قطرے گرتے تھے اور وہ اپنا جوتا اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھا۔ اسکی آنکھوں کے درمیان میں سجدے کا بھی نشان موجود تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ یہی وہ شخص

ہے۔ جس کے بارے میں ہم ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس کے چہرے پر میں شیطان کا اثر دیکھ رہا ہوں۔ پس وہ آدمی آگیا اور اس نے سلام عرض کیا اور وہ صحابہ کرام کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تو نے جب اس جماعت کو دیکھا تھا تو کیا تیرے دل میں یہ گمان نہیں آیا تھا کہ تجھ سے بہتر ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ گواہ ہے یہ درست ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس طرح سے دعا فرمائی یا الٰہی میں معافی طلب کرتا ہوں۔ اس سے جو مجھے معلوم ہے اور جو مجھے معلوم نہیں۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا آپ بھی ڈرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں کیسے بے خوف ہو سکتا ہوں۔ جبکہ دل رحمان تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جس طرح اسکی خواہش ہے وہ الٹ پلٹ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون۔

(اور ظاہر ہوا ان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے)۔

اس آیت پاک کی تفسیر میں اہل علم نے فرمایا ہے کہ وہ ایسے اعمال کرتے تھے جن کو وہ جانتے تھے کہ نیک اعمال ہیں۔ حالانکہ وہ برائیاں شمار ہوتی تھیں۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا ہے۔ آدمی اگر ایک باغ میں داخل ہو جائے۔ جسکے اندر تمام قسم کے پرندگان موجود ہوں اور ہر پرندہ اسکے ساتھ اپنی ایک زبان میں بات کرے۔ اے اللہ تعالیٰ کے دوست تجھ پر سلام ہو۔ انہیں دیکھتے ہوئے اس کے نفس کو سکون حاصل ہو تو وہ شخص ان کے ہاتھوں میں قید شدہ ہے۔ ایسے اخبار اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنے گہرے امور تک نفاق ہوتا ہے اور شرک کے کچھ امور کتنے پوشیدہ ہوا کرتے ہیں۔ اس سے بے خوف کبھی نہیں رہنا چاہیے۔

کبھی کبھی حضرت حذیفہ سے حضرت عمر دریافت کیا کرتے تھے کہ کیا میرا ذکر منافقوں میں تو نہیں ہوا ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ ایک حکمران کی ایک بات میں نے سنی جو

کہ غلط بات تھی۔ میں نے نیت کر لی کہ اس کو رد کروں پھر مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ وہ حکمران مجھے قتل کر دینے کا حکم صادر کر دے گا۔ میں موت سے تو نہ ڈرتا تھا۔ البتہ یہ خدشہ تھا کہ جب میری روح نکلے گی تو میرے دل میں خلق کے واسطے نمود و نمائش نہ کہیں آجائے۔ لہذا میں باز رہا۔ یہ ایسا نفاق ہے جو ایمان کی حقیقت و صداقت ایمان کے کمال اور اسکی صفائی کے برعکس ہے۔ مگر حقیقی ایمان کے برعکس نہیں ہے۔ پس نفاق دو قسم کا ہے:۔

(۱)۔ ایک نفاق ہے۔ جس کے باعث انسان دین سے ہی خارج ہو جاتا ہے اور کافروں کے ساتھ شمار ہو جاتا ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے والوں کے ساتھ مل جاتا ہے۔

(۲)۔ دوسرا نفاق یہ ہے کہ جو آدمی کو ایک عرصہ طویل کے لیے دوزخ میں ڈالے جانے کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کے اعلیٰ درجات میں کمی ہو جانے کا موجب ہوتا ہے اور صدیقین کے درجہ سے اس کے درجہ کو کم کرا دینے کا باعث ہوتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وبارک وسلم

باب نمبر 78

غیبت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو بہت مذموم فرمایا ہے اور جو شخص غیبت کرے اسکو مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا فرمایا ہے جیسے کہ فرمایا گیا ہے۔

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکر ھتموہ۔

(اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی یہ گوارا کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ پس اس سے تم کو کراہت ہوتی ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مسلمان تمام ہی دوسرے مسلمان کے واسطے حرام ہے۔ اسکا خون اس کا مال اس کی عزت۔ اسکی غیبت کرنا عزت پر زد ہوتی ہے۔ جبکہ عزت کو اللہ نے مال اور خون کے ساتھ جمع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت ابو برزہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ایک دوسرے سے حسد مت کرو نہ ہی ایک دوسرے کے ساتھ بغض ہی رکھو۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی مت کرو (دوسرے کے عیب تلاش کرنا یا جاسوسی کرنا)۔ ایک دوسرے سے تعلق منقطع مت کرو۔ ایک دوسرے کی غیبت کا ارتکاب نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! تم آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔

حضرت جابر اور حضرت ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت سے بالخصوص خود کو بچاؤ۔ اس لیے کہ یہ زنا سے بھی زیادہ بری ہے۔ کیونکہ آدمی کبھی زنا کر بیٹھے تو وہ بعد میں توبہ کر لیتا ہے اور اسکی توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے۔ جبکہ غیبت کرنے والے کو اس وقت تک معافی نہیں ہوتی۔ جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہو۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس

شب میں مجھے معراج کرائی گئی تھی۔ اس شب مجھے اس طرح کی اقوام پر سے لے جایا گیا جو اپنے چہرے اپنے ناخنوں سے چھیلتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے بتایا یہ وہ ہیں جو دوسروں کی غیبت کیا کرتے تھے اور انکی عزتوں کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔

حضرت سلیمان بن جابر فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے گذارش کی کہ مجھے کوئی سا نیک کام بتائیں جس سے میں فائدہ حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا۔ نیکی کی کوئی بات بھی معمولی مت سمجھو اگرچہ کسی پانی پینے والے شخص کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ہی ڈالو اور اگرچہ اچھے چہرے کے ساتھ اپنے بھائی سے ہی ملاقات کرو اور جب وہ لوٹ کر جائے تو اسکی غیبت مت کرو۔

حضرت براء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ گھروں میں موجود عورتوں کو بھی سنا دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو جو زبانی ایمان لائے ہو اور دل سے ایمان نہیں لاتے ہو۔ تم مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور انکے پردے (یعنی رازوں) کی جستجو مت کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے برادر کے پردے کے درپے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اسکے راز کے درپے ہو گا اور جسکے راز کا اللہ تعالیٰ پیچھا فرمائے اس کو اسکے گھر کے اندر ہی رسوا کر دے گا۔

نقل کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ غیبت سے توبہ کر کے جو مرے گا وہ سب کے بعد جنت میں جائے گا اور جو غیبت پر مصر رہتے ہوئے مر گیا وہ دوزخ کے اندر سب سے پیشتر داخل ہو گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ روزہ رکھو اور فرمایا کہ کوئی بھی شخص تم میں سے روزہ افطار نہ کرے تا آنکہ میں اجازت نہ دے دوں۔ پس لوگوں نے روزہ رکھ لیا۔ شام ہو گئی تو ایک ایک آدمی آتا تھا اور عرض کرتا تھا۔ یا رسول اللہ میں روزہ سے رہا ہوں اب اجازت فرمائیں کہ میں روزہ افطار کر لوں۔ آپ اس کو اجازت عطا فرماتے تھے اس طرح ایک ایک شخص آتا رہا بالآخر ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ میرے اہل خانہ میں دو لڑکیاں ہیں نوجوان۔ انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے وہ آپ کے پاس حاضر ہونے سے شرما رہی ہیں آپ ان کے

لیے اجازت فرمادیں کہ وہ روزہ کھول لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا رخ موڑ لیا۔ اس نے بات کو پھر دہرایا تو آپ نے اپنا رخ پھر پھیر لیا۔ اس نے پھر وہی بات کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لڑکیوں نے روزہ نہیں رکھا۔ وہ کس طرح کی روزہ رکھنے والی ہیں تمام دن تو وہ خلق کا گوشت کھاتی رہی ہیں تم چلے جاؤ اور ان کو حکم کرو کہ اگر انہوں نے روزہ رکھا ہے تو وہ قے کریں۔ پھر وہ آدمی ان کے پاس آ گیا اور ان کو وایسے ہی) بتا دیا۔ انہوں نے جب قے کی تو اس قے میں خون اور پھیپھڑے برآمد ہوئے۔ اس آدمی نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بتا دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر یہ (مواد) ان کے شکموں میں رہ جاتا تو ان دونوں کو آگ ہی کھاتی۔

دیگر ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جس وقت آپ نے اس کی جانب سے اپنا رخ پھیر لیا تو وہ پھر سامنے آ گیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ وہ دونوں مر گئی ہیں یا کہا کہ وہ دونوں مر جانے کے قریب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ دونوں آ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ طلب فرمایا پھر ان میں سے ایک کو ارشاد فرمایا کہ اس کے اندر قے کرے۔ پس اس نے خون او پیپ قے کی یہاں تک کہ وہ پیالہ بھر گیا۔ اس کے بعد دوسری کو آپ نے حکم فرمایا کہ وہ اس میں قے کرے۔ اس نے بھی ایسے ہی قے کی۔ آپ نے فرمایا ان دونوں نے اس (چیز) کے ساتھ روزہ رکھا تھا جو ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے حلال رکھی تھی اور جو چیز ان کے لیے (ہر حال میں) حرام قرار دی تھی اس کے ساتھ انہوں نے روزہ کھولا۔ (مرادیہ کہ وہ غیبت کرتی رہیں) ایک (ان میں سے) دوسری کے پاس جا بیٹھی پھر دونوں نے لوگوں کا گوشت کھانا شروع کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ سود اور اس کی شدت بیان فرمائی اور فرمایا کہ جو درہم سود کے ذریعے انسان کو میسر ہو وہ عند اللہ چھتیس مرتبہ اس کے زنا کرنے سے بھی بڑھ کر شدید گناہ ہے اور عظیم ترین سود یہ ہے کہ ایک مسلمان کی عزت کو برباد کر دیا جائے۔

چغلی کھانا:- بہت بری عادت ہے چغلی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ھمار مشاء بنمیم۔** (لوگوں پر عیب لگانے والا اور چغلی پھیلانے والا)۔ نیز ارشاد فرمایا ہے۔ **عتل بعد ذلک زنیم۔** (گردن کش اسکے بعد زنیم (حرامزادہ)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے کہ زنیم سے مراد ایسا ولدالزنا ہے جو بات کو چھپاتا نہیں ہے۔ پس جو بات کو پوشیدہ نہ رکھے (خواہ کتنی بری بات ہو)۔ اسکی جانب اشارہ ہوا ہے اور چغلی کرتا پھرتا ہو اس ارشاد سے معلوم ہو گیا کہ وہ ولدالزنا ہے۔

اور ارشاد الٰہی ہے:- **ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔** (ہر عیب لگانے والے طعنہ مارنے والے کے لیے خرابی ہے)۔ ایک قول ہے کہ ھمزۃ سے مراد چغلی کھانے والا ہے۔

ابو لہب کی زوجہ کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔ **حمالۃ الحطب۔** (لکڑیوں کو اٹھانے والی)۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت چغلی کھایا کرتی تھی۔ دوسروں تک باتیں اٹھا کر لے جایا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

فخانتھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا۔

(پس ان دونوں نے ہی خیانت کا ارتکاب کیا تو ان دونوں کو عذاب الٰہی سے نجات کے واسطے کوئی شے کام نہ آ سکی)۔

کہا جاتا ہے کہ لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آتے تھے تو انکی بیوی مہمانوں کے آنے کا پتہ لوگوں کو کر دیا کرتی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ لوگوں میں آپکے متعلق کہا کرتی تھی کہ وہ تو پاگل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:- چغلی کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ بلکہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ قتات جنت میں نہیں جائے گا اور قتات سے مراد ہے چغلی کھانے والا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر وہ ہے جو زیادہ اچھے اخلاق رکھتا ہو۔ نرم طبع متعاون، محبت اور الفت سے جو پیش آتا ہو اور تم میں سے زیادہ مبغوض شخص عنداللہ وہ ہے جو چغلی کھاتا ہے۔ بھائیوں میں تفریق ڈالے پاکباز آدمیوں میں برائیاں ڈھونڈتا پھرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ کیا میں تم کو یہ نہ بتادوں کہ تم میں سے بدترین شخص کون ہے۔ عرض کیا گیا ہاں (فرمادیں)۔ تو آنحضرت نے فرمایا چغل خور، احباب میں فساد پیدا کرنے والا نیکوں کی برائیوں کا متلاشی۔

حضرت ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے کوئی غلط بات کسی مسلمان کے خلاف (لوگوں کے اندر) پھیلا دی۔ اس لیے کہ اس کو (لوگوں میں) بدنام کرے۔ روز قیامت اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں ذلیل کرے گا۔

حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کے خلاف کوئی بات (لوگوں میں) مشہور کر دیتا ہے۔ جبکہ وہ اس سے پاک ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو دنیا میں ذلیل کر سکے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہوتا ہے کہ روز قیامت وہ اس کو ذلیل کر دے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو (شخص) کسی مسلمان کے واسطے شہادت دیتا ہے۔ جبکہ وہ اس شہادت کا اہل نہیں تھا (یہاں مراد جھوٹی شہادت دینا ہے)۔ اس کو دوزخ کے اندر اپنی جائے قرار بنا لینی چاہیے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبر کا تہائی عذاب چغلی کھانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کی تخلیق فرمائی تو اسے کہا کہ بات کر اس نے عرض کیا خوش نصیب ہے وہ جو میرے اندر داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی خلق سے آٹھ قسم کے انسان اس میں نہیں داخل ہونگے:۔

(۱)۔ عادی شراب نوش تجھ میں داخل نہ ہو گا۔

(۲)۔ عادی زناکار بھی تجھ میں داخل نہ ہو گا۔

(۳)۔ چغل خور بھی داخل نہ ہو گا۔

(۴)۔ دیوث بھی داخل نہ ہو گا (دیوث وہ آدمی ہے جسکی مائیں۔ بہنیں بیوی بدکاری کرتی ہوں اور یہ پرواہ نہ کرتا ہو)۔

(۵)۔ پولیس والا بھی داخل نہیں ہوگا (یہ ظالم و زیادتی کے مرتکب پولیس والے ہیں)

(۶)۔ ہیجڑا بھی (جنت میں) داخل نہ ہوگا (جو عملاً ہیجڑا بن کر گاتا بجاتا پھرے وہ مراد ہے)۔

(۷)۔ قطع رحمی کرنے والا۔

(۸)۔ نہ ہی وہ جو کہتا ہو کہ میرے اوپر اللہ کا عہد ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کروں گا مگر پھر وہ وعدہ وفانہ کرے۔

حضرت کعب احبار نے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑ گیا۔ اگرچہ موسیٰ علیہ السلام بار بار بارش کے واسطے دعا مانگتے رہے مگر بارش پھر بھی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تیری اور تیرے ساتھ والوں کی دعائیں قبول نہیں کروں گا۔ جس وقت تک تمہارے ساتھ چغلخور ہوگا اور وہ چغلی پر مصر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے میرے پروردگار مجھے بتادے تاکہ اسے ہم اپنے درمیان میں سے باہر نکال دیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ میں نے تم کو چغلی سے ممانعت فرمائی ہے۔ اب (تم چاہتے ہو کہ) میں خود چغل خور بنوں۔ اس پر تمام قوم نے توبہ کر لی اور پھر بارش ہوگئی۔

روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص ایک حکیم کی جانب سات صد فرسخ سفر کر کے سات کلمات کے لیے گیا (ایک فرسخ برابر تقریباً تین میل ہوتا ہے) جس وقت اسکے پاس جا پہنچا تو اس سے کہا میں اس علم کی خاطر آپکی خدمت میں آیا ہوں۔ جو آپ کو اللہ نے دیا ہوا ہے۔ مجھے بتادیں آسمان کا کتنا وزن ہے اور اس سے زیادہ وزن والی چیز کونسی ہے اور زمین کا بھی وزن بتادیں نیز یہ کہ اس سے بڑھ کر وزنی چیز کیا ہے اور پتھر کے بارے میں مطلع فرمادیں کہ کونسی چیز اس سے بڑھ کر سخت ہے۔ آتش کے متعلق بھی بتا دیں اور یہ بھی کہ آگ سے زیادہ گرم چیز کونسی ہے۔ زمہریر کے بارے میں بھی بتادیں اور یہ بھی بتادیں زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی چیز کیا ہے اور سمندر کے بارے میں بھی بتا دیں اور یہ بھی کہ سمندر سے زیادہ مستغنی شے کونسی ہے۔ اور یتیم کے متعلق بھی بتائیں اور یہ بھی مطلع فرمادیں کہ یتیمی میں زیادہ ذلت کونسی ہے۔ اس کا جواب حکیم صاحب نے یہ دیا کہ:

۱۔ بے گناہ پر جھوٹا الزام لگانا آسمان سے زیادہ بھاری (معصیت) ہے۔
۲۔ جو بات حق ہو وہ زمین سے بڑھ کر وسعت والی ہے۔
۳۔ قانع دل سمندر سے بڑھ کر مستغنی ہے۔
۴۔ حرص اور حسد زیادہ حرارت والے ہیں بہ نسبت آگ کے
۵۔ جس وقت قریبی کی طرف سے ضرورت نہیں پوری ہوتی یہ زمہریر سے بڑھ کر سرد ہے۔
۶۔ پتھر سے بھی سخت تر دل ہوتا ہے کافر کا۔
۷۔ جب چغلخور کا چغلی کرنا افشاء ہو جاتا ہے تو وہ یتیم سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔
اور ایک شاعر کا قول ہے کہ۔

من نم فی الناس لم تؤمن عقاربہ
علی الصدیق ولم تؤمن افاعیہ
کالسیل باللیل لا یدری بہ احد
من این جآء ولا من این یاتیہ
الویل للعھد کیف ینقضہ
والویل للود منہ کیف ینفیہ

(جس نے لوگوں کے پاس چغلی کھائی تو دوست بھی اسکے بچھوؤں سے مامون نہ رہا نہ ہی اسکے اژدھاؤں سے بے خوف ہو سکا۔
جس طرح دوران شب سیلاب آئے تو کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کس طرف جا رہا ہے۔
بربادی ہی ہے عہد کے لیے کہ وہ کس طرح سے عہد کو توڑ دیتا ہے اور خرابی ہے محبت کے لیے کہ کس طرح سے وہ محبت ختم کر دیتا ہے)۔
دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

یسعی علیک کما یسعی الیک فلا
تامن عوائل ذی وجھین کیاد

(وہ تیرے خلاف باتیں بھی اسی طرح کرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ دیگر لوگوں کے عیوب تیرے پاس لایا کرتا ہے۔ پس تو دو رخے چونیں مارنے والے شخص کی آفتوں سے بے خوف ہو کر کبھی مت رہنا)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی الہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 79

شیطان کی انسان سے دشمنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ دل کے اندر دو طرح کے خیال آتے ہیں۔ ایک فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے بھلائی کا وعدہ کرنا اور تصدیق حق کرنا۔ جس کو یہ آئے وہ سمجھ جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (وارد ہوا) ہے اور اللہ کی حمد کرے۔ اور ایک خیال شیطان کی جانب سے آتا ہے۔ برائی کا وعدہ کرتا ہے (راغب کرتا ہے) حق کو جھٹلانے پر اور باز رکھتا ہے بھلائی سے۔ جس کو یہ آئے اسے چاہیے کہ پڑھے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

(اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے)۔

اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا۔

الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشآء۔

(تمہارے ساتھ شیطان تنگدستی کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو بے حیائی کرنے کا حکم دیتا ہے)۔

حضرت حسن نے فرمایا ہے۔ دو خوف ہیں وہ دل کے اندر جاری ہوتے ہیں۔ ایک خوف اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اور ایک خوف دشمن سے ہوتا ہے۔ اللہ رحم فرمائے اس بندہ پر جو بوقت خوف کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا جو خوف تھا اس کو تو اس نے قائم رہنے دیا اور جو دشمن کی طرف خوف تھا۔ اسکے ساتھ اس نے جہاد کیا اور مقابلہ کیا۔

حضرت جابر بن عبیدہ عدوی نے فرمایا ہے کہ میں نے شکایت کی حضرت علاء بن زیاد سے کہ میرے دل کے اندر وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دل کی مثال اس طرح سے ہے جس طرح گھر ہوتا ہے۔ اس میں چور گھس آتے ہیں۔ اس کے اندر اگر کچھ

موجود ہوتا ہے۔ تو اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں ہوتا تو وہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ دل خواہش سے خالی پڑا ہو تو اس کے اندر شیطان مداخلت نہیں کرتا۔

اسی لیے ارشاد الٰہی ہوا ہے:۔

ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰن۔

(بے شک میرے بندے کے اوپر تجھے تصرف نہیں ہو سکے گا)۔

جو شخص خواہش کی اتباع میں مشغول ہو گیا وہ اس خواہش کا ہی بندہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ وہ نہ رہ گیا اسی لیے شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مسلط فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

افراء یت من اتخذ الھہ ھوٰہ۔

(کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا خدا بنائے ہوئے ہے)۔

یہ اس کی جانب اشارہ ہے کہ اسکی وہ خواہش ہی اس کا معبود بنی رہی تھی۔ پس وہ خواہش کا ہی بندہ بنا رہا اور اللہ کا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت عمرو بن العاص نے گذارش کی یا رسول اللہ! میرے اور میری نماز و قرات کے درمیان شیطان حائل ہوا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان خنزب کہلاتا ہے۔ تم جس وقت اسکو محسوس کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرو (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم الحیم پڑھتے ہوئے) اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دیا کرو۔

انہوں نے بتایا ہے کہ اسی طرح ہی میں نے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دفع کر دیا۔ مروی ہے کہ ایک شیطان وضو کی حالت میں حملہ آور ہو جاتا ہے۔ وہ دولہان کہلاتا ہے اس سے بھی تم اللہ کی پناہ طلب کیا کرو اور اس کا ذکر ہی دل میں سے وسوسہ شیطان کو نکالتا ہے۔ جو اسکے سوا ہوتا ہے۔ کیونکہ دل کے اندر جب کوئی ذکر ہونے لگتا ہے۔ تو جو اس سے پیشتر وہاں ہوتا وہ خارج ہو جاتا ہے اور امکان ایسا بھی ہے کہ وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ ہوتی ہیں اور دوسری غیر ضروری باتیں بھی شیطان کے گزرنے کی راہیں ہوتی ہیں۔ جبکہ اللہ کا ذکر وہ چیز ہے جو شیطان سے محفوظ کر دیتی ہے اور اس میں شیطان

کی قطعاً گذر نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں یہ کہ علاج ضد سے کیا جاتا ہے اور شیطان کے تمامتر وسوسوں کی ضد اللہ کا ذکر ہے اور **اعوذ باللہ من الشیطان الرحیم** اور **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** ہیں اور اہل تقویٰ ایسا کرتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کا غلبہ ہو چکا ہوتا ہے۔ ان پر شیطان موقع کی تاڑ میں لگا رہتا ہے۔ فرمایا گیا ہے:۔

ان الذین اتقوا اذا مسھم طئف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون۔
(بلاشبہ وہ لوگ جو متقی ہو گئے انہیں شیطان سے جب کچھ وسوسہ ہونے لگے تو وہ ذکر کرتے ہیں پس جب وہ اچانک ہی دیکھنے لگتے ہیں)۔

اور آیت پاک **من شر الوسواس الخناس**۔ (وسوسہ پیدا کرنے والے پھسلانے والے کی شر سے) ہے۔ اسکی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مجاہد نے فرمایا ہے کہ شیطان دل کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ جب ذکر الٰہی کیا گیا فوراً سکڑتا اور وہاں سے دور ہو جاتا ہے اور جب دل نے غفلت کی یہ دل پر حاوی ہو گیا۔ پس ذکر اور وسوسوں کے درمیان بھٹک جانا ایسے ہی ہے۔ جیسے روز و شب کے درمیان بھٹکنا یا روشنی اور ظلمت کے درمیان بھٹکنا ہوتا ہے۔ ان میں آپسمیں تضاد ہونے کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:۔ **استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ** (ان پر شیطان حاوی ہو گیا تو انہوں نے یاد خدا بھلا دی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن آدم کے دل پر شیطان نے اپنی سونڈ لگائی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اللہ کا ذکر کرنے لگتا ہے تو (یہ ادھر سے) کھسک جاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سے غفلت کرے تو اسکے دل کو لقمہ کر لیتا ہے۔

ایک حدیث بیان کرتے ہوئے ابن وضاح کہتے ہیں کہ:۔ آدمی چالیس برس کی عمر کا ہو جاتا ہے اور (پھر بھی) توبہ نہیں کرتا تو اسکے چہرے پر شیطان اپنا ہاتھ پھیرنے لگتا ہے اور کہتا ہے۔ یہ ایسا چہرہ ہے جو نجات حاصل نہیں کرتا اور جیسے کہ انسانی خون اور گوشت کے اندر شہوتوں کی ملاوٹ ہوئی ہوئی ہے۔ ایسے ہی شیطان کے اثرات بھی انسان کے خون اور گوشت میں جاری رہتے ہیں اور ہر سمت سے اسکے دل پر چھائے رہتے

ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ابن ادم کے اندر شیطان یوں جاری ہوتا ہے۔ جس طرح خون رواں ہوتا ہے۔ لہذا تم فاقہ کر کے اسکے چلنے کے راستوں کو مسدود کر دو۔ آپ نے فاقہ کرنا بتایا ہے کیونکہ اسکے باعث شہوت فرو ہوتی ہے اور شیطان کی راہیں بھی یہی شہوات ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ ہر چہار جانب سے شہوتیں دل کے اوپر چھائی ہوتی ہیں (لہذا ان کا سد باب کرنا آدمی کے لیے ضروری ہے)۔ ابلیس کے حالات اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

لا قعدن لهم صراطك المستقيم ثم لاتينهم من بين ايديهم و من خلفهم وعن ايمانهم و عن شمائلهم-

(تیری (جانب) سیدھی راہ میں میں ان کے واسطے ضرور بیٹھوں گا پھر میں ان پر ضرور آؤں گا۔ انکے آگے سے انکے پیچھے سے اور انکے دائیں جانب سے انکے بائیں ست)۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: شیطان ابن آدم کے راستوں پر بیٹھ گیا پس اسلام کی راہ میں وہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا کیا تو اسلام اختیار کرتا ہے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کرتا ہے؟ انسان نے اسکی بات کو نہ مانا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر (یہ شیطان) اسکی ہجرت کے راستہ میں براجمان ہو گیا اور کہنے لگا کیا تو ہجرت کرنے لگا ہے۔ کیا تو اپنی زمین و آسمان چھوڑتا ہے۔ اس نے (پھر بھی) اسکی نافرمانی کی اور ہجرت کر لی پھر وہ جہاد کے راستہ پر بیٹھ گیا اور (اسکو) کہنے لگا تو جہاد کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اپنی جان اور مال کو ہی تباہ کرنا ہے۔ تو لڑے گا اور پھر تو قتل کر دیا جائے گا۔ تیری ازواج دیگر لوگوں سے نکاح کریں گی تیرا (چھوڑا ہوا) مال بھی بانٹ لیا جائے گا۔ اس نے اس کا نافرمان ہوتے ہوئے جہاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ کچھ کر لیا اور پھر فوت ہو گیا تو اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمادے۔

اللهم صل على سيدنا و مولانا محمد وعلى آله واهل بيته واصحابه وبارك وسلم

باب نمبر 80

محبت کرنا اور نفس کا محاسبہ کرنا

حضرت سفیانؒ نے فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری کا نام ہی فی الحقیقت محبت ہے اور دیگر ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ دوام ذکر ہی محبت ہے۔

ایک ار بزرگ کا قول ہے کہ اپنے محبوب کو ہی ترجیح دیئے رہنے کا نام محبت ہے۔

ایک اور بزرگ نے کہا ہے کہ دنیا میں رہنے کو اچھا نہ جاننا محبت ہے۔

مندرجہ بالا سب اقوال اصل میں محبت کا نتیجہ ہیں اور اصل میں محبت کو کسی نے بھی بیان نہیں کیا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ اصل میں محبوب کی جانب سے ایک مفہوم محبت ہے۔ کیونکہ اسکے ادراک سے دل ہو چکا ہوتا ہے اور اسکی تعبیر سے بھی دل عاجز ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ دنیا کے ساتھ تعلقات رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے محبت سے خالی کر دیا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ معاوضہ لیتے ہوئے جو محبت کی جاتی ہے۔ اس کا حال ایسا ہوتا ہے کہ معاوضہ جس وقت ختم ہو جاتا ہے تو (جان لو کہ) محبت بھی اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ کی محبت بتاتا ہے۔ اسے غیر اللہ کے سامنے اظہار عجز سے بچنا چاہیے۔

حضرت شبلیؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کو عارف اور محب کی تعریف بتائیں۔ آپ نے فرمایا عارف اگر بات کر دے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور محب اگر چپ رہے تو ہلاک ہو جائے گا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

یا ایھا السید الکریم

حبک بین الحشاء مقیم
یارافع النوم عن جفونی
انت بما مربی علیم

(اے میرے کرم کرنے والے مالک میرے دل میں تیری محبت جاگزیں ہو گئی ہے۔ اے میری آنکھوں میں سے نیند کو دور کر دینے والے تجھے اچھی طرح اس کا علم ہے جو کچھ مجھ پر گذرتی ہے۔

دیگر ایک شاعر نے یوں کہا ہے۔

عجبت لمن یقول ذکرت الفی
وھل انسی فاذکر مانسیت
اموت اذا ذکر تک ثم احیاء
ولو لا حسن ظنی ما حییت
فاحیا بالمنی واموت شوقا
فکم احیا علیک وکم اموت

(مجھے تعجب ہوتا ہے اس پر جو کہتا ہے کہ مجھے یاد رہتی ہے۔ میری محبت اور کیا میں فراموش کر دیتا ہوں۔ جو یاد کروں بھولی ہوئی چیز کو)۔ (جس وقت تجھے میں یاد کرتا ہوں تو مر ہی جاتا ہوں اور پھر زندہ ہوتا ہوں۔ اگر مجھے حسن ظن نہ ہو تو میں زندہ ہی نہ رہ سکوں)۔ (میں تقدیر کی رو سے زندہ رہتا ہوں اور اپنے اشتیاق سے مرتا ہوں۔ پس تم پر میں کتنی ہی مرتبہ زندہ ہوا ہوں اور کتنی ہی مرتبہ مرا ہوں)۔

شربت الحب کاسا بعد کاس فمانفد الشراب ومارویت۔

(میں پیالوں کے پیالے ہی پیتا گیا مگر پھر بھی مشروب ختم نہ ہوا اور نہ میں ہی سیر ہوا)۔

فلیت خیالہ نصب لعینی فان قصرت فی نظری عمیت

(کاش کہ میری آنکھوں کا خیال بسا رہے پس اس کو دیکھنے میں اگر میں قصور کروں تو میں اندھا ہی ہو جاؤں)۔

ایک روز حضرت رابعہ عدویہؒ کہنے لگیں کون خبر دے گا ہم کو ہمارے محبوب کے بارے میں تو ان کی خادمہ نے عرض کیا کہ ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہی ہے۔ مگر یہ دنیا ہے جو ہمیں ہمارے محبوب سے دور رکھے ہوئے ہے۔

ابن جلاءؒ نے فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سے وحی فرمایا گیا کہ میں جس وقت اپنے بندے کے باطن میں مجھے دکھائی دیتا ہے کہ اس میں نہ دنیا کی حب ہے اور نہ آخرت کی محبت تو میں اس کا دل محبت سے پر کر دیتا ہوں اور اس کو اپنی حفاظت میں رکھ لیتا ہوں۔

اور نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز حضرت سمنونؒ نے محبت کے متعلق بات کی تو اچانک ہی ایک پرندہ سامنے آیا اور وہ گر پڑا اور اپنی چونچ کے ساتھ زمین کو کرید تا رہا یہاں تک کہ اس کا خون نکل آیا اور پھر وہ مر گیا۔

حضرت ابراھیم ادھمؒ نے عرض کیا۔ اے میرے اللہ تجھے تو علم ہی ہے کہ تو نے مجھے اپنی محبت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ اپنے ذکر کے ساتھ مجھے انس دیا ہوا ہے اور مجھے تو نے اپنی عظمت میں سوچ و فکر کرنے کے لیے فراغت عطا کر رکھی ہے۔ ایسی نعمتوں کے مقابلے میں میں مچھر کے ایک پر جتنا درجہ بھی جنت نہیں سمجھتا ہوں۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا ہے۔ جو اللہ کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ وہ زندہ رہتا ہے۔ اور جو دنیا پر مائل رہا وہ محروم رہ گیا اور بیوقوف شخص تو صبح و شام (یعنی ہمہ وقت) کچھ نہیں کچھ نہیں کرتا رہتا ہے اور صاحب عقل اپنے نقائص کی جستجو میں رہتا ہے۔

نفس کا محاسبہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔

(اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر جان دیکھتی رہے جو کچھ کل کے واسطے اس نے آگے بھیجا ہے)۔

اس میں اپنے سابقہ اعمال کا حساب لگانے کے لیے حکم فرمایا گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ اپنا محاسبہ تم خود کرو پیشتر اسکے کہ محاسبہ ہو اور تم اپنا وزن کر لو۔ قبل اسکے کہ وزن کیا جائے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو وصیت چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا ہاں آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ جس وقت کسی کام کے لیے تو ارادہ کرے تو اس کے انجام کو سوچ لے اگر (انجام) اچھا ہو تو (اس کام کو) کر لے اور (اسکا نتیجہ) سر کشی ہو تو اس سے باز رہ۔

روایت میں آیا ہے کہ صاحب عقل کے نزدیک اسکی چار ساعات ہونی چاہئیں۔ ایک گھڑی (ان میں سے وہ ہو) کہ اس میں وہ اپنے نفس کا حساب لگائے۔

وتولوا الی اللہ جمیعا ایۃ المومنون لعلکم تفلحون۔

(اللہ کی جانب تم سارے ہی توبہ کرو اے ایمان والو تاکہ تم فلاح حاصل کرو)۔

اور توبہ سے یہ مراد ہے کہ غلطی و خطا سر زد ہونے کے بعد انسان اسے دیکھ کر ندامت محسوس کرے (اور توبہ بھی کرے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دن میں سو مرتبہ اللہ کی طرف توبہ کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طئف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون۔

(تحقیق جو لوگ پرہیزگار ہے جس وقت انہیں شیطانی وسوسہ مس کرے وہ ذکر کرنے لگتے ہیں پس جب وہ اچانک ہی دیکھتے ہیں)۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب رات ہوتی تھی تو وہ اپنے پاوں پر درے مارتے تھے اور خود کو کہتے تھے تو آج کیا عمل کیا ہے۔

حضرت میمون بن مہرانؒ نے فرمایا ہے۔ بندہ اس وقت متقیوں میں سے ہو سکتا ہے۔ جب وہ شریک کے محاسبہ سے بڑھ کر اپنا محاسبہ کرتا ہو اور شریک (کار) تو کام کر لینے کے بعد آپس میں اپنا محاسبہ کیا کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے وصال پانے کے وقت ان کو فرمایا۔ میرے نزدیک سب لوگوں میں سے عمر سے بڑھ کر محبوب کوئی شخص نہیں ہے پھر ان کو فرمایا میں نے کس طرح کہا ہے۔ تو انہوں نے (سیدہ عائشہؓ نے) آپکی بات کو دوبارہ کہہ دیا تو آپ نے پھر فرمایا عمر سے زیادہ مجھے محبوب اور کوئی نہیں۔

اب آپ کے اس کلام پر آپ تدبر فرمائیں کہ انہوں نے اپنی بات پر کس طرح

سوچ و فکر کی اور ایک اور کلام فرمادیا (مراد یہ کہ پہلے اقرب فرمایا یعنی سب سے زیادہ عزیز)۔

اور حضرت طلحہؓ کی حدیث پاک میں آیا ہے کہ دوران نماز جب انہیں پرندے نے اپنی جانب متوجہ کر دیا تو انہوں نے سوچنے کے بعد وہ باغ صدقہ کر دیا کہ ممکن ہے سابقہ کوتاہی کی تلافی ہو جائے۔

اور حضرت ابن سلام سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ لکڑیوں کا ایک بنڈل اٹھائے ہوئے تھے۔ لوگوں نے انہیں کہا اے ابو یوسف۔ آپ کے غلام اور لونڈیاں موجود ہیں۔ جو یہ کام کرنے واسطے کافی تھیں (ابن سلام نے جواب دیا کہ) میں نے خواہش کی کہ اپنے نفس کی آزمائش کروں کہ انکار تو نہیں کرتا (یہ کام کرنے سے)۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے۔ مومن اپنے نفس کی اچھی طرح نگرانی رکھتا ہے اور اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر۔ جو قوم اپنا محاسبہ دنیا کے اندر کرتی رہی اسکے لیے حساب آسان ہو گیا۔ پھر آپ نے محاسبہ کی وضاحت فرمائی اگر اچانک ہی کوئی شے مومن کے سامنے آجاتی ہے۔ جس سے تعجب ہوتا ہو تو وہ کہہ دیتا ہے۔ واللہ تو مجھے حیرت زدہ کرتی ہے حالانکہ تو میری ضرورت ہے (مراد یہ کہ تو نے میرے لیے آنا ہی آنا تھا) مگر اچھا ہوا کہ میرے اور تیرے درمیان رکاوٹ بن گئی یہ قبل از عمل محاسبہ ہوتا ہے۔

اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کچھ لغزش کا مرتکب ہونے لگے تو خود کو ہی مخاطب کرتے ہوئے کہہ دیتا ہے تو اس کام کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔ واللہ تیرے واسطے اس پر کچھ بھی عذر نہیں ہے۔ قسم ہے اللہ کی میں تجھے یہ کام ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک بات حضرت عمرؓ سے سماعت کی وہ باہر نکل آئے ساتھ ہی میں بھی باہر آگیا۔ حتیٰ کہ ہم ایک باغ میں آگئے۔ میرے اور انکے درمیان دیوار تھی میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا، اے عمر بن خطاب! اے امیر المومنین! خود کو سنبھال لے، سنبھل جا۔ واللہ تجھے اللہ سے خوفزدہ ہونا ہی ہے نہیں تو وہ تجھے عذاب کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا اقسم بالنفس اللوامۃ (اور مجھے قسم ہے نفس لوامہ کی)۔ اسکے متعلق حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے۔ مومن شخص ہر امر میں خود پر عتاب کرنے والا ہوتا

ہے۔ یعنی کہ اس بات سے تجھے کیا سروکار تھا۔ اس کھانے تیری کیا غرض تھی۔ تو نے یہ پی کی کیا حاصل کرنا تھا اور بدقماش شخص ہر کام کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ پر عتاب نہیں کیا کرتا۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندہ پر رحم کرے جو خود کو کہتا ہو کیا تو ایسا نہیں کیا تو اس اس طرح کا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندہ پر ہی اپنی مذمت کرتا ہو پھر خود پر لگام دیے رکھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی مطابقت میں پابند بنائے اسکی قیادت کرنے والا صرف قرآن ہو۔ اس طرح نفس پر عتاب کیا جاتا ہے۔

اور حضرت میمون بن مہرانؒ نے فرمایا ہے کہ صاحب تقویٰ شخص اپنے نفس کا محاسبہ ظالم سلطان اور بخیل شریک سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراھیم تیمیؒ نے فرمایا ہے۔ میں نے خود کو یوں سمجھا جیسے کہ میں جنت میں موجود ہوں۔ اسکے پھل کھا رہا ہوں۔ وہاں کی نہروں سے پانی نوش کر رہا ہو۔ حوروں کے ساتھ معانقہ کرتا ہوں۔ اسکے بعد میں نے خود کو دوزخ کے اندر موجود تصور کر لیا کہ اس میں کانٹے دار تھوہر کھا رہا ہوں۔ پیپ نوش کر رہا ہوں زنجیروں کے اندر مجھے جکڑ رکھا ہے۔ پھر میں نے اپنے نفس کو مخاطب کیا۔ اب تو بتا تو کیا چاہتا ہے۔ نفس کہنے لگا کہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہاں پر نیک اعمال کروں۔ میں نے اس کو فرمادیا کہ لو پھر تیری مراد بر آئی ہے۔ اب نیک عمل کر (یعنی تو دنیا کے اندر ہی موجود ہے)۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے حجاج کو سنا جبکہ وہ خطبہ دے رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ایسے شخص پر جس نے اپنا محاسبہ خود کیا۔ پیشتر اسکے کہ کوئی دوسرا اس کا محاسبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے ایسے شخص پر جس نے اپنا محاسبہ خود کیا پیشتر اسکے کہ کوئی دوسرا اس کیا محاسبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے اپنے عمل کی لگام تھام رکھی پھر دیکھا کہ اسکی نیت کیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ جس نے اپنے وزن پر توجہ رکھی۔ اللہ تعالیٰ اس پر حرم فرمائے۔ جس نے اپنے ناپ (تول) پر نظر رکھی۔ وہ اسی طرح کی باتیں کرتا رہا کہ بالآخر مجھے رونا آگیا۔

حضرت مالک بن دینار (روشن) چراغ کے پاس آجاتے تھے اور چراغ اور چراغ کے شعلے کے بہت ہی نزدیک اپنی انگلی کر دیتے تھے۔ آپ [illegible] ت [illegible] ہوئے

لگتی تھی تو اپنے آپ سے ہی کہنے لگتے۔ اے حنیف تو نے آج فلاں کام کیوں کیا؟ تو نے فلاں روز فلاں فعل کیوں کیا تھا۔

اللهم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله واهل بیته اصحابه وبارک وسلم



باب نمبر 81

حق کے ساتھ باطل ملانا

حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ایک ایسا زمانہ لوگوں پر آجائے گا جبکہ لوگوں کے قلوب میں قرآن پرانا (ہونے کا احساس ہونا شروع) ہو گا۔ جس طرح بدنوں پر لباس بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا سب کام طمع پر (مبنی) ہو گا۔ اس میں باطل ڈر نہ ہو گا۔ ان میں سے جب کسی نے کوئی نیک کام کیا تو کہے گا کہ قبول ہو گا اور اگر کسی نے برائی کی تو کہے گا کہ معاف فرما دی جائے گی۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بارے میں میں اطلاع دے دی کہ بجائے خوف کھانے کے وہ طمع ولالچ کریں گے کیونکہ قرآن پاک میں خوف دلانے والے مقامات کو نہ جانیں گے۔

نصاریٰ کے بارے میں یہ فرمایا:

فخلف من بعدهم خلف ورثوا الكتاب يا خذون عرض هذا الادنى ويقولون سيغفر لنا۔

(پس ان کے بعد ہوئے وہ کتاب کے وارث جو وہ ناقص اسباب لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم کو معاف فرما دیا جائے گا)۔

اس سے مراد ہے کہ نصاریٰ کے عالموں کو وراثت میں کتاب کا علم میسر ہوا جبکہ نال اس حال کا ہے کہ وہ دنیا کی شہوتیں حاصل کرتے ہیں خواہ وہ حلال ہوں یا وہ حرام ہی ہوں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ولمن خاف مقام ربه جنتن۔ (جس نے خوف کھایا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اسکے واسطے دو باغ ہیں)۔ مراد یہ ہے کہ وہ

قرآن میں وارد وعیدوں سے خوفزدہ ہوتا ہے اور قرآن پاک تو تمام ہی تحذیر اور تخویف دلاتا ہے۔ جو آدمی اس میں تدبر کرے۔ اگر صاحب ایمان ہے تو کافی دیر تک مغموم حالت میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہو گا۔ لیکن تمام وزحاں یہ ہی رہا ہے کہ اسکے ظاہر لفظوں کی کمی یا زیادتی پر ہی لوگ مناظروں میں لگے ہوئے ہیں۔ جیسے وہ عرب کے عربی شعروں کو پڑھتے ہوں۔ معانی پر کوئی دھیان نہیں دیتا کیا اس سے بڑا کوئی فریب دنیا میں ہونا ممکن ہے؟ وہ لوگ جن کی نیکیاں ہیں اور برائیاں بھی ہیں اور وہ برائیاں زیادہ ہیں بہ نسبت نیکیوں کے اسکے باوجود ان کو امید ہے کہ بخش دیے جائیں گے۔ انہیں یہ گمان ہے کہ نیکیوں والا پلڑا لازما زیادہ وزن دار ہو گا۔ وہ بھی ایسے فریب میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ یہ بڑا جہل ہے۔ یہ اسی طرح ہی جان لو جیسے کوئی آدمی حرام اور حلال سے جلے مال میں سے صدقہ کرتا ہے۔ ممکن ہے لوگوں کا غصب کیا ہوا مال ہو جو لوگوں کو دیتا ہے اور اس خیرات پر وہ انحصار کیے ہوئے ہو اور جانتا ہو کہ ایک ہزار درہم بری راہ پر صرف کرنے کے مقابل دس درہم حرام و حلال کے (ملے جلے مال میں سے) خیرات کرنا زیادہ وزنی ہے۔ اسکی مثال یوں ہے کہ میزان کے ایک پلڑے میں ایک ہزار درہم رکھے گئے ہوں دوسرے پلڑے میں دس درہم پڑے ہوتے ہوں اور آدمی کی خواہش ہو کہ وہ دس درہم والا پلڑا زیادہ بھاری ہو ایک ہزار درہم والے پلڑے کے مقابلے میں تو کتنی بڑی جہالت ہوگی یہ۔

اور کچھ اس طرح کے لوگ بھی موجود ہیں۔ جن کا خیال ہے کہ ہماری نیکیاں زیادہ ہیں بہ نسبت برائیوں کے لہذا محاسبہ نفس نہیں کرتے اور وہ ان برائیوں نہیں مناتے۔ انسان جب نیک عمل کوئی کرے تو ساتھ میں وہ اپنی برائیوں کو بھی گن رکھے۔ مثلاً دل میں یا زبان سے ایک صد مرتبہ استغفار کرتا ہے یا تسبیح پڑھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ مسلمانوں کی غیبت بھی کرتا ہے انکی عزت کو ضائع کرے اور دیگر اللہ تعالیٰ نے جو ناپسندیدہ چیزیں بتائی ہیں۔ ان کا ارتکاب کرے تمام دن بے شمار فعل اس طرح کے کرتا رہے۔ لیکن دھیان صرف اس ایک صد بار پڑھی ہوئی استغفار پر رکھے اور سارا دن جو بک بک کرتا پھرا اسے فراموش کیے رہا جو کہ اگر تحریر کی جاتے تو وہ بھی سو مرتبہ یا ہزار بار شمار ہو جائیں اور درج کرنے والے فرشتے تو لکھتے ہی جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب

سے یہ دھمکی بھی ہے کہ ہر برائی پر سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔

(نہیں بولتا کچھ بات مگر یہ کہ اسکے پاس نگہبان تیار موجود ہوتے ہیں)۔

جبکہ یہ شخص ہے کہ ہمہ وقت تسبیحوں کا ثواب ہی شمار کرنے لگا رہتا ہے اور اس سزا پر توجہ نہیں کرتا جو غیبت کرنے والوں اور جھوٹ بولنے والوں اور چغل خوروں اور منافقت کرنے والوں کے لیے ہے۔ منافق لوگ وہ ہوتے ہیں جو ظاہر میں کچھ ہوتے ہیں اور باطن میں کچھ اور ہوتے ہیں یہ ساری آفتیں اس زبان کی ہیں اور یہ فریب ہی فریب ہے۔ وہ فرشتے جو اعمال تحریر کرتے ہیں۔ اگر لکھتے رہنے کی اجرت مانگ لیں تو اپنی تسبیح کے مقابلے میں میں اپنی بیہودہ بک بک نہ لکھوائے گا۔ بلکہ جو ضروری امور ہیں۔ انکے بارے میں بھی چپ سادھ لے گا پھر اپنی فرصت کے وقت میں یہ اپنی پڑھی جانیوالی تسبیحات کے ساتھ ساتھ دوسری باتیں بھی ضرور گنتا رہتا۔ ایسے شخص پر کیوں تعجب نہ ہو گا۔ جو تھوڑے سے دنیوی مال کے بارے میں تو سخت محاسبہ کرتا ہے اس خدشہ کے پیش نظر کہ مال برباد نہ ہونے پائے اور وہ بہشت بریں اور اسکی نعمتوں کے ضائع ہو جانے کے بارے میں کوئی احتیاط دور نہیں رکھتا۔

سوچا جائے تو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ ہم اس حال میں آداخل ہوئے ہیں کہ اس میں اگر شک کریں تو کافر بنے ہوں اور اگر تصدیق کریں تو دھوکے میں پڑے ہوئے بیوقوف ہی ہوں گے ہم لوگوں کے اعمال اس طرح کے نہیں ہیں۔ جیسے قرآن پاک کی حدایت کے مطابق عمل پیرا ہونے والوں کے ہوتے ہیں اور ہم اللہ کی پناہ کے طالب ہیں۔ اس بات سے کہ ہم کفر کے مرتکب لوگوں میں سے ہوں۔ اللہ کی وہ ذات پاک ہے کہ اس نے ہم کو یہ یقین کرا دیا اور متنبہ فرما دیا اس سے۔ اور اتنی زیادہ غفلت کے شکار اور فریب خوردہ اشخاص کے لیے ڈرنا اور متقی بننا مشکل (ہی دکھائی دیتا) ہے۔ نیز یہ کہ وہ بری خواہشات اور شیطانی وسوسوں پر اعتماد نہ کرے (یہ بھی اسکے لیے ناممکن ہی ہو کر رہ جاتا ہے)۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 82

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جماعت کے ساتھ ادا کی گئی نماز کا مرتبہ اکیلے نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز میں غیر موجود پایا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم فرمادوں اور میں خود ان لوگوں کے پاس جاکر ان کے گھروں کو آگ لگادوں جو لوگ نماز سے پیچھے رہتے ہیں (یعنی نماز باجماعت سے رہ جاتے ہیں)۔

دیگر ایک روایت میں اس طرح ہے۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز سے پیچھے رہنے والے ہیں۔ انکے گھروں کو لکڑیوں کے گٹھے سے جلا دوں۔ جبکہ اس کو اگر علم ہو کہ اسکو موٹی ہڈی یا دو کھر ملیں گے تو پھر بھی وہ آئے گا۔

اور ایک مرفوع روایت حضرت عثمانؓ سے ہے کہ جس نے نماز عشاء (جماعت کے ساتھ) پڑھی تو اس نے گویا آدھی شب تک قیام کیا اور جس نے صبح کی بھی نماز (جماعت کے ساتھ) ادا کی تو جیسے اس نے تمام رات قیام کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اس عبادت کے ساتھ سمندر ہی پر کر دیا۔

حضرت سعید بن مسیبؓ نے فرمایا ہے۔ کہ بیس برس گذر چکے ہیں کہ جب بھی موذن نے (نماز کے لیے) اذان بلند کی میں (مسجد میں) پہلے ہی موجود ہوتا تھا۔

حضرت واسعؒ نے فرمایا ہے دنیا سے میری پسند صرف تین چیزیں ہیں۔

(۱)۔ ایسا بھائی ہو کہ میں جب غلط روش اختیار کروں تو وہ مجھے درست کر دے۔

(۲)۔ صرف اتنی سی غذا میسر ہو کہ جس کے بارے میں مجھ سے حساب سوال نہ ہو۔

(۳)۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا جس میں غفلت نہ ہونے پائے اور میرے حق میں اس کا اجر و ثواب درج کر دیا جائے۔

روایت ہے کہ ایک قوم کی (نماز میں) امامت کرتے ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ شروع سے ہی شیطان میرے در پے رہا۔ حتیٰ کہ میں دوسروں پر خود کو فضیلت ہونے کا احساس کرتا رہا۔ لہذا میں آئندہ کبھی نماز میں امامت نہیں کروں گا۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے۔ جو شخص علماء کے پاس کبھی نہیں آتا جاتا اسکی امامت میں کبھی نماز ادا نہ کریں۔

اور امام نخعیؒ فرماتے ہیں کہ بلا علم نماز میں امامت کرنے والا شخص یوں ہے۔ جیسے سمندر میں پانی کی پیمائش کرتا ہو کہ کمی یا زیادتی سے نابلد ہو۔

حضرت عاصم اصمؒ نے فرمایا ہے۔ میں باجماعت نماز سے رہ گیا تو ابو اسحاقؒ ہی صرف تھے۔ جو میری تعزیت کرنے کے لیے آئے۔ جبکہ میرا فرزند اگر وفات پاتا تو میری تعزیت کی خاطر دس ہزار لوگ آتے حیف ہے۔ لوگوں پر کہ وہ دنیا کی مصیبت کی نسبت دین کی مصیبت کو آسان جاننے لگے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان سن لے مگر اس کو قبول نہیں کرتا تو اس نے بھلائی کے لیے نیت نہ کی اور نہ ہی اسکی خاطر بھلائی کا ارادہ کیا گیا (مراد ہے کہ اگر وہ اذان سن کر مسجد میں باجماعت نماز کے لیے حاضر نہ ہوا)۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جائے تو یہ بہتر ہو گا۔ اس بات سے کہ وہ اذان کو سن لے پھر بھی مسجد میں حاضر نہ ہو۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت میمون بن مہرانؒ مسجد میں (نماز کے لیے) آتے تو انکو بتایا گیا کہ لوگ تو (نماز ادا کر کے) چلے گئے ہیں تو آپ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اس نماز کو (جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو) عراق کی حکومت سے بھی بہتر جانتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سلم کا ارشاد ہے۔ جس نے چالیس دن (متواتر) جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کو جانے نہ دیا اسکے حق دو راتیں درج کی لی جاتی ہے۔

نفاق سے برات اور دوزخ سے بھی برات۔

کہا جاتا ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی۔ تو ایک قوم پیش کی جانے گی انکے چہرے یوں چمکتے ہوں گے جیسے ستارے چمکتے ہے۔ ان سے ملائکہ دریافت کریں گے کہ تم کیا اعمال کرتے رہے ہو وہ جواب دیں گے کہ اذان ہمیں سنائی دیتی تھی تو ہم اسی وقت وضو کرنے کے لیے اٹھ جاتے تھے اور کسی اور کام میں نہ لگے رہتے تھے۔ انکے بعد دوسری ایک جماعت کو لایا جائے گا۔ جنکے چہرے یوں چمکیں گے جیسے چاند ان سے پوچھا جائے گا تو وہ جواب دیں گے ہم قبل از وقت ہی وضو کر لیا کرتے تھے۔ انکے بعد ایک جماعت اس طرح کی پیش کی جائے گی۔ انکے چہرے مانند آفتاب کے چمکتے ہوں گے وہ بتائیں گے کہ ہم مسجد کے اندر موجود اذان سنا کرتے تھے۔

روایت کیا گیا ہے کہ سلف صالحین کا معمول تھا کہ جب کبھی کسی کی تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی تھی تو تین یوم اس کا افسوس کرتے رہتے تھے اور کسی کی جماعت جاتی رہتی تھی تو سات یوم تک وہ اسکے افسوس میں رہتے تھے۔

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 83

نماز تہجد کے فضائل

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل۔

(تحقیق تیرے رب کو معلوم ہے کہ تو کھڑا رہتا ہے قریب دو تہائی رات کے)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطاء واقوم قیلا۔

(بے شک رات کے وقت اٹھنا نفس کو کچلنے کے واسطے بہت شدید ہے اور اس کو خوب سیدھا کر دیتا ہے)۔

اور ارشاد فرمایا ہے کہ:

تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔

(بستروں سے ان کے پہلو علیحدہ ہو جایا کرتے ہیں)۔

نیز ارشاد فرمایا ہے:

امن ھو قانت اناء الیل۔

(کیا وہ جو ساری رات عبادت کرتا ہے)۔

اور یوں ارشاد فرمایا ہے:

والذین یبیتون لربھم سجدا وقیما۔

(اور وہ لوگ جو اپنے رب کے واسطے رات بسر کرتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے)۔

اور ارشاد فرمایا ہے:

واستعینوا بالصبر والصلوۃ۔

(اور اللہ سے مدد طلب کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ)۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے رات کا قیام اور صبر کے ساتھ استعانت کرنے میں۔ نفس کے خلاف مجاہدہ ہے۔

اور احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ایک کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے جس وقت وہ سوتا ہے۔ جب ایک گرہ لگاتا ہے تو کہتا ہے رات طویل ہے تو سو یارہ۔ جس وقت جاگ اٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگ جاتا ہے تو ایک گرہ کھل جایا کرتی ہے۔

اگر وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور نماز ادا کر لیتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوشی و مسرت سے صبح کرتا ہے پاک حالت میں۔ (اور جو نماز کے لیے نہیں اٹھتا) وہ خبیث کیفیت میں اور سستی میں مبتلا صبح کرتا ہے۔

ایک بارگاہ میں ایک شخص کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ وہ تمام رات سویا ہی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جایا کرتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ایسا ہے کہ جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

مروی ہے کہ ایک نسوار ہوتی ہے شیطان کی ایک چٹنی اور ایک دوائی چھڑکنے کے لیے۔ اس کی نسوار کو جب بندہ ناک میں لے تو وہ بداخلاق بن جاتا ہے اور جس وقت اسکی چٹنی کو کھالیتا ہے تو اسکی زبان کے اوپر برائی کو تیزی حاصل ہو جاتی ہے اور جس وقت وہ اس پر چھڑکاؤ کر دیتا ہے تو وہ تمام رات سویا ہی رہتا ہے۔ حتیٰ کہ صبح ہو جایا کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بندہ دوران شب دو رکعت (نماز) ادا کر لے (یعنی بوقت تہجد پڑھ لے) تو اسکے حق میں دنیا و مافیہا سے بھی بہتر ہوتا ہے اور اگر میری امت کے لیے دشوار نہ ہوتا تو ان کے لیے میں اسے فرض کر دیتا۔

اور حضرت جابر سے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دوران شب ایک ساعت ایسی ہے کہ جو مسلمان بھی اللہ سے اس وقت جو بھلائی بھی طلب کرے وہ اللہ اسے عطا فرماتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم رات کو قیام فرمایا کرتے تھے کہ آنجناب کے پاؤں مبارک پھٹ جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر چکا ہے (پھر اتنی مشقت کس لیے کرتے ہیں) فرمایا کیا میں اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

یہاں مراد ہے کہ مزید درجات کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہوں۔ شکر گذاری مزید درجات کا باعث ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

لئن شکرتم لازیدنکم۔
(اگر تم نے شکر ادا کیا تو لازماً میں نہیں مزید عطا فرماؤں گا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ اے ابو ہریرہ:۔ ! کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم پر دوران زندگی، بوقت موت، قبر کے اندر اور جب دوبارہ اٹھنا ہے اس وقت اللہ کی رحمت ہوتی رہے تو رات کے وقت اٹھا کرو اور نماز پڑھا کرو (اور اس میں صرف) اپنے پروردگار کو راضی کرنا ہی تمہاری نیت ہو اے ابو ہریرہ اپنے مکان کے گوشوں میں نماز ادا کیا کرو تو تمہارے مکان کی روشنی آسمان میں یوں چمکتی ہوگی جس طرح اہل دنیا کو ستاروں کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تمہارے لیے لازم ہے کہ رات کو قیام کرو کیونکہ تم سے پہلے والے نیک لوگوں کا یہ معمول رہا ہے۔

یہ اس لیے ہے کہ رات کو قیام کرنے کے سبب قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ معاصی کی معافی عطا ہوتی ہے۔ بدن کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اور گناہوں سے رکاوٹ ہو جایا کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو آدمی بوقت شب نفل نماز ادا کرتا ہو پھر کسی روز اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو اسکے حق میں نماز کا ثواب درج کر دیا جاتا ہے اور اسکی وہ نیند صدقہ ہو جاتی ہے اس پر۔

حضرت ابو ذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم سفر (پر روانہ ہونے) کا ارادہ کرتے ہو تو کیا زاد راہ تم بنایا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ تو آنحضرت نے فرمایا تو قیامت کے سفر کے واسطے زاد راہ کیا ہے۔ اے ابو ذر کیا تجھے میں یہ

نہ بتاؤں وہ چیز جو اس روز تمہارے لیے مفید ہو عرض کیا ہاں۔ آپ پر میرے ماں باپ نثار ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے روز کے لیے کسی بڑے سخت گرم دن میں روزہ رکھو۔ قبر میں وحشت رفع کرنے کے واسطے دوران شب نماز پڑھو اور بڑے امور قیامت کے واسطے حج ادا کرو اور ہر مسکین پر صدقہ کرو یا کلمہ حق ہی کہہ یا کسی برے کام سے باز ہی رہ۔

روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں اسوقت اٹھ کر نماز شروع کر دیتا تھا اور قرآن پڑھتا تھا۔ جب دیگر لوگ اپنے بستروں میں چلے جایا کرتے تھے اور انکی آنکھیں سو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ شخص دعا کیا کرتا تھا۔ اے پروردگار تعالیٰ مجھے آگ سے محفوظ رکھ۔ اسکے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا جس وقت وہ اس طرح کر رہا ہوگا۔ مجھے خبر کرنا پس آپ اسکے پاس تشریف لے گئے اسکی دعا کو آپ نے سنا صبح ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا اے فلاں شخص تو نے اللہ سے جنت کیوں طلب نہیں کی۔ عرض کیا؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرا مقام ایسا نہیں ہے نہ ہی میرے اعمال کو وہاں تک رسائی ہے۔ کچھ دیر بعد حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہو گئے اور کہا کہ فلاں شخص کو فرما دیں کہ اسکو اللہ نے دوزخ سے اپنی پناہ عطا فرما دی ہے اور جنت میں داخل فرما دیا ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ابن عمر خوب آدمی ہے کاش کہ شب کو وہ نماز ادا کیا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو اس سے آگاہ فرمایا۔ پس اسکے بعد وہ ہمیشہ قیام شب کرنے لگے۔

حضرت نافع نے فرمایا ہے کہ آپ شب کو نماز ادا کرتے تھے اور پھر فرماتے تھے۔ اے نافع کیا سحری ہو چکی ہے۔ میں جواب دیتا کہ نہیں آپ پھر نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر آپ فرماتے اے نافع! کیا سحری ہو گئی ہے۔ میں بتاتا کہ ہاں تو آپ پھر بیٹھ کر استغفار کرنا شروع کر دیتے تھے یہاں تک کہ فجر ہو جاتی تھی۔

حضرت علی نے فرمایا ہے کہ ایک شب کو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے پیٹ بھر کر جو کی روٹی تناول کی اور وہ رات کا ورد کیے بغیر ہی سو گئے۔ حتی کہ صبح ہو گئی اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ اے یحییٰ کیا تو نے میرے گھر سے زیادہ اچھا کوئی گھر پالیا

ہے یا کہ میرے پڑوس سے. بہتر کوئی پڑوسی تجھے حاصل ہو گیا ہے۔ اے یحیٰی قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی اگر ایک نظر تو بہشت بریں کو دیکھ پائے تو اس کے شوق میں تیری چربی بھی پگھل کر رہ جائے اور آنسوؤں کے بعد تو پیپ رونے لگے اور نرم کپڑے کے بعد تو چمڑا زیب تن کرنے لگے۔

. جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ہے جو رات کو نماز پڑھا کرتا ہے۔ اور صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جلدی ہی اس کو نماز برائی سے روک دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس پر اللہ رحم فرمائے جو دوران شب اٹھ کر نماز ادا کرے پھر وہ اپنی زوجہ کو بیدار کرے اگر وہ (اٹھنے سے) انکار کرتی ہو تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے پھر وہ اپنے شوہر کو بیدار کرے کہ وہ بھی نماز ادا کرے اگر وہ انکار کرے (اٹھنے سے) تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑک دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو آدمی رات کے وقت جاگ جاگے اور اپنی بیوی کو جگا دے پھر وہ دونوں دو رکعت (نماز) پڑھیں تو اس کو بہت زیادہ ذکر کرنے والے مردوں میں لکھ دیا جائے گا اور اس عورت کو کثیر ذکر کرنے والیوں میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے نماز فرض کے بعد قیام شب سب سے افضل ہے (یعنی تہجد کی نماز)۔

حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا ورد کیے بغیر رات کو سو جاتا ہے تو اس کو صبح اور دوپہر کے درمیان پڑھ لے (یعنی نماز تہجد بھی رہ جائے تو وہ بھی)۔ تو اسکے حق میں وہی کچھ لکھا جاتا ہے جیسے کہ رات کو ہی پڑھا ہو۔ روایت کیا گیا ہے۔ امام بخاری مندرجہ ذیل دو اشعار کا زیادہ تذکرہ رکھتے تھے۔

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع
فعسی ان یکون موتک بغتۃ
کم صحیح رایت من غیر سقم

خرجت نفسہ الصحیحۃ فلتۃ

(فراغت کے دوران ایک رکوع و سجود کو غنیمت سمجھ شاید کہ اچانک ہی تجھے موت وارد ہو جائے۔

میں نے متعدد تندرستوں کو دیکھا جو مرض میں مبتلا نہ تھے کہ اچانک ہی ان کی جان نکل گئی)۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 84

علماء دنیا سزا پائیں گے

علماء دنیا علماء سوء ہوتے ہیں (یعنی برے عالم)۔ علم حاصل کرنے سے ان کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں حاصل کریں گے اور اہل جاہ کے پاس ان کو درجات و مراتب ملیں گے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ روز قیامت وہ عالم زیادہ عذاب پائے گا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ کسی کو فائدہ نہیں دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آدمی اس وقت ہی عالم بنتا ہے جب وہ علم حاصل کر لینے کے بعد اس کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے آخر زمانے میں کچھ جاہل لوگ عبادت کرنے والے ہوں گے اور بعض فاسق علماء بھی ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ایسے علم مت سیکھو کہ دیگر عالموں پر فخر کر سکو اور احمق پر اسکے ذریعے جنگ و جدال کرو تاکہ لوگوں کے رخ کو تم اپنی جانب موڑ سکو۔ جس نے ایسا ارتکاب کیا وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے اپنا کچھ علم پوشیدہ رکھا اس کو روز قیامت اللہ تعالیٰ آتشی لگام دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تمہارے اوپر مجھے دجال کے قافلوں کا خدشہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا عوام کو جو امام گمراہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جس کا علم زیادہ ہو گیا لیکن ہدایت حاصل نہ ہوئی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور ہو گیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ تم رات کو سفر کرنے والوں کے واسطے کس طرح راستہ صاف کرو گے تم تو ظلم و زیادتی کے مرتکب لوگوں کا ساتھ دیتے ہو۔

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بھی بڑا خطرہ ہے۔ کیونکہ عالم کا حال ایسا ہے کہ وہ یا دائمی ہلاکت کی طرف رخ کیے جاتا ہے اور یا وہ دائمی سعادت پا رہا ہے اور اگر اس نے تحصیل علم کی مگر سعادت نہ حاصل کی تو اس کو سلامتی میسر نہ ہوئی۔

حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ میں علم والے منافق کو سب سے بڑھ کر خوفناک جانتا ہوں۔ پوچھا گیا کہ وہ کس طرح منافق ہو گا اور علم والا بھی۔ تو فرمایا کہ زبان کا عالم ہو۔ جبکہ دل اور عمل ہر دو کا وہ جاہل ہو۔

حضرت حسن نے فرمایا ہے۔ ایسے (حضرات) میں سے تم نہ ہو جاؤ جو علماء کا علم جمع کریں اور حکماء کی حکمت، دانائی بھی اکٹھی کر لیں اور عمل کے لحاظ سے وہ احمقوں کے طریق پر چلیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں علم حاصل کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہوں۔ لیکن مجھے یہ بھی خوف ہے کہ اس کو برباد نہ کر لوں۔ آپ نے فرمایا علم کو چھوڑ دیا جائے تو بھی وہ علم کو برباد کرنا ہی ہوتا ہے۔

لوگوں نے حضرت ابراہیم بن عیینہ سے سوال کیا کہ تمام لوگوں سے زیادہ طویل ندامت کا سامنا کسے ہو گا۔ فرمایا دنیا میں اسے ہوگی جو اس کا شکر گذار نہ ہو جو اس سے نیکی کرتا ہے اور بوقت موت اس عالم کو ہو گی جو افراط و تفریط کا ارتکاب کرتا ہے۔

حضرت خلیل بن احمد نے فرمایا ہے کہ مرد چار ہی ہیں:۔

(۱)۔ ایسا مرد جو جانتا ہو اور یہ بھی معلوم ہو اسے کہ وہ بھی جانتا ہے یہ عالم ہے۔ اسکی اطاعت کرو۔

(۲)۔ ایسا مرد جو جانتا ہو لیکن اسے معلوم نہیں کہ وہ بھی جانتا ہے یہ سویا ہوا ہے اسے بیدار کر دو۔

(۳)۔ وہ مرد جو نہیں جانتا اور اسے معلوم ہے کہ وہ نہیں جانتا یہ ہدایت چاہتا ہے۔ اس کو ہدایت دو اور علم دو۔

(۴)۔ وہ جو جانتا نہیں اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ کچھ جانتا ہے۔ وہ جاہل ہے اس سے دور رہو۔

حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے۔ جس وقت آدمی علم کی طلب میں رہے وہ عالم ہوتا ہے اور جب وہ یہ سوچ لیتا ہے کہ میں عالم ہو گیا ہوں وہ جاہل بن جاتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے کہ تین اشخاص پر رحم آتا ہے۔

(۱)۔ قوم کا وہ عزت والا آدمی جس وقت ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۲)۔ قوم کا وہ تونگر شخص جس وقت وہ فقیر ہو جاتا ہے۔

(۳)۔ ایسا عالم شخص جس کو دنیا کھلونا بنا رکھے۔

حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ علماء کی سزا ہے انکے دل کا مر جانا۔ اور دل کی موت یہ ہے کہ اعمال آخرت والے ہوں مگر ان کے ذریعے دنیا کی طلب کرتا ہو۔ کسی شاعر نے اچھا ہی کہا ہے۔

عجبت لمبتاع الضلالۃ بالھدی
ومن یشتری دنیاہ بالدین اعجب
واعجب من ھذین من باع دینہ
بدنیا سوا فھو من دین اعجب

(مجھے تعجب ہوتا ہے اس پر جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والا ہے اور جو دین دے کر اسکے عوض دنیا خرید کرتا ہے۔ اس پر اور زیادہ تعجب ہے۔

اور دونوں سے بھی زیادہ ایسے شخص تعجب کے قابل ہوتے ہیں۔ جو اپنے دین کو دنیا کے ساتھ برابر فروخت کر دیتے ہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے (برے) عالم کو اتنا عذاب ہو گا کہ دوزخ بھی اسکے گرد پھرے گا (یعنی اسقدر شدید عذاب اسکو دیا جائے گا)۔

حضرت اسامہ بن زید نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا کہ روز قیامت ایک عالم کو لایا جائے گا اور پھر اسکو آگ کے اندر ڈال دیا جائے گا۔ اسکی انتڑیاں برآمد ہو جائیں گی تو آنتوں کے بل وہ یوں گھومتا

شروع کر دے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گھومتا ہے۔ اہل دوزخ بھی اسکے گرد چکر لگانے لگیں گے اور اس کو پوچھیں گے کہ تجھے ہوا کیا ہے۔ وہ جواب دے گا میں امر بالمعروف کیا کرتا تھا۔ مگر میں خود (عمل) نہ کرتا تھا اور (لوگوں کو) برائی سے منع کرتا تھا مگر میں خود باز نہ رہتا تھا۔

عالم کو یہ دوہرا عذاب اس لیے دیا گیا کیونکہ وہ جانتے ہوئے نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- **ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار۔** (تحقیق منافق لوگ آگ کے زیریں درجہ میں ہوں گے)۔ یہ بایں سبب کہ انہوں نے جان لینے کے بعد انکار کیا۔ اور یہود کو نصاریٰ سے زیادہ شریر کہا گیا ہے۔ حالانکہ نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا اور کہنے لگے تین میں تیسرا۔ اور انہوں نے یعنی یہود نے پہچان لینے کے بعد انکار کیا۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے:- **یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم** (وہ اس کو پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں)۔ نیز فرمایا ہے:-

فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین۔

(پس جب وہ ان کے پاس تشریف فرما ہوا جسے انہوں نے پہچان لیا تھا تو اس سے انکار کر دیا پس لعنت ہے کافروں پر اللہ تعالیٰ کی)۔

اور اللہ نے بلعم بن باعور کا واقعہ یوں بیان فرمایا ہے:-

واتل علیھم نباء الذی اتینہ ایتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطن فکان من الغوین۔

(اور ان پر اسکے بارے میں خبر بیان کرو جسے ہم نے اپنی نشانیاں عطا فرمائیں۔ پس وہ ان سے نکل گیا پس اس کو شیطان نے اپنا پیروکار بنایا اور وہ ہو گیا گمراہ ہو جانے والوں میں سے)۔

پھر اسی کے بارے میں یوں فرمایا ہے:-

فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث۔

(پس مثال اسکی مانند کتے کے ہے کہ اس پر تو بوجھ ڈالے تو زبان کو لٹکاتا ہے اور اگر اس کو تو چھوڑ دے تو بھی زبان ہی لٹکائے)۔

پس عالم سوء کا انجام یہ ہے کیونکہ بلعم بن باعور کو اللہ نے علم کتاب عطا فرمایا تھا۔

لیکن شہوتوں میں غرق ہو گیا لہذا اسے کتے سے مشابہت دی گئی ہے۔ یعنی اس کو خواہ حکمت کی بات بتائیں یا نہ بتائیں وہ شہوات میں ہی غرق رہے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ علماء سوء کی مثال ایسے پتھر کے مانند ہے جو نہر کے دہانے پر گر جائے نہ وہ خود پانی پیتا ہے اور نہ ہی کھیتی کے واسطے پانی چھوڑتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 85

اخلاق اچھے ہونے کے فضائل

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف میں ارشاد الٰہی ہے:- وانک لعلی خلق عظیم- (بلاشبہ تو عظیم اخلاق والا ہے)۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایک شخص نے حسن اخلاق کے متعلق دریافت کیا تو آنحضرت نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:-

خذالعفو وامر بالعرف واعرض عن الجھلین-

(درگذر کرنا اختیار کر نیکی کا حکم کر اور جاہلوں سے اعراض کر)۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ (حسن اخلاق) یہ ہے کہ تم سے جو توڑتا ہے تو اسکے ساتھ جوڑ جو تجھ کو محروم رکھتا ہے تم اس کو دو تم سے جو زیادتی کرے تم اس کو معاف کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روز قیامت میزان میں سب سے زیادہ وزن والی چیز رکھی جانے والی، اللہ سے خوف کھانا اور حسن اخلاق ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آنجناب کے سامنے کی جانب سے ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ دین کیا ہے؟ آنجناب نے ارشاد فرمایا۔ حسن اخلاق۔ ازاں بعد وہ دائیں طرف سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ دین کیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا حسن اخلاق۔ اسکے بعد وہ بائیں طرف سے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دین کیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا حسن اخلاق۔ پھر وہ پچھلی جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ دین کیا ہے۔ آپ نے اسکی جانب دھیان کیا اور ارشاد فرمایا کیا تجھے سمجھ نہیں ہے کہ دین کیا

ہے؟ دین یہ ہے کہ تو غصہ میں نہ آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ بد بختی کیا ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا بد اخلاقی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیں تو آنحضرت نے فرمایا جس مقام پر بھی تو ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ اس نے عرض کیا کہ اور فرمائیں تو آنجناب نے فرمایا کہ اگر تجھ سے برائی سرزد ہو جائے تو جلدی سے اس کے بعد کوئی نیک عمل کر وہ (نیکی) اس (برائی) کو مٹائے گی عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے حسن اخلاق رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا گیا کہ افضل عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حسن اخلاق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کی صورت اور اخلاق اللہ تعالیٰ نے اچھے کر دیئے اس کو آگ نہ کھائے گی۔

حضرت فضیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں عورت ہے جو دن کے وقت روزہ سے ہوتی ہے اور رات کو وہ نماز ادا کرتی ہے لیکن اسکے اخلاق برے ہیں وہ اپنے پڑوس والوں کو اپنی زبان سے دکھ دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس عورت میں کچھ بھی خیر نہیں ہے وہ اہل دوزخ سے ہے۔

حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سماعت کیا کہ اولین چیز میزان میں جو رکھی جائے گی وہ حسن اخلاق اور سخاوت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جب ایمان تخلیق فرمایا تو اس نے عرض کیا یا الٰہی مجھ کو قوی کر دے۔ پس اللہ نے اس کو حسن اخلاق اور سخاوت کے ساتھ قوی بنایا۔ جس وقت کفر کو تخلیق فرمایا تو اس نے عرض کیا یا الٰہی مجھے قوی کر دے پس اللہ نے اس کو بخل اور بد اخلاقی کے ساتھ قوی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دین اللہ نے اپنے لیے مخصوص فرمایا اور تم لوگوں کے دین کے واسطے اچھے اخلاق اور سخاوت ہی بہتر ہیں۔ خبردار! تم ان دونوں کے ساتھ اپنے دین کو زینت دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین مخلوق حسن اخلاق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں سوال عرض کیا گیا کہ ایمان کے لحاظ سے کون سا ایماندار سب سے افضل ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے واسطے تم مال کے ذریعے کافی نہ ہو سکو کے تم انہیں اپنے چہرے کی بشاشت اور حسن اخلاق کے ساتھ کافی ہو جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بداخلاقی (نیک) عمل یوں برباد کرتی ہے۔ جس طرح شہد کو سرکہ بگاڑ دیتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم وہ آدمی ہو کہ تمہاری صورت کو اللہ نے اچھا بنایا ہے تم اپنے اخلاق کو اب بہتر بناؤ۔

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم دعا کرتے ہوئے کہا کرتے تھے۔ اللھم کما حسنت خلقی فحسن خلقی۔ (یا الٰہی جیسے میری شکل وصورت تو نے اچھی بنا دی ہے تو میرے خلق کو بھی اچھا بنا دے)۔

حضرت ابن عمر نے روایت فرمایا ہے کہ عموماً رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اسئلک الصحۃ والعافیۃ وحسن الخلق۔ (یا الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے صحت کا اور عافیت کا اور حسن اخلاق کا)۔

حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومن کی تکریم اسکے دین سے ہے اور اس کے حسن اخلاق کے باعث اس کا حسن ہے اور عقل کے باعث اسکی مروت ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اعراب دریافت کر رہے تھے کہ بندے کو کونسی نیکی عطا فرمائی گئی (مراد یہ کہ سب سے اعلیٰ خوبی کیا دی گئی ہے)۔ آنحضرت نے فرمایا حسن اخلاق۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مجھے سب سے بڑھ کر پسندیدہ اور میری مجلس کے

قریب سب سے بڑھ کر روز قیامت وہ ہو گا جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو گا۔

حضرت ابن عباس نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جس (بندے) کے پاس تین چیزیں نہیں ہوتیں یا ان میں سے ایک نہیں ہوتی تم اسکے عمل کو کچھ اہمیت نہ دیا کرو:

(۱)۔ ایسا تقویٰ جو اسے اللہ کے نافرمان ہونے سے باز رکھے۔

(۲)۔ بردباری جو اسکو جہالت کا مرتکب ہونے سے باز رکھے۔

(۳)۔ حسن اخلاق جس کے ساتھ اسکی لوگوں میں بودوباش ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو اکثر اوقات آپ یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم اهدنی لاحسن الاخلاق لا یهدی لا حسنها الا انت واصرف عنی سیئها لا یصرف عنی سیئها الا انت۔

(یا الٰہی مجھے ہدایت فرما حسن اخلاق کی طرف۔ کوئی ہدایت نہیں دے سکتا حسن اخلاق کی سوائے تیرے اور محفوظ رکھ مجھے بد اخلاقی سے اور کوئی نہیں بچا سکتا بد اخلاقی سے سوائے تیرے)۔

ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کس آدمی کے ساتھ جمال (میسر ہوا کرتا) ہے۔ آپ نے فرمایا نرم کلام اور بشاشت کا اظہار کرنے کے ساتھ۔ جو شخص اچھے طریقے سے لوگوں سے ملاقات کرے لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے معاملہ کرے۔ یہ ایسا شخص ہے کہ جس کے آگے اجنبی (بھی) نرم ہو جائیں۔ اور اسکے بھائی اسکی مدح کریں۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذا حویت خصال الخیر اجمعها
فضلا وعا ملت کل الناس بالحسن
لم تعد الخیر من ذی العرش تحرزه
والشکر من خلقه فی السر والعلن

(جس وقت تو فضیلت سے متعلق جملہ چیزوں پر حاوی ہو جائے گا اور تمام لوگوں

کے ساتھ معاملہ بہتر کرنے لگے گا۔

تو جو خیر تو نے اکٹھی کر لی تو عرش والے سے محروم نہ رکھا جائے گا اور غیب اور شہود میں مخلوق کی طرف سے شکر گزاری سے بھی محروم نہیں رہے گا)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 86

ہنسی، گریہ اور لباس

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

افمن هذا الحديث تعجبون۔ و تضحكون ولا تبكون۔ وانتم سمدون۔

(کیا تم تعجب کرتے ہو اس بات سے اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم غفلت کا شکار ہو)۔

مراد یہ ہے اس سے کہ تمہیں اس قرآن پاک پر تعجب ہوتا ہے اور اس کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے پھر بھی تم اسکی ہنسی اڑاتے ہو اور جو وعیدیں اس میں وارد ہوئی ہیں انہیں پڑھتے ہو تو پھر بھی تم کو رونا نہیں آتا اور جو تم کو کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ اس سے غافل ہو۔ کہا جاتا ہے اس آیہ کریمہ کا نزول ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کبھی نہیں ہنسے صرف مسکرا لیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اسکے بعد تبسم کرتے یا ہنستے ہوتے کبھی نہ دیکھا گیا تھا حتیٰ کہ دنیا سے آپ نے وصال پالیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت فرمایا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے اس وقت لوگ ہنس رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے یہ دیکھا تو وہاں پر آپ کھڑے ہو گئے۔ انہیں سلام کیا اور انہیں فرمایا جو لذتوں کو مٹا دینے والی ہے۔ اس کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔ ایک مرتبہ پھر آپ جب باہر تشریف لائے تو لوگ ہنس رہے تھے۔ آنجناب نے ان سے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہوتا جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور روتے بہت۔

جس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے ارادہ کر لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے

جدا ہو جانے کا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نصیحت کرو۔ انہوں نے فرمایا اے موسیٰ لجاجت سے بچ کر رہو (یعنی جھگڑا وغیرہ نہ کرو)۔ ضرورت کے بغیر مت چلنا اور بغیر تعجب کے مت ہنسنا۔ خطا کرنیوالوں کو انکے معاصی کے باعث عار مت دلانا اور خود اپنی خطا پر رونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کثرت سے ہنسنے میں قلب کی موت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی جوانی پر (فخر کرتے ہوئے) جو ہنسا وہ اپنے بڑھاپے پر رویا۔ اور جو اپنے مال پر ہنسا وہ اپنے فقر پر رویا اور جو اپنی زیست پر ہنستا رہا اسے اپنی موت پر رونا پڑا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھو اور (پڑھ کر) رویا کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونے والے صورت ہی بناؤ۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں حضرت حسن سے روایت کیا گیا ہے:۔

فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا جزاء بما کانو یکسبون۔

(پس چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور روئیں زیادہ۔ بطور اسکی جزاء کے جو کچھ وہ کسب کرتے ہیں)۔

کہ انہوں نے فرمایا دنیا کے متعلق کم ہنسیں اور آخرت کے لیے زیادہ رویا کریں اور یہ بھی فرمایا حیرت ہے ہنسنے والے اس طرح کے شخص پر کہ جسکے پیچھے آگ ہے اور اس خوش ہونے والے پر بھی کہ جس کے پیچھے موت (لگی ہوئی) ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حسن کا گذر ایک نوجوان کے پاس سے ہوا جو ہنس رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے بیٹے کیا تو نے پل صراط عبور کر لی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ علم ہو گیا ہے کہ تو جنت میں ہی داخل ہو گا۔ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیسے ہنستے ہو اس وقت سے بعد کبھی کسی نے اس نوجوان کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا۔

حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے کہ جو گناہ کر کے پھر ہنس بھی رہا ہو وہ ایسی حالت میں دوزخ میں داخل ہو گا کہ رو رہا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد لوگوں کی رونے کی وجہ سے تعریف فرمائی ہے فرمایا ہے:۔

یخرون للاذقان یبکون۔ (وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں)۔ نیز فرمایا ہے:۔

مال هذاالکتاب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصها۔

(اس کتاب کو کیا ہے کہ کوئی بھی چھوٹی بڑی (چیز) کو نہیں چھوڑتی بلکہ اس کو شمار کر لیا ہے)۔

امام اوزاعی اس آیہ کریمہ کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ صغیرہ سے مراد ہے تبسم کرنا اور کبیرہ سے مراد ہے قہقہہ لگاتے ہوئے ہنسنا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہر آنکھ روز قیامت رونے والی ہوگی سوائے تین کے:۔

(۱)۔ ایک وہ آنکھ جو خوف خدا کے باعث رو پڑی۔

(۲)۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کی طرف سے حرام شدہ چیز سے نیچی نگاہ کیے رہی۔

(۳)۔ ایک وہ آنکھ جو راہ خدا میں جاگتی رہی۔

کہا جاتا ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ سنگدل بنا دیتی ہیں۔

(۱)۔ بلا تعجب ہی ہنسنا۔

(۲)۔ بھوک نہ ہوتے ہوئے کھانا۔

(۳)۔ ضرورت نہ ہوتے ہوئے کلام کرنا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو لباس میسر آتا تھا اسے زیب تن فرما لیتے تھے جیسے کہ تہبند چادر یا قمیض یا جبہ وغیرہ۔ آپ کو سبز رنگ کا لباس اچھا لگتا تھا۔ اکثر آپ کا لباس سفید ہوا کرتا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ اپنے زندوں کو یہ (سفید رنگ کا لباس) پہنایا کرو اور اپنے مردوں کی تکفین اس میں کیا کرو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک قبا تھی سندس کی۔ جب اسکو آپ زیب تن فرماتے تھے تو آپ کے سفید رنگ پر وہ بہت زیادہ خوبصورت معلوم ہوا کرتی تھی۔ آپ کا لباس ہمیشہ ہی ٹخنوں سے اوپر ہوا کرتا تھا اور آپ کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہی ہوتا تھا۔ آپ کے پاس سیاہ رنگ کا ایک کمبل تھا اس کو آپ نے ہبہ فرما دیا تھا۔ حضرت ام سلمہ عرض گذار ہوئیں۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان وہ

سیاہ رنگ کا کمبل کیا ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو میں نے پہنا دیا ہے۔ عرض کیا مجھے اس کی سیاہی سے آپ حضور کی سفید رنگت پر زیادہ حسین کوئی چیز دکھائی نہیں دی۔

رسالت مآب جب کپڑا زیب تن فرماتے تھے تو دائیں طرف سے (پہننا شروع کرکے) پہنا کرتے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ بین الناس۔

(تمام تر حمد اللہ کے لیے ہی ہے۔ جس نے مجھ کو وہ پہنایا جس سے میں اپنے ستر کو ڈھانپتا ہوں اور اسکے ساتھ میں لوگوں میں خود کو زینت دیتا ہوں)۔

اور جس وقت کپڑے اتارا کرتے تھے تو (پہلے) بائیں طرف سے اتارنے لگتے تھے اور جب نیا لباس زیب تن فرماتے تھے تو پرانا لباس کسی مسکین کو عطا فرما دیتے تھے اور پھر فرماتے تھے جو شخص اپنا پرانا کپڑا (بھی) کسی مسکین کو پہنا دیتا ہے اور اس کا مقصد محض اللہ کی خاطر ہی پہنانا ہو۔ تو جس وقت تک وہ زندہ رہے یا مردہ ہو جائے وہ اللہ کی ضمان اور اسکی حفاظت اور اسکی بھلائی میں ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک چغہ ہوتا تھا۔ آپ جس جگہ جایا کرتے تھے۔ آپ کی خاطر اسے بچھونا بنا دیا جاتا تھا اور اس کو دو تہ کر لیا کرتے تھے اور آنحضرت چٹائی کے اوپر سو جایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کے نیچے (اور) کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 87

فضائل قرآن، علم و علماء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے قرآن مجید کو پڑھ لیا اور پھر اپنی رائے رکھ لی کہ اور کسی کو اس سے بہترین چیز بڑھ کر عطا شدہ ہے۔ تو اس نے عظمت الٰہی کو کم مرتبہ میں رکھا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قرآن پاک سے زیادہ بڑا سفارش کرنے والا عند اللہ اور کوئی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کی عظیم ترین عبادت قرآن پاک کی تلاوت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ (زنگ) صاف کس طرح ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا قرآن کی تلاوت کرنے اور موت کو یاد رکھنے سے۔

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے۔ علم القرآن کا حامل یوں ہے جیسے پرچم اسلام کو تھامنے والا لہذا اسے اسکے ساتھ کھیل کرنا مناسب نہیں ہے۔ جو اسکے ساتھ کھیل کرتا ہو اور جو اسکے ساتھ غفلت کرے وہ اسکے ساتھ غفلت شعار ہو اور جو اسکے ساتھ یاوہ گوئی کرے یہ بھی بیہودہ گوئی کرے اسکے ساتھ۔ قرآن پاک کی عظمت کے پیش نظر یہ روا نہیں۔

نیز یہ فرمایا کہ جو آدمی صبح کرتا ہے اور سورۃ الحشر کی آخری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور پھر اسی روز مر جاتا ہے۔ اس کے حق میں شہیدوں کی مہر کے ساتھ مہر ثبت کر دی جائے گی اور جو شخص اسے بوقت شام پڑھے پھر وہ اسی شب فوت ہو جائے تو اسکے واسطے

بھی مہر شہیداں کے ساتھ مہر ثبت کر دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جس کے ساتھ اللہ کا بھلائی کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اسے دین کی تفقہ عطا فرماتا ہے اور اسکے دل میں بھلائی ڈال دیتا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ علماء وارث ہیں انبیاء کے (علیہم السلام)۔ اور بات تو صاف عیاں ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے بڑا کسی دیگر شخص کا مرتبہ نہیں ہوتا ایسے ہی انکے وارث سے بھی عظیم تر دیگر کوئی فضل و شرف والا نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ صاحب ایمان شخص تمام لوگوں سے افضل ہے۔ جو عالم ہے جب حاجت ہو تو وہ فائدہ دے (یعنی مسائل وغیرہ بتانے کی حاجت کے وقت نیز یہ کہ وہ درست مسئلہ بتائے یہ مراد ہے فائدہ دینے سے)۔ اور اگر اسکی ضرورت نہ محسوس ہو تو وہ خود بھی بے نیاز ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لوگوں کے درمیان نبوت کے درجے کے زیادہ قریب علم والے اور جہاد والے ہیں۔

اہل علم اس واسطے فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کی اشاعت کرنے والے ہیں عوام میں۔ اور اہل جہاد بوجہ جہاد کرنے تلواروں کے ساتھ برائے محفوظ رکھنے کے تعلیم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے ساتھ لے کر آئے۔

رسول کریم کا ارشاد ہے۔ ایک قبیلہ کی موت ایک عالم کی موت سے آسان تر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ علماء کی سیاہی روز قیامت شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے عالم کبھی سیر نہیں ہوتا علم سے حتیٰ کہ اسکی انتہاء جنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو باتیں میری امت کی ہلاکت کا باعث ہیں۔

(۱)۔ علم کو ترک کر دینے کے باعث

(۲)۔ مال جمع کرنے سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عالم بنو یا علم کو حاصل کرنے والا یا علم کی بات کو سماعت کرنے والا یا عالموں کے ساتھ محبت رکھنے والا بنو۔ مراد یہ ہے کہ ان سے متنفر ہونے والے مت بنو نہیں تو تم برباد ہو کر رہ جاؤ گے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عالم کے لیے تکبر کرنا آفت ہے۔

داناؤں کی رائے ہے کہ جو شخص حصول ریاست کی خاطر علم کو سیکھے اس سے عبادت اور ریاست دونوں ہی جاتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

(میں ایسے لوگوں کو نشانیوں سے اپنی پھیر دوں گا جو ناحق تکبر کرنے والے ہیں زمین میں)۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جس نے قرآن کو سیکھ لیا۔ اسکی عظمت زیادہ ہو گئی اور جس نے فقہ کی تعلیم حاصل کی اسکے اقتدار میں اضافہ ہو گیا اور جس نے حدیث کو سیکھا اس کی دلیل قوی بن گئی اور جس نے حساب کی تعلیم حاصل کی اسکی عقل درست ہو گئی اور جس نے کوئی غیر مانوس چیز کو سیکھا وہ نرم مزاج ہو گیا اور جس نے خود اپنی عزت نہ کی اسکے حق میں علم نفع بخش نہ ہوا۔

حضرت حسن بن علی نے فرمایا ہے۔ جس کی مجلس زیادہ رہی عالموں کے ساتھ اسکی زبان سے گرہ کھل گئی اور اسکے ذہن کی الجھنیں سیدھی ہو گئیں۔ اور جو کچھ وہ حاصل کر لیتا ہے وہ اس کے لیے فرحت کا باعث بنتا ہے۔ اس کا علم اس کے لیے ولائیت کا درجہ رکھتا ہے اور اسے فائدہ پہنچاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو جس وقت رد فرماتا ہے تو علم کو اس سے روک دیا کرتا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جہالت سے فقر شدید تر نہیں ہے۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 88

فضائل صلوۃ و زکوۃ

یاد رکھنا چاہیے کہ زکوۃ بھی اسلام کے لیے ایک بنیاد فرمائی گئی ہے اور اس کا ذکر نماز کے بعد فرمایا گیا ہے۔ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ۔ (اور قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ (باتوں) پر ہے۔

(۱)۔ شہادت دینا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ شہادت دینا کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

(۲)۔ قائم کرنا نماز کو۔

(۳)۔ ادا کرنا زکوۃ کا

(۴)۔ روزے رکھنا (ماہ رمضان مبارک کے)۔

(۵)۔ حج کرنا۔

اور نماز کے قیام اور زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب کے لیے سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے:۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔

(ایسے نمازیوں کے واسطے بربادی ہے جو اپنی نمازوں کے بارے میں غفلت شعار ہیں)۔

اور اس عنوان کے بارے میں قبل ازیں بھی کافی کچھ کہا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشر ھم

بعذاب الیم۔

(اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب دردناک کی خوشخبری دو)۔

یہاں خرچ کرنے سے مراد ہے زکوۃ ادا کرنا۔

فائدہ:- صدقہ کرنے کے واسطے ایسا فقیر تلاش کرنا بہتر ہوتا ہے۔ جو متقی ہو دنیا سے زہد اختیار کیے ہوتے ہو۔ آخرت کے لیے مشغول ہو کیونکہ اسی طرح کریں تو اصل سرمائے میں اضافہ ہوتا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم تقوی والے کا ہی صرف کھانا کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی صرف پرہیز گار شخص ہی تناول کرے کیونکہ اسکے ذریعے سے پرہیز گار شخص متقی بننے کے واسطے مدد حاصل کرتا ہے۔

ایک عالم تھے وہ دیگر عالم لوگوں پر صوفی فقیروں کو صدقہ دینے میں ترجیح دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے انہیں کہا کہ آپ عام لوگوں کو صدقات دے دیا کریں۔ تو زیادہ اچھا ہو گا۔ اس نے فرمایا صوفی لوگ ایسی قوم ہیں کہ وہ مکمل طور پر اللہ سبحانہ کی جانب ہی متوجہ ہوتے ہیں۔ ان پر اگر فاقہ آجائے تو انکی توجہ منتشر ہو جائے گی۔ اب ان میں سے کسی ایک کا بھی دھیان اگر میں اللہ تعالی کی طرف کر سکوں گا تو یہ میرے نزدیک بہتر ہو گا ایک ہزار فقیروں کو دینے سے جو صرف دنیا ہی اپنا مقصد بنائے ہوتے ہوں۔ اسی کے بارے میں جب حضرت جنید بغدادی کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے اور فرمایا اس بات سے زیادہ اچھی بات میں نے نہیں سنی اسکے بعد واقعہ بیان کیا گیا کہ اس شخص کی مالی حیثیت ابتر ہو گئی۔ تو اس نے ارادہ کر لیا کہ دکانداری ترک کر دے۔ تو حضرت جنید نے کچھ مال اس کی طرف بھیج کر اس کو فرمایا کہ اس سے مال خرید کر لو اور دکان نہ چھوڑو۔ اس لیے کہ تمہارے جیسے آدمی کے لیے تجارت نقصان دہ نہیں ہو گی (وہ شخص سبزی بیچا کرتا تھا اور فقیروں سے سبزی کے دام نہ لیتا تھا)۔

حضرت [illegible] مبارک اہل علم کی بالخصوص مال سے مدد فرمایا کرتے تھے [illegible]

نے انہیں کیا کہ کاش آپ عام لوگوں کو صدقہ دیا کرتے۔ انہوں نے فرمایا میرے نزدیک نبوت کے مرتبہ کے بعد علماء کرام کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں ہے۔ ان میں سے کسی کا دل اگر پریشان ہو جائے تو اس کو علم کی خاطر فراغت میسر نہ ہوگی۔ لہذا انکو برائے علم فارغ کرنا سب سے افضل فعل ہے۔

اگر بالخصوص ان لوگوں کی مدد کی جائے جو پریشانی کی حالت میں ہوں اور قریب کے رشتہ والوں کو عطیے دیے جائیں تو یہ صدقہ ہوگا اور صلہ رحمی بھی ہوگی اور صلہ رحمی کا اجر بہت ہوتا ہے اور اگر صدقہ مخفی انداز میں کیا جائے تو مزید بہتر ہوگا تاکہ ریاکاری سے محفوظ رہے اور جو صدقہ وصول کرے وہ بھی لوگوں میں رسوا نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ پوشیدہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو سرد کرتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جس روز سوائے سایہ عرش کے دیگر کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سات اشخاص کو عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ان میں ایک وہ بھی ہوگا جو صدقہ یوں دے کہ اسکے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں نے کیا عمل کیا ہے۔ ہاں اگر صدقہ ظاہری طور پر دینے میں کچھ فائدہ ہو سکتا ہو مثلاً (دیکھ کر) دوسرے بھی پیروی کریں گے تو پھر مضائقہ نہیں۔ جبکہ ریاکاری سے بچا رہے نہ ہی احسان جتلائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ لا تبطلوا صدقتکمہ بالمن و الاذی۔ (اپنے صدقات کو برباد مت کرو احسان جتلا کر اور ایذاء دے کر)۔ پس نیکی کر کے احسان جتلانا بڑی آفت ہے۔ پوشیدہ رکھنا بلکہ فراموش ہی کر دینا بہتر ہے اور جس پر احسان کیا جاتا ہے اس پر ضروری ہے کہ وہ اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر گذار نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

ایک شاعر کا قول ہے:۔

يد المعروف غنم حيث كانت
تحملها كفور او شكور
ففى شكر الشكور لها جزاء
وعند الله ما كفر الكفور

(غنیمت ہوتا ہے ہاتھ نیک کام کا جہاں بھی وہ ہو۔ اس کو ناشکر گذار بھی اٹھاتا ہے اور شکر کرنے والا بھی۔

پس اس شکور تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں اس کا ثواب ہے اور جس نے کفر کیا اس کے واسطے عند اللہ عذاب ہے۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 89

ماں باپ سے سلوک اور اولاد کے حقوق

واضح رہے کہ اہل قرابت اور رشتہ داروں کا حق ضروری ہے۔ ارحام اور پیدائش کے لحاظ سے تعلق کے باعث انکے حقوق مزید پختہ ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی بیٹا اپنے والد کا بدلہ اس طرح ہی دے سکتا ہے کہ وہ اسے (کسی کا) غلام اگر پائے تو اسے خرید کر آزاد کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا نماز صدقے روزہ حج عمرہ اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے صبح ایسے حال میں کی کہ اسکے والدین اسکے ساتھ راضی ہوں تو اسکے واسطے صبح کو دو دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں اور اگر اس حالت میں شام کرتا ہے تو اتنا ہی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو راضی کرتا ہے تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ خواہ وہ دونوں (اس کے ساتھ) ظلم ہی کرتے ہوں۔ خواہ وہ دونوں ہی ظلم کرتے ہوں۔ خواہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہو۔ اور جو ایسی حالت میں صبح کرے کہ والدین کو ناراض کرتا ہو تو اس کے واسطے دو دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہیں اور جو شام کو یوں کرے اسکی سزا اسی طرح کی ہے اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ خواہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں خواہ وہ دونوں ہی ظلم کرتے ہوں اگرچہ وہ دونوں ہی ظلم کرتے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جنت کی خوشبو پانچ صد میل کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔ لیکن وہ اپنے والدین کی نافرمان کو حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکو قطع رحمی کرنے والا پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنی والدہ اور والد اور ہمشیرہ،

بھائی سے بھلائی کرو پھر جو شخص قرابت والا ہو اس سے بھلائی کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس وقت ایک شخص ارادہ کرلے کہ صدقہ کرے تو اسکو اپنے والدین کے لیے حصہ بھی متعین کر لینا چاہیے۔ جبکہ وہ مسلمان ہوں۔ تو اسکے ماں باپ کے لیے اس کا اجر ہو گا اور اسکے لیے (یعنی بیٹے کے واسطے) انکے دو اجر ہوں گے اور انکے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی (یعنی والدین کے اجر میں)۔

حضرت مالک بن ربیعہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران ایک شخص آیا جو بنو سلمہ سے تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے ماں باپ کے لیے کوئی نیکی ہے جو انکے فوت ہو جانیکے بعد میں کر سکوں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ ان کے واسطے معفرت کی دعا کر ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا ان کے دوستوں کی عزت و احترام کرنا اور صلہ رحمی کرنا کیونکہ صلہ رحمی انکے ہی سبب سے کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ عظیم ترین نیکی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ. بہتر برتاؤ کرنے کے بعد اپنے باپ کے دوستوں سے تعلق قائم رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بیٹے کا ماں سے نیکی کرنا دوگنا اجر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے ماں کی دعا جلدی قبولیت حاصل کرتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کس وجہ سے تو آپ نے فرمایا کیونکہ وہ باپ سے زیادہ رحم کرنے والی ہے اور رحمی تعلق والوں کی دعا ساقط نہیں ہوتی (مراد یہ ہے کہ والدہ کی دعا جلد قبول ہوتی ہے)۔

ایک شخص نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میں نیکی کس سے کروں آپ نے فرمایا اپنے والدین سے نیکی کرو اس نے عرض کیا میرے والدین اب نہیں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے بچے سے نیکی کرو جس طرح تیرے اوپر والدین کا حق ہے اور ایسے ہی تیرے بچے کا بھی تیرے اوپر حق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس باپ پر

جو نیکی کرنے میں اپنے بچے کی معاونت کرے یعنی اس کو برے سلوک کی وجہ سے نافرمانی پر مت ابھارے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اپنی اولاد میں عطا کرنے کے لحاظ سے مساوات رکھا کرو۔

لوگوں میں یہ بات عام کہی جاتی ہے کہ تیرا بچہ تیری خوشبو ہے۔ اگر تو اس کو سات مرتبہ سونگھے گا تو وہ بھی تیری خدمت سات بار بجالائے گا (اور پالنے پوسنے اور تربیت کر دینے کے بعد) وہ تیرا دشمن ہو گا یا تیرا شریک ہو گا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لڑکے کا ساتویں روز عقیقہ کیا جائے۔ اس کا نام رکھ دیا جائے اور اس سے تکلیف دور کر دی جائے۔ جس وقت اسکی عمر چھ برس ہو جاتی ہے تو اسکو ادب تعلیم کیا جائے اور جس وقت وہ نو سال کا ہو جائے تو اسکے بستر کو علیحدہ کر دیا جائے جس وقت اسکی عمر تیرہ سال ہو جائے تو نماز ترک کرنے کے باعث اسکو مارے اور جب وہ سولہ سال کا ہو جاتا ہے۔ تو اس کا والد اس کا نکاح کر دے۔ اسکے بعد (والد) اس کا ہاتھ پکڑ کر (اسکو اس طرح سے) کہے۔ تجھے میں نے ادب سکھایا اور تیرا نکاح کر دیا ہے۔ میں دنیا کے فتنے سے اور آخرت کے فتنے سے اور آخرت کے عذاب سے تیرے لیے پناہ کا طالب ہوں اللہ تعالیٰ سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کے اوپر اسکی اولاد کا حق ہوتا ہے کہ وہ اولاد کو بہتر ادب تعلیم کرے اور اچھا نام رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر بچہ گروی رکھا ہوا ہے اور بچی بھی گروی رکھی ہوئی ہے عقیقہ کے ساتھ۔ ساتویں روز اسکی جانب سے جانور ذبح کریں اور بچے کا سر منڈوا دیں۔

حضرت قتادہ عقیقہ کے جانور جس وقت ذبح کرتے تھے جانور کی کچھ اون کو پکڑ کر جانور کی شاہ رگ کے سامنے ذبح کرتے تھے۔ ازاں بعد بچے کی چندیا پر رکھ دیتے تھے یہاں تک کہ مانند دھاگے کی اس سے پانی ٹپکنے لگتا تھا۔ ازاں بعد بچے کے سر کو دھوتے تھے اور پھر اس کا سر منڈوا دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے بچے کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے پوچھا کیا اسکے خلاف تونے بد دعا کی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا تم خود ہی اس کو برباد کر چکے ہو۔ بچہ کے ساتھ نرمی رکھنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اقرع بن حابس نے دیکھا کہ آپ جناب اپنی ولاد حضرت حسن کو چوم رہے تھے۔ اس نے کہا میرے تو دس بچے ہیں اور کسی ایک کو بھی میں نے کبھی چوما نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو رحم نہ کرے اس پر بھی رحم نہیں فرمایا جاتا۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسامہ کے منہ کو دھوؤ وہ بہت چھوٹے تھے۔ میں نے اس کا منہ دھونا شروع کر دیا اور میں نفرت محسوس کر رہی تھی (بایں سبب) کہ غلام زادہ ہے تو آنحضرت نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی اور پھر اس کو آپ نے خود پکڑ لیا اسکے منہ کو دھویا اور پھر اسکو بوسہ دیا اور فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم منبر پر تھے کہ حسن گر پڑے (جس وقت کہ وہ بچہ ہی تھے) آپ منبر شریف سے نیچے) اتر آئے انکو اٹھایا اور پھر یہ آیہ کریمہ پڑھی۔ **انما اموالکم واولادکم فتنة**۔ (بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے)۔

حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ رسول اللہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے کہ (اس دوران) حضرت حسن آگئے (جبکہ ابھی وہ بچہ ہی تھے) اور آنجناب کی گردن (مبارک) پر چڑھ بیٹھے۔ آپ سجدے (کی حالت) میں تھے تو آنحضرت نے سجدے کو طویل کر دیا۔ لوگوں نے جانا کہ کچھ واقعہ ہو گیا ہے۔ پھر نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ نے بہت طویل سجدہ فرمایا ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا۔ لہذا میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کو جلدی سے پیچھے ہٹاؤں تاکہ وہ اپنی خوشی کی تکمیل کر لے۔ اس میں متعدد نکات پائے جاتے ہیں۔

(۱)۔ ایک یہ ہے کہ قرب الہی کا حصول ہوتا ہے کیونکہ سجدے میں پڑا ہوا بندہ

اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے۔
(۲)۔ بچے پر نرمی اور اس کے ساتھ بھلائی روا رکھنا۔
(۳)۔ امت کو تعلیم دینا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے بچے کی خوشبو جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔

یزید بن حضرت امیر معاویہ نے کہا ہے کہ میرے باپ نے حضرت احنف بن قیس کو طلب فرما کے ان سے پوچھا اے ابوالبحر! تم کیا کہتے ہو بچے کے متعلق۔ انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین! یہ ہمارے دلوں کے پھل ہوتے ہیں (یہ) ہماری کمر کا ستون ہوتے ہیں (یعنی ہماری قوت ہوتے ہیں)۔ انکے واسطے ہم نرم زمین ہیں سایہ دار آسمان ہیں انکی مدد کے ذریعے ہم بڑے معاملہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ اگر طلب کریں تو ہم ان کو دے دیتے ہیں۔ اگر وہ غصے میں ہوتے ہیں تو ہم انہیں راضی کیا کرتی ہیں۔ نیز انکی سرزمین تم کو محبت فراہم کر دیتی ہے اور تمہیں انکی محبت گوارا ہوگی۔ تم ان کے اوپر شدید بوجھ مت بنو۔ جس سے ان کی زندگی ہی ان کے لیے تکلیف دہ ہو جائے کہ وہ تمہاری موت ہو جانا پسند کرنے لگیں اور تمہارے قرب کو ناگوار جاننے لگیں۔ حضرت معاویہ نے فرمایا اے احنف تمہاری خوبی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ تم ایسے وقت پر میرے پاس پہنچے۔ جبکہ میں اپنے فرزند یزید سے ناراض تھا۔ پھر حضرت احنف وہاں سے جس وقت باہر چلے گئے تو وہ (معاویہ) یزید کے ساتھ راضی ہو گئے اور اس کو دو ہزار درہم اور دو صد ملبوسات بھیجے۔ یزید نے ایک ہزار درہم اور ایک صد پارچات حضرت احنف کی طرف بھیجتے ہوئے برابر برابر تقسیم کر لیا۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 90

پڑوسی کے حقوق اور مسکینوں پر احسان

پڑوس کے حقوق اسلامی اخوت کے علاوہ ہوتے ہیں۔ جو حق ایک مسلم بھائی کا ہوتا ہے۔ وہی حق ایک پڑوس میں رہنے والے کا ہوتا ہے۔ نیز عام مسلمانوں سے زیادہ پڑوسی کا ایک مخصوص حق بھی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پڑوسی تین ہوتے ہیں:

(۱)۔ پڑوسی جو ایک حق رکھتا ہے۔

(۲)۔ وہ پڑوسی جو دو حقوق رکھتا ہے۔

(۳)۔ اور وہ پڑوسی جو تین حقوق رکھتا ہے۔

تین حقوق والا پڑوسی مسلمان اور قرابت والا ہوتا ہے۔ اسکو پڑوسی ہونے کا حق مسلمان ہونے کا حق اور رشتہ داری کا حق حاصل ہوتے ہیں۔ دو حقوق والا پڑوسی مسلمان ہونے کا حق اور پڑوسی ہونے کا حق رکھتا ہے۔ اور ایک حق والا پڑوسی مشرک ہوتا ہے۔ اسے صرف پڑوسی ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

یہاں غور فرمائیں کہ ایک پڑوسی گو وہ مشرک ہے۔ اسے پڑوسی ہونے کا حق دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ تیرے پڑوس میں جو بھی ہو تم سکے ساتھ ایک اچھے پڑوسی کی حیثیت سے رہو تو تم مسلمان ہو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے پڑوسی کے بارے میں ہمیشہ ہی جبریل (علیہ السلام) وصیت کیا کرتے تھے حتی کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اسکو وارث ہی قرار دے دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ تعالی پر ایمان

رکھتا ہے اور یوم آخرت پر اس کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت و احترام ملحوظ رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس وقت تک بندہ صاحب ایمان ہو سکتا ہے جب اس کا پڑوسی اسکی ایذاء سے بچا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تو نے اپنے پڑوسی کے کتے کو بھی مار دیا تو تو نے اس (پڑوسی) کو ایذاء دی۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا مجھے میرا پڑوسی دکھ دیتا ہے۔ گالیاں دیا کرتا ہے مجھے تنگ کرتا رہتا ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ تو جا تیرے بارے میں وہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو تم اسکے بارے میں اطاعت الٰہی ہی کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے بتایا کہ فلاں عورت جو دن کے وقت روزہ دار رہتی ہے اور رات کو وہ نماز پڑھا کرتی ہے۔ لیکن وہ اپنے پڑوس والوں کو تکلیف دیتی رہتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ عورت آگ کے اندر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور اپنے پڑوسی کے خلاف شکایت پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو۔ اسکے بعد دوسری مرتبہ اور پھر تیسری مرتبہ اسی طرح ہی ہوتا رہا چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اپنا سامان راستہ میں پھینک دو۔ چنانچہ اس شخص نے اپنا تمام سامان راستے پر نکال رکھا۔ وہاں سے جو لوگ گزرتے تھے وہ پوچھتے تھے کہ کیا بات ہوئی ہے۔ تو جواب ملتا تھا کہ اس کو پڑوسی نے تنگ کیا ہے تو لوگ کہتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر وہ پڑوسی آگیا اور اس سے کہنے لگا کہ اپنا سامان اندر لاؤ واللہ میں آئندہ تجھے کبھی کوئی تکلیف نہ دوں گا۔

امام زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آکر ایک شخص نے اپنے پڑوسی کے بارے میں شکایت پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد کے دروازہ پر تحریر کردو کہ چالیس گھر آپس کے ساتھ

پڑوس ہیں۔ امام زہری نے کہا ہے کہ چالیس گھر اس جانب چالیس اس جانب چالیس اس طرف اور چالیس اس طرف اور آپ نے ہر چہار طرف اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ برکت اور نحوست، عورت اور مکان اور گھوڑے میں ہوا کرتی ہے۔ عورت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اس کا مہر تھوڑا ہو نکاح کر لینا آسان ہو اخلاق بہت اچھا ہو اور عورت کی نحوست یہ ہوتی ہے کہ اس کا مہر بہت زیادہ نکاح کر لینا مشکل ہو بد اخلاق ہو۔

مکان کی برکت یوں ہوتی ہے کہ اسکے پڑوسی اچھے لوگ ہوں اور مکان کی نحوست یہ ہوتی ہے کہ وہ تنگ ہو اور پڑوس میں برے لوگ ہوں۔

گھوڑے میں برکت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے قابو میں رہتا ہو اسکی عادتیں اچھی ہوں اور گھوڑے کی نحوست یہ ہوتی ہے کہ وہ قابو میں نہ رہے اور اسکی عادتیں بری ہوں۔

اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ صرف اتنا ہی نہیں کہ پڑوسی دوسروں کے لیے ایذاء رساں نہ ہو بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ ایذاء کو برداشت کرے۔ کیونکہ اگر پڑوسی ایذاء کو برداشت نہ کرے گا۔ تو اس میں بھی پڑوسی کے حق کی ادائیگی نہ ہوگی۔ بلکہ یہ لازم ہے کہ ایذاء کو برداشت کرے اور نرمی اختیار کرے پڑوسی سے اور اسکے ساتھ بھلائی بھی کرے۔ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ایک غریب پڑوسی امیر پڑوسی کو پکڑ لے گا اور کہے گا۔ اے میرے پرودگار اس سے پوچھا جائے کہ اس نے مجھ سے نیکی کیوں روک رکھی تھی (مراد یہ کہ مالی امداد کیوں نہ کرتا تھا) اور اس نے مجھ پر اپنے دروازے کو کیوں بند کیے رکھا۔

حضرت ابن مقفع کو خبر ہوئی کہ سواری کا قرض ادا کرنے کے لیے ان کا پڑوسی اپنا مکان بیچ دینے والا ہے۔ یہ اسکے مکان کے سائے میں بیٹھ جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں اسکے گھر کے سایہ کا احترام روا نہیں رکھ سکا اگر اس نے غریب ہوتے ہوئے مکان کو بیچ دیا۔ پس آپ نے ہدیہ کے طور پر اس کو مکان کی قیمت (کے برابر) دے دی اور کہنے لگے کہ اسے فروخت مت کرو۔

ایک بزرگ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے کہا گھر میں چوہے بہت زیادہ ہو چکے ہیں۔ انکو کسی نے کہا کہ آپ (گھر میں) بلی پال رکھیں تو آپ نے فرمایا اس میں مجھے خدشہ

محسوس ہوتا ہے کہ بلی کی آواز جب سنیں گے تو وہ چوہے پڑوسی کے گھر بھاگ جائیں گے تو پھر یہ یوں ہو جائے گا کہ جس چیز کو میں اپنے لیے گوارا نہیں کرتا ہوں وہ انکے لیے کیوں پسند کروں گا۔

پڑوسی کے حقوق میں یہ بھی شامل ہے کہ انہیں سلام کہنے میں پہل کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ لمبا کلام نہ کریں ان پر زیادہ سوالات نہ کیے جائیں۔ بیمار ہو تو اسکی تیمارداری کی جائے کوئی مصیبت پڑ جائے تو پڑوسی کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ تعزیت میں پڑوسی کا ساتھ دینا چاہیے۔ خوشی کا موقعہ ہو تو مبارکباد کہی جائے۔ خوشیوں میں پڑوسی کے ساتھ شامل ہو۔ لغزش ہو جائے تو درگذر سے کام لے۔ نہ اسکی چھت پر جھانکا کرے نہ ہی پڑوسی کے صحن میں نظر مارے۔ پڑوسی کے پرنالے میں سے پانی نہ بہائے اور نہ ہی اسکے گھر کے صحن میں مٹی پھینکے۔ اسکے گھر جانیکی راہ کو تنگ نہ کیا جائے وہ جو کچھ اپنے گھر میں لے جاتا ہو اس پر نگاہوں سے مت گھوریں۔ اس کا کوئی راز یا پردہ اپنے سامنے افشاء ہو جائے تو اسے مت ظاہر کریں۔ آفت (والم) میں اس سے تعاون کرنا چاہیے۔ پڑوسی کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی نگہداشت کرے پڑوسی کے خلاف کسی کی باتوں پر دھیان نہ دے اسکی عزت سے نظریں جھکا کر رکھے (یعنی اہل وعیال سے) اور اسکی خادمہ پر بھی نظر نہ ڈالا کرے۔ اسکے بچوں کے ساتھ نرمی سے بات کرے۔ اگر وہ دین کے بارے میں جہالت کا شکار ہو تو اسکو سیدھی راہ بتائے۔ دنیا کے بارے میں بھی اس کو صحیح مشورہ دیا کرے مسلمانوں پر عائد ہونے والے پڑوسی کے عام حقوق یہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ پڑوسی کا حق کیا ہوتا ہے۔ اگر اسے تعاون مطلوب ہو تو اس سے تعاون کرو۔ اگر اسے مدد مطلوب ہو تو اسکی مدد کرو قرض چاہتا ہو تو اسے قرض بھی دیا جائے۔ اگر وہ فقیر ہو جاتا ہے تو اس پر احسان کریں بیمار پڑے تو عیادت کرو مر جاتا ہے تو جنازہ پڑھو۔ اسکو بھلائی حاصل ہو تو اسے مبارکباد کہو کوئی دکھ پہنچے تو اسے تسلی دی جائے۔ اپنے مکان کو اس سے زیادہ اونچا نہ کرو جو اس سے ہوا کو روکے اس کو کچھ بھی ایذاء مت دیں جب پھل خرید کرو تو اس کو بطور ہدیہ بھیجا کرو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر مخفی طور پر اپنے گھر میں لے جایا کرو اور تمہارا بچہ پھل سمیت باہر نہ آئے تاکہ پڑوسی کا بچہ نہ دیکھے اور اپنی ہنڈیا کی خوشبو سے بھی اسکو

تنگ نہ کیا جائے جو اسے معلوم ہو جائے کہ تم نے کھانا بنایا ہے۔ جبکہ پڑوسی محتاج ہو اور اس کو بھی ایک چمچ بھر دے دیا کرو (یا پلیٹ وغیرہ میں بھیج دو)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا حق کیا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ پڑوسی کے حق کی ادائیگی صرف ایسا شخص ہی کر سکتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے۔

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے یوں ہی روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے۔

حضرت مجاہد نے فرمایا ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس بیٹھا تھا (اس وقت) ان کا ایک غلام تھا وہاں جو بکری کا گوشت بنانے میں مصروف تھا۔ آپ نے اس کو فرمایا اے غلام بکری کا گوشت جب بنا چکو گے تو اسکی تقسیم ہمارے یہودی پڑوسی سے شروع کرنا۔ آپ نے یہ بات متعدد بار فرمائی آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کب تک یہی کہتے رہیں گے تو آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم کو پڑوسی کے لیے اتنی زیادہ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ خدشہ ہونے لگا تھا کہ اس کو ہمارا وارث ہی نہ بنا دیا جائے۔

حضرت ہشام کہتے ہیں کہ اس میں حضرت حسن کچھ مضائقہ نہ سمجھتے تھے اگر کسی یہودی یا عیسائی پڑوسی کو قربانی کے گوشت میں سے کچھ کھلا دیا جائے۔ الخ حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے وصیت فرماتے ہوئے فرمایا تھا۔ تم ہنڈیا پکاتے ہو تو اس میں زیادہ پانی ڈال لیا کرو۔ پھر تم اپنے پڑوس والوں میں سے کسی گھر کو دیکھو تو انکے واسطے ایک چمچ بھر کر دے دو (مراد یہ کہ کسی برتن پلیٹ وغیرہ میں سالن ڈال کر انکو بھی بھیجو)۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 91

شراب پینا اور اسکی سزا

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شراب نوشی کے بارے میں تین آیات کریمہ کا نزول فرمایا گیا ہے:۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر۔ قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس۔
(تجھے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کے متعلق انہیں فرما دو کہ ان دونوں میں ہی بڑا گناہ ہے اور فائدے ہیں خلق کے واسطے)۔

اس آیت کو سن کر کچھ لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دیا اور کچھ ان دنوں کچھ مسلمان شراب نوشی کرتے تھے بالآخر ایک روز ایک شخص نے شراب پی لی اور نماز بھی پڑھنے لگا اور کچھ غلط الٹے سیدھے الفاظ بولے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا۔

یاایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری۔
(اے ایمان والو نماز کے قریب مت جاؤ جس وقت تم مستی میں ہوتے ہو)۔

ازاں بعد بعض لوگ شراب نوشی کرتے رہے اور بعض نے ترک کر دی بالآخر ایک دن حضرت عمر نے شراب پینے کے بعد اونٹ کا جبڑا پکڑ لیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے سر پر زخم بھی کر دیا پھر وہ بیٹھ گئے اور مقتولین بدر کے لیے رونے لگے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر ہو گئی تو آنحضرت غضبناک حالت میں اپنی چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور جو کچھ بھی آپ کے ہاتھ مبارک میں سو قت تھا اسکے ساتھ ان کی پٹائی کی تو حضرت عمر نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے بھی۔ پھر اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا۔

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر۔
(بے شک شیطان کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں میں شراب اور جوئے کے سلسلے میں عداوت اور بغض ڈالے)۔

حضرت عمر نے فوری طور کہہ دیا ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے (کیونکہ آیت کے آخر پر آیا تھا کہ کیا تم رک جانے والے ہو؟

اور کثرت سے احادیث وارد ہوتی ہیں جو شراب کو حرام قرار دیتی ہیں اور سب متفق ہیں اسکے حرام ہونے پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے عادی شراب نوش جنت میں داخل نہ ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے بتوں کی عبادت سے منع فرمانے کے بعد سب سے پیشتر شراب خوری اور خلق پر لعنت کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے ایسی جماعت کوئی بھی نہیں ہے جو دنیا کے اندر کسی نشہ پیدا کرنے والی شے پر جمع ہوتی ہو مگر یہ کہ انہیں پروردگار تعالیٰ دوزخ میں اکٹھا کر دے گا وہ آپس میں ملامت کرنے لگیں گے ایک یوں کہے گا دوسرے کو۔ اے فلاں میری جانب سے تجھے اللہ تعالیٰ بری جزاء دے مجھے اس مقام پر لانے والا تو ہی ہے اور دوسرا شخص بھی اسے یونہی کہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں جو شراب خور ہوا اسے جہنم کے سانپوں کے زہر اللہ تعالیٰ نوش کرائے گا کہ اس کو نوش کرنے سے پیشتر ہی اسکے چہرے پر سے گوشت گل جائے گا اور برتن کے اندر آ پڑے گا اور جس وقت وہ اس کو پی لے گا تو گوشت اور جلد اتر جائے گی جس سے اہل جہنم کو تکلیف ہو گی۔ وہ تمام لوگ گناہ میں مساوی شریک ہیں جو شراب پئیں شراب کشید کریں اور نچوڑنے والے بھی اٹھانے والے بھی اور جس کے واسطے فراہم کی گئی ہو اور اسکے دام کھانے والے بھی۔

اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی ایک کا بھی نماز روزہ حج قبول نہیں فرماتا تا آنکہ وہ اس فعل سے توبہ نہ کر لیں پس جو بلا توبہ مرے تو حق ہو گا اللہ تعالیٰ پر کہ انکو شراب کے ہر گھونٹ کے بدلے میں جہنم کی پیپ نوش کرائے۔ اور یہ ذہن نشیں کر لیں کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے اور ہر (قسم کی) شراب بھی حرام ہے۔

ابن ابی الدنیا سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک آدمی سے ملے جو نشہ میں غرق تھا وہ ہاتھ

کے اوپر پیشاب کر رہا تھا اور پیشاب سے ہاتھ دھو تا تھا جیسے وضو کرنے والا اور ساتھ کہہ رہا تھا۔ الحمد للہ الذی جعل الاسلام نورا والماء طهورا۔ (اس اللہ کی حمد ہے جس نے اسلام کو نور عطا کیا اور پانی کو پاک بنایا)۔

دور جاہلیت میں عباس بن مرداس کو لوگوں نے کہا کہ تو شراب نوشی کیوں نہیں کرتا اس کے ساتھ تجھ میں تیزی زیادہ ہو جائے گی اس نے کہا کہ میں خود ہی بدست خویش جہالت کو پکڑ کر اپنے شکم میں ڈالنے والا آدمی نہیں اور نہ ہی میری رضا ہے کہ صبح اپنی قوم کا سردار ہوتے ہوئے کروں اور شام بحیثیت ایک احمق کے کروں۔

بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ شراب سے بچے رہو تم سے پیشتر کے لوگوں میں ایک عابد آدمی تھا وہ خلق سے دور رہا کرتا تھا اسکے پیچھے ایک عورت لگ گئی اس نے اپنے خادم کو بھیج کر اسے اپنے پاس طلب کیا جس نے کہا کہ ہم شہادت دینے کی خاطر تجھے بلانے آتے ہیں پس وہ عابد ان کے گھر میں آگیا جس دروازہ سے وہ عابد اندر گذرتا تھا فورا بعد عورت وہ دروازہ بند کر لیتی تھی حتی کہ وہ عورت کے پاس آ پہنچا جو برے کردار والی تھی اور بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک لڑکا بھی وہاں اس کے پاس تھا اور ایک برتن بھی موجود تھا اس میں شراب تھی وہ عورت کہنے لگی تجھے میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تو اس لڑکے کو قتل کر دے اور میرے ساتھ جماع بھی کر لے نہ کہ گواہی دینے کے لیے۔ اور یا تو یہ پیالہ شراب کا نوش کر لے اب اگر تو نے اس کام سے انکار کر دیا تو میں چلانا شروع کر دوں گی اور تجھے میں ذلیل و رسوا کروں گی اس عابد نے خود کو بے بس پایا تو کہا کہ ٹھیک ہے مجھے تو شراب پلا لے پس اس نے اسے شراب کا پیالہ پلایا عابد نے وہ پی لیا تو اس کو کہا کہ اور دے دو حتی کہ وہ شراب پی کر مستی میں آگیا اور اس عورت سے زنا کا مرتکب ہو گیا اور وہ لڑکا بھی قتل کر دیا۔ پس تم شراب سے بچ جاؤ۔ پس واللہ ایمان کے ساتھ ہمیشہ کی شراب خوری کسی آدمی کے سینے کے اندر اکٹھے نہیں ہو سکتے ان میں ایک ضرور دوسرے کو خارج کر دیتا ہے۔

ہاروت اور ماروت کا واقعہ:- احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

سے خود سماعت فرمایا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا آدم علیہ السلام جس وقت زمین پر اتارے گئے تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے پروردگار تعالیٰ زمین پر ایسا شخص خلیفہ بنا رہا ہے جو فساد برپا کرے گا خونریزی کا مرتکب ہو گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرنے والے ہیں (اس لیے یہ مرتبہ حاصل کرنے کا زیادہ حق ہمیں ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ مجھے وہ کچھ معلوم ہے جس کا علم تمہیں نہیں ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا یا الہی بنی آدم سے بڑھ کر تیرے اطاعت گذار ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم میں دو فرشتے آجائیں ہم دیکھیں گے کہ وہ کس طرح کے عمل کریں گے عرض کیا کہ ہاروت اور ماروت دونوں پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکو فرمایا کہ تم زمین پر چلے جاؤ اور اللہ نے ان کے پاس بڑی خوبصورت عورت کی صورت میں زہرہ ستارے کو بنا بھیجا وہ دونوں اس کے پاس آگئے اور اسے انکی رفاقت کرنے کے لیے کہا لیکن اس نے تسلیم نہ کیا اور ان سے کہا کہ ایسا نہیں ہو گا تاآنکہ تم شرک کی یہ بات نہ بولو کے انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی ہرگز شریک نہیں قرار دیں گے پس وہ عورت اٹھی اور وہاں سے رخصت ہو گئی پھر جس وقت وہ لوٹ کر آئی تو ایک بچہ بھی اپنے ساتھ اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس عورت سے پھر وہی پہلے والا سوال کیا تو اس نے کہا واللہ یہ نہ ہو گا تاآنکہ یہ بچہ تم قتل نہ کر دو۔ انہوں نے اس کو کہا کہ واللہ ہم اسے کبھی قتل نہیں کریں گے اسکے بعد وہ شراب کا کاسہ لیے ہوئے واپس آئی ان دونوں فرشتوں نے اس کو دیکھا اور پھر پہلے والا سوال اس سے کیا عورت کہنے لگی واللہ ایسا نہیں ہو گا تاآنکہ تم اس شراب کو نہ پیو گے پس انہوں نے وہ شراب نوش کی پھر نشے کی کیفیت میں انہوں نے اس کے ساتھ جماع بھی کر لیا اور وہ بچہ بھی انہوں نے قتل کر دیا۔ جس وقت وہ نشہ فرو ہو گیا تو انکو عورت نے بتایا کہ تم نے ایسا کوئی فعل ناکردہ نہیں چھوڑا جو کرنے سے تم انکار کرتے رہے تھے۔ تم نے وہ تمام کام نشہ میں ہی کر لیے۔

پھر انکو حکم فرمایا گیا کہ تم دنیا کے اندر عذاب یا آخرت کے عذاب ان دونوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو تو انہوں نے دنیاوی عذاب اختیار کر لیا۔

حضرت ام [illegible] نے فرمایا ہے میری ختر بیمار پڑ گئی تو ایک پیالے میں میں نے نبیذ تیار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]

وقت اس میں ابال آیا ہوا تھا آپ نے دریافت فرمایا اے ام سلمہ یہ کیا چیز ہے میں نے عرض کیا کہ میری بیٹی بیمار ہے اسکے لیے دوائی تیار کر رہی ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ ان میں میری امت کے واسطے شفا اللہ تعالیٰ نے نہیں ڈالی ہے۔

اور ایک روایت میں وارد ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا تو اسکے اندر موجود تمام فوائد کو اس سے چھین لیا۔

اللهم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله واصحابه واهل بیته وبارک وسلم



باب نمبر 92

معراج النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

بخاری شریف میں مروی ہے حضرت قتادہ اور وہ انس بن مالک سے اور وہ مالک بن صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی معراج کا واقعہ سنایا اور آپ نے فرمایا کہ میں حطیم میں تھا نیز فرمایا کہ میں لیٹا ہوا تھا حجر کے مقام میں۔ اچانک ایک آنے والا میرے پاس آگیا اس نے کچھ کلام کیا جو میں نے سماعت کیا جبکہ وہ بول رہا تھا۔ پھر اس مقام اور اس مقام کے درمیان سے چاک کر دیا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں جارود میرے نزدیک ہی بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس مقام اور اس مقام سے کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے بتایا کہ مراد ہے حلقوم سے ناف تک (کے درمیان)۔ اسکے بعد میرے دل کو انہوں نے باہر نکال لیا میرے قریب سونے کا طشت لایا گیا وہ ایمان کے ساتھ بھرا ہوا تھا پھر میرے قلب کو دھویا گیا اس کو علم اور ایمان سے بھر دیا اور اسے واپس (اپنے مقام پر) رکھا گیا اس کے بعد ایک سفید رنگ کا جانور میرے پاس فراہم کر دیا گیا وہ خچر سے (قد میں) چھوٹا اور گدھے سے بلند تھا (حضرت جارود حضرت انس سے پوچھتے ہیں اے ابو حمزہ! کیا وہ (جانور) براق تھا۔ حضرت انس نے کہا ہاں اور اس کا قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا)۔ میں نے اس پر سواری کر لی اور مجھ کو (ساتھ) لے کر جبریل علیہ السلام روانہ ہوئے حتیٰ کہ آسمان دنیا تک جا پہنچے اسکے دروازے کو جبریل نے کھلوا لیا سوال کیا گیا کہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا جبریل پھر پوچھا گیا ساتھ اور کون ہے جبریل نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم دریافت کیا گیا کہ کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبریل نے جواب دیا ہاں۔ کہا گیا، انہیں خوش آمدید۔ انکا تشریف لانا مبارک ہو پھر دروازے کو کھولا گیا میں وہاں گیا تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام تھے جبریل کہنے لگے یہ آپ کے باپ آدم ہیں انکو سلام کریں پس میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگے صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

اسکے بعد مجھے ساتھ لیے ہوئے جبریل اوپر کو چڑھنے لگے حتیٰ کہ آسمان دوم پر آ گئے

اور اس کا دروازہ جبریل نے کھلوالیا (وہاں) پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جواب دیا کہ جبریل، دریافت کیا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سوال ہوا کیا انکو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں تو کہا گیا انکی آمد مبارک ہو اور دروازہ کھول دیا گیا میں جس وقت وہاں پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام موجود ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے مجھے کہا کہ یہ ہیں عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام۔ آپ ان کو سلام کریں میں نے سلام کیا انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا اور انہوں نے کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

اسکے بعد مجھے جبریل آسمان سوم پر لے گئے اور چاہا کہ دروازہ کھول دیا جائے دریافت کیا گیا کہ کون ہے جواب دیا جبریل پھر پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا انکو بلایا گیا ہے۔ جبریل نے جواب دیا ہاں کہا گیا انہیں خوش آمدید۔ انکی آمد مبارک ہو اور دروازہ کھولا گیا۔ میں جس وقت وہاں پر پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ میری ملاقات ہوئی جبریل نے بتایا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ انکو سلام کریں میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگے صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ اسکے بعد مجھے جبریل آسمان چہارم پر لے گئے وہاں چاہا کہ دروازہ کھولا جائے پوچھا گیا کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہے جبریل جواب دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبریل نے کہا ہاں (یہ سن کر دربان) بولے خوش آمدید انکی یہاں پر آمد مبارک ہو پھر دروازہ کھول دیا گیا جس وقت میں وہاں آ پہنچا تو وہاں مجھے ادریس علیہ السلام دکھائی دیے جبریل نے مجھے کہا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں انکو سلام کریں میں نے سلام پیش کیا تو انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا اور کہنے لگے صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

ازاں بعد مجھے ساتھ لیے ہوئے جبریل اوپر چڑھتے گئے حتی کہ آسمان پنجم پر جا پہنچے۔ دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کون ہے جبریل نے جواب دیا جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے۔ جبریل نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سوال ہوا کیا یہ طلب کیے گیے ہیں۔ جبریل نے جواب دیا ہاں تو کہا گیا ان کو خوش آمدید انکا یہاں تشریف لانا

مبارک ہو وہاں میں جو پہنچا تو مجھ سے ہارون علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ جبریل نے بتایا یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ انکو سلام کریں میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگے صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

ازاں بعد مجھے لیے ہوئے جبریل اوپر جانے لگے حتی کہ ہم آسمان ششم پر پہنچ گئے جبریل نے دروازہ کھلوایا تو سوال ہوا کون ہے۔ جبریل نے جواب دیا جبریل پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے جبریل نے بتایا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم دریافت کیا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبریل نے جواب دیا ہاں (دربان) فرشتہ بولا انہیں خوش آمدید۔ انکی آمد مبارک ہو جب وہاں میں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے جبریل نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے سلام کیا موسیٰ علیہ السلام نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ وہاں سے بھی ہم آگے چلنے لگے تو وہ رو پڑے انہیں پوچھا گیا کہ آپ روئے کیوں ہیں تو کہنے لگے بایں سبب رویا ہوں کہ ایک نوجوان کو میرے بعد مبعوث فرمایا گیا ہے جسکی امت والے میری امت کے لوگوں سے زیادہ (تعداد میں) جنت میں جائیں گے۔

اسکے بعد مجھے لیے ہوئے جبریل آسمان ہفتم پر گئے اور دروازے کو کھلوایا (وہاں بھی) سوال ہوا کون ہے۔ جبریل نے جواب دیا جبریل پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پوچھا گیا کہ کیا انہیں طلب کیا گیا ہے۔ جبریل نے جواب دیا ہاں۔ کہا گیا انکو خوش آمدید۔ انکی تشریف آوری مبارک ہو۔ جس وقت میں وہاں پہنچا تو میرے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے والد ہیں ابراہیم علیہ السلام انکو سلام کریں میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

سدرۃ المنتہیٰ:- اسکے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی مانند تھے اور پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند تھے وہاں پر چار نہریں [illegible] تھیں دو ظاہر تھیں اور دو مخفی تھیں میں نے جبریل سے دریافت کیا یہ کیسی نہریں ہیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ جو پوشیدہ نہریں ہیں وہ جنت کی نہریں ہیں اور دو نہریں جو ظاہر ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ اسکے بعد میرے سامنے بیت المعمور نمودار ہو گیا اس میں

روزانہ ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں۔ اسکے بعد مجھے شراب کا برتن اور ایک برتن دودھ والا اور ایک برتن شہد کا دیا (ان میں سے) میں نے دودھ کا برتن چن لیا تو جبریل کہنے لگے یہ ہی فطرت ہے اسی پر قائم رہیں گے آپ بھی اور آپکی امت بھی۔ پھر مجھ پر روزانہ پڑھنے کے لیے پچاس پچاس نمازوں کو فرض قرار دے دیا گیا۔

اسکے بعد ہم واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آپ کو کیا حکم فرمایا گیا ہے میں نے بتایا کہ روزانہ پچاس نمازیں فرض فرمائی گئی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہر روز پچاس نمازیں آپ کی امت نہیں پڑھ سکے گی۔ آپ سے پیشتر کے لوگوں کو میں نے آزمایا ہے اور میں نے بنی اسرائیل کے ساتھ سختی برتی ہے لہذا آپ واپس اپنے رب کے پاس جائیں اور امت کے حق میں کمی کرائیں پس میں واپس گیا اور (دوبارہ پھر وہاں حاضر ہونے میں) دس نمازیں کم کر دی گئیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آگیا تو انہوں نے پھر پہلی مرتبہ کی طرح ہی کہا میں پھر واپس گیا اور دس نمازیں اور کم کر دی گئیں پھر میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو پھر انہوں نے وہی کچھ کہا پس میں واپس گیا اور دس نمازیں معاف کر دی گئیں۔ پھر میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں پھر پہلی مرتبہ کی طرح ہی کہا میں پھر واپس گیا تو مجھے روزانہ پڑھنے کے لیے پانچ نمازیں حکم فرمائی گئیں پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا ہے۔ میں نے بتایا کہ ہر روز پانچ نمازیں حکم فرمائی گئی ہیں تو کہنے لگے آپ کی امت پانچ نمازیں بھی ادا نہ کر پائے گی۔ آپ سے قبل کے لوگوں کو میں نے آزمایا ہوا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ میں نے سختی بھی روا رکھی تھی لہذا آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے واسطے کمی کیے جانے کے لیے عرض کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں متعدد مرتبہ اپنے رب سے درخواست کر چکا ہوں اور اب مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ پس میں اب راضی ہوں اور اپنے رب کے حکم کو قبول کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت میں آگے بڑھا تو کسی ندا کرنے والے نے ندا کی کہ میں نے اپنے حکم کا اجراء کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر کمی فرما دی ہے۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 93

جمعتہ المبارک (فضائل)

یوم جمعہ ایک عظیم یوم ہے اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظمت عطا فرمائی ہے اور اس یوم کو اہل اسلام کے واسطے مخصوص فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔

(جب جمعہ کی نماز کے واسطے پکار دی جائے تو دوڑو اللہ کے ذکر کی جانب اور خرید و فروخت ترک کر دو)۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے وقت دنیا کی مشغولیات کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور ہر وہ چیز جو جمعہ کی ادائیگی میں مانع ہو منع کر دی گئی ہے اور جمعہ کو فرض فرمایا ہے۔ آنحضرت کا فرمان ہے کہ جس نے جمعہ کی اذان سن لی تو اس پر جمعہ فرض ہو گیا ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ بلا عذر اگر کوئی شخص تین جمعہ کی نمازوں کو چھوڑے تو اسکے قلب پر اللہ تعالیٰ مہر ثبت کر دیتا ہے اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے "اس نے اسلام پشت پیچھے ڈال دیا"۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک آدمی کئی بار حاضر ہوتا رہا اور ایک شخص کے بارے میں دریافت کرتا رہا جو فوت ہو گیا ہوا تھا اور وہ جمعہ کی نمازیں اور دوسری نمازوں میں شامل نہ ہوتا تھا۔ ابن عباس نے فرمایا وہ جہنم میں ہے وہ آدمی ایک ماہ پورا یہ دریافت کرتا ہی رہا اور آپ بھی اس کو یہی جواب دیتے رہے کہ وہ جہنم میں ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اہل کتاب کو بھی یوم جمعہ دیا گیا تھا لیکن وہ اس میں اختلاف کرنے لگے پس ان سے اس دن کو واپس لے لیا گیا۔ اللہ نے ہم لوگوں کو اس کی ہدایت فرمائی اور اس امت کے لیے اس کو موخر فرما دیا اور اس کو یوم عید بنا دیا پس یہ لوگ تمام لوگوں سے سبقت لے گئے ہیں اور اہل کتاب ان کے تابع ہیں۔

حضرت انس نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے

میرے پاس جبریل آئے ہاتھ میں آئینہ لیے ہوئے تھے اور کہنے لگے کہ یہ جمعہ ہے اس کو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے تاکہ یہ عید ہو آپ کے لیے اور آپ کے بعد آنے والوں کے لیے بھی۔ میں نے دریافت کیا کہ اسکے اندر یمن و برکت کیسی ہے تو جبریل نے کہا کہ اس میں ایک عمدہ گھڑی ہے جو آدمی اس ساعت میں بھلائی کی دعا مانگے اور وہ چیز اگر اس کے مقدر میں ہوتی ہے تو اللہ اسے وہ عطا کر دیتا ہے اگر نہ ہو تو اسکے واسطے اس سے بہتر چیز اس کی خاطر ذخیرہ کی جاتی ہے اس گھڑی میں اگر کوئی آدمی کسی مصیبت سے پناہ طلب کرے جو اسکے مقدر میں ہو چکی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے بھی عظیم تر مصیبت کو اس پر سے ٹال دیتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ تمام ایام کا سردار ہے اور ہم آخرت میں ایک دن مزید طلب کرتے ہیں میں نے پوچھا وہ کیوں؟ تو جبریل نے کہا آپ کے پروردگار نے جنت کے اندر ایک وادی تیار کر رکھی ہے جو سفید ہے اور وہ بھری ہوئی ہے مشک کی خوشبو کے ساتھ۔ جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ علیین سے کرسی پر نزول اجلال فرماتا ہے حتی کہ تمام اس کے دیدار کا شرف حاصل کر لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے عمدہ ترین یوم جس میں طلوع آفتاب ہوتا ہے وہ یوم جمعہ ہے۔ اسی یوم میں آدم علیہ السلام پیدا فرمائے گئے اسی روز وہ جنت میں گئے اسی روز وہ جنت سے زمین پر آئے تھے اسی دن کو انکی توبہ قبول ہوئی اسی روز انہوں نے وصال پایا اسی روز قیامت قائم ہوگی اور وہ یوم مزید ہے عند اللہ۔ آسمان کے فرشتوں میں اس روز کا نام یہ ہی ہے (یعنی جمعہ)۔ اور جنت میں لقاء الہی حاصل ہونے کا دن بھی یہ ہی ہے۔

روز جمعہ جہنم سے آزادی ملتی ہے:- حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر یوم جمعہ کو اللہ تعالیٰ چھ لاکھ انسانوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کو تو سالم کر چکا تو تمام ایام کو سالم کر چکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزانہ جہنم کو تیز کیا جاتا ہے

(یعنی نصف النہار) سے قبل بھڑکاتے ہیں یعنی جب آفتاب ٹھیک آسمان کے دل میں ہوتا ہے پس اس گھڑی میں نماز ادا نہ کریں لیکن یہ پابندی جمعہ کے روز نہیں ہوتی اس لیے کہ جمعہ تمام کا تمام نماز ہی ہوتا ہے اور اس روز جہنم کو بھی بھڑکایا نہیں جاتا ہے۔

حضرت کعب نے فرمایا ہے کہ تمام شہروں پر مکہ معظمہ کو اللہ نے فضیلت عطا فرمائی ہے تمام مہینوں پر رمضان شریف کو فضیلت عطا فرمائی اور تمام ایام پر جمعہ کے دن کو فضیلت فرمائی اور تمام راتوں پر لیلۃ القدر کو افضل قرار دیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ روز جمعہ کو حشرات الارض اور پرندے ایک دوسرے سے ملتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ اس نیک روز میں سلام ہو سلام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن میں اور شب جمعہ میں جو فوت ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک صد شہداء کا ثواب درج فرماتا ہے۔ اور اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واھل بیتہ واصحابہ و بارک و سلم



باب نمبر 94

شوہر پر واجب الاداز وجہ کے حقوق

بیوی کے بہت حقوق ہیں اپنے خاوند پر جن میں سے ایک یہ ہے کہ شوہر بیوی سے اچھا برتاؤ کرے اس کی عقل کے ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے ساتھ مہربان رہے اس کے دکھ کو رفع کرے بیویوں کے حقوق کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے۔

واخذن منکم میثاقا غلیظا۔

(اور تم سے انہوں نے پکا قول لیا)۔

اور یہ بھی فرمایا" اور کروٹ کے ساتھی پر" کہا گیا ہے کہ وہ ساتھی سے عورت مراد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تین چیزیں وصیت فرمائیں جس وقت آپ کی زبان اقدس بوقت وصال لڑکھڑاتی تھی اور آپ کے کلام میں ہلکا پن پیدا ہو رہا تھا ارشاد فرمایا نماز نماز اور وہ جنکے مالک تمہارے ہاتھ ہوتے ان کو ایسی تکلیف نہ دینا جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہو اور اللہ تعالیٰ کا خوف کرو عورتوں کے بارے میں وہ قید ہوتی ہیں تم لوگوں کے ہاتھوں میں مراد یہ ہے کہ وہ اس طرح کی قیدی ہوتی ہیں جن کو تم لوگ بطور امانت الٰہیہ لیے ہوتے ہو اور انکی شرمگاہوں کو تمہارے لیے بذریعہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے حلال کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنی زوجہ کی بداخلاقی پر صابر رہے اللہ تعالیٰ اس کو مصائب پر حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے اجر جتنا اجر عطا فرمائے گا اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بدخلقی پر صبر کر لیا اس کو اللہ تعالیٰ فرعون کی بیوی آسیہ کے ثواب کی مانند ثواب دے گا۔

زوجہ کے ساتھ بہتر سلوک صرف یہ نہیں ہوتا کہ اس کی تکلیفوں کا تدارک کیا جائے بلکہ اس سے ہر وہ چیز دفع کرنا ہوتا ہے جس سے اسے کوئی تکلیف ہونے کا خدشہ بھی ہوتا ہے اور جب وہ غصہ میں یا ناراض ہو اس وقت حلم ظاہر کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو ملحوظ نظر رکھنا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعض ازواج پاک آپ کی کسی بات کو نہیں بھی مانتی تھیں۔ ان میں سے کوئی تو رات ہونے تک بات نہ کرتی تھی پھر بھی آپ کی طرف سے ان کے ساتھ حسن سلوک ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ (یوں ہوا کہ) حضرت عمر کی زوجہ نے آپ کی بات تسلیم نہ کی آپ نے اس کو فرمایا اے لونڈی تو میرے سامنے بڑھ بڑھ کر بولتی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج پاک بھی انکو جواب دے لیتی ہیں جبکہ وہ تم سے (کہیں) بہتر ہیں۔ حضرت عمر کہنے لگے حفصہ خائب و خاسر ہو گئی اگر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات کو رد کرنے کا ارتکاب کیا اسکے بعد آپ نے حضرت حفصہ سے فرمایا تو ابن ابو قحافہ کی بیٹی پر غیرت مت کرنا اس لیے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبوبہ (زوجہ) ہے اور پھر آپ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات کو رد کرنے سے خوف دلایا۔

روایت کیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آنحضرت کے صدر مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر آنجناب کو پیچھے ہٹایا تو انکی والدہ نے انہیں تہدید کر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انکی والدہ کی باتوں کو سنا اور فرمایا ان سے درگزر کرو یہ تو اس سے بھی بڑھ کر کیا کرتی ہیں۔

ایک مرتبہ (یوں ہوا کہ) جناب سیدہ عائشہ صدیقہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مابین کچھ بات ہو گئی حتی کہ حضرت ابو بکر تشریف لے آئے آپکو فیصل قرار دیا گیا انہوں نے چاہا کہ بات کو سنیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تو پہلے بات کرے گی یا کہ میں کروں۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ آپ ہی بات کریں لیکن درست (فرمائیں)۔ حضرت ابو بکر نے اس بات کو سنا تو آپ نے انکے چہرے پر چپت ماری جس کے باعث ان کے منہ سے خون بہنے لگا اور فرمایا کہ اپنی جان کی دشمن کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ناحق فرمائیں گے۔ سیدہ عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس پناہ چاہی اور آپ کے پیچھے جا بیٹھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو فرمایا ہم نے تجھے اس واسطے تو طلب نہ فرمایا تھا اور نہ ہی ہم کوئی ایسا ارادہ رکھتے تھے کہ ہم تم سے اس کی خواہش فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سیدہ عائشہ کو ایک مرتبہ کچھ خفگی ہو گئی اور کہنے لگیں کہ آپ وہ ہی ہیں جو جانتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ آنحضرت نے یہ بات سنی تو مسکرا پڑے اور حلم اور کرم کے باعث یہ بات برداشت فرمائی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہا کرتے تھے کہ تمہاری خفگی اور خوشی کی مجھے شناخت ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کس طرح تو آپ نے فرمایا تم جب راضی ہوتی ہو تو کہا کرتی ہو محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے رب کی قسم۔ سیدہ عائشہ نے عرض کیا آپ نے سچ ہی فرمایا ہے یا رسول اللہ۔ میں صرف آپ کے نام کو ہی ترک کرتی ہوں۔ اور یوں بھی کہا گیا ہے اسلام میں اولین محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور سیدہ عائشہ کی محبت ہے اور سیدہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں یوں ہوں تمہارے واسطے جیسے ابو زرعہ تھا ام زرعہ کے لیے مگر تجھے میں طلاق نہ دوں گا اور آنحضرت ازواج پاک یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ تم مجھے عائشہ کے متعلق رنج نہ پہنچاؤ واللہ تم میں سے کسی کے بستر پر مجھے کبھی وحی کا نزول نہیں ہوا سوائے عائشہ کے۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عورتوں اور بچوں پر تمام خلق سے بڑھ کر شفیق تھے۔

ہر شخص کے لیے یہ موزوں ہوتا ہے کہ مزاح اور خوش طبعی کے ذریعے اپنی بیویوں کی تکلیفیں ان سے دور کرے کیونکہ اس طرح عورتوں کے دلوں کو خوشی ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اپنی ازواج پاک کے ساتھ مزاح کر لیا کرتے تھے اور انکی عقول کے موافق ہی ان کے ساتھ باتیں اور افعال فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ سیدہ عائشہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوڑنے میں مقابلہ بھی کر لیتے تھے کسی وقت سیدہ عائشہ آپ سے سبقت لے جاتیں اور کبھی آپ حضور آگے نکل جاتے تھے اور فرمادیتے تھے یہ اس روز کا بدلہ ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبعی فرمانے والی شخصیت تھے اپنی ازواج پاک کے ساتھ۔

سیدہ عائشہ نے فرمایا ہے مجھے حبشی اور دیگر لوگوں کی آوازیں سنائی دیں وہ یوم

عاشورہ پر کھیل میں لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ انکا کھیل دیکھے میں نے عرض کیا ہاں آپ نے انکی طرف آدمی بھیجا (اور بلا لیا) وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دو دروازوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے اور اپنا ہاتھ دروازے پر رکھ لیا اور ہاتھ کو لمبا کر لیا آپ کے ہاتھ کے اوپر میں نے اپنی ٹھوڑی رکھ دی وہ لوگ کھیل میں لگے رہے اور میں دیکھتی رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ کیا کافی ہے تو میں عرض کرتی تھی ذرا خاموش رہیں آپ نے ایسے ہی دو یا تین بار دریافت فرمایا اور پھر فرمایا اے عائشہ اب بس کرو میں نے کہا ٹھیک ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں اشارے سے فرما دیا تو وہ رخصت ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومنوں میں سب سے زیادہ کامل وہ ایماندار ہے جس کا خلق عمدہ ہو اور جو اپنے اہل خانہ پر نہایت شفقت کرتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر ہے اور تم سب کی نسبت میں اپنی ازواج سے بہتر برتاؤ کرتا ہو۔

حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ غصہ ہوتے ہوتے بھی آدمی کے لیے مناسب یہی ہے کہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بچوں جیسا سلوک روا رکھے اور جس وقت اہل خانہ اس سے کچھ مانگیں جو کہ اس کے پاس ہو تو اس کو وہ ایک مرد ہی پائیں (مراد یہ ہے مطلوبہ چیز ان کو دے اور بخل سے کام نہ لے)۔

حضرت لقمان نے فرمایا کہ عقل والے شخص کے واسطے مناسب یہ ہے کہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بچے کی مانند ہو اور جس وقت وہ اپنی قوم میں ہو تو جوانوں کی مانند ہو۔

جس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر جعظری جواظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بغض ہوتا ہے۔ اسکی تفسیر میں کہا گیا ہے اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اہل خانہ سے سختی کرتا ہے اور خود بین ہوتا ہے اور یہ بھی ان معانی میں سے ایک معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد عتل کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ مراد وہ ہے جو بد اخلاق زبان دراز اور اہل خانہ کے ساتھ سختی کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو ارشاد فرمایا کہ تو نے کیوں نہ باکرہ

عورت سے شادی کی تاکہ وہ تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ کھیلتے۔

ایک بدویہ تھی جس نے اپنے مرے ہوئے شوہر کی یوں تعریف کی۔ واللہ وہ جس وقت گھر میں آتا تھا تو ہمیشہ ہنستا ہی رہتا تھا اور جب وہ باہر جاتا تھا تو خاموش رہا کرتا تھا۔ اسے جو مل جاتا تھا وہی کھا لیا کرتا تھا۔ جو چیز موجود نہیں ہوتی تھی اس کے بارے میں کبھی نہیں پوچھتا تھا۔

اور آدمی کے لیے یہ ضروری ہے کہ خوش طبعیوں اور حسن اخلاق اور اسکی خواہشوں کے موافق حس سے تجاوز ہرگز نہ کرے تاکہ اسکی عادات ہی خراب نہ ہو جائے اور مرد کا رعب ہی اس کے دل میں نہ رہے۔ ہر چیز کے بارے میں حد اعتدال پر ہی رہے اور اپنا رعب و دبدبہ بالکل ہی ختم نہ کردے۔ آدمی کے واسطے یہ لازم ہے کہ وہ اس سے غیر موزوں بات بالکل نہ سنے اور جو افعال برے ہیں ان میں اس کو دلچسپی لینے سے باز رکھے اور جس وقت دیکھے کہ وہ شریعت اور مروت کے خلاف چلتی ہے تو اس کو تنبیہ کرے اور سیدھی راہ پر اسکو ڈالے۔

حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ عورتوں سے (جائز) مخالفت کرو اس لیے کہ ان کے ساتھ اختلاف میں برکت ہے اور ایک قول یوں ہے کہ ان کے ساتھ مشورہ کرو (اگر وہ غلط مشورہ دیں) تو ان کی مخالفت کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "زن مرید ہلاک ہوگیا" اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مرد اپنی بیوی کی ہر نفسانی خواہش کو تسلیم کرتا جائے بالآخر وہ عورت کا غلام اور بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ وجہ ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تو آدمی کو عورت کا مالک بنایا گیا ہے لیکن وہ ہے کہ اس نے عورت کو اپنا مالک بنا لیا۔ اس نے الٹ کیا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے برعکس وہ شیطان کا اطاعت گزار ہو گیا جیسے کہ شیطان کا قول منقول ہوا ہے "ولا مرنهم فليغيرن خلق الله" اور میں ان کو ضرور حکم کروں گا کہ وہ پھیر دیں گے اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو) اور مرد کو متبوع ہونے کا حق حاصل ہے نہ کہ تابع محمل۔ مردوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

الرجال قوامون على النساء (مرد حاکم ہیں عورتوں پر) اور خاوند کو سید (سردار) کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والفيا سيدها لدى الباب (ان دونوں نے اس کے

سردار (یعنی خاوند) کو دروازے کے نزدیک پایا)۔ یہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں بیان ہے جب وہ شاہی گھر سے باہر کو بھاگے اور زلیخا ان کے تعاقب میں تھی۔ پس جس وقت سردار ہی حکم کا تابع بن جاتا ہے تو وہ نعمت الٰہی کی تکذیب کرتا ہے۔

عورت کے پاس بھی تمہارے جیسا نفس ہوتا ہے اگر اس کو تھوڑا سا بے لگام بھی کرو گے تو وہ زیادہ سرکشی اختیار کرلے گی اور اگر بالکل ہی ڈھیل دے دی تو تمہارے ہاتھ سے وہ بالکل نکل جائے گی۔

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں وہ ہیں کہ تو ان کی اگر عزت افزائی کرے گا تو وہ تمہاری بے عزتی کریں گی اور اگر تو نے ان کی توہین کی تو وہ تجھے عزت دیں گی۔ عورت اور خاوند اور گھوڑا۔ امام صاحب کی مراد ہے کہ اگر تو ان کے ساتھ صرف نرمی ہی برتتا رہا اور سختی نہ روا رکھی اور مہربانی کرنے کے ساتھ ساتھ گرفت بھی قائم نہ رکھی تو اسی طرح ہو گا۔

اللھم صل علی سید نا و مولینا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 95

بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق

در حقیقت نکاح ایک قسم ہے اطاعت کی پس بیوی مطیع ہو گئی اپنے شوہر کی اسکے لیے ضروری ہے کہ اس سے جو کچھ خاوند طلب کرتا ہے وہ شوہر کی طاعت گذار ہو۔ مگر شرط یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم نہ کرے۔۔ بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو بیوی پر خاوند کے حقوق کے بارے میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو عورت اس حالت میں مرتی ہے کہ اس کا شوہر اسکے ساتھ راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

ایک شخص سفر پر روانہ ہوا تو اس نے اپنی زوجہ سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ اوپر (کی منزل) سے نیچے نہ اترے گی نیچے اس کے والد کی رہائش تھی جو اس دوران بیمار پڑ گیا عورت نے ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس نے اس عورت کے لیے اجازت طلب کی نیچے اتر کر باپ کی تیمارداری کرنے کے لیے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کے حکم میں ہی رہو۔ اس کے والد نے وفات پائی تو دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حکم معلوم کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پھر یہی حکم فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے حتیٰ کہ اس کے والد کی تدفین ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس عورت کو یہ پیغام ارسال فرمایا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کی مغفرت فرمادی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عورت نماز پنجگانہ ادا کرے رمضان المبارک کے روزے رکھے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے وہ اپنے پروردگار تعالیٰ کی جنت میں چلی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسلام کی بنیادی احکام میں شوہر کی اطاعت شامل فرمائی ہے۔ آپ نے عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ حاملہ عورتیں اور بچہ جننے اور دودھ پلانے والی اور اپنی اولاد پر رحم کرنے والی عورتیں اگر ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے شوہروں کی نافرمان نہ ہوں توان میں سے نمازی عورتیں جنت میں داخل ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے دوزخ میں نظر ڈالی تو وہاں زیادہ عورتیں دکھائی دیں عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ کثرت سے لعنت کیا کرتی ہیں اور اپنے خاوند کی ناشکری کی مرتکب ہوتی ہیں۔

دیگر روایت میں یوں آیا ہے کہ میں نے جنت کے اندر جھانک کر دیکھا تو عورتیں کم تر تھیں۔میں نے پوچھا کہ عورتیں کہاں چلی گئی ہیں تو جبریل نے بتایا کہ انکو دو سرخ اور رنگدار چیزوں نے روکا ہوا ہے (دو سرخ چیزوں سے مراد سونا اور زعفران ہیں اور رنگدار سے مراد رنگین بھڑکیلے ملبوسات ہیں)۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک جوان عورت آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میں جوان ہوں اور میرا رشتہ مانگا جاتا ہے۔جبکہ میں نکاح سے متنفر ہوں (آپ چیزوں ارشاد فرمائیں کہ) اب بیوی پر شوہر کیا حق رکھتا ہے آپ نے فرمایا اگر وہ (یعنی خاوند) اوپر سے نیچے تک پیپ آلودہ ہو اور تو وہ چاٹ لے پھر اس کا شکر ادا نہیں ہو گا۔ عورت بولی کیا میں نکاح نہ کروں آپ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ نکاح کرو یہ ہی کئی درجہ بہتر ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واللہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت حاضر ہوئی جو قبیلہ بنو خثعم سے تھی۔ اس نے عرض کیا میں بیوہ عورت ہوں اور ارادہ ہے کہ میں نکاح کرلوں اب شوہر کا کیا حق ہے؟ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ خاوند کا حق بیوی پر یہ ہے کہ وہ جس وقت ارادہ کرے کہ زوجہ کے ساتھ مباشرت کرے اور اسکی جانب راغب ہو اور وہ (عورت اس وقت) اونٹ کی پشت پر سوار ہو تو پھر بھی وہ مرد کو باز نہ رکھے (مراد یہ ہے کہ مرد کو مباشرت کرنے دے)۔

ایک حق شوہر کو یہ بھی حاصل ہے کہ اسکی اجازت حاصل کئے بغیر عورت گھر میں سے

کوئی چیز کسی کو ہر گز نہ دے اور اگر وہ دے دے گی تو عورت پر اس کا گناہ ہو گا اور اس کا ثواب مرد کو حاصل ہو گا۔

ایک حق یہ بھی مرد کو حاصل ہے کہ اگر خاوند کی اجازت حاصل نہ ہو تو عورت (نفل) روزہ نہ رکھے اور اگر بلا اجازت وہ روزہ رکھ لے گی اور بھوکی اور پیاسی رہے گی تو وہ روزہ قبول نہیں ہو گا۔ نیز عورت اگر بلا اجازت خاوند گھر سے نکلے تو اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ لوٹ کر گھر میں داخل نہ ہو جائے یا توبہ نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے اگر میں یہ حکم فرماتا کہ کوئی کسی دوسرے کو سجدہ بجالائے تو عورت کو حکم کر دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے بایں سبب کہ اس کا حق بہت بڑا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ عورت اس وقت اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کی گہرائی میں موجود ہو (مراد یہ کہ خوب گھر کے اندر ہو)۔ عورت کی نماز گھر کے صحن میں بجائے مسجد کے افضل ہوتی ہے اور گھر کے صحن کی بجائے کمرہ کے اندر پڑھے تو وہ افضل نماز ہے۔ اور سامنے کے کمرے کی بجائے اگر اندر والے کمرہ میں نماز پڑھے تو افضل ہو گی۔ اس میں پردہ بھی (ملحوظ رہتا) ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تمام تر برہنگی ہے"۔ جس وقت وہ باہر آئے شیطان اس کو جھانکنے لگتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ عورت کی دس بے پردگیاں ہیں وہ نکاح کر لے تو اس کا ایک پردہ شوہر ہوتا ہے اور وہ مر جائے تو قبر اسکے لیے نو پردے ہوتی ہے۔

پس شوہر کو اپنی بیوی پر بہت سے حقوق حاصل ہیں ان میں سے دو حقوق اہم ترین ہیں:

(۱)۔ حفاظت اور پردہ۔

(۲)۔ حاجت سے زیادہ طلب نہ کرنا اور بالخصوص خاوند کی حرام کی کمائی سے بچنا۔

سلف صالحین کا معمول ہوتا تھا کہ کوئی شخص اگر اپنے گھر سے باہر جاتا تو اسکی بیوی

یا بیٹی کہا کرتی تھی کہ حرام کے کاروبار سے بچ کر رہنا ہم بھوکے اور تکلیف میں صبر تو کر سکیں گے مگر آگ پر ہم سے صبر نہ ہو سکے گا (یعنی دوزخ میں)۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے سلف صالحین میں سے سفر پر رخصت ہونے کا ارادہ کر لیا تو اسکے پڑوس والوں نے اس کا سفر پر نکلنا پسند نہ کیا وہ اسکی زوجہ سے کہنے لگے کہ تو اس کے سفر پر چلے جانے پر کیوں راضی ہو گئی ہو حالانکہ وہ تجھے اخراجات بھی فراہم کر کے نہیں جارہا۔ بیوی نے جواب دیا کہ ہم نے جب سے یہ آدمی دیکھا ہے تو یہی دیکھا ہے کہ یہ بہت کھانے والا شخص ہے اسے رازق کبھی نہیں دیکھا۔ میرا رازق تو پروردگار تعالیٰ ہے اور اب یہ صورت حال ہے کہ جو کھانے والا ہے وہ جارہا ہے اور جو رازق ہے وہ یہاں ہی موجود ہے۔

حضرت رابعہ بنت اسماعیل نے حضرت احمد بن ابی حواری کو پیغام ارسال کیا کہ ان سے نکاح کر لیں مگر انہوں نے گوارا نہ کیا کیونکہ وہ عبادت میں رہتے تھے۔ انہوں نے جواب بھیجا کہ میں عورتوں کے لیے ہمت نہیں رکھتا ہوں کیونکہ میں اپنے کام میں ہی مشغول رہتا ہوں۔

حضرت رابعہ نے ان سے کہا کہ میں خود بھی اپنے حال (یعنی عبادت) میں لگی ہوئی ہوں اور مجھ کو شہوت بھی نہیں ہوتی مگر یہ کہ اپنے سابقہ خاوند سے میرے پاس بہت سا مال ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ مال تم اپنے بھائیوں پر صرف کر لو اور یوں آپ کے ذریعے سے میں بھی نیک بندوں کو جان لوں گی اور میرے واسطے اللہ تعالیٰ کی جانب ایک راستہ مل جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں اپنے شیخ سے اجازت حاصل کرتا ہوں انکے شیخ ابو سلیمان دارانی تھے۔ جنہوں نے اس کو نکاح سے ممانعت کر رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ ہمارے لوگوں میں سے جس نے نکاح کر لیا اس کا حال خراب ہو گیا (مراد یہ ہے کہ گھر والوں کی ذمہ داریوں میں مشغول ہونے کے باعث ان کے اوراد و وظائف ترک ہونے کے باعث حال بگڑ جاتا تھا)۔

جب اس عورت کے حال سے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ واقف ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ نکاح کر لو یہ عورت اللہ کی ولیہ ہے اور اس نے

جو بات کی ہے وہ صدیقوں کا کلام ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس سے شادی کر لی پھر ہم گھر میں یوں رہتے تھے غسل تو کیا کرنا ہم اس شخص کی مانند تھے کہ جس کو کھانے کے بعد جلدی سے چلے جانا ہوتا ہے اور ہاتھ بھی دھو لینے کی فرصت نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد تین عورتوں کے ساتھ نکاح کیا مگر یہ پہلی بیوی مجھے اچھا اچھا کھانا کھلایا کرتی تھی مجھے خوش رکھتی تھی اور کہتی تھی جاؤ اور خوش رہو اور اپنی دوسری بیویوں کے واسطے قوت حاصل کرو۔ یہ حضرت رابعہ بھی وہی مقام شام میں رکھتی تھیں جیسے بصرہ میں حضرت رابعہ عدویہ کا مقام تھا۔

عورت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بلا اجازت شوہر اسکے مال میں تصرف نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت کو یہ اجازت حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں سے کسی کو بھی کچھ کھلائے ہاں ایسی چیز جو کہ تازہ ہو اور خدشہ ہو کہ پڑی رہنے کے باعث وہ خراب ہو جائے گی وہ کھلا سکتی ہے .جبکہ وہ بچی ہوئی ہو اور اگر خاوند کی اجازت کے ساتھ عورت کھلاتی ہے تو مرد کے ساتھ اس کو بھی ثواب حاصل ہو گا مرد کے برابر۔ اور اگر بلا اجازت کھلا دیا (خواہ صدقہ ہی کر دیا) تو مرد کو ثواب حاصل ہو گا.جبکہ عورت پر اس کا گناہ ہو گا۔

والدین کے لیے لازم ہے کہ وہ بیٹی کو آداب معاشرت کی تعلیم اچھی دیں رہنے سہنے کا اچھا طریق اور خاوند کی فرمانبرداری کرنا سکھائیں۔ جیسے کہ حضرت اسماء بنت خارجہ الفزاری نے اپنی بیٹی سے نکاح کے موقع پر فرمایا تھا کہ تو ایک گھونسلے میں رہتی تھی دارالامن۔ میں اب تو ایسے بستر پر جا رہی ہے جس کو اچھی طرح سے جانتی بھی نہیں ہو اور جس ساتھی کے ساتھ تم نے پہلے کبھی الفت نہیں کی لہذا تو اس کے لیے زمین بن جا وہ تمہارا آسمان ہو جائے گا تو اس کے لیے بچھونا بن جا وہ تیری قوت کا باعث ستون ہو گا تو اس کے لیے لونڈی ہو جا تو وہ تمہارا خادم ہو جائے گا۔ تو اس سے کنارہ کشی نہ کرنا ورنہ وہ تجھ سے دور ہو جائے گا اور تو اس سے دور مت ہونا ورنہ وہ تجھے بھول جائے گا۔ اگر وہ تمہارے قریب آئے تو تو اور زیادہ اس کے قریب ہو جانا اگر وہ تجھے سے دور ہٹے تو تو

اس سے پیچھے ہو جانا تو اسکے ناک کان اور آنکھ کی حفاظت کرنا وہ تجھ سے صرف تیری اچھی خوشبو ہی پائے تجھ سے اسے صرف اچھی بات ہی سنائی دے اور تجھ سے صرف اچھا کام ہی اسے دکھائی دے۔

حضرت میمونہ سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ ایک غلام لڑکی کو انہوں نے آزاد کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آپ نے اجازت حاصل نہ کی۔ انکی باری پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم انکے ہاں آئے تو انہوں نے بتا دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے اسے آزاد کر دیا ہے؟ عرض کیا ہاں تو آپ نے فرمایا اگر تو وہ اپنے بھائی بہنوں کو دے دیتی تو تو زیادہ اجر پاتی۔

ایک شخص نے اپنی زوجہ کو یوں کہا۔

خذی العفو منی نستدیمی مودتی
ولا تنطقی فی سورتی حین اغضب
ولا تنقرینی نقرک الدف مرۃ
فانک لا تدرین کیف المغیب
ولا تکثری الشکوی فتذہب بالھوی
ویاباک قلبی والقلوب تقلب
فانی رایت الحب فی القلب والاذی
اذا جتمعا لم یلبث الحب یذھب۔

(مجھے معاف کرتی رہو میری محبت ہمیشہ رہے گی جس وقت میں خفا ہوں گا میری شان میں کلام نہ کرنا۔ اور مجھے ٹھوکر مت مارنا مانند دف کے کیونکہ تجھے معلوم نہیں غیب کے پردہ میں کیا ہے۔ اور زیادہ شکایت بھی نہ کیا کرنا ورنہ محبت جاتی رہے گی اور میرے دل میں تیرے لیے انکار ہو جائے گا اور دل تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ میں نے دل کے اندر محبت و عداوت دونوں چیزیں دیکھی ہیں جب دونوں اکٹھی ہوتی ہیں تو محبت

اسے دور کرنے لگ جاتی ہے)۔

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آله واهل بیته واصحابه وبارک وسلم



باب نمبر 96

فضائل جہاد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یر تابوا و جھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ ط اولئک ھم الصدقون۔ (الحجرات-۱۵)۔

(بے شک مومن لوگ وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے اور اسکے رسول پر پھر انہوں نے شک نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ یہی ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں)۔

حضرت نعمان بن بشیر روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منبر شریف کے قریب میں موجود تھا کہ ایک شخص کہنے لگا کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد میں کوئی (نیک اعمال) نہ بھی کروں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے سوائے اس ایک عمل کے کہ میں مسجد حرام کو آباد کرتا رہوں دوسرا کہنے لگا کہ مجھے بھی کچھ عمل بجالانے کی کوئی خواہش نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں حجاج کو پانی پلاتا رہوں پھر ایک نے کہا کہ تم جو کہتے ہو اس سے افضل ہے جہاد کرنا۔ حضرت عمر نے انکو ڈانٹ کر فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منبر کے قریب اپنی آوازیں اونچی مت کرو۔ جب تم نماز پڑھ چکو گے تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو جانا اور تمہیں جس بارے میں اختلاف ہے۔ آنجناب سے وہ بات معلوم کر لینا۔ یہ جمعہ کا روز تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس آیہ کریمہ کا نزول فرمایا گیا:۔

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر و جاھد فی سبیل اللہ ط لا یستوون عنداللہ ط واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ (التوبۃ)۔

(کیا تم نے حاجیوں کی سیرابی اور مسجد حرام کی خدمت بجالانا اس شخص کی مانند کی کیا ہے ؟ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور فی سبیل اللہ جہاد کیا۔ وہ عنداللہ برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کی قوم کو حدایت نہیں فرماتا)۔

اور عبداللہ بن سلام نے روایت فرمایا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم کہہ رہے تھے کہ کبھی ہمیں یہ معلوم ہو جاتے کہ افضل ترین عمل کیا ہے تو ہم وہی عمل بجالائیں جو عنداللہ محبوب ترین ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ کو نازل فرمایا:۔

سبح للہ ما فی السموت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ یایھا الذین آمنوالم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتاعنداللہ ان تقولوا مالا تفعلون ہ ان اللہ یحب الذین یقتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔ (الصف۔ ۴-۱)۔

(تسبیح بیان کی اللہ کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے اور وہ ہی ہے غالب حکمت والا۔ اے لوگو جو ایمان لاچکے ہو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود کرتے نہیں ہو بڑا باعث غضب ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ کہو جو خود نہیں کرتے ہو بلا شبہ اللہ ایسے لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو صف باندھے لڑتے ہیں فی سبیل اللہ جیسے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمارے سامنے اس آیت کو پڑھا (تو ہمیں افضل عمل کی خبر فرمادی)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو جہاد کے برابر درجہ رکھتا ہو تو آنجناب نے ارشاد فرمایا میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس طرح عمل کر سکے گا کہ جس وقت نکل پڑے مجاہد (برائے جہاد) تو تو مسجد کے اندر آئے اور قیام کرے (یعنی عبادت میں) اور تو سستی نہ کرے اور تو روزے رکھے اور افطار نہ کرے اس نے عرض کیا کہ ایسا عمل بجالانے کی کسے تاب ہے۔

جناب ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا جس کا گذر ایک قبیلے کے (لوگوں کے) قریب سے ہوا اس جگہ ایک

چشمہ بھی تھا میٹھے پانی کا۔ اس نے کہا کہ اگر میں لوگوں سے علیحدہ رہائش رکھتا تو اس چھوٹے سے قبیلے میں بودوباش رکھتا لیکن ایسا میں کبھی نہیں کر سکوں گا۔ تاآنکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اجازت نہ حاصل ہو جائے۔ آنحضرت نے اسے فرمایا ایسے نہ کرنا کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی فی سبیل اللہ جہاد کر رہا ہو تو اس کا یہ عمل گھر میں بیٹھ کر ستر برس کی عبادت سے افضل ہے کیا تمہاری خواہش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے اور تم کو جنت میں داخل فرما دے۔ تم فی سبیل اللہ جہاد کرو جس شخص نے فی سبیل اللہ اونٹنی کا دو مرتبہ (مراد ہے ایک پورا دن) دودھ دوہے جانے کے وقت کے برابر بھی جہاد کیا اس کے حق میں جنت واجب ہوئی۔

جب صورت حال اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک بڑی شان والا صحابی جو عبادت میں خوب کوشاں ہوتا ہے۔ اسے بھی عزلت گزین ہو جانے کی اجازت دینے سے انکار فرماتے ہیں اور اس کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ جہاد کرے پھر ہم لوگ کیونکر جہاد کو ترک کر سکتے ہیں اور کس طرح ہمارے لیے ترک جہاد کا جواز ممکن ہو سکتا ہے جبکہ ہماری عبادت بھی نہایت تھوڑی اور گناہوں کی زیادتی ہے اور حلال غذا سے بھی ہم جاہل ہی ہیں پھر ہماری نیتوں میں بھی فتور ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فی سبیل اللہ مجاہد کی مثال اس طرح ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح سے علم ہے اس کا جو فی سبیل اللہ جہاد کرے۔ (مثال مجاہد کی) جس طرح کہ روزہ دار قیام کرنے والا خشوع و خضوع سے عبادت کرنے والا رکوع کرنے والا اور سجدے کرنے والا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ بھی ارشاد پاک ہے کہ جو شخص راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور دین اسلام ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رسول ہونے پر اسکے حق میں جنت لازم قرار پائی۔ آنحضرت کے ارشاد کو حضرت ابو سعید خدری نے بہت اچھا جانا اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک مرتبہ پھر فرما دیں۔ آنحضرت نے دوبارہ فرما دیا اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوسرا ایک اور عمل ہے کہ اسکے باعث اللہ تعالیٰ اس بندے کے ایک سو درجات بلند فرما دیتا ہے۔ جبکہ ہر دو درجہ کے مابین اتنا

فاصلہ ہوتا ہے۔ جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا عمل ہو سکتا ہے (جس کا اجر یہ مل سکتا ہو) تو فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 97

شیطان فریب کار ہے

حضرت حسن کی خدمت میں کسی شخص نے عرض کیا اے ابو سعید! کیا شیطان بھی سویا کرتا ہے؟ یہ سن کر آپ مسکرا پڑے اور فرمایا اگر شیطان سو جائے تو ہم کو آرام مل جائے کیونکہ مومن کو شیطان سے نجات نہیں ہے۔ ہاں اسے خود سے ہٹائے رکھنے اور ضعیف رکھنے کا طریقہ ہو سکتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے مومن یوں کمزور کر سکتا ہے اپنے شیطان کو جس طرح دوران سفر تم اپنے اونٹ کو کمزور کر لیتے ہو (مراد ہے ذکر الٰہی کے ذریعے)۔

ابن مسعود فرماتے ہیں ایماندار کا شیطان ضعیف ہی رہتا ہے۔

حضرت قیس بن حجاج رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ میرا شیطان مجھ سے گویا ہوا کہ تجھ میں میں یوں داخل ہو گیا تھا کہ اس وقت میں مانند اونٹ کے تھا (یعنی خوب موٹا تازہ تھا)۔ اور اب میں مانند چڑیا کے ہو چکا ہوں (یعنی چھوٹا سا رہ گیا ہوں) میں نے کہا یہ کس طرح ہوا تو اس نے کہا کہ تو مجھے پگھلاتا رہتا ہے اللہ کے ذکر کے ذریعے۔

پس یہ چیز پرہیز گار لوگوں کے لیے دشوار نہیں ہے کہ وہ شیطان کے ابواب کو مسدود کر دیں اور اس سے محفوظ رہیں یعنی وہ واضح طور پر بڑے معاصی کی جانب شیطانی راہیں بند رکھیں اور ہاں وہ پوشیدہ ان پر حملہ آور ہوا کرتا ہے تو انہیں خبر نہیں ہوتی لہذا مخفی راہوں پر نگہداشت نہیں کر سکتے بایں وجہ کہ دل کی طرف بہت راستے ہیں شیطان کے۔ جبکہ دل کی جانب فرشتوں کی صرف ایک راہ ہے تو متعدد راہوں میں یہ ایک راہ مشتبہ سی بن جاتی ہے پس ایسی حالت میں بندہ یوں ہوتا ہے جس طرح کوئی مسافر دوران شب جنگل میں جا رہا ہو۔ جس میں متعدد راستے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوں۔ اب سے

درست راہ معلوم ہو سکتی ہے اگر آنکھ ہو جو دیکھ سکے اور آفتاب روشن ہو۔ پس وہ دیکھنے والی آنکھ دل ہے جو تقویٰ کے باعث شفاف ہے اور روشن سورج وہ اعلیٰ علم ہے جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت سے میسر ہو اسی سے پوشیدہ راہوں میں درست راستہ کی جانب رہنمائی ہوگی ورنہ متعدد راستے اس کو پریشانی میں مبتلا رکھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ہے کہ ایک روز ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ راہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ پھر اسکے دائیں اور بائیں جانب متعدد خط آپ نے کھینچ دیے اور فرمایا یہ تمام وہ راہیں ہیں کہ ہر راہ پر شیطان موجود ہے اور وہ (اپنی جانب) بلا رہا ہے اسکے بعد آنحضرت نے یہ آیہ کریمہ پڑھی۔

وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله۔

(اور بلاشبہ یہ میری سیدھی راہ ہے اس کی پیروی کرو اور دیگر راہوں پر نہ چلو وہ تم کو اسکی راہ سے دور لے جائیں گی۔ الانعام۔ ۱۵۳)۔

یہاں پر ہم ایک مثال دیتے ہیں اسکی پوشیدہ راہوں کی جن پر وہ اہل علم کو اور عابد حضرات کو فریب دیا کرتا ہے جو شخص سلوک کے طریق پر گامزن ہونا چاہتا ہو وہ اسے پیش نظر رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا۔ شیطان نے ایک لڑکی پر حملہ کیا آسیب میں مبتلا کر دیا وہ اسکے گلے کو دباتا تھا۔ اور اسکے گھر والوں کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ فلاں راہب ہی اس کا علاج کر سکتا ہے پس لڑکی ساتھ لیے وہ راہب کے پاس آئے مگر راہب نے وہ لڑکی اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے بڑا اصرار کیا تو راہب مان گیا کچھ دنوں تک علاج کی خاطر وہ لڑکی راہب کے پاس قیام پذیر رہی شیطان اس راہب کے پاس آ گیا اور اس کو تیار کرنے لگا کہ وہ لڑکی سے جماع کرے حتیٰ کہ راہب نے لڑکی سے مباشرت کر لی اور لڑکی حمل پذیر ہو

گئی ازاں بعد شیطان نے راہب کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جب لڑکی کے گھر والے آئیں گے وہ رسوا ہو گا لہذا لڑکی کو قتل کر دینا چاہیے۔ پس راہب نے اس کو قتل کر دیا اور دفن بھی کر دیا لڑکی کے گھر والوں نے آکر راہب سے لڑکی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ وہ تو مر چکی ہے انہوں نے راہب کو پکڑ کر قتل کرنا چاہا کہ شیطان راہب کے پاس آگیا اور کہنے لگا اس لڑکی کے گلے کو میں دبایا کرتا تھا اور اسکے گھر والوں کو بھی تمہارے پاس آنے کی ترغیب میں نے ہی دی ہے۔

اب تو میرا حکم مان لے تو تو بچ سکے گا میں ان سے تجھے نجات دلا دوں گا راہب نے پوچھا مجھے کیا کرنا ہے۔ شیطان نے کہا تو دو مرتبہ مجھ کو سجدہ کر پس راہب نے دو مرتبہ اس کو سجدہ کیا اب شیطان کہنے لگا مجھے تجھ سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

کمثل الشیطٰن اذ قال للانسان اکفر۔ فلما کفر قال انی بری ء منک۔

(شیطان کی طرح کہ اس نے جب انسان کو کہا کفر کر پس جس وقت اس نے کفر کر دیا تو اسے کہنے لگا میں تجھ سے بیزار رہوں۔ الحشر۔ ۱۶)۔

نقل کیا گیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ابلیس کہنے لگا اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ مجھے جس نے پیدا فرمایا جس طرح اسکی رضا تھی اور مجھے اس کام پر لگا دیا جو اسکی رضا تھی ازاں بعد وہ چاہے مجھے دوزخ میں داخل کرے اور چاہے تو جنت میں بھیج دے کیا یہ عدل ہو گا یا ظلم ہو گا۔ امام صاحب نے شیطان کی بات پر سوچا پھر فرمایا اے کمینے اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے یوں پیدا فرمایا جیسے تو چاہتا تھا تو یہ تجھ پر ظلم ہوا اور اگر اس نے اپنی مرضی کے مطابق تجھے پیدا فرمایا تو اسے کوئی پوچھ نہیں سکتا جو کچھ وہ کرے دیگر ہر ایک سے پرسشش ہو گی۔ یہ سن کر شیطان پریشان ہو گیا اور ختم ہو گیا۔ پھر شیطان کہنے لگا اے شافعی۔ یہی سوال کر کر کے میں نے ستر ہزار عابدوں کو عابدین کے دفتر سے خارج کر کے زندیقوں کی کتاب میں درج کرایا ہے۔

روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ابلیس آگیا اور کہنے لگا لا الہ الا اللہ پڑھو آپ نے فرمایا اگرچہ یہ کلمہ حق ہے لیکن تمہارے کہنے پر میں نہیں پڑھوں گا۔

یہ اس لئے کہ ابلیس نیک کاموں کے ذریعے بھی تلبیس کر کے برائی کر لیتا ہے جس طرح کہ برائی کے ذریعے وہ بے شمار خرابیاں پیدا کراتا ہے اور یوں وہ عابدوں اور زاہدوں کو برباد کرتا ہے۔ ہاں جسے اللہ بچائے وہ بچا رہتا ہے۔ یا اللہ کریم ہم کو بھی اسکی شر سے بچائے رکھ جب تک کہ ہم تجھ سے جا ملیں اور ہمیں حدایت پر ہی رکھ۔ (آمین ثم آمین)۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ وھل بیتہ واصحابہ و بارک وسلم



باب نمبر 98

سماع

قاضی ابو الطیب طبری کچھ الفاظ امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، حضرت ابو سفیان اور ایک جماعت علماء سے نقل کرتے ہیں جو اس مفہوم پر مشتمل ہیں کہ سماع حرام ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب آداب القاضی میں لکھتے ہیں غنا بیہودہ فعل ہے اس کی مشابہت باطل سے ہے اس کو کثرت سے سننے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی وہ بے سمجھ ہوتا ہے۔

قاضی ابو الطیب نے فرمایا ہے کہ شافعین کے نزدیک غیر محرم عورت سے سماع کرنا حرام ہے خواہ وہ روبرو ہو یا پردے میں ہو اور خواہ آزاد ہو یا لونڈی۔ فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ لوگ اگر اس لیے اکٹھے ہوں کہ وہ لونڈی سے اشعار سنیں تو اس لونڈی کا مالک بد معاش ہے اور اسکی گواہی ناقابل قبول ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ دو ڈنڈوں کو ٹکرا ٹکرا کر آواز پیدا کرنا بھی جائز نہیں ہے یہ زندیقوں کی ایجاد ہے کہ لوگ قرآن پاک کو سن نہ سکیں۔

نیز امام شافعی رحمتہ اللہ کے نزدیک ہر طرح کے ساز وغیرہ سے بدتر نرد کے ساتھ کھیلنا ہے اس لیے کہ متقی اور دیندار لوگ یہ کھیل نہیں کھیلا کرتے اور نہ اچھے لوگوں کے نزدیک یہ پسند کیا جاتا ہے۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے غنا (گانا بجانا) منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ کوئی شخص لونڈی خرید لے اسکے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو ایک مغنیہ لونڈی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کو واپس کر دے سب اہل مدینہ اسی مسلک پر ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک غنا گناہ ہے اور کوفہ کے جملہ علماء جیسے کہ سفیان ثوری حضرت حماد حضرت ابراہیم حضرت شعبی وغیرہم کا یہی مسلک ہے جو قاضی ابو

الطیب نے نقل فرمایا ہے۔

سماع کا جواز:- ابو طالب مکی ایک جماعت سے جواز سماع نقل کرتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن جعفر عبداللہ بن زبیر مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ سے سماع منقول ہے۔ ابو طالب مکی نیز کہتے ہیں کہ سلف صالحین میں سے صحابہ کرام اور تابعین کی ایک کثیر جماعت نے سماع کو اچھا قرار دیا ہے اور ہمارے یہاں اہل حجاز مکہ شریف میں سال کے بہترین ایام کے دوران سماع سنا کرتے تھے۔ بہترین دن وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبادت و ذکر کرنے کو فرمایا ہے۔ مثلاً ایام تشریق وغیرہ اور ہمارے زمانے تک اہل مدینہ بھی اہل مکہ کی مانند ہمیشہ پابندی کے ساتھ سماع سنتے تھے۔

ہم نے ابو مروان القاضی کو ایسے حال میں دیکھا ہے کہ اس کے پاس کچھ لڑکیاں تھیں وہ خوش الحانی سے لوگوں کو گا کر سناتی تھیں انہیں صوفیاء کرام کی خاطر قاضی صاحب نے تیار کیا ہوا تھا۔ نیز یہ بھی فرمایا حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کے بھائی ان سے سماع کیا کرتے تھے۔ اور یہ قول بھی قاضی ابو طیب نے نقل کیا ہے کہ ابو الحسن بن سالم رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا کہ تم کو سماع سے کس بنا پر انکار ہے۔ جبکہ حضرت جنید اور سری سقطی اور ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہم سنتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں سماع سے انکار نہیں کر سکتا جبکہ مجھ سے بہتر آدمی نے سماع کیا ہے اور اسکی اجازت بھی فرمائی ہے حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار سماع سنا کرتے تھے وہ سماع میں صرف لہو و لعب کی ممانعت فرماتے تھے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے ہم تین چیزیں گم کر چکے ہیں کہ پھر وہ ہمیں دکھائی نہیں دیں اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ مزید مفقود ہوتی جاتی ہیں۔

(۱)۔ حسین پاکباز چہرہ

(۲)۔ ایسی سچی بات جس میں دیانت ظاہر ہوتی ہو

(۳)۔ ایسا بہترین بھائی چارہ جو سراسر وفا ہو

اور یہی قول حضرت محاسبی سے منقول ہیں خود بعض کتب میں دیکھ چکا ہوں اور اس میں وہ بات ہے جو باوجود زہد و پاکبازی اور دین کے معاملات میں اس قدر انکی جد و جہد اور توجہ کے، اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ سماع کے جواز کو تسلیم کرتے تھے۔

ابن مجاہد اور سماع:- ابن مجاہد وہ دعوت قبول ہی نہ کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا نیز ایک سے زیادہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی دعوت میں شامل ہوئے جبکہ ہمارے ساتھ ابو القاسم ابن بنت منیع اور ابو بکر ابن داؤد اور ابن مجاہد اپنے دیگر ہم مشرب حضرات سمیت شامل تھے پھر سماع کی محفل منعقد ہوئی۔ اس وقت ابن مجاہد نے ابن بنت منیع کو آمادہ کیا کہ وہ ابن داؤد کو بھی سننے کے لیے تیار کریں تو ابن داؤد نے کہا مجھے میرے والد نے حضرت احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بتایا ہے کہ وہ سماع کو مکروہ جانتے تھے میرے والد بھی اسے مکروہ گردانتے تھے اور میرا مذہب بھی اپنے والد والا ہے۔ اور ابو القاسم بن بنت منیع کہنے لگے کہ میرے دادا احمد بن بنت منیع نے مجھے صالح بن احمد کے متعلق بتایا ہے کہ ان کے باپ ابن الخبازہ کی بات کو سنا کرتے تھے۔ ابن مجاہد یہ سن کر بولے اے ابن بنت منیع مجھے چھوڑ ہی دو تم اپنے دادا کی باتیں تسلیم کر لو اے ابو بکر تم مجھے یہ بتاؤ کہ کسی شخص نے اگر کوئی شعر پڑھا یا شعر کہا تو وہ ناجائز ہو گا ابن داؤد نے کہا نہیں پھر ابن مجاہد نے کہا اگر شعر جس نے کہا اسکی آواز حسین ہو تو کیا اسکے واسطے حرام ہو جائے گا شعر کہنا۔ انہوں نے جواب دیا نہیں ابن مجاہد نے کہا اچھا اگر وہ شعر یوں پڑھے کہ جو حرف ممدود ہے اس کو مقصور کرے اور مقصور حرف کو ممدود کر دے تو یہ حرام ہو گا ابن داؤد کہنے لگے میں ایک شیطان کو تو کنٹرول میں لا نہیں سکا دو شیطانوں سے مقابلہ میں کیسے کر سکوں گا۔

امام عسقلانی اور سماع:- سید الاولیاء حضرت امام ابو الحسن عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ سماع کے مشتاق تھے اور سماع کے وقت ان کو جذب و شوق ہوتا تھا۔ اس بارے میں ایک کتاب بھی انکی تالیف کردہ ہے اس میں سماع کے منکروں کی تردید فرمائی گئی ہے۔

مشائخ میں سے ہی کسی سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو العباس خضر علیہ السلام کو

جب دیکھا تو ان سے سوال کیا کہ سماع کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جبکہ ہمارے ساتھی اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا شیریں اور صاف اور دل کو اچھا لگنے والی چیز ہے اس پر سوائے علماء کے کسی اور کے قدم قائم نہیں ہو سکتے۔

ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ دوران خواب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سماع میں سے کوئی چیز آپ کو ناپسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس میں سے کوئی چیز بھی ناپسند نہیں ہے۔ مگر ان کو کہہ دو کہ قرآن پاک سے سماع کا افتتاح کیا کریں اور اسے قرآن پاک پر ہی ختم کیا کریں۔

حضرت طاہر بن بلال صمدانی وراق رحمتہ اللہ علیہ اکابر علماء کرام سے تھے ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جدہ کی جامع مسجد میں سمندر کے کنارے میں اعتکاف میں تھا کہ ایک روز ایک جماعت اس طرح کی دکھائی دی جو مسجد کے اندر اشعار پڑھنے میں مشغول تھے۔ دیگر لوگ سماعت کر رہے تھے میں نے اسے ناپسند کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اللہ ایک گھر میں یہ لوگ شعر پڑھتے ہیں۔ حضرت طاہر کہتے ہیں کہ اسی شب کو مجھے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہوئی آپ بھی اسی گوشے کے اندر تھے اور ساتھ حضرت ابو بکر بھی موجود تھے کہ اچانک حضرت ابو بکر نے کچھ کہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سماعت فرمانا شروع کر دیا اور آنحضرت اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پر رکھے ہوئے تھے مانند وجد کرنے والوں کے۔ میرے دل میں آئی کہ مجھے اس جماعت کو ناپسند نہ کرنا چاہیے تھا جو سماع کی محفل جمائے ہوئے تھے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم خود بھی اسے سنتے ہیں اور حضرت ابو بکر پڑھ رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میری جانب توجہ فرمائی۔ فرمایا یہ حق کے ساتھ حق ہے یا حق سے حق ہے یہ مجھے بھول چکا ہے کہ ان دو اقوال میں سے کونسا قول فرمایا تھا۔

حضرت جنید نے فرمایا ہے کہ اس جماعت پر تین موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ایک بوقت کھانے کے کیونکہ فاقہ کیے بغیر یہ کھایا نہیں کرتے دوسرے

کلام کرنے کے وقت کیونکہ وہ گفتگو کیا ہی نہیں کرتے سوائے مقامات صدیقین کے تیسرے سماع کے موقع پر کیونکہ ان کا سننا جذب و شوق سے ہوتا ہے اور حق کی شہادت دیتے ہیں۔

حضرت ابن جریج سماع کی اجازت دیا کرتے تھے انہیں پوچھا گیا کہ یہ کام روز قیامت نیک اعمال میں گنا جائے گا یا کہ برے میں تو فرمایا نہ ہی نیکیوں میں شمار ہو گا اور نہ ہی گناہوں میں کیونکہ اس کو مشابہت ہے لغو سے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ لا یؤاخذ کم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ (فضول قسموں میں تم پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا)۔

اور یہاں پر جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے یہ سب مختلف اقوال ہیں۔ تقلید میں رہتے ہوئے حق کے متلاشی کو ان اقوال میں تعارض نظر آئے گا اور اس وجہ سے وہ متحیر رہ جائے گا یا پھر وہ اپنی خواہش کے مطابق کوئی قول پسند کر لے گا جبکہ یہ دونوں باتیں ہی غلط ہوں گی بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ درست طریقے سے حق کی جستجو کرے اور حق کو حظر و اباحت کے ابواب ڈھونڈنے سے پایا جا سکتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ واھل بیتہ وبارک وسلم



باب نمبر ۹۹

خواہش و بدعت کی پیروی کرنا

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ خود کو نئے امور سے بچائے رکھو اس لیے کہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی آتش (دوزخ) کا سبب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ہمارے دین میں کوئی بات ایجاد کی جو دین میں سے نہ ہو تو وہ بات مردود ہوگی۔

ایک اور مرتبہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرے طریقہ پر اور میرے بعد ہونے والے خلفاء راشدین کے طریقہ پر تمہیں چلنا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے پتہ چل جاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو کتاب و سنت اور ائمہ کے اجماع کے خلاف ہو گی وہ بدعت ہو گی رد کر دینے کے لیے (مراد یہ کہ وہ بدعت سیئہ ہوگی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے عمدہ طریقے کا اجراء کیا اسے اجر عطا ہو گا اور تا قیامت اس پر عمل کرنے والے شخص کا ثواب وہ طریقہ جاری کرنے والے کو ملتا رہے گا۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کر دیا اسکے سر اس کا اور قیامت تک اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا بھی گناہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: **وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه** (بے شک یہ ہے میری سیدھی راہ اسکی پیروی کرو)۔ اس ارشاد الٰہی کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو ایک ہی راستہ ہے جو صحیح ہے اور یہ ہی ہدایت ہے یہ جنت میں انجام پذیر ہو گا اور اہلیں۔ بہت سی راہیں نکالے ہوئے ہے جو تمام گمراہی کی راہیں ہے وہ جہنم میں انجام پذیر ہوں گی۔

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمانے کے واسطے ایک خط اپنے ہاتھ مبارک سے کھینچ دیا اور فرمایا یہ ہے سیدھی راہ

اللہ تعالیٰ کی۔ اسکے بعد آپ نے متعدد خطوط اس کے دائیں بائیں جانب کھینچے اور پھر ارشاد فرمایا ان میں سے ہر ایک راہ پر ایک شیطان بیٹھ کر بلا رہا ہے پھر آپ نے مندرجہ بالا آیت پڑھی۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ یہ راستے گمراہی کے ہیں۔

حضرت ابن عطیہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ باطل راہوں سے مراد تمام قوموں اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے راستے ہیں جیسے ۔یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت سوا اسلام کے ۔ اسی طرح اسلام سے دست برادر ہو کر بحث و جدال میں الجھنے والے سب لوگ مراد ہیں یہ تمام لوگ راہ راست کو چھوڑ گئے اور باطل اعتقادات میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔

.جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ وہ خواہش جس کی اتباع اس آسمان کے نیچے ہو اس سے بڑا باطل معبود اور کوئی نہیں ہے ۔ (دین کے متضاد خواہش مراد ہے)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے : .بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور .بہترین طریق طریق محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے اور سب سے زیادہ برے کام محد ثات (نئی ایجاد کردہ دین میں باتیں) ہیں اور محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور مجھے تم پر خدشہ ہے شہوتوں کے متعلق جو تمہارے شکموں اور شرمگاہوں اور خواہشوں گمراہ کر دینے والی باتوں میں ہیں۔ تم بچ کر رہو محدثات سے کیونکہ ہر محدثہ (یعنی بدعت) گمراہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کسی بدعتی شخص کا روزہ عند اللہ قبول نہیں نہ حج اور نہ عمرہ نہ جہاد اور نہ کوئی فرض اور نفل ہی قبول ہیں اور اسلام سے وہ یوں خارج ہو جاتا ہے۔ جس طرح بال نکل جاتا ہے گوندھے ہوتے آٹے سے میں نے تم کو سفید (روشن واضح) طریق پر چھوڑا کہ اسکی شب بھی (واضح اور) روشن ہے مانند دن کے اس سے گمراہ ہونے والا ہلاک ہو جاتے گا ہر رگ میں ایک تڑپ ہے اور ہر تڑپ کے اندر ایک تساہل (موجود) ہے (یعنی خرابی ہے) جس کی تڑپ میری سنت کی جانب ہو گی

وہ ہدایت پاتے گا اور جو دوسری جانب راغب ہو گا وہ برباد ہو جاتے گا۔ میں اپنے امت پر تین سے خطرہ محسوس کرتا ہوں۔

(۱)۔ عالم کی لغزش

(۲)۔ ایسی (باطل) خواہش جسکی اتباع کی جائے

(۳)۔ ظالم حکمران

یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے کہ متعدد مقامات پر اس کو حسن کہا ہے اور بعض مقام پر اسے صحیح بھی کہا گیا ہے۔

آلات لہو مذموم ہیں:- بخاری شریف میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مروی ہے کہ جس نے اپنے ساتھی کو کہا کہ آؤ جوا کھیلتے ہیں (اسے چاہیے کہ) وہ صدقہ کرے (مراد ہے کہ گناہ کی طرف دعوت کرے پھر وہ فعل نہ بھی کرے تو بھی وہ خطا کا مرتکب ہے معلوم نہیں وہ کب گناہ میں مبتلا بھی ہو جاتے (لہذا چاہیے کہ توبہ کرے اور صدقہ دے)۔

مسلم شریف اور ابو داؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ جو شخص نرد کے ساتھ یا نرد شیر کے ساتھ کھیلا تو گویا (وہ ایسا ہے کہ) اس نے اپنے ہاتھ کو سور کے گوشت میں ڈبو دیا ہو

اور احمد وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص نرد کے ساتھ کھیلے پھر وہ اٹھے اور نماز پڑھے اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی پیپ اور سور کے خون کے ساتھ وضو کرتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے (مراد یہ ہے کہ وہ نماز قبول نہیں جس طرح دیگر روایت میں وضاحت ہے)۔

بیہقی حضرت یحیی بن کثیر سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گذر ایک قوم پر ہوا وہ نرد کھیل رہی تھی۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا دل غفلت میں ہیں ہاتھ بھی فضول کام کر رہے ہیں اور زبانیں بیہودہ کلام کر رہی ہیں۔ (یہ نرد ایک ایرانی کھیل کا نام ہے)۔

اور دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے جس وقت تمہارا گذر ایسے لوگوں پر ہو جو تیروں کے ساتھ اور شطرنج اور نرد کے ساتھ کھیل میں

مشغول ہوں یا ان ہی کی طرح کا دیگر کوئی کھیل ہو (جو حرام ہو) ان سے سلام مت لو اگر وہ (تم کو) سلام کہتے ہیں تو پھر بھی انکے سلام کا جواب مت دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے تین چیزیں ہیں جو میسر میں سے ہیں (میسر وہ جوا ہے جو دور جہالت میں ہوتا تھا) (ایک) قمار (جوا) دوسرا پانسہ لگانا تیسرے کبوتر بازی پر شرط لگا۔

حضرت علی کا گذر ایک قوم پر ہوا وہ شطرنج کھیل رہے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا یہ کیسے بت ہیں کہ انکے اوپر تم جھکے ہوئے ہو اگر تم میں سے کسی ایک کو اتنی دیر تک آگ کا انگارہ لگا ہے جب تک کہ وہ سرد نہ ہو جاتے تو وہ بہتر ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم اپنا ہاتھ شطرنج کو لگاؤ نیز فرمایا واللہ تم کسی اور کام کے واسطے تخلیق کیے گئے ہوئے ہو بجائے اسکے۔

شطرنج جو شخص کھیلتا ہے وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر دروغ گو ہوتا ہے ایک کہتا ہے میں نے مار دیا ہے جبکہ اس نے مارا نہیں ہوتا دوسرا کہتا ہے وہ مر گیا جبکہ وہ مرا نہیں (مراد یہ ہے کہ تمام تر لغو اور فضول کلام ہوتا ہے)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا ہے صرف گنہگار شخص ہی شطرنج کی بازی لگاتا ہے اور گنہگار توبہ نہ کرے گا تو دوزخ میں ہی جاتے گا۔

یاد رکھو کہ باجے اور کھیل وغیرہ حرام ہیں مثلاً طنبورہ اور باجہ اور سارنگی گانے بجانے کے آلات ہیں اور بانسری اور وہ آلات جن سے طرب پیدا کر دینے والی آواز ہوتی ہے یہ تمام حرام میں داخل ہیں یا جسکی وجہ سے غنا زیادہ ہو جاتی ہو خواہ اس سے طرب نہ بھی پیدا ہوتی ہو جیسے کہ جھانجھ یا بانس مارنا تاکہ آواز پیدا ہونے لگے اگر اس سے موسیقی اور غنا پیدا ہوتی ہو تو یہ باطل ہے ورنہ یہ مباح ہوگا۔ اور جس چیز سے موسیقی پیدا نہیں ہوتی اور صرف مطلع کرنے کے لیے اور یا ڈرانے کے لیے ہو مثلاً بگل اور جنگی ڈھول بجانا یا مجمع کو اطلاع دینے کے لیے کوئی ڈگڈگی بجانے یا بیاہ شادی کے وقت دف بجائی جائے جو موسیقی پیدا نہ کرے اعلان کرنے کے لیے۔ تو یہ سب کچھ مباحات میں شمار ہوتا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر ۱۰۰

رجب کے مہینے کی فضیلت

رجب کا لفظ ترجیب سے نکلا ہے جس کے معنی تعظیم کرنا اور اسے الاصب (تیز ترین بہاؤ) بھی کہتے ہیں بایں سبب کہ اس ماہ میں ان لوگوں پر رحمت تیز ہو کر بہتی ہے جو توبہ کرتے ہیں اور عبادت کرنے والوں پر قبولیت کے انوار نازل ہوتے ہیں اسے الاصم (یعنی سب سے زیادہ بہرہ) بھی کہتے ہیں بایں سبب کہ اس ماہ میں جنگ و جدال کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی اور اس کو رجب بھی کہتے ہیں۔ اور رجب ایک جنتی نہر کا نام ہے اس کا پانی دودھ سے سفید تر شہد سے بڑھ کر شیریں اور برف سے زیادہ سرد ہے اس نہر سے صرف وہ سیراب ہو گا جو روزے رکھتا ہے رجب کے ماہ میں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے رجب اللہ کا مہینہ ہے شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان شریف میری امت کا مہینہ ہے۔

اہل رموز فرماتے ہیں۔ رجب کے لفظ میں تین حروف ہیں: ر، ج اور ب۔ ر سے رحمت الٰہی مراد ہے اور ج سے بندے کا جرم اور باء سے مراد اللہ تعالیٰ کی بر (یعنی مہربانی) مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی کے درمیان کر دو۔

اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو ستائیس رجب کو روزہ رکھتا ہے اسکے حق میں ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔

یہ مہینہ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ جبریل علیہ السلام وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہوئے تھے اور اسی ماہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معراج ہوئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے یاد رکھو رجب اللہ کا اصم ماہ ہے۔

جو رجب میں ایک روزہ رکھے ایمان اور محاسبے کے ساتھ اسکے واسطے اللہ کی رضوان اکبر لازم ہو جاتی ہے (یعنی سب سے بڑی رضائے الٰہی)۔

ایک یہ بھی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہینوں کو چار کے ساتھ زینت بخشی ہے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: منھا اربعة حرم (ان میں سے چار حرمت والے ہیں)۔

پس احترام والے تین ماہ مسلسل ہیں اور ایک علیحدہ ہے جو کہ رجب ہے۔

حکایت:- بیت المقدس میں ایک عورت تھی وہ روزانہ رجب کے مہینے میں، قل ھو اللہ احد بارہ ہزار مرتبہ پڑھا کرتی تھی (یعنی سورہ اخلاص) اور ماہ رجب میں اون کے بنے ہوئے کپڑے پہنتی تھی وہ بیمار پڑ گئی۔ اپنے بیٹے کو اس نے کہا میرا اونی لباس میرے ساتھ دفن کر دینا وہ فوت ہو گئی تو اس کو عمدہ کپڑے میں کفن دے کر دفن کیا گیا بیٹے نے اس کو دوران خواب دیکھا تو اس نے بیٹے سے کہا میں تجھ سے خوش نہیں ہوں کیونکہ تو میری وصیت پر عمل پیرا نہ ہوا پس وہ گھبرایا ہوا بیدار ہوا تو اس نے وہ اونی لباس لیا کہ قبر کے اندر اس کو دفن کرے قبر کو اس نے کھولا تو دیکھا کہ اسکی ماں قبر میں نہیں ہے اسے حیرت ہوئی اسی اثنا میں اس کو ایک آواز سنائی دی "کیا تو نے یہ بات نہیں سنی کہ جس نے ماہ رجب میں ہماری عبادت کی ہم نے اس کو اکیلا نہیں چھوڑا"۔

روایت ہے کہ ماہ رجب کے اول جمعہ سے جس وقت رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو رجب کے جو شخص روزے رکھتا ہو اس کے حق میں ہر ایک فرشتہ بخشش کی دعا کرتا ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جو ماہ حرام (رجب) میں تین روزے رکھے اس کے لیے نو سو سال کی عبادت کا ثواب درج کر دیا جاتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میں نے یہ سماعت نہ کیا ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔

ایک **حکمت:-** چار مہینے ہیں حرمت والے۔ اور اعلیٰ مرتبہ ملائکہ بھی چار ہیں

اور افضل کتابیں بھی چار ہی ہیں وضو میں دھونے کے فرض چار ہے اعضاء ہی ہیں اور سب سے افضل تسبیح کے کلمات چار ہی ہیں۔ (۱)۔ سبحان اللہ (۲)۔ الحمد للہ (۳)۔ لا الہ الا اللہ (۴)۔ اللہ اکبر

حساب کرنے کے لیے بنیاد بھی چار ہیں:۔

(۱)۔ ہندسے مفرد یعنی اکائی والے

(۲)۔ دہائی والے ہندسے

(۳)۔ سو والے ہندسے

(۴)۔ ہزار والے ہندسے

اور چار ہی اوقات ہیں:۔ (۱)۔ گھڑی (۲)۔ دن (۳)۔ ماہ (۴)۔ سال۔

موسم بھی سال میں چار ہیں:۔ (۱)۔ بہار کا موسم (۲)۔ موسم گرما (۳)۔ موسم خزاں (۴)۔ موسم سرما

چار ہی طبیعتیں بنی ہیں:۔ (۱)۔ حرارت (۲)۔ برودت (۳)۔ یبوست (۴)۔ رطوبت

جسم انسان کے بڑے حکمران چار ہیں:۔ (۱)۔ صفرا (۲)۔ سودا (۳)۔ خون (۴)۔ بلغم

حضور کے خلفائے راشدین اور یار اور اداشناس رفیق چار ہیں:۔ (۱)۔ ابو بکر (۲)۔ عمر (۳)۔ عثمان (۴)۔ علی، رضی اللہ عنھم اجمعین۔

دیلمی روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ راتوں کے اندر اللہ بھلائی کی مہر ثبت فرماتا ہے عید قربان کی شب، عید الفطر کی شب، نصف شعبان کی رات اور رجب کی اول رات۔

اور امام دیلمی ہی کی ایک نقل کردہ روایت حضرت ابو امامہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ راتیں وہ ہیں جن میں کوئی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (۱)۔ رجب کی اول رات (۲)۔ نصف شعبان کی رات (۳)۔ جمعہ کی رات (۴)۔ ہر دو عیدین کی راتیں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر ۱۰۱

فضیلت ماہ شعبان المبارک

یہ ماہ شعبان اس لیے کہلایا کہ اس میں خیر کثیر بر آمد ہوتی ہے یہ شعب سے اخذ شدہ لفظ ہے اس کا معنی ہے پہاڑ کی جانب جانے والی راہ اور اسی طرح یہ خیر کی راہ ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی راوی ہیں کہ شعبان کا مہینہ آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرمایا کرتے تھے اپنی جانوں کو اس ماہ کے دوران پاک کر لو اور اپنی نیتوں کو درست کر لو۔ اور انہیں خوبصورت بناؤ۔

جناب سیدہ عائشہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اتنے روزے رکھ لیتے تھے کہ ہم کہنا شروع کر دیتے تھے کہ شاید اب افطار ہی نہ کریں گے اور کبھی افطار اتنا زیادہ طویل فرماتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے مگر ہاں شعبان میں آپ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔

نسائی میں حضرت اسامہ راوی ہیں کہ میں نے گذارش کی یا رسول اللہ میں نے آپ جناب کو اتنے روزے رکھتے ہوتے نہیں دیکھا جتنے آپ ماہ شعبان کے دوران رکھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ ماہ وہ ہے جس سے لوگ غفلت کرتے ہیں یہ ماہ درمیان میں ہے رجب اور رمضان کے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال کو اللہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے میں نے محبوب جانا کہ جب میرا عمل پیش کیا جائے تو اس وقت میں نے روزہ رکھا ہوا ہو۔

نبوی روزہ:- صحیح بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ کو کبھی پورا مہینہ روزے رکھتے نہیں دیکھا سوائے رمضان کے مہینہ کے اور شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیگر کسی ماہ میں نہیں دیکھا۔

ایک روایت ہے کہ آپ تمام ماہ شعبان روزے رکھتے تھے۔

مسلم شریف میں ہے کہ شعبان کا مہینہ آپ روزے رکھتے تھے چند دن کم۔

اس روایت سے پہلی روایت کی وضاحت ہوتی ہے (مراد یہ کہ آپ اتنے روزے رکھتے تھے کہ گویا سارا مہینہ ہی روزے رکھتے ہوں)۔

نقل ہے کہ آسمان ملائکہ کی عید کی راتیں دو ہیں جس طرح زمین میں بھی بنی نوع انسان کی عید کے دو یوم ہیں فرشتوں کی عید رات شب برات ہے یعنی نصف شعبان کی رات اور لیلۃ القدر ہے۔ مسلمانوں کی دو عیدیں یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ ہے پس نصف شعبان کی رات کو فرشتوں کی عید کا نام دیا گیا۔

امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس رات عبادت کرنے کے باعث سارے سال کے گناہ معاف فرمائے جاتے ہیں اور جمعہ کی شب عبادت کیجائے تو پورے ہفتہ کے گناہ معاف فرمائے جاتے ہیں۔ یہ لیلۃ التکفیر بھی کہلاتی ہے (یعنی گناہوں کی معافی کی شب) اور اس کو شب حیات بھی کہا گیا ہے کیونکہ امام منذری ایک مرفوع روایت نقل فرماتے ہیں کہ جو عید کی دونوں راتوں میں اور نصف شعبان کی رات بیدار رہا (یعنی عبادت کرتا رہا) اس کا دل مردہ نہیں ہوتا جس روز دل مر جائیں گے اس کا نام لیلۃ الشفاعۃ بھی ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تیرھویں رات کو امت کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے کی تو آپ کو تہائی عطا ہوئی پھر آنجناب نے چودھویں رات کو شفاعت کی دعا مانگی تو دو تہائی عطا ہو گئی پھر آنحضرت نے پندرھویں رات کو دعا فرمائی تو سب کچھ ہی عطا فرما دیا گیا بجز اس کے جو اللہ سے اونٹ کی مانند بدک کر دور بھاگتا ہو مراد یہ کہ نافرمانی کا ارتکاب کر کے اللہ سے دور فرار ہو۔

اس کا ایک نام شب مغفرت ہے کیونکہ احمد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے نصف شعبان اللہ اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے پھر وہ اہل زمین کو معافی عطا فرماتا ہے۔ سوائے دو شخصوں کے (۱)۔ مشرک (۲)۔ کینہ پرور۔

اس رات کا ایک نام شب آزادی ہے۔ ابن اسحاق حضرت انس بن مالک سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے ایک ضروری کام کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے، سیدہ عائشہ کے گھر بھیجا میں نے (سیدہ سے) عرض کیا آپ عجلت

فرمائیں کیونکہ میں ایسے ایسے حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چھوڑ کر آ رہا ہوں کہ آنحضرت نصف شعبان کی رات کے متعلقہ مسائل بیان کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ نے فرمایا اے انس بیٹھ جاؤ میں تجھ کو نصف شعبان کے متعلق بتاؤں گی۔ وہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے میری (باری کی) شب تھی۔ آپ میرے لحاف میں تشریف فرما ہوئے۔ میں رات میں جاگی تو آپ کو وہاں نہ پایا میں نے گمان کیا ممکن ہے آپ قبطی لونڈی کے پاس جاچکے ہوں میں نکل پڑی اور مسجد میں گئی۔ چلتے ہوتے میرا پاؤں آپ سے جا ٹکرایا (اس وقت) آپ اس طرح کہہ رہے تھے۔

سجد لک سوادی وخیالی وآمن بک فؤادی وھذہ یدی وماجنیت بھا علی نفسی یا عظیما یرجی لکل عظیم اغفر الذنب العظیم سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ۔

(تیرے لیے سجدہ کیا میرے جسم نے اور میرے خیال نے اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور یہ میرے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ میں نے اپنے بدن کو کبھی گناہ سے آلودہ نہیں کیا اے عظیم ہر بڑے امر میں اس پر امید باندھی جاتی ہے۔ عظیم گناہ کو معاف فرما میرے چہرے نے اس کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے خلق کیا اور اسکی صورت کو بنا دیا اور اسکے کان اور آنکھیں بنائیں)۔

اس کے بعد آپ نے اپنا سر مبارک اٹھالیا اور یوں دعا مانگنے لگے۔

اللھم ارزقنی قلبا نقیا من الشرک بریئا لا کافرا ولا شقیا۔

(یا الٰہی! مجھے ایسا قلب عطا فرما جو تقویٰ والا ہو شرک سے بچا ہوا ہو! نیک ہو کافر نہ ہو اور نہ ہی وہ شقی (بدبخت) ہو۔

آپ دوبارہ پھر سجدے میں چلے گئے اور یوں پڑھتے ہوئے آنجناب کو میں نے سماعت کیا۔

اعوذ برضاک من سخطک وبعفوک من عقوبتک وبک ومنک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اقول کما قال اخی داود اعفر وجھی فی التراب لسیدی وحق لوجہ یسجدی ان یسجد۔

(تیری ناراضی سے میں تیری رضا کی پناہ طلب کرتا ہوں تیری عقوبت سے تیری

معافی کی پناہ؟ تجھ سے تیری پناہ۔ میں تیری حمد و ثنا بیان نہیں کر سکتا۔ تو ایسا ہے کہ جو خود تو نے اپنی تعریف فرمائی ہے میں وہ کچھ ہی کہتا ہے جو کچھ میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے کہا تھا میں اپنے آقا کی خاطر مٹی میں اپنا چہرہ لتھڑا کرتا ہوں اور یہ حق ہے چہرے کا کہ وہ اپنے آقا کے آگے خاک میں ہو)۔

اسکے بعد آپ نے سر مبارک اٹھالیا تو میں عرض گزار ہوئی میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں آپ کس کام میں لگے ہوئے ہیں اور میں کس کام میں لگی ہوئی ہوں آپ نے فرمایا اے حمیرا! کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ رات نصف شعبان کی رات ہے اس رات میں بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر (تعداد میں) اہل دوزخ کو اللہ دوزخ سے آزاد فرماتا ہے مگر چھ کو نہیں:۔

(۱)۔ عادی شراب نوش (۲)۔ والدین کا نافرمان (۳)۔ عادی زانی شخص (۴)۔ قطع رحمی کا مرتکب (۵)۔ فتنہ باز (۶)۔ چغلی کھانے والا

دیگر ایک روایت مضرب (یعنی فتنہ باز) کی جگہ مصور آیا ہے۔ اس رات کو لیلۃ القسمۃ والتقدیر بھی کہتے ہیں۔

حضرت عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ نصف شعبان کی رات جب آجائے تو ہر شخص کا نام ملک الموت کو دیا جاتا ہے (زندہ لوگوں کی فہرست میں سے) جنہوں نے اس شعبان اور اگلے شعبان کے درمیان فوت ہونا ہوتا ہے۔

اور اس وقت دنیا میں یہ حال ہوتا ہے کہ کوئی کھیتی بونے میں مصروف ہوتا ہے کوئی نکاح کر رہا ہوتا ہے کوئی عمارت تعمیر کر رہا ہوتا ہے اور ملک الموت منتظر ہوتا ہے کہ کب حکم ملے تو اس کی جان قبض کر لوں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 102

رمضان کا مہینہ اور فضائل

ارشاد الٰہی ہے:۔

یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

(اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ)۔

حضرت سعید بن جبیر راوی ہیں کہ ہم سے پیشتر روزہ عشاء سے آئندہ شب تک رکھتے تھے جس طرح کہ شروع اسلام میں ہوتا تھا اور اہل علم کی ایک جماعت روایت کرتی ہے کہ روزے نصارا پر بھی لازم تھے اور وہ کبھی سردیوں میں آتے اور کبھی گرمیوں میں۔ اس وجہ سے نصاریٰ اپنے کاروبار میں یہ مشقت محسوس کرتے تھے پس ان کے اکابر نے فیصلہ کیا کہ روزے ہم موسم سرما اور گرما کے درمیان موسم بہار میں رکھ لیا کریں گے اور اس بے ایمانی (کے ذاتی تصرف) کا گناہ مٹانے کے لیے انہوں نے دس روزے مزید ساتھ شامل کر لیے۔

بعد ازاں نصاریٰ کا ایک بادشاہ تھا جس نے بیماری کے دوران یہ منت مان لی اللہ کے نام پر کہ میں تندرست ہو گیا تو ایک ہفتہ (کے روزے) مزید شامل کر دوں گا۔ پھر دیگر ایک بادشاہ ہوا وہ کہنے لگا کہ روزے پورے پچاس ہی کر لو۔ پھر ان کے اندر حیوانوں کے مرنے کی وبا پھیل گئی تو کہنے لگے کہ روزے زیادہ کر دو پس مزید دس کر دیے گئے۔

نقل کیا گیا ہے کوئی امت ایسی نہیں تھی کہ اس پر رمضان کے مہینے کے روزے فرض شدہ تھے لیکن وہ لوگ گمراہ ہو گئے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ رمضان نام ہے

مہینہ کا جو کہ رمضاء سے مشتق ہے۔ یعنی ایسا پتھر جسے گرم کر دیا گیا ہو۔ وجہ یہ ہے کہ روزے سخت گرمی میں رکھے جاتے تھے تو جب عربی لوگوں نے مہینوں کے نام رکھے تو یہ اتفاق تھا کہ یہ مہینہ سخت گرمی کے موسم میں آیا (یعنی رمضان)۔

فرضیت روزہ:- دیگر ایک قول ہے کہ یہ گناہوں کو جلاتا ہے۔ روزے ۲ھ میں فرض فرمائے گئے۔ روزہ ضروریات دین سے ہے جو انکار کرے ماہ رمضان کے روزوں کا وہ کافر ہو جاتا ہے۔ روزوں کے فضائل بہت زیادہ احادیث میں روایت ہوئے ہیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ماہ رمضان کی اول شب ہوتی ہے تو تمام جنتوں کے دروازوں کھول دیئے جاتے ہیں اور اس پورے ماہ کے دوران کوئی ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور ایک نداء کرنے والے کو اللہ حکم فرماتا ہے کہ اعلان کرے اے بھلائی چاہنے والو آگے آؤ اے برائی طلب کرنے والو رک جاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے کیا ہے کوئی جو مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخشش دوں کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ جو وہ مانگتا ہے اس کو عطا کیا جائے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ کو قبول فرمایا جائے۔ یہی آواز دی جاتی ہے صبح ہو جانے تک۔

ہر رات کو بوقت افطار دوزخ سے دس لاکھ عاصیوں کو اللہ آزاد فرماتا ہے۔ جن کے لیے عذاب لازم قرار دیا گیا ہوتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شعبان کے آخری روز ہمیں خطاب فرمایا اور آپ نے فرمایا اے لوگو! ایک عظیم مہینہ تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس میں لیلۃ القدر ہے وہ ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس (ماہ) کے روزے فرض فرمائے ہیں اور دوران شب قیام نفل (سنت) ہے۔ جس نے اس میں کوئی نیکی کا کام کیا تو اس نے گویا دیگر مہینے کے اندر فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا اس نے گویا دیگر ماہ میں ستر فرائض کی ادائیگی کی۔ یہ مہینہ صبر کا ہے۔ ایماندار کے واسطے اس ماہ میں رزق فراخ کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی نے [illegible] کسی کا روزہ

افطار کرایا تو اس کے حق میں ایک غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہے اور اسکے معاصی معاف کر دیے جائیں گے۔ ہم عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص کو اتنی توفیق نہیں کہ روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکے (مراد یہ کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلا سکے)۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی یہ ثواب عطا فرماتے گا۔ جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ ہی دے دے یا پانی کا گھونٹ دے یا ایک کھجور ہی کھلائے اور جو شخص روزے دار کو شکم بھر کر کھانا کھلا دے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے پروردگار تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا ایسا مشروب کہ پھر کبھی اسے پیاس نہ لگے گی اور اسکے واسطے اجر بھی روزہ دار جتنا ہو گا اور اس کا اجر اپنا بھی کم نہیں ہو گا۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا شروع رحمت ہے اس کا درمیان معافی ہے اور اس کا آخر نجات ہے دوزخ سے۔ جو اپنے غلام سے بوجھ ہلکا کر دے اس کو اللہ آگ سے نجات عطا کرے گا۔ تم لوگ اس ماہ میں چار کام زیادہ کیا کرو (ان میں سے) دو کام ہیں جنکے ذریعے تم اپنے پروردگار کو خوش کر سکو گے اور دو کام ہیں کہ انکے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔ دو کام جو کثرت سے کر کے تم رب کو راضی کر سکو گے یہ ہیں:

(۱)۔ یہ گواہی دینا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے (یعنی لا الہ الا اللہ کا ورد ہو کثرت سے)۔

(۲)۔ اللہ سے مغفرت طلب کرنا (یعنی توبہ استغفار کرنا)۔

اور جن دو کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے وہ یہ دو کام ہیں:

(۱)۔ رب تعالیٰ سے جنت کی دعا کرنا (۲)۔ دوزخ سے پناہ طلب کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور محاسبہ کے ساتھ رکھے اس کے اگلے پچھلے سب معاصی بخش دیے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے (کہ اللہ نے فرمایا ہے) کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کیلیے ہے بجز روزہ کے، یہ میرے لیے ہے اور اسکی جزا بھی خود ہی عطا فرماؤں گا۔

یہ بہت عظیم خوش بختی ہے کہ یہ عبادت اللہ نے اپنے ساتھ منسوب کی ہے یہ

فرماتے ہوئے کہ یہ میرے واسطے ہے۔

امت مسلمہ کو پانچ چیزوں کی عطا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ رمضان کے مہینہ میں میری امت کو پانچ چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں۔ جو قبل ازیں کسی اور امت کو نہ دی گئیں۔

(۱)۔ روزہ دار کے منہ کی بو عند اللہ مشک کی خوشبو سے بڑھ کر پاکیزہ ہے۔

(۲)۔ انکے حق میں ملائکہ مغفرت طلب کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ روزہ افطار کریں۔

(۳)۔ تکبر کرنے والے شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(۴)۔ روزانہ جنت کو اللہ تعالیٰ سجاتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندے اس میں داخل ہوں گے اور ان پر سے تکلیف اور ضعف دور کر دیا جائے گا۔

(۵)۔ آخری شب میں انکی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آخری (شب) لیلۃ القدر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ جو کام پورا کر دے تو اسے اجرت پوری ملتی ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 103

فضیلت شب قدر

ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک بنی اسرائیلی شخص کا ذکر کیا گیا۔ وہ ایک ہزار مہینے تک فی سبیل اللہ ہتھیار اٹھاتے رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس پر تعجب فرمایا اور اپنی امت کے حق میں بھی اسی طرح کی نیکی کی آرزو فرمائی اور دعا فرمائی۔ اے پروردگار تعالیٰ تو نے میری امت کے لوگوں کو سب سے چھوٹی عمریں عطا کی ہیں اور اعمال بھی کم کر دیے ہیں۔ تو اللہ نے آنجناب کو قدر والی رات عطا فرمادی جو بہتر ہے ان ہزار مہینوں سے جن میں وہ بنی اسرائیل کا آدمی ہتھیار بند رہا فی سبیل اللہ۔ اور آنحضرت کی امت کو تا قیامت یہ موقع عطا فرمایا۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس بنی اسرائیلی کا نام شمعون تھا وہ دشمنوں سے ایک ہزار ماہ بر سر پیکار رہے تھے۔ جہاد میں کہ انکے گھوڑے کے بال بھی خشک نہ ہونے پائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قوت جو اسے عطا فرمائی تھی اسکے ذریعہ انہیں شکست دے دی اس کے باعث کافر بہت پریشان ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو اسکی زوجہ کے پاس بھیج کر ضامن ہو گئے کہ تجھے ہم سونا بھر کر ایک طشت دیں گے اگر تم اسے ہم کو پکڑا دو گی ہم اس کو اپنے مکان میں لے آئیں گے اور اس سے ہمیں امن حاصل ہو جائے گا۔ پس رات ہوئی وہ سو گیا اسکی زوجہ نے اسے رسی کے ساتھ باندھا جاگنے پر اس نے اپنے اعضاء کو حرکت دی اور سب رسیاں توڑ دیں اور بیوی سے اپنے باندھنے کی وجہ دریافت کی اس نے جواب دیا کہ تمہاری قوت کو جاننا چاہتی تھی۔ کفار کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے ایک زنجیر بھیج دی۔ لیکن اس نے پہلے کی مانند اس زنجیر کو بھی توڑ دیا۔

شیطانی چال:۔ اب شیطان کفار کے پاس آگیا اور کہنے لگا کہ اسکی زوجہ سے

کہہ دو کہ وہ اس نیک شخص سے دریافت کرے کہ وہ کونسی چیز کو نہیں کاٹ سکتا تاکہ اس کو وہ چیز ارسال کی جائے عورت کے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ وہ میری زلفیں ہیں۔ اسکے سر پر آٹھ طویل زلفیں تھیں وہ زمین پر لگتی تھیں۔ اب جو وہ سویا تو بیوی نے چار زلفوں سے دونوں ہاتھوں کو اور چار زلفوں سے پاؤں کو باندھ دیا پس کافر آ گئے۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور ایک مذبح میں لائے وہ چار صد گز بلند اور اتنا ہی لمبا چوڑا تھا اس میں ایک ستون بھی تھا۔ انہوں اسکے کان اور ہونٹ قطع کر دیے۔ سب کافر اسکے سامنے ہی موجود تھے۔ اس نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی یاالہی اس بندھن کو توڑ دینے کی قوت عطا فرما اور اس ستون کو بھی ہلا کر اسے انکے اوپر گرا دے اور یوں انکو ختم فرما۔ اللہ نے اسے قوت عطا کر دی اس نے حرکت کر کے بندھن کو توڑ ڈالا پھر ستون کو حرکت دی تو ان کے اوپر چھت آ گری وہ تمام کافر اللہ نے ہلاک کر دیے اور وہ اس طرح بچ گیا اور واپس چلا آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ نے یہ واقعہ سنا تو عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم جان سکتے ہیں کہ اس کا کتنا ثواب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ پھر آنحضرت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے قدر والی رات عطا فرمائی۔

نزول رحمت:۔ حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت لیلۃ القدر آجاتی ہے تو فرشتوں کی جماعت ساتھ لیے ہوتے جبریل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور جو بندہ قیام میں یا بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہو اسکے حق میں دعا کرتے ہیں اور اسے سلام بھی کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے زمین پر موجود کنکروں سے بھی تعداد میں زیادہ فرشتے قدر والی رات میں اترتے ہیں۔ انکے نزول کے لیے آسمان کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ روایت کیا گیا ہے کہ کثیر انوار ہوتے ہیں اور عظیم تجلیات (وارد ہوتی ہیں) اور اس رات میں ملائکہ لوگوں پر متفرقاً نمودار ہوتے ہیں۔ بعض کو ملکوت زمین کے اور آسمانوں کے دکھائی دیتے ہیں تو آسمانوں کے پردے اٹھ جاتے ہیں وہاں پر فرشتے منکشف ہوتے ہیں بعض قیام میں بعض قعود میں بعض رکوع کی حالت میں اور کچھ سجدے میں

ہوتے ہیں۔ بعض شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں کچھ سبحان اللہ پکارتے ہیں اور کچھ لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض کو جنت دکھائی دیتی ہے اور جنت کے محلات، مکانات حوریں نہریں شجر و ثمر ظاہر ہوتے ہیں۔ رحمان تعالیٰ کا عرش منکشف ہوتا ہے اور اسکی چھت دکھائی دیتی ہے اور انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور اولیاء کے درجات سے آگاہی ہوتی ہے۔ عالم ملکوت اور عالم جبروت کی سیر ہوتی ہے۔ دوزخ دکھائی دیتی ہے آدمی اسکی وادیوں کو دیکھتا ہے اور یوں کافروں کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ بعض پر آنکھوں کے حجابات اٹھ جاتے ہیں تو اس کو صرف جمال خداوندی ہی دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے کی ستائیسویں رات کو زندہ کر لے (یعنی عبادت کرتا رہے) میرے نزدیک وہ قیام رمضان سے بڑھ کر پسندیدہ ہے۔ سیدہ فاطمہ زہرا نے عرض کی اباجان! ضعیف عورتیں قیام شب نہیں کر سکتیں وہ کیا کریں۔ ارشاد فرمایا وہ (اپنے پیچھے) تکیے لگا لیا کریں جو پیچھے سہارا لینے کے لیے ہوتے ہیں اور اس شب میں بیٹھتے ہوئے ایک ساعت دعا کیا کریں یہ چیز مجھے اپنی تمام امت کے رمضان میں قیام کرنے سے عزیز تر ہے۔

جناب سیدہ عائشہ راوی ہیں کہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔ جس نے قدر والی رات بیداری کی اور دوران شب دو رکعت ادا کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے معفرت طلب کی تو اسکو اللہ معاف فرمائے گا اور وہ رحمت خدا میں غوطہ زن ہو گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام اس پر اپنا پر لگائیں گے اور جسے جبریل اپنا پر لگا دے وہ جنت میں چلا گیا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 104

عید الفطر سے متعلقہ مسائل

ماہ شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے اور ماہ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو عید قربان ہوتی ہے۔ ان ہر دو ایام میں اہل اسلام کی عید یوں ہوتی ہے کہ عید الفطر سے قبل انہوں نے روزے رکھ لیے ہوتے ہیں تو اب عید ہو گئی۔ حج سے فارغ ہوتے تو عید الاضحیٰ منالی ان دونوں دنوں میں (عیدین کے ایام میں) مسلمان اللہ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ عید الفطر کے بعد بھی چھ دنوں کے روزے رکھے جاتے ہیں اور زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اللہ ایسا ہی کرے یہ ہر سال میں ہوتا رہے اس میں اللہ کی جانب کثرت سے انعامات فرمائے جاتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو اس کا نہایت شوق اور اس پہ خوشی ہوتی ہے اور انکی خواہش ہوتی ہے کہ بار بار عید آتے رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اول بار عید الفطر کی نماز پڑھی تھی ازاں بعد کبھی نہ چھوڑی پس اس عید کی نماز سنت موکدہ ہو گئی۔

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ اپنی عیدوں کو تکبیروں سے سجاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے یہ وظیفہ روز عید تین صد بار پڑھ لیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ (پاک ہے اللہ اور اس کی حمد ہے) اور اس کا ثواب سب مسلمانوں کو اس نے بخش دیا تو ان میں سے ہر ایک کی قبر میں ایک ہزار نور داخل ہوں گے اور یہ آدمی خود جس وقت وفات پائے گا اسکی قبر کے اندر بھی ایک ہزار انوار اللہ داخل فرما دے گا۔

حضرت وہب بن منبہ راوی ہیں کہ ہر عید کے روز ابلیس چلا چلا کر گریہ کرتا ہے۔ تو دیگر شیاطین اس کے ارد گرد آ کر جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ اے ہمارے سردار آپ کیونکر پریشان ہیں وہ جواب دیتا ہے کہ اس روز اللہ نے جناب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کی مغفرت فرما دی ہے۔ لہذا تمہارے لیے اب ضروری

ہو چکا ہے کہ ان کو شہوتوں اور لذتوں میں مبتلا کر کے غفلت شعار بنا دو۔

اور حضرت وہب بن منبہ ہی راوی ہیں کہ عید الفطر والے دن ہی اللہ نے جنت تخلیق فرمائی اور اس کے اندر طوبیٰ کا شجر کاشت کیا (طوبیٰ سے مراد خوشی ہے)۔ اور عید الفطر کے روز ہی اول مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر اترے اور عید الفطر کے روز ہی فرعون کے ساحروں کی توبہ قبول فرمائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عید کی شب میں اپنے محاسبہ کے ساتھ جو رات کا قیام کرے اس روز اس کا دل مردہ نہ ہو گا۔ جس روز دل مریں گے۔

حکایت:۔ عید کے روز حضرت عمر دیکھتے ہیں کہ ان کے فرزند کی قمیض بوسیدہ ہے تو آپ کو رونا آ گیا اس نے پوچھا کہ آپ کس وجہ سے روتے ہیں تو فرمایا۔ اے بیٹے مجھے یہ خدشہ ہو گیا ہے کہ عید کا روز ہے اور تو دل شکستہ ہو جائے گا۔ جس وقت دیگر بچے تجھے دیکھیں گے کہ بوسیدہ کرتہ زیب تن ہے وہ کہنے لگا دل تو ایسے آدمی کا ٹوٹا کرتا ہے جسے رضائے الٰہی حاصل نہیں ہوتی یا جس نے والدین کی نافرمانی کا ارتکاب کیا ہو اور میں امید رکھے ہوتے ہوں کہ آپ جناب کی رضا کی وجہ سے میرے ساتھ اللہ بھی راضی ہو گا۔ حضرت عمر نے روتے ہوتے اپنے بیٹے کو اپنے سینے سے لگایا اور اس کے حق میں اللہ سے دعا کی۔

ایک شاعر نے کہا ہے۔

قالوا غدا العید ماذا انت لا بسہ
قلت خلعة ساق عبده الجرعا
فقر و صبر ثوبان بينهما
قلب يرى ربہ اعياد والجمعا
العيد لى ما تم ان غبت يا املى
والعيد ان كنت لى مراء و مستمعا

(وہ کہنے لگے کل عید ہے تم کیا لباس پہنو گے میں نے جواب دیا کہ وہ خلعت جو بندے کو یکدم مل گئی۔

فقر و صبر دو کپڑے ہیں جنکے مابین دل ہے جو دونوں عیدوں اور جمعہ کے روز پروردگار کی زیارت کیا کرتا ہے۔

عید میرے لیے تو ماتم ہی ہوگی اگر تو غائب ہی ہو جائے مجھ سے اے میری امید اور میرے لیے عید ہوگی اگر تو سامنے ہوگی اور سن رہی ہوگی)۔

روایت کیا گیا ہے کہ عید الفطر والے دن کی صبح کو اللہ ملائکہ کو بھیجتا ہے جو زمین پر نازل ہو جاتے ہیں۔ گلیوں کے کناروں پر آ کھڑے ہوتے ہیں اور آواز دینا شروع کر دیتے ہیں۔ جسے تمام ہی سنتے ہیں سوائے انسانوں اور جنوں کے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت نکل پڑو اپنے رب کریم کی جانب وہ تم لوگوں کو۔ بہت زیادہ عطا فرمائے گا۔ بڑے معاصی بخش دے گا۔ جس وقت جائے نماز پر آ جاتے ہیں تو ملائکہ سے اللہ مخاطب ہوتا ہے۔ ایسے مزدور کی مزدوری کیا ہے جس نے کام پورا کر دیا وہ جواب دیتے ہیں اس کی جزاء ہے کہ پوری مزدوری عطا فرمائی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنی رضا اور اپنی معفرت انکا اجر کر دی ہیں۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 105

ماہ ذوالحج کے فضائل

حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان دس ایام میں کی گئی عبادت سے زیادہ پسندیدہ دیگر کوئی عمل عند اللہ نہیں ہے۔ عرض کیا گیا اور فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں؟ فرمایا فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں بجز اس صورت کے کہ ایک شخص اپنی جان اور مال لیے ہوئے گھر سے نکل پڑے اور واپس کوئی چیز نہ لائے۔

حضرت جابر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ عند اللہ کوئی دیگر یوم محبوب تر اور زیادہ افضل ان دس ایام سے نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ کیا فی سبیل اللہ جہاد بھی اسکی مانند نہیں ہے۔ فرمایا نہ ہی فی سبیل اللہ جہاد اسکی مانند ہے مگر یہ کہ آدمی کا گھوڑا مجروح ہو جائے اور اس کا چہرہ بھی خاک میں لتھڑ جائے۔

جناب عائشہ راوی ہیں کہ ایک نوجوان اس حال میں تھا کہ ذوالحجہ کا چاند نمودار ہو جاتا تو وہ روزے رکھنا شروع کر دیتا تھا۔ اسکے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معلوم ہوا۔ آپ نے اس کو طلب فرما کر پوچھا ان ایام میں تو کیوں روزے رکھتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ ایام مشاعر (حج کی نشانیوں کے دن) اور ایام حج ہیں۔ ممکن ہے اللہ مجھ کو بھی انکی دعاؤں میں شامل فرما لے فرمایا (اگر یوں ہے تو) تیرے واسطے ہر روزے کے عوض ایک صد غلام کو آزاد کرنے ایک صد اونٹوں کو خیرات کرنے ایک صد گھوڑے ایسے جن پر جہاد (کے لیے سامان) فی سبیل اللہ رکھا ہو کے برابر اجر ہے اور یوم الترویۃ (۸ ذی الحجہ) کو اس دن ایک ہزار غلام آزاد کر دینے ایک ہزار اونٹ کی قربانی اور ایک ہزار گھوڑے معہ سامان جہاد فی سبیل اللہ دینے کے برابر تمہارے حق میں ثواب ہے۔ اور یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کا روز جب ہو جائے گا تو تمہارے واسطے دو ہزار غلام آزاد کرنے دو ہزار اونٹ کی قربانی اور دو ہزار گھوڑے جن پر فی سبیل اللہ سواری کرتے ہیں کے برابر ثواب ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے عرفہ کے دن کا روزہ دو برس کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور یوم عاشورہ کا روزہ ایک برس روزوں کے مساوی ہوتا ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے:۔ و وعدنا موسی ثلثین لیلة و اتممنها بعشر۔ (اور ہم نے وعدہ فرمایا موسی کے ساتھ تیس راتوں کا اور اس کی تکمیل دس کے ساتھ فرمائی)۔

اس آیت کی وضاحت میں اہل تفسیر فرماتے ہیں یہ ماہ ذی الحجہ کے ہی اولین دس روز ہیں (جو ذکر کیے گیے ہیں)۔

حضرت ابن مسعود راوی ہیں کہ اللہ ایام میں سے چار (ایام) اور مہینوں میں سے چار (مہینے) اور عورتوں میں سے چار (عورتیں) اور جنت میں اولیت کرنے والے چار اور جن کا اشتیاق جنت رکھتی ہے ان میں سے بھی چار کا انتخاب کیا ہے:۔

(1) ۔ جمعہ کا روز۔ اس دن میں ایک ساعت وہ ہے کہ اس دوران کوئی مسلمان اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے تو اللہ اس کو عطا فرماتا ہے خواہ دنیا طلب کرے یا آخرت۔

(2) ۔ یوم عرفہ۔ ذوالحجہ کی ۹ تاریخ عرفہ کا دن ہے یہ حج کا دن ہے اس دن اللہ ملائکہ کے سامنے فخر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! ۔ دیکھ لو یہ میرے بندے آتے ہوئے ہیں۔ گرد میں اٹے ہوتے بکھرے بالوں کے ساتھ انہوں نے اپنے مال صرف کیے اپنے بدنوں کو تھکایا اب تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انکی مغفرت فرما دی ہے۔

(3) ۔ یوم النحر۔ (یہ عید الاضحیٰ کا دن ہے) یہ یوم النحر ہوتا ہے۔ بندہ قربانی پیش کرتا ہے ۔ اس قربانی کے جانور کے خون کا اولین گرنے والا قطرہ ہی اس بندہ کے معاصی کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

(4) ۔ یوم الفطر۔ (یہ عید الفطر والا روز ہے) لوگ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد نماز عید ادا کرنے کے لیے نکل آتے ہیں تو اللہ فرشتوں سے مخاطب ہوتا ہے کہ ہر مزدور اپنی اجرت طلب کرتا ہے۔ میرے بندے روزے رکھتے رہے ہیں اور اب عید پڑھنے کے لیے نکل پڑے ہیں یہ اپنی مزدوری چاہتے ہیں۔ تم کو میں گواہ بنا کر فرماتا ہوں کہ انہیں میں نے بخش دیا ہے۔ ایک نداء کرنے والا یہ آواز دیتا ہے اے امت محمد! تم اب ایسی حالت میں لوٹ کر جاؤ کہ تمہاری برائیاں میں نے نیکیوں میں تبدیل فرما دی ہیں۔

چار مہینے یہ ہیں:۔

(۱)۔ رجب (۲)۔ ذوالقعدہ (۳)۔ ذوالحجہ (۴)۔ محرم

اور منتخب شدہ عورتیں یہ ہیں:۔

(۱)۔ حضرت مریم بنت عمران (۲)۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد ساری دنیا کی عورتوں سے قبل یہ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائیں تھیں۔ (۳)۔ حضرت آسیہ بنت مزاحم۔ یہ فرعون کی زوجہ ہیں۔ (۴)۔ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ یہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

جنت کی جانب پہل کرنے والے چار اشخاص درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ عرب لوگوں میں جناب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(۲)۔ اہل فارس میں سے حضرت سلمان فارسی

(۳)۔ اہل روم میں سے حضرت صہیب رومی

(۴)۔ اہل حبشہ میں سے حضرت بلال

اور جنت مندرجہ ذیل چار حضرات کی مشتاق ہے:۔

(۱)۔ حضرت علی

(۲)۔ حضرت سلمان فارسی

(۳)۔ حضرت عمار بن یاسر

(۴)۔ حضرت مقداد بن اسود

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یوم الترویہ (۸۔ذوالحجہ) کو جو شخص روزہ رکھے اس کو اللہ حضرت ایوب علیہ السلام کے اپنی ابتلاء کے وقت صبر کرنے کی مانند اجر عطا فرمائے گا اور جو عرفہ کے دن (۹ ذی الحجہ) روزہ رکھ لے اسے اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثواب کے مانند ثواب عطا فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ جب یوم عرفہ آتا ہے۔ اللہ اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ جتنے لوگ اس روز دوزخ سے نجات پاتے ہیں ان سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں ہوتے ہیں۔ اور جو یوم عرفہ کا روزہ رکھ لے وہ پچھلے سال اور آئندہ سال کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتے گا (یہاں صغیرہ گناہوں

کا کفارہ ہو گا۔ کبیرہ گناہوں سے معافی توبہ کرنے اور حقوق العباد ادا کرنے سے ہے۔ واللہ اعلم)۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دن دو عیدوں کے درمیان ہے .جبکہ دونوں ہی عیدیں اہل اسلام کے لیے خوشی کے دن ہوتے ہیں اور گناہ معاف ہو جانے کی خوشی سے بڑی اور کوئی خوشی نہیں ہوتی اور عاشورہ کا روزہ عیدین کے بعد آتا ہے تو یہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے تھا۔ .جبکہ یوم عرفہ ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے ہے۔ اور آپ کی عظمت و عزت سب سے بڑھ کر ہے۔

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ و اهل بیتہ وبارک وسلم



باب نمبر 106

فضائل عاشوراء

حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ اہل۔یہود عاشوراء (۱۰۔محرم) کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ اس روز اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو فرعون پر غالب فرما دیا لہذا اس کی تعظیم ہم روزہ رکھ کر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام سے قریب تر ہم ہیں پس آپ نے اس روز کا روزہ رکھنے کا حکم فرما دیا۔

یوم عاشوراء کی خصوصیات:۔ عاشوراء کے دن کے بارے میں بہت روایات وارد ہوئی ہیں۔ اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اللہ نے قبول فرمائی۔ اسی روز آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ آپکو اسی دن جنت میں داخل فرمایا گیا تھا۔ اسی روز عرش، کرسی، آسمان اور زمین، سورج، چاند، ستارے اور جنت پیدا فرمائے گئے۔ اسی دن حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی دن ہی انکو نار نمرود سے نجات عطا ہوئی۔ یہی دن موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے نجات پانے کا ہے اور فرعون اپنے ساتھیوں سمیت غرق ہوا۔ اسی روز عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی روز عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تھا۔

اسی روز حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام رفیع پر اٹھایا گیا (یعنی آسمان پر)۔ اسی روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر آٹھہری تھی۔ یونس علیہ السلام کو بھی اسی دن مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی۔ یہی دن ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عظیم دی گئی تھی۔ اسی دن ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال ہوئی تھی۔ اسی دن ہی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری دور ہوئی تھی۔ اور اسی دن

ہی آسمان سے اولین بارش زمین پر ہوئی تھی۔

گذشتہ سب قوموں میں عاشوراء کا روزہ تھا یہاں تک کہ نقل کیا گیا ہے کہ قبل از رمضان یہی عاشورہ کا روزہ فرض تھا اور رمضان کے بعد یہ فرضیت منسوخ کر دی گئی۔

قبل از ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ روزہ رکھتے تھے پھر مدینہ شریف میں آ کر اس کو موکد فرمایا اور آپ نے آخر عمر میں فرمایا تھا کہ اگلے سال اگر میں زندہ رہا تو ۹، اور ۱۰ محرم کو روزہ رکھوں گا لیکن آپ اس سال میں ہی اللہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور دس محرم کے علاوہ آپ روزہ نہیں رکھ سکے۔ لیکن اس کی ترغیب آپ دے کر ہی گئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یوم عاشورہ (۱۰ محرم) سے ایک دن قبل اور ایک دن بعد کا روزہ رکھ لیا کرو اور یہود کی مخالفت کرو کیونکہ یہود کے نزدیک صرف ۱۰ محرم کا روزہ ہے۔

حضرت امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں فرمایا ہے۔ جس نے یوم عاشورہ کو اپنے اہل و عیال پر فراخی کی۔ اس کے لیے اللہ تمام سال فراخی فرماتا ہے۔

طبرانی شریف میں منکر روایت ہے کہ اس روز ایک درہم صدقہ کیا جائے تو وہ سات لاکھ درہم صدقہ دینے سے افضل ہوتا ہے۔

اور وہ حدیث موضوع ہے جس میں ہے کہ اس روز سرمہ لگایا جائے تو تمام سال آنکھیں دکھنے نہیں آتیں اور جس نے غسل کیا وہ بیمار نہ پڑے گا۔

حاکم تصریح فرماتے ہیں کہ اس روز سرمہ لگانا بدعت ہے ابن قیم کہتے ہیں کہ سرمہ لگانے دانے بھوتتے تیل لگانے خوشبو لگانے کی سب حدیثیں عاشورہ سے متعلق جھوٹے لوگوں نے گھڑی ہوتی ہیں۔

اور یاد رکھیں امام حسین کے ساتھ اس روز جو کچھ واقع ہوا وہ اس دن کی عظمت، رفعت، اللہ کے نزدیک اس کا درجہ اور اہل بیت کے درجات سے اس دن کا تعلق اس دن کی رفعت و عظمت کی واضح شہادت ہے آپ کی اس مصیبت کو یاد کر کے جو آدمی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور اس کے علاوہ کچھ جزع فزع کے کلمات منہ سے نہ نکالے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طریقہ کی اطاعت ہو اسے عند اللہ وہ

ثواب ملے جو اللہ نے یوں وعدہ فرمایا ہے:۔

اولئک علیہم صلوت من ربہم ورحمۃ۔ واولئک ھم المھتدون۔

(وہی ہیں جن پر انکے رب کی طرف سے درود اور رحمت ہے اور وہی ہیں ھدایت پا لینے والے)۔

اور جو شیعہ لوگوں نے خرافات اپنائی ہوئی ہیں۔ بین کر کر کے ماتم کرنا سوگ منانا اس سے بچیں یہ اہل ایمان کے طریق نہیں ہیں۔ اگر یہ مناسب ہوتا تو امام حسین کے نانا جان محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال پر ایسا کرنا لازم ہوتا وہ زیادہ حقدار ہوتے بس اللہ کافی مدد گار اور کارساز ہے:۔ حسبنا اللہ نعم المولی ونعم النصیر۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وسلم



باب نمبر 107

فقیروں کی ضیافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہمان کے معاملہ میں تکلف مت کرو کہ تم اس کے ساتھ بغض کرو کیونکہ مہمان سے جو متنفر ہوا وہ اللہ سے متنفر ہو گیا جس نے اللہ سے نفرت کی اس سے اللہ تعالیٰ بھی متنفر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس میں کچھ خیر نہیں جو مہمان نوازی نہیں کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک ایسے شخص پر گزرے جو بہت سے اونٹ اور گائیں رکھتا تھا مگر اس نے آپ کی مہمانی سے اجتناب کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گذر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو چند بکریاں رکھتی تھی آپ کے لیے اس نے بکری ذبح کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی جانب دیکھو (یعنی اس عورت اور مرد کی طرف)۔ یہ اخلاق اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہے اچھے اخلاق عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابورافع نے فرمایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ فلاں یہودی ہے اسے جا کر کہو میرے پاس مہمان آیا ہوا ہے مجھے کچھ آٹا ادھار دے دے ماہ رجب تک۔ وہ یہودی کہنے لگا واللہ میں آٹا ادھار ہرگز نہ دوں گا کچھ گروی رکھے بغیر۔ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہہ دی تو آپ نے فرمایا۔ واللہ میں امانتدار ہوں آسمان میں۔ میں امین ہوں زمین میں۔ اگر وہ مجھے دے دیتا تو لازماً میں ادا کر دیتا اب میری زرہ لے جا اور اسکے ہاتھ گروی رکھ دے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا معمول تھا کہ جس وقت کھانا تناول کرنے کا ارادہ ہوتا تھا تو ساتھ کھانے والے کی تلاش میں کبھی کبھی ایک ایک دو دو میل تک چلے جاتے تھے۔ لوگوں میں وہ ابو الضیفان پکارے جاتے تھے (یعنی مہمان نواز)۔ اور ان کے خلوص

نیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کے مشہد (یعنی مکہ مکرمہ) میں تاہنوز ضیافت ہوتی رہتی ہے ہر شب کو ان کے پاس تین سے دس تک مہمان موجود ہوتے تھے اور ایک ایک صد مہمان بھی ہوا کرتے تھے۔ یہاں پر موجود نگران کا کہنا تھا کہ کبھی کوئی ایک رات بھی بغیر مہمان کے نہیں گذری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور نماز شب ادا کرنا (یعنی تہجد کی نماز ادا کرنا)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا گیا ایسے عمل سے متعلق۔ جس سے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور درجات بلند ہوں فرمایا کھانا کھلانا، رات کو نماز ادا کرنا جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ آپ سے حج مبرور کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور خوش کلامی کرنا۔

حضرت انس نے فرمایا ہے جس گھر میں مہمان نہ آئیں اس میں ملائکہ رحمت نہیں آتے۔ پس ضیافت اور کھانا کھلانے کے متعلق بے شمار روایات وارد ہوتی ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

لما لا احب الضیف او
ارتاح من طرب الیہ
والضیف یا کل رزقہ
عندی ویشکرنی علیہ

(کیوں نہ میں محبت کروں مہمان سے میں اس سے خوشی و مسرت کیوں نہ حاصل کروں)(مہمان اپنی ہی روزی کھایا کرتا ہے اور پھر بھی وہ میرا شکر گذار ہوتا ہے اس پر)۔

داناؤں نے کہا ہے احسان مسرور چہرے کے ساتھ کیا گیا ہو تو پھر ہی مکمل ہوتا ہے۔ خوش کلامی کے ساتھ کیا جائے ملاقات پر نوازش کا اظہار ہو رہا ہو۔ ایک شاعر نے اچھا ہی کہا ہے۔

اضاحک ضیفی قبل انزال رحلہ
ویخصب عندی والمحل جدیب

(اپنے مہمان کے کجاوے کو نیچے اتارنے سے قبل ہی میں اس کو ہنسا دیتا ہوں میرے پاس وہ بشاش ہوتا ہے حالانکہ یہاں سماں طاری ہوتا ہے)۔

وما الخصب للاضیاف فی کثرة القری

ولکنما وجه الکریم خصیب

(اور بستیاں کثیر ہوں تو انمیں مہمانوں کے واسطے شادابی موجود نہیں ہوتی ہے بلکہ شادابی تو کرم گستر شخص کے چہرے پر ہوتی ہے)۔

جو آدمی دعوت دے اسے متقی لوگوں کو ہی مدعو کرنا چاہیے نہ کہ بد قماش لوگوں کو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے تیرا کھانا صرف نیک لوگ ہی کھائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے تو صرف پرہیز گار کا ہی کھائے اور تیرا کھانا بھی صرف اہل تقویٰ ہی کھائیں۔ اور لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے تونگر لوگوں کے بجائے بالخصوص فقیروں کو ہی جمع کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے برا کھانا ایسے ولیمہ کا ہوتا ہے۔

جس میں صرف مالدار لوگوں کو کھلایا جاتا ہے اور فقراء کو نہیں۔

رشتہ داروں کو دعوت میں بلا لینا اچھا ہے۔ اس لیے کہ اگر ان کو یاد نہ رکھیں تو قطع رحمی کرنا اور آپس میں وحشت پیدا کرنا ہوتا ہے ایسے ہی بالترتیب دوستوں کو بلایا جائے اور پھر واقف کاروں کو کیونکہ اگر بعض کو دعوت دیں بعض کو نہ دیں تو اس سے اجنبیت ہویدا ہونے لگتی ہے۔

نیز یہ ضروری ہے کہ دعوت میں فخر و غرور ہرگز نہ ہو اور دل میں نیت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں اور مومن بھائیوں میں اور زیادہ محبت قائم کر رہا ہوں کیونکہ کھانا کھلانے اور مسلمانوں کے قلوب میں خوشی پیدا کرنا اسی نتیجہ پر منتج ہوتا ہے۔

اور جو شخص دعوت کی قبولیت میں دشواری محسوس کرے اس کو مجبور کر کے مت بلائے اور کوئی ایسا شخص بھی مدعو نہ کرے جس سے دیگر آنے والے تکلیف محسوس

کریں اور مدعو اس کو ہی کرے جسے اس کی دعوت گوارا ہو۔

حضرت سفیان نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کو دعوت پر بلائے اور وہ دعوت کرنے کو پسند نہ کرتا ہو تو دعوت دینے والا گنہگار ہے اور دعوت قبول اگر وہ کرے گا تو اس کے لیے دگنا گناہ ہو گا۔ کیونکہ گوارا نہ کرتے ہوئے بھی اس کو کھانے کے لیے مجبور کیا گیا ہے۔

جب صاحب تقویٰ کو کھلایا جائے تو یہ عبادت کرنے میں مدد کرنا ہے ۔جبکہ بد معاش کو کھلانا اسکی بد معاشی میں تعاون کرنا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کو ایک درزی کہنے لگا کہ میں بادشاہوں کے ملبوسات سیا کرتا ہوں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ میں بھی ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ظالم تو وہ ہیں جو تجھے سوئی اور دھاگہ اور کپڑا فراہم کرتے ہیں تیرے ہاتھ بیچ کر ۔جبکہ تو خود ظالموں میں سے ہے۔ لہذا توبہ کر۔

دعوت قبول کرنا سنت موکدہ ہے:۔ ایک قول ہے کہ بعض مقامات واجب ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھے اگر پائے پر بھی دعوت کوئی دے تو میں وہ دعوت قبول کر لوں گا اور اگر مجھ کو کوئی ایک پنڈلی ہی ہدیہ کر کے دیتا ہوں تو وہ بھی مجھے قبول ہوگی۔ قبولیت دعوت سے متعلق آداب کو احیاء العلوم الدین کے اندر مفصل بیان کر دیا گیا ہے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم

باب نمبر 108

جنازے اور قبر کے پاس کلام کرنا

یہ یاد رکھیں کہ صاحب عقل کے لیے جنازہ مقام عبرت ہوتا ہے اور غافلوں کو تنبیہ نہیں ہوتی ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان کو لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں پھر بھی دلوں کی سختی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ دیگر لوگوں کے جنازے ہی دیکھتے رہیں گے اور سوچتے نہیں کہ جنازہ ہمارا بھی اٹھے گا۔ مگر ایک وقت ضرور آجاتے گا جب ان کا یہ خیال باطل ثابت ہو گا پس چاہیے کہ آدمی کو جب بھی کوئی جنازہ دکھائی دے تو یہی خیال کرنے کہ یہ جنازہ میرا ہی ہے۔ کیونکہ اس کا اپنا جنازہ بھی کچھ دور نہیں ہوتا اگر آج نہیں اٹھا ہے تو کل یا پرسوں اٹھنا ہی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ جنازہ کو دیکھتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ چلو میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔

اور جب کوئی جنازہ حضرت مکحول دمشقی کو دکھائی دیتا تھا تو کہتے تھے کہ تو چل ہم بھی شام کو آہی رہے ہیں۔ نصیحت زبردست اور غفلت تیز ہے اور پہلا چلا جارہا ہے اور دوسرے کو شعور نہیں ہے۔

اور حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا ہے۔ میں جب کسی جنازے میں شامل ہوتا ہوں تو میں یہ ہی سوچتا ہوں کہ اسکے ساتھ کیا ہوا ہے اور کیا کچھ ہونے والا ہے۔

جب حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کا بھائی فوت ہو گیا تو حضرت مالک روتے ہوئے اور یوں کہتے ہوئے جنازے کے ساتھ نکل پڑے اللہ کی قسم میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی تاآنکہ یہ نہ جان لوں کہ میرا ٹھکانہ کون سا ہے۔ مگر یہ مجھے اپنی زندگی میں معلوم نہ ہو گا۔

حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جب ہم جنازوں میں جاتے ہیں تو تمام لوگ غمزدہ ہوتے ہیں اور ہمیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ کس کے ساتھ تعزیت کی جائے۔

حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ہم جنازوں میں شامل ہوتے تو ہر شخص اپنے چہرے پر کپڑا ڈالے ہوئے رو رہا ہوتا۔

ان لوگوں کو موت کا خوف ہوتا تھا مگر حیف ہے کہ آج ہم جنازوں کے ساتھ جب جاتے ہیں تو لوگ بیہودہ گفتگو کرتے جاتے ہیں مرنے والے کے ترکہ کے بارے میں باتیں کرتے جاتے ہیں۔ اس کے عزیز و اقارب ترکہ حاصل کرنے کی تدابیر کر رہے ہوتے ہیں اور کوئی بھی خود اپنا جنازہ اٹھنے کے بارے میں نہیں سوچتا الا ماشاء اللہ۔ یہ تمام غفلت کثرت معاصی کی وجہ اور سے ہے اسکے باعث سنگدلی ہو چکی ہے۔ لوگ اپنے کاموں میں لگے ہوتے ہیں۔ اللہ ایسی غفلت سے جگائے (آمین)۔

جنازہ جاتے ہوئے یہ طریقہ اچھا ہے کہ مرنے والے کے لیے رویا جائے بلکہ اگر لوگوں کو عقل ہو تو خود پر روئیں بجائے اس مرنے والے کے۔ کیونکہ معلوم نہیں ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔

حضرت ابراہیم زیات نے چند لوگوں کو مردے پر رحم کھاتے ہوئے دیکھ لیا تو فرمایا کہ تمہارے حق میں۔ بہتر یہ ہے کہ تمہیں اپنے آپ پر ترس آئے اس مردے نے تو تین ڈراؤنے مقامات سے چھٹکارا پا لیا ہے یعنی ملک الموت کو دیکھنا اور وہ اس نے دیکھ لیا ہے موت کی تلخی بھی پا لی اور اپنے خاتمہ کے خوف سے امن۔

حضرت عمرو بن علاء نے فرمایا ہے کہ میرا گذر جریر کے پاس ہوا وہ کاتب سے شعر لکھوا رہا تھا۔ جب اس نے جنازہ دیکھا تو رکا اور کہنے لگا واللہ ان جنازوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھے۔

ترو عنا الجنائز مقبلات
ونلهو حين تذهب مدبرات
كروعة ثلة لغار ذئب
فلما غاب عادت راتعات

(جنازے آتے ہوئے ہمیں خوف میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جب وہ چلے جائیں تو ہم غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ جس طرح بھیڑیں ڈر جاتی ہیں بھیڑیے کی کچھار کو دیکھنے سے اور جب وہ کچھار نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو وہ چرنے لگتی ہے)۔

جنازے میں شامل ہونے سے متعلقہ آداب یہ ہیں:۔ تفکر کرے۔ اس کے ساتھ آگے کو متواضع صورت میں چلے جس طرح کہ اسکے آداب فقہ میں بیان ہوتے ہیں مرنے والے کے متعلق حسن ظن ہونا چاہیے۔ خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اور خود پر بدظن رہے خواہ بظاہر نیک ہو کیونکہ انجام کے بارے میں خوف ہوتا ہے اور حقیقت حال کسی کو معلوم نہیں ہے۔

حضرت عمر بن ذر رحمتہ اللہ علیہ راوی ہیں کہ انکے پڑوس میں ایک شخص فوت ہو گیا جو نہایت برا شخص تھا متعدد لوگ اسکے جنازہ سے علیحدہ ہو گئے۔ لیکن انہوں نے پھر بھی آکر اس کا جنازہ پڑھا۔ پھر اس کو قبر میں رکھا گیا تو قبر کے اوپر کھڑے ہو کر کہنے لگے اے فلاں تجھ پر اللہ رحم فرمائے تو ساری عمر میں توحید کا اقرار کرتا رہا تو نے اپنے چہرے کو سجدوں میں رکھا لوگ تو کہتے ہیں کہ تو بہت گنہگار تھا مگر کون ہے ہم میں جس نے گناہ نہ کیے ہوں۔

حکایت:۔ ایک مفسد اور بدکردار شخص بصرہ میں فوت ہوا اسکی بیوی کو کوئی شخص نہ ملا جو اس کا جنازہ اٹھاتے اور اس کا علم صرف پڑوس والوں کو ہی تھا۔ یہ شخص نہایت فاسق تھا اسکی بیوی نے دو مزدوروں کو لگایا وہ اسے اٹھا کر جناز گاہ کی جانب گئے۔ لیکن کوئی شخص جنازہ پڑھنے کے لیے نہ گیا پھر انہوں نے اٹھایا اور صحرا میں لے گئے جس کے نزدیک پہاڑ تھا۔ پہاڑ پر ایک عابد وزاہد رہتا تھا۔ اس نے جنازہ آتے ہوئے دیکھ کر جنازہ پڑھنے کی نیت کر لی۔ شہر میں یہ بات اڑ گئی کہ فلاں عابد شخص اس کا جنازہ پڑھنے کے لیے پہاڑ سے اتر آیا ہے تو شہر والے بھی جنازے کے لیے آ گئے۔ عابد کے ساتھ تمام لوگوں نے جنازہ پڑھا پھر زاہد نے انہیں بتایا کہ دوران خواب مجھے فرمایا گیا کہ فلاں مقام پر چلے جاؤ وہاں پر ایک جنازہ لایا جائے گا۔ جسکے ساتھ صرف ایک عورت ہوگی اس کا جنازہ پڑھو۔ کیونکہ اس کی مغفرت فرما دی گئی ہے۔

لوگ حیران تھے کہ زاہد و عابد نے اس کا جنازہ کیوں پڑھا ہے۔ اور اب وہ اور بھی حیرت زدہ ہوئے زاہد نے اسکی بیوی کو بلا کر مرنے والے کا حال پوچھا کہ اسکی عادتیں

کس طرح کی تھیں۔ عورت نے بتایا کہ یہ عام شہرت تھی کہ وہ سارا دن شراب کے نشہ میں مست رہتا تھا۔ عابد نے پوچھا کیا اس کا کیا ہوا کوئی نیک کام بھی تو جانتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تین چیزیں ہیں۔

(۱)۔ صبح کو جب نشہ اتر گیا ہوتا تھا تو لباس تبدیل کر کے وضو کرتا تھا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا اس کے بعد شراب خوری اور برے افعال میں مشغول ہو جاتا تھا۔

(۲)۔ اسکے گھر میں ہمیشہ ایک یا دو یتیم رہا کرتے تھے ان پر وہ زیادہ احسان کیا کرتا تھا بمقابلہ اپنی اولاد کے۔ اور اگر کہیں ادھر ادھر ہو جاتے تھے تو انکے لیے یہ پریشان ہو جاتا تھا اور انہیں تلاش کرتا تھا۔

(۳)۔ رات کے اندھیرے میں اگر کبھی نشہ سے افاقہ ہو جاتا تھا تو رونے لگتا تھا اور کہتا تھا کہ اے پروردگار مجھ خبیث کے ساتھ تجھے کون سا گوشہ دوزخ کا پر کرنا ہے۔ یہ سن کر زاہد چلا گیا معاملے کی وضاحت ہو چکی تھی۔

حضرت ضحاک نے فرمایا ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے گذارش کی یا رسول اللہ! تمام لوگوں سے بڑھ کر زاہد کون ہے۔ آپ نے فرمایا جو قبر کو اور ابتلاء کو فراموش نہیں کرتا اور دنیوی زیب و زینت کی برتری کو ترک کر دے اور فانی سے باقی کو۔ بہتر جانتا ہو اور دنوں میں آئندہ دن کو زندگی میں شمار نہ کرے اور خود کو اہل قبور میں شمار کرتا ہو۔

لوگوں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ آپ قبرستان کے پڑوسی کیوں ہو چکے ہیں۔ فرمایا میں خیال کرتا ہوں کہ وہ سب سے اچھے پڑوسی ہیں۔ میں انکو سچے پڑوسی جانتا ہوں وہ زبان کو روکے رہتے ہیں اور آخرت یاد کراتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو رو پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ ڈاڑھی بھیگ جاتی تھی پوچھا گیا کہ آپ جب جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا ہے کہ آخرت کی پہلی منزل قبر ہوتی ہے۔ اگر اس سے انسان بچ جائے تو بعد والی میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر اس سے نجات نہیں ہوتی تو پھر

بعد والی زیادہ سخت ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے قبرستان دیکھا تو آپ اتر پڑے اور دو رکعت نماز پڑھی پوچھا گیا کہ آپ نے اس سے قبل کبھی ایسے نہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے اہل قبرستان کو اور اس چیز کو یاد کیا جو انکے اور میرے درمیان حائل کر دی گئی ہے۔ تو میں نے پسند کیا کہ دو رکعتوں سے قرب الٰہی حاصل کر لوں۔

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے ابن آدم کے ساتھ اس کا گڑھا کلام کرتا ہے (یعنی قبر) وہ کہتی ہے میں کیڑوں بھرا گھر ہوں تنہائی کا گھر ہوں میں غربت کا گھر ہوں۔ ظلمت کا گھر ہوں۔ تیرے واسطے یہ میں نے تیار کیا ہے تو نے میرے لیے کیا کچھ تیار کیا۔

حضرت ابو ذر غفاری نے فرمایا ہے کیا تم کو بتا نہ دوں کہ میری محتاجی کا دن کون سا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس روز مجھے قبر میں ڈال دیں گے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بتیہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 109

جہنم کے عذاب سے ڈرنا

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

ربنا اٰتنافی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقناعذاب النار۔
(اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا کے اندر نیکی عطا فرما اور آخرت میں نیکی اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا (البقرۃ۔ ۲۰۱)۔

مسند ابی یعلی میں یوں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے خطاب میں فرمایا دو عظیم چیزوں کو فراموش نہ کرنا جنت اور دوزخ اور آپ اتنا روئے کہ ریش مبارک کے دونوں جانب ہی آنجناب کے آنسو بہنے لگے پھر آپ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم کو وہ کچھ معلوم ہوتا قیامت کے بارے میں جو میں جانتا ہوں تو تم میدانوں کی جانب جا نکلتے اور اپنے سروں پر خاک ڈال لیتے۔

طبرانی اوسط میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایک ایسے وقت پر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے جس وقت انکا آنا معمول نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھڑے ہو گئے اور پوچھا اے جبریل کیا بات ہے کہ تمہارا رنگ تبدیل شدہ میں دیکھتا ہوں۔ عرض کیا آپ حضور کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا جبکہ اللہ نے (دوزخ کی) دھونکیوں کو آتش بھڑکا دینے کے لیے حکم فرما دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے جبریل دوزخ کی صفت بیان تو کرو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اللہ نے دوزخ میں آگ دہکانے کے لیے فرمایا تو ایک ہزار سال تک آگ کو جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی پھر حکم فرما دیا گیا تو مزید ایک ہزار برس آگ جلائی گئی یہاں تک وہ سرخ رنگ ہو گئی پھر حکم فرما دیا تو ایک ہزار سال تک آگ کو

جلایا گیا تو وہ سیاہ ہو گئی اب وہ سیاہ ظلمت ہے۔ اسے اب اسکے شرارے بھی روشن نہیں کرتے ہیں اور اسکے شعلے بھی نہیں بجھتے قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے آپ جناب کو نبی کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اگر داروغہ دوزخ دنیا والوں کے سامنے نمودار ہو جاتے تو اسکے چہرے کی ہیبت اور اسکی سخت بدبو کی وجہ سے سارے زمین والے مر ہی جائیں کے مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ حضور کو نبی برحق بنایا او مبعوث فرمایا اگر دوزخ والوں کی زنجیر کا صرف ایک ہی حلقہ جو کتاب میں مذکور ہے۔ دنیا کے پہاڑوں پر رکھا جاتے تو (پہاڑ بھی) بہ نکلیں گے اور برقرار نہ رہ سکیں گے یہاں تک کہ وہ سب سے نیچے والی زمین پر جا نکلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے جبریل (اسی قدر ہی) کافی ہے ایسا نہ ہو کہ میرا دل پھٹ جائے کہ میں مر ہی جاؤں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ وہ (بھی) رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل تم کیوں رو رہے ہو تم تو سب سے زیادہ بہتر مقام پر ہو۔ انہوں نے عرض کیا میں کس وجہ سے نہ روؤں مجھے تو زیادہ حق ہے رونے کا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ کے علم میں میں اپنے اس موجودہ حال کی بجائے کسی اور حال پر ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ کہیں مجھ پر بھی مانند ابلیس ابتلا وارد نہ ہو جائے اور مجھے کہیں ہاروت ماروت کیطرح مصائب سے نہ دوچار کر دیا جائے (یہ سنا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی رونے لگے اور جبریل علیہ السلام بھی روتے تھے۔ دونوں ہی روتے رہے بالآخر ندا سنائی دی اے جبریل اور اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم دونوں حضرات کیلئے اللہ نے نافرمانی سے حفاظت فرما دی ہے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام رخصت ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم باہر آ گئے۔

آنحضرت کا گذر ایک انصار کی جماعت پر ہوا وہ ہنس رہے تھے اور کھیل میں مشغول تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم ہنستے ہو اور تمہارے پیچھے دوزخ ہے اگر تمہیں معلوم ہوتا جو کچھ مجھے معلوم ہے تو تم ہنستے تھوڑا اور روتے زیادہ اور تم کھا بھی کچھ نہ سکتے اور نہ ہی کچھ پی سکتے اور تم ویرانوں کی جانب چلے جاتے اور اللہ کی پناہ کی جستجو کرتے رہتے (اس وقت) آواز آئی اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے بندوں کو (مجھ سے) نا امید نہ کرو میں نے تجھے اچھی خبر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور تنگی کرنے والا بنا کر مبعوث

نہیں فرمایا۔

پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہوا صراط مستقیم پر تو قائم رہو اور میانہ روی اپنائے رکھو۔

مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ میکائیل علیہ السلام کو میں نے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہے عرض کیا کہ جس وقت سے دوزخ کی تخلیق ہوئی ہے۔ میکائیل کبھی نہیں ہنسے۔

ابن ماجہ اور حاکم کی روایت ہے اور انہوں نے بتایا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ تم لوگوں کی یہ آگ (یعنی دنیا میں موجودہ آگ) آتش دوزخ سے ستر گنا کم تیزی والی ہے۔ اس کو اگر رحمت کے پانی سے دوبار بجھانہ دیا جاتا تو یہ تمہارے واسطے مفید نہ ہو سکتی تھی اور یہ (یعنی آگ) اللہ سے دعا مانگتی رہتی ہے کہ دوبارہ مجھے جہنم میں نہ بھیجا جائے۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا:

کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب۔

(جس وقت انکی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انکی کھالیں دوبارہ تبدیل کر دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ النساء۔ ۵۶)۔

ازاں بعد (حضرت عمر نے) فرمایا اے کعب! اس کی تفسیر بیان کرو اگر آپ سچ کہیں گے تو میں بھی تمہاری (تقریر کی) تصدیق کر دوں گا اور اگر غلط بیان کیا تو میں تردید کروں گا۔ انہوں نے کہا ابن آدم کی جلد کو ایک ساعت کے اندر جلا کر پھر نیا کیا جائے گا یا ایک یوم میں چھ ہزار مرتبہ جلایا جائے گا اور بنایا جائے گا آپ نے فرمایا تم نے سچ بتایا ہے۔

بیہقی شریف میں ہے کہ (مندرجہ بالا آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا انکو روزانہ (دوزخ کی) آگ ستر مرتبہ کھایا کرے گی جب کھالیا کرے گی تو انہیں کہا جائے گا پھر اسی طرح ہی ہو جاؤ تو پہلے کی مانند ہی پھر ہو جایا کریں گے۔

ایک ایسا انسان جو دنیا کی تمام نعمتوں سے مالا مال رہا ہو گا اور وہ دوزخی ہو گا اسے وہاں لایا جائے گا اور آتش کے اندر غوطہ لگوائیں گے پھر اس سے پوچھا جائے گا اے ابن

آدم کبھی آرام بھی تو نے چکھا ہے کیا تو نے کبھی کوئی نعمت بھی پائی ہے تو وہ جوابا کہے گا کہ واللہ کبھی نہیں اے پروردگار تعالیٰ۔ اور جنتیوں میں سے جس نے دنیا میں سخت تکالیف پائی ہوں گی وہ لایا جائے گا اس کو جنت میں ایک ڈبکی لگوائی جائے گی اور پھر پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم تجھے کبھی کوئی تکلیف بھی ہوئی ہے تو وہ جواب دے گا واللہ نہیں اے پروردگار تعالیٰ۔ مجھے کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچا نہ ہی کبھی کوئی تکلیف ہی میں نے دیکھی ہے۔

ابن ماجہ میں مروی ہے کہ اہل دوزخ پر رونا طاری کیا جائے گا وہ روتے رہ جائیں گے حتی کہ انکے آنسو ختم ہو جائیں گے۔ اسکے بعد وہ خون رونے لگیں گے حتی کہ انکے چہروں پر کھائیاں بن جائیں گی کہ ان میں کشتیاں ڈالیں تو وہ بہنے لگیں۔

ابو یعلی کی روایت ہے کہ اے لوگو! روؤ اور اگر رو نہیں سکتے تو رونے والی صورتیں بنالو کیونکہ اہل دوزخ نے آگ کے اندر رونا ہے کہ انکے آنسو انکے رخساروں پر بہ رہے ہوں گے گویا کہ نہریں ہوں بالآخر آنسوؤں کا خاتمہ ہو جائے گا پھر خون رونے لگیں گے جس کی وجہ سے اور انکی آنکھیں زخمی ہو کر رہ جائیں گی۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم



باب نمبر 110

میزان اور پل صراط

ابو داؤد میں حضرت حسن سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ نے روایت فرمایا ہے کہ وہ رو پڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پوچھا کیوں رو رہی ہو عرض کیا کہ مجھے دوزخ یاد آ گئی ہے تو رو پڑی ہوں کیا روز قیامت آپ اپنے اہل کو بھی یاد رکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین مقامات پر کوئی بھی کسی کو یاد نہ رکھے گا۔

(۱)۔ بوقت میزان حتیٰ کہ معلوم ہو جائے کہ وزن کم ہوا ہے کہ یا زیادہ

(۲)۔ جب اعمالنامے اڑیں گے حتیٰ کہ معلوم کر لے کہ اعمالنامہ کون سے ہاتھ میں وصول ہو رہا ہے دائیں میں یا بائیں میں یا کہ پیٹھ کے پچھلی جانب سے۔

(۳)۔ جب پل صراط کا وقت ہو گا جب وہ دوزخ کے درمیان رکھی جائے گی حتیٰ کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ پار کر لے گا یا کہ نہیں۔

پل صراط پر امت کے دستگیر موجود ہوں گے:- ترمذی شریف میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ میرے واسطے روز قیامت شفاعت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ میں کروں گا میں نے گذارش کی کہ آپ کو میں کس مقام پر ڈھونڈوں ارشاد فرمایا مجھ کو پل صراط کے پاس تلاش کرنا میں نے عرض کیا اگر میں آپ کو وہاں نہ پا سکا تو پھر۔ آپ نے فرمایا پھر میزان کے پاس میری جستجو کر لینا عرض کیا اگر میزان کے پاس میں نے آپ کو نہ پایا تو۔ آپ نے فرمایا پھر حوض (کوثر) پر مجھے تلاش کرنا۔ ان تینوں جگہوں میں سے کسی ایک مقام پر میں لازما موجود ہوں گا۔

اور حاکم کی ایک روایت یہ ہے کہ روز قیامت میزان اس طرح کا قائم کیا جائے گا کہ جس میں زمین و آسمان کو وزن کیا جا سکے یا فرمایا رکھ دیے جائیں اس میں رکھے جا سکیں۔ فرشتے کہیں گے اے پروردگار تعالیٰ یہ (میزان) کس (چیز) کا وزن کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے گا اپنی مخلوق میں سے جس کا وزن کرنا میں چاہوں گا۔ وہ عرض کریں

گے تو پاک ہے (اور) ہم تیری عبادت نہیں کر سکے جو عبادت کا حق تھا۔

پل صراط کی تیزی: پل صراط اس قدر تیز ہوگی جس طرح کہ استرا تیز ہو فرشتے عرض کریں گے اس پر سے کس نے گذرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے گا جس مخلوق کو میں چاہوں گا عرض کریں گے تو پاک ہے ہم نے تیری (ایسی) عبادت نہیں کی جیسی عبادت کرنے کا حق تھا۔

حضرت ابن مسعود راوی ہیں کہ پل صراط دوزخ کے درمیان رکھی جائے گی وہ تلوار سے بڑھ کر تیز اور باریک ہوگی۔ اس پر پھسلن بھی ہوگی اس پر سے (لوگ) گر رہے ہوں گے اس پر آتش کے کنڈے ہوں گے ان کے ساتھ ان کو اچک لے گی بعض اسکے اندر جا گریں گے اور بعض بجلی کی سی تیزی سے عبور کر جائیں گے بعض مانند آندھی کے گذر جائیں گے اور ڈرتے ہوں گے کہ نہیں بچیں گے بعض گھوڑے کی سی رفتار کے ساتھ اور بعض بھاگتے ہوئے اور بعض چلتے ہوئے عبور کر جائیں گے پھر ایک شخص آجائے گا اس پر آگ چڑھ جائے گی اور اس نے پہلے اس کا دکھ چکھ لیا ہوگا۔ مگر پھر اللہ اسے اپنے فضل اور مہربانی سے اور اپنی رحمت سے۔ جنت میں داخل فرمادے گا پھر اس کو کہا جائے گا کہ تمنا کر اور مانگ لے وہ عرض کرے گا اے رب تعالیٰ کیا مجھ سے تو مذاق کر رہا ہے تو تو رب عزیز ہے۔ اس کو فرمایا جاتے گا کہ تمنا کرو اور طلب کر لو بالآخر اسکی تمام آرزوئیں ختم ہو جائیں گی اس کو پھر کہا جائے گا جو کچھ تو نے طلب کیا ہے وہ تیرے واسطے ہے اور اتنا کچھ مزید بھی (تیرے واسطے) ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ام مبشر انصاریہ راوی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حضرت حفصہ کے پاس فرماتے ہوئے سماعت کیا کہ انشاء اللہ دوزخ میں وہ صحابہ نہیں جائیں گے جو درخت تلے مجھ سے بیعت کر چکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آنحضرت نے انکو ڈانٹ دیا۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا ۔ **وان منکم الا واردھا** (اور تم میں کوئی نہیں مگر اس پر سے گذرنے والا ہے۔ مریم۔ ۱۷)۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ازاں بعد یہ بھی تو ارشاد ہوا ہے۔ **ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظلمین فیھا جثیا۔** (پھر جو پرہیز گاری کرنے والے ہیں ہم انہیں نجات دیں گے اور ظالموں کو اندر ہی پڑے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ مریم)۔

احمد کی روایت میں ہے کہ ورود فی النار کے بارے میں علماء کی رائیں مختلف ہیں بعض کی رائے ہے کہ وہ مومن نہیں ہوں گے بعض نے کہا تمام ہی وارد ہوں گے اسکے بعد اہل تقویٰ کو نکال لیا جائیگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم تمام ہی نے جانا ہے پھر اپنی انگلیوں کے ساتھ اپنے کانوں کی جانب اشارہ فرما کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سماعت نہ کیا ہو تو میرے کان بہرے ہوں۔ ورود سے مراد ہے داخل ہونا کوئی بھی نیک یا برا ایسا نہیں ہو گا جو اس میں داخل نہ ہو۔ ہاں اہل ایمان پر سرد اور سلامتی والی بن جائے گی۔ جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔ یا فرمایا کہ ان کی (یعنی مومنین کی) ٹھنڈک کی وجہ سے دوزخ (یا جہنم) کی فریاد کرنے کی آواز پیدا ہو گی۔ پھر ہم انکو نجات دے دیں گے جو متقی ہیں اور ظالموں کو اس میں ہی پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے اس کے بعد اپنے اپنے اعمال کی مطابقت سے باہر نکل آئیں گے کوئی بجلی کی طرح تیزی سے کوئی آندھی کی مانند کوئی گھوڑے جیسی رفتار سے کوئی سوار جیسی رفتار سے جو کجاوے پر ہوتا ہے کوئی آدمی کے دوڑنے کی مانند اور کوئی عام انسانی رفتار سے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک و سلم



باب نمبر 112

وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب قریب الوصال ہوتے۔ تو ام المومنین سیدہ عائشہ کے گھر میں ہم آتے۔ آنحضرت نے ہمیں دیکھا آنجناب کی چشمان مبارک میں آنسو امڈ پڑے آپ نے فرمایا خوش آمدید۔ اللہ تعالیٰ تم (صحابہ کرام) کو زندہ رکھے تم کو پناہ عطا فرمائے۔ تمہاری مدد فرمائے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور تمہارے ذریعے یہ بھی وصیت ہے کہ میں اللہ کی جانب سے کھلے طور پر ڈر سنانے والا ہوں کہ تم سلطنت الٰہی میں اسکے بندوں پر ظلم مت کرنا۔ موت نزدیک ہی ہے پھر اللہ کی جانب واپس چلے جانا ہے (اور) سدرۃ المنتہیٰ کی جانب۔ جنت الماوی کی طرف کاس الاوفی (یعنی بھرے ہوئے پیالے) کی جانب۔ پس تمہیں اور اس پر جو میرے بعد دین میں داخل ہوگا السلام علیکم ورحمتہ اللہ میری جانب سے کہہ دیں۔

امت محمدیہ کا والی اللہ تعالیٰ ہے:۔ بوقت وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا میرے بعد میری امت کے واسطے کون ہے تو اللہ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ میرے حبیب کو یہ اچھی خبر دے دو کہ انکی امت میں میں ان سے مواخذہ نہ کروں گا اور یہ بھی خوشخبری دے دو کہ دوبارہ جس وقت (قبروں میں سے) اٹھائیں گے تو تمام لوگوں سے بیشتر وہی زمین سے برآمد ہوں گے اور جس وقت وہ سب اکٹھے ہوں گے تو آنحضرت ہی تمام کے سردار ہوں گے اور جنت دیگر تمام امتوں کے لیے حرام رہے گی تاآنکہ آپ کی امت جنت میں نہ چلی جائے آپ نے فرمایا (یہ سن کر کہ) اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ راوی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

کہ آنحضرت کیلئے ہم سات کنوؤں میں سے سات مشکیزے (پانی کے بھر کر) لیں اور آپ کو غسل کرائیں اور ہم نے ایسا ہی کر دیا۔ آپ کو افاقہ محسوس ہونے لگا۔ پھر آپ باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ نے دعا فرمائی اہل احد کے حق میں مغفرت کی پھر آپ نے صحابہ کرام کو طلب فرمایا اور انصار کے متعلق آپ نے وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

اما بعد اے گروہ مہاجرین! تم زیادہ ہوتے جاؤ گے مگر انصار اس سے زیادہ نہ ہوں گے۔ میرے مدینہ کی جانب آنے کے وقت انصار میرے معاون رہے تم انکے نیکوں کا احترام کرنا خطا کار سے کر لینا پھر آپ نے ارشاد فرمایا ایک بندے کو اختیار دے دیا گیا دنیا، اور جو کچھ عند اللہ ہے اسکے درمیان (مراد ہے کہ اختیار مل گیا کہ خواہ دنیا میں زندہ ہی رہے اور خواہ وہ اللہ سے ملاقات کر لے)۔ اس (بندہ) نے اللہ کے پاس جو ہے اسے پسند کر لیا۔ یہ بات حضرت ابو بکر نے سنی تو رونے لگے اور وہ جان گئے کہ اس بندہ سے مراد آپ خود ہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر وقار کے ساتھ رہو (مراد یہ کہ غمزدہ نہ ہو)۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں جانے کے تمام راستوں اور دروازوں کو بند کر دیں سوائے ابو بکر کے دروازے کے۔ کیونکہ میں ایسا کوئی آدمی نہیں سمجھتا جو دوستی میں میرے نزدیک ابو بکر سے زیادہ بہتر ہو۔

جناب عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے کہ میرے ہی گھر میں میری ہی باری کے دن اور میری گود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصال پذیر ہوئے اور بوقت موت اللہ تعالیٰ نے میرا اور آنجناب کا لعاب دہن بھی اکٹھا کر دیا وہ یوں کہ میرے بھائی عبدالرحمن آ گئے وہ ہاتھ میں مسواک لیے ہوئے تھے۔ آپ نے اسکی طرف دیکھا میں نے جان لیا کہ آپ (مسواک) پسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا میں آپ کے واسطے لے لوں۔ آپ نے سر سے اشارہ کر کے فرمایا، ہاں میں نے آپ کے دہن مبارک میں یہ مسواک دے دی جو آپ کو سخت لگی تو میں نے اس کو نرم کر دیا (اپنے منہ میں چبا کر) آنحضرت کے سامنے ہی ایک برتن پانی والا موجود تھا۔ آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے تھے اور فرماتے تھے لا الہ الا اللہ، البتہ موت کی سکرات ہوتی ہیں۔ پھر اپنے ہاتھ کو آپ سیدھا کر کے فرماتے تھے الرفیق الاعلیٰ۔ الرفیق الاعلیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہی چاہیے میں نے عرض

کیا واللہ پھر تو آپ ہمارا انتخاب کرنے والے نہیں ہوں گے (مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے پاس رہنے کے نہیں)۔

حضرت سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انصار کو جب معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طبع (مبارک) بوجھل ہوتی جاتی ہے تو لوگ (بے قرار ہو کر) مسجد کے گرد پھرنے لگے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت عباس حاضر ہوئے اور آنحضرت کو لوگوں کے غم واندوہ کے بارے میں بتایا۔ ازاں بعد حضرت علی آ گئے انہوں نے بھی وہی صورت حال بیان کی بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ ہاتھ کو پکڑ لو صحابہ نے آنجناب کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ نے پوچھا تم لوگ کیا کہتے ہو عرض کیا ہم ڈرتے ہیں کہ آپ وصال پذیر ہو جائیں گے۔

مرد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ انہوں نے (اپنی عورتوں کو) انہیں بلانا شروع کر دیا وہ چلا اٹھیں (یعنی رونا شروع کر دیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت علی اور حضرت فضل کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حضرت عباس آنحضرت کے حضور آگے آ رہے تھے۔ آنحضرت اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے اور پاؤں کے ساتھ زمین پر نشان بناتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ منبر کی نیچے والی سیڑھی پر آ بیٹھے آپ کے پاس لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے اللہ کی حمد بیان فرمائی اور فرمانے لگے:

اے لوگو! مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہیں خدشہ ہے میرے وصال پا جانے کا۔ گویا کہ تمہیں موت سے انکار ہے۔ جبکہ تمہارے نبی کا وفات پا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیا میں نے تم کو موت کی خبر نہیں دی ہے اور تم کو خود موت کی خبریں نہیں مل چکی ہیں کیا مجھ سے پیشتر والا کوئی نبی زندہ رہا ہے جو بھیجا گیا تھا جو میں بھی اب زندہ ہی رہ جاؤں۔ جان لو کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے جا ملنا ہے اور تم بھی اس سے ہی جا ملنے والے ہو۔ میں تم کو مہاجرین اولین کے متعلق وصیت کر رہا ہوں اور مہاجرین کو بھی آپس میں ایک دوسرے سے خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

والعصرہ ان الانسان لفی خسرہ الا الذین امنوا وعملوا الصلحات و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبرہ۔

(قسم ہے زمانے کی بے شک انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور وصیت کرتے رہے حق کی اور وصیت کرتے رہے صبر کی)۔

اور سب امور بحکم اللہ ہی مکمل ہوتے ہیں کسی معاملہ میں تاخیر ہو تو عجلت مت کرنا کوئی جلدی کرے بھی تو اللہ اسکی وجہ سے جلدی نہیں فرماتا اور جو اللہ پر غالب آنے کے لیے کوشاں ہو وہ خود مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے اور جو کوشش کرے اللہ کو فریب دینے کی وہ خود دھوکہ کھاتا ہے۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم۔

(پس کیا تم اسکے قریب ہو (چکے ہو) کہ اگر تم والی ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد ڈالو اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرنے لگو۔ محمد۔ ۲۲)۔

انصار کے حق میں وصیت:- اور تم لوگوں کو میں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی۔ انہوں نے ہی ہمیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا تھا اور تم سے پیشتر ایمان لے آئے۔ تم ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا۔ کیا تمہارے لیے حصہ نہ رکھا تھا انہوں نے پھلوں میں۔ کیا اپنے گھروں میں انہوں نے تم کو آباد نہ کیا تھا کیا تم کو انہوں نے ترجیح نہ دی تھی اپنی جانوں پر بھی جبکہ وہ خود تنگی (کی حالت) میں تھے۔

خبردار! جو دو آدمیوں پر بھی حاکم مقرر ہو جائے تو وہ ان کے نیک لوگوں سے (عذر) تسلیم کرے اور بروں سے درگذر کرتا رہے۔

خبردار! ان پر دیگر لوگوں کو ترجیح مت دینا خبردار! تم لوگوں کے لیے راستے کا نشان ہوں اور تم نے مجھ سے ہی آملنا ہے اور تمہارے ساتھ وعدہ میرا حوض ہے میرا (وہ) حوض کوثر اس مسافت کے برابر سے بھی بڑھ کر وسیع ہے جو یمن کے صنعاء اور شام کے بصرہ کے درمیان ہے۔ اس میں کوثر کے پرنالے سے یوں پانی گرتا ہے۔ جو دودھ سے سفید تر اور مکھن سے بڑھ کر نرم اور شہد سے شیریں تر ہے۔ اس میں سے جس نے

نوش کر لیا کبھی آئندہ پیاسا نہ ہو گا اس کے کنکر مانند موتیوں کے ہیں اور زمین اس کی مشک کی ہے۔ حشر کے میدان میں اس سے جو محروم ہو گیا وہ تمام خیر سے ہی محروم رہ گیا خبردار! کل کو جو میرے پاس آنے کی خواہش رکھتا ہو وہ ناجائز باتوں سے اپنی زبان اور اپنے ہاتھوں پر کنٹرول رکھے۔

حضرت عباس عرض کرنے لگے یا رسول اللہ۔ قریش کو وصیت فرمادیں تو آپ نے ارشاد فرمایا اس بارے میں میں قریش کو وصیت فرماتا ہوں۔ قریش کی پیروی کرنے والے ہیں لوگ۔ نیک نیک کی اور برا برے کی۔ اب اہل قریش لوگوں کے واسطے بھلائی کی وصیت کریں اے لوگو۔ معاصی تبدیل کر دیتے ہیں نعمتوں کو اور بدل دیا کرتے ہیں قسمتوں کو۔ لوگ نیک ہوں تو انکے سردار ان کے ساتھ بھلائی کیا کرتے ہیں اور لوگ برے ہوتے ہیں تو انکے سردار بھی ان سے برائی کا برتاؤ ہی کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے:۔

وکذلک نولی بعض الظلمین بعضا بما کانوا یکسبون۔

(اسی طرح ہی ہم بعض ظلم کرنے والوں کو بعض ظالموں کا دوست کر دیتے ہیں اس لیے کہ جو وہ کماتے ہیں)۔

حضرت ابن مسعود راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو ارشاد فرمایا اے ابو بکر دریافت کر لو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول للہ وصال قریب ہے؟ آپ نے فرمایا وفات قریب ہے اور پھل لٹک گیا۔ انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ جو کچھ عنداللہ ہے آپ کے لیے وہ مبارک ہو کاش کہ ہمیں اپنے انجام کی خبر ہوتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی جانب سدرۃ المنتہیٰ کی جانب اور پھر جنت الماوی کی طرف بہشت بریں کا س اوفی رفیق اعلیٰ اور برکت والی عیش اور نصیبے کی جانب۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل دینے کے لیے کون ہے ارشاد فرمایا میرے اہل خانہ میں سے قریب اور قریب۔ انہوں نے پوچھا آپ کو کس چیز کا کفن دیں گے ارشاد فرمایا میرے موجودہ انہی کپڑوں میں اور یمن کے لباس اور مصری سفید چادر میں (کفن دیا جائے) انہوں نے عرض کیا جنازہ آپ کا ہم میں سے کون پڑھائے گا۔ (اس پر) ہمیں رونا آگیا اور آپ بھی رونے لگے پھر ارشاد فرمایا توقف کرو اللہ معاف فرمائے تم لوگوں کو اور بہتر جزاء عطا کرے اپنے نبی سے۔

جس وقت مجھے غسل دے دیا جائے گا اور کفن دے دے گے تو اسی گھر میں میری قبر کے ایک کنارے پر مجھے چارپائی پر رکھ دینا اور ایک ساعت میرے پاس سے تم باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پیشتر اللہ میرے اوپر صلوۃ و سلام پڑھنے والا ہے اور تم پر وہ ہی رحم فرمانے والا ہے۔ ازاں بعد ملائکہ رحمت کی دعائیں کریں گے پھر ملائکہ کو اجازت ہو جائے گی کہ وہ مجھ پر صلوۃ و سلام پڑھیں اور اللہ کی ساری مخلوق میں سے میرے پاس اولین آنے والا جبریل علیہ السلام ہوں گے لکے بعد میکائیل پھر اسرافیل اور لکے بعد عزرائیل ملائکہ کی کثیر فوج کے ساتھ آئیں گے اور درود پاک پڑھیں گے۔ لکے بعد سب فرشتے آجائیں گے پھر تم لوگ گروہ در گروہ میرے پاس آتے جانا اور گروہ در گروہ ہی مجھ پر صلوۃ اور سلام پڑھنا اور چیخنے چلانے اور رو کر مجھے رنج نہ پہنچانا۔ اور تم میں سے سب سے پہلے امام سلام کرے گا اور میرے اہل بیت اپنی قرابت کے لحاظ سے آغاز کریں گے لکے بعد عورتوں کا گروہ سلام اور پھر بچوں کا گروہ۔ عرض کیا گیا آپ جناب کو قبر کے اندر کون اتارے گا تو آپ نے فرمایا میری قرابت کے لوگ اہل بیت، فرشتوں کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ جو تم نہیں دیکھ سکو گے مگر وہ تم لوگوں کو دیکھ رہے ہوں گے اب تم اٹھو اور جواب مجھ سے بعد میں ہیں انہیں میری جانب سے پہنچا دو۔

جناب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ راوی ہیں کہ جو دن وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تھا اس دن کے شروع آپ کو کافی حد تک افاقہ رہا لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے تھے اور خوش خوش اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ازواج پاک کے ساتھ چھوڑا ہمارا ایسا حال تھا قبل ازاں ہم کو اتنی خوشی نہیں ملی تھی۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سب عورتیں باہر چلی جائیں کیونکہ فرشتہ مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ پس تمام لوگ باہر گئے سوائے میرے۔ میری گود میں آنحضرت کا سر (مبارک) تھا آپ بیٹھ گئے تو میں ایک گوشے میں آ گئی آپ کافی دیر فرشتے سے محو گفتگو رہے سرگوشی میں۔ اسکے بعد آپ نے مجھے ارشاد فرمایا اور اپنا سر بھی میری گود میں رکھ لیا پھر عورتوں کو اندر آجانے کے لیے فرما دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جبریل علیہ السلام نہیں تھے۔ آپ نے جواب دیا ہاں عائشہ ہاں یہ میرے پاس ملک الموت آئے ہوئے تھے اور مجھے

اطلاع دی ہے کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے اور ساتھ حکم فرمادیا ہے کہ میں بلا اجازت اندر مت داخل ہوں اور اگر اجازت عطا نہ ہوئی تو واپس آ جانا۔ میں اس کو اجازت دوں تو پھر اندر داخل ہو جائے اور یہ بھی مجھے فرمایا گیا ہے کہ میری جان کو قبض ہر گز نہ کرے تا آنکہ میں اسے ارشاد نہ فرماؤں۔ عرض کیا آپ نے اب اسے کیا فرمایا ہے فرمایا میں نے اس کو کہا ہے کہ مجھ سے رکے ہی رہو جب تک جبریل علیہ السلام نہیں آتے کیونکہ یہ وقت ہے ان کے آنے کا۔

جناب سیدہ فرماتی ہیں کہ یہ ایک ایسی بات تھی ہمارے سامنے جس کا کوئی جواب ہم نہ رکھتی تھیں اور کوئی رائے بھی ہم (اس بارے میں) نہیں دے سکتے تھے۔ شدید غم تھا اور ہم چپ رہے گویا کہ ایسی ابتلا تھی ہمارے لیے کہ ہم حیرت زدہ تھے تمام اہل خانہ پر اس قدر رعب اور ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ کسی کو بولنے کا یارا نہ تھا آپ فرماتی ہیں کہ اس ساعت میں جبریل علیہ السلام بھی آ گئے اور انہوں نے سلام کیا میں اس کے حسن کلام کو جان گئی تھی تمام اہل بیت باہر نکل گئے اور وہ اندر آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کو اللہ سلام فرماتا ہے اور پوچھا ہے کہ آپ خود کو کیسا پا رہے ہیں۔ حالانکہ اسے خود بھی یہ معلوم ہی ہے۔ جیسا بھی آپ خود کو پا رہے ہیں۔ پھر بھی اس نے ارادہ فرمایا کہ آپ جناب کے شرف و عظمت میں اضافہ ہو جائے اور ساری مخلوق پر آپ جناب کا شرف اور عظمت سب سے زیادہ کامل ہو جائے اور یہ سنت بن جائے آپ کی امت میں۔ آپ حضور نے جواب دیا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے اس نے عرض کیا آپ خوش ہو جائیں۔ اللہ نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ حضور کو وہاں تک پہنچائے (بذریعہ صبر) کہ جو (مقام و مرتبہ) آپ حضور کے واسطے تیار کیا ہوا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے جبریل ملک الموت میرے پاس حاضر ہو کر سب کچھ بتا چکا ہے۔ جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے رب کو آپ حضور کا اشتیاق ہے کیا اس نے آپ کو اس سے آگاہ نہیں فرمایا جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ واللہ ملک الموت نے کبھی کسی سے اجازت حاصل نہیں کی نہ ہی وہ کسی سے کبھی بھی اجازت مانگے گا مگر آپ کا پروردگار آپ حضور کی عظمت کی تکمیل کرنے کا خواہشمند ہے اور آپ کا اس کو شوق ہے ملک الموت جب آئے گا تو اس کو آپ (پیچھے) نہ ہٹا دیں۔

اسکے بعد عورتوں کو اجازت عطا فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ میرے قریب آؤ وہ آئیں اور آپ کے اوپر جھک گئیں۔ ان سے آپ نے کچھ سرگوشی میں فرمایا اب جو اوپر سر اٹھایا تو ان کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ وہ شدت غم سے خاموش تھیں۔ پھر حضور نے انہیں فرمایا اپنا سر میرے قریب کرو چنانچہ حضرت فاطمہ آپ سے لپٹ گئیں۔ آپ نے ان سے سرگوشی کی تو وہ ہنستی تھیں اور بات بھی نہیں کر پاتی تھیں۔ ہم نے یہ تعجب خیز بات ان سے دیکھی۔ ان سے بعد میں جب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے آنحضرت نے فرمایا تھا کہ آج میں وصال پا جاؤں گا (یہ سن کر) میں رو پڑی تو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے اول تمہیں مجھ سے ملانے اور میرے ساتھ تجھے کرے تو میں ہنس پڑی۔ پھر فاطمۃ الزہرہ کے دونوں فرزندوں کو اپنے نزدیک کر کے انہیں چوم لیا۔ جناب سیدہ عائشہ نے فرمایا ہے کہ پھر ملک الموت حاضر ہو گئے اور سلام کیا اور اجازت طلب کی آپ نے اجازت عطا فرمائی پھر فرشتے نے عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے حضور کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار سے ملاؤ عرض کیا ہاں آج ہی یہ ہو جائے گا آپ کا رب آپ کا اشتیاق رکھتا ہے۔ میں کبھی کسی جگہ بار بار نہیں گیا سوائے آپ کے (یہاں کے) اور نہ ہی میں کبھی داخل ہونے باز رہا ہوں سوائے آپ کے (دولت کدے کے)۔ البتہ ایک ساعت ابھی باقی ہے پھر ملک الموت باہر نکل گئے اب جبریل علیہ السلام پھر حاضر ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ السلام علیکم یہ آخری بار میں زمین پر نازل ہوا ہوں۔ وحی کو لپیٹ دیا گیا ہے اور دنیا کو بھی لپیٹ دیا گیا ہے اب میری کوئی ضرورت دنیا میں باقی نہیں رہی آپ کے سوا۔ اسکے بعد میں اپنے مقام پر قرار پذیر رہوں گا۔ قسم ہے اس (ذات) کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا کہ گھر کے اندر کوئی فرد بھی نہ تھا جو اس بارے میں کچھ بات کر سکتا یا آپ کے دوستوں (یعنی صحابہ) کی طرف کچھ بات کہلا سکتا کیونکہ جو کچھ ہمیں سنائی دے رہا تھا وہ بہت عظیم معاملہ تھا اور ہم خوف وہیبت کی زد میں تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی کہ آپ کے سر کو اپنے سینے پر رکھ لوں۔ پھر آنجناب پر سکر طاری ہونے لگا

چہرہ اقدس پر پسینہ آگیا کہ پیشانی میں نے وہ پسینہ پونچھنا شروع کر دیا اس سے زیادہ خوشبو والی چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی آپ کچھ افاقہ محسوس فرماتے تھے تو میں کہتی تھی میرے ماں باپ اور اہل آپ پر نثار یہ کتنا پسینہ ہے آپ کے چہرے پر... تو آنحضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ ایمان والے شخص کی جان پسینے کے ساتھ نکلا کرتی ہے۔ جبکہ کافر کی جان اس کے جبڑوں سے نکلا کرتی ہے جس طرح گدھا سانس لیا کرتا ہے پھر ہم کانپ اٹھے اور ہم نے اپنے اہل خانہ کو بھی اطلاع بھیجی۔ اولین آنے والے میرے بھائی ہی تھے۔ میرے والد نے انکو بھیجا تھا۔ اور اس موقع پر صحابہ کی حضور سے (دوران حیات) ملاقات نہ ہوئی اور اب قبل اس کے کہ کوئی آتا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصال پا گئے انکو بھی آپ سے اللہ ہی باز رکھے ہوئے تھا اس لیے کہ (اس وقت) آنحضور کا دوست اور قریبی جبریل اور میکائیل علیہما السلام کو بنایا ہوا تھا۔

آنحضرت پر جس وقت بیہوشی وارد ہوتی تھی تو آپ فرماتے تھے رفیق الاعلیٰ آپ جس وقت بات کرنے کے قابل ہو گئے تو ارشاد فرمایا نماز، نماز۔ تم تمام لوگ جس وقت تک اسکے ساتھ رہو گے تم سلامت ہی رہو گے (یا جیسے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا)۔ آپ حضور اپنے وصال تک اسی طرح فرماتے رہے نماز، نماز۔ جناب سیدہ عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وصال چاشت اور دوپہر کے درمیان بروز پیر ہوا۔

جناب سیدہ فاطمہ نے فرمایا ہے واللہ میں نے دیکھا ہے کہ پیر کے روز کوئی نہ کوئی آفت اس امت پر وارد ہوئی ہے اور یا حضرت ام کلثوم نے فرمایا ہے کہ جس روز کوفہ کے اندر حضرت علی پر حملہ کیا گیا تھا وہ پیر کا دن تھا۔ پیر کے روز کوئی نہ کوئی آفت وارد ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی دن وصال پذیر ہوئے۔ حضرت علی اسی روز شہید ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال فرمانے پر لوگوں کا ایک ہجوم وہاں پر اکٹھا ہو گیا اور رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے کپڑے سے ملائکہ نے ڈھانپا ہوا تھا۔ مسلمان آپس میں اختلاف کرنے لگے کوئی کہتا تھا حضور نے وفات نہیں پائی اور کچھ صحابہ تھے کہ غم سے انکی زبانیں گنگ ہوئی ہوئی تھیں اور وہ کافی دیر کے بعد بات کر سکے تھے پس مسلمانوں پر

مختلف قسم کی حالتیں تھیں۔ حضرت عمر بن خطاب آنحضرت کے وصال پانے کا انکار کرتے تھے۔ حضرت علی بوجہ شدید غم بیچے بیٹھ گئے۔ عثمان کی زبان بوجہ غم بند تھی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عباس اپنے آپ کے قابو میں ہی تھے۔ لوگ حضرت ابو بکر کی بات سے لا پرواہ تھے۔ بالآخر حضرت عباس آئے اور فرمایا۔ قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم موت کا مزا چکھ چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود موجود ہوتے ہوئے یہ آیہ کریمہ سنائی تھی:۔

انک میت وانهم میتون۔ ثم انکم یوم القیمة عند ربکم تختصمون۔

(بلا شبہ تم فوت والے ہو اور بے شک انہوں نے بھی مرنا ہے پھر بلا شبہ تم اپنے رب کے پاس روز قیامت جھگڑا کرو گے۔ الزمر۔ ۳۰۔ ۳۱)۔

جناب ابو بکر کو جس وقت وصال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہوئی آپ بنی الحارث بن خزرج کے پاس تھے۔ آپ فوری طور پر چلے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آنحضرت کی جانب نظر کی پھر آپ پر جھکے اور بوسہ لے لیا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ حضور پر قربان ہوں۔ آپ کو اللہ دوسری مرتبہ موت کا مزہ ہرگز نہ چکھائے گا۔ واللہ رسول اللہ وصال پا چکے ہیں پھر آپ لوگوں میں آ گئے اور فرمانے لگے اے لوگو۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وصال پا لیا ہے اور جو عبادت کرتا تھا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رب تعالیٰ کی تو (اس کو معلوم رہے کہ) وہ زندہ ہی ہے اور وہ کبھی مرے گا بھی نہیں اللہ کا ارشاد پاک ہے:۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابکم۔

(اور نہیں محمد مگر ایک رسول تحقیق اس سے قبل بھی متعدد رسول ہو گذرے ہیں کیا اگر وہ فوت ہو جائے یا قتل کیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر چلو گے۔ آل عمران۔ ۱۴۴)۔

اس وقت لوگ ایسی کیفیت میں تھے کہ جیسے انہوں نے یہ آیہ کریمہ اس روز سے قبل کبھی سنی ہی نہ ہو۔

ایک روایت ہے کہ ابو بکر صدیق کو جب آگاہی ہوئی تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان (مبارک) پر حاضر ہوئے۔ آپ آنحضرت پر صلوۃ وسلام عرض کر رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ہچکیاں بھی لیتے تھے۔ جس طرح کہ پانی گھڑے سے چھلک جائے باوجود ایسی حالت میں ہونے کے وہ اپنے قول و فعل میں مستحکم تھے اور حوصلے کو ظاہر کر رہے تھے۔ آنحضرت پر پھر آپ جھک گئے۔ آنحضور کے چہرہ مبارک کو کھولا۔ آنحضور کی پیشانی پر اور آپ کے رخساروں پر بوسہ لیا اور آنحضور کے چہرہ (مبارک) پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے کہ اچانک رو پڑے اور کہنے لگے میرے ماں باپ اور میرے اہل و عیال اور میری جان سب آپ پر فدا ہوں۔ آپ اپنی زندگی میں اور اپنی وفات میں ہر حال میں ہی خوش رہے۔ آپ کے وصال سے اب سلسلہ وحی ختم ہو چکا جو آپ سے قبل کے کسی نبی کے فوت ہونے پر نہیں ہوا تھا۔ آپ عظیم ہیں بلحاظ ہر وصف اور آپ رونے دھونے سے بھی بالا تر ہیں آپ ایسے خصائص کے حامل ہیں۔ یہاں تک کہ اس وقت آپ سکون میں ہیں اور محفوظ ہو چکے ہیں اور ہم آپ کے بارے میں راضی برضا ہیں۔ اگر آپ نے اپنی وفات کو پسند نہ فرمایا ہوا ہوتا تو آپ کے غم میں ہم سب اپنی جانوں کو حاضر کر دیتے اور اگر ہمیں رونے سے آپ نے ممانعت نہ فرمائی ہوتی تو پانی کے چشمے ہم نے آپ کے لیے بہا دیے ہوتے اور جس چیز کی ہمیں تاب حاصل نہیں یعنی غم اور آپ حضور کی یاد تو یہ کبھی ہم سے دور نہ ہوں گے یا الٰہی ہماری اس بات کو آنحضور تک پہنچا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے رب تعالیٰ سے ہماری شفاعت فرما دیں۔ ہمیں بھی آپ اپنی یاد میں رکھیں۔ اگر آپ ہمارے لیے سکون و اطمینان نہ چھوڑ گئے ہوتے تو ہم میں کوئی مغموم ہونے کے باعث اپنے پاؤں پر کھڑا رہنے کی تاب نہ رکھتا اے اللہ ہماری جانب سے اپنے نبی (مکرم) کے حضور ہماری اس بات کو پہنچا دے اور ہم میں اس کو محفوظ رکھ۔

(یا اللہ) اپنے فضل و کرم کو ہمارے اوپر جاری رکھ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر ہی عمل کرتے رہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ (رؤف و رحیم سے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے) سے امید ہے کہ ہماری برائیاں نیکیوں میں تبدیل فرما دے گا اور یہ کہ ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہمیں

ملا دے گا۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو دعا کو قبولیت عطا کرنے والا ہے اور اسی کی ذات سے ہی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ والحمد للہ رب العلمین۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واھل بیتہ واصحابہ وبارک وسلم






لاهور


لاہور


مکتبہ اسلامیہ
لاهور